بُت شِکن

27.19

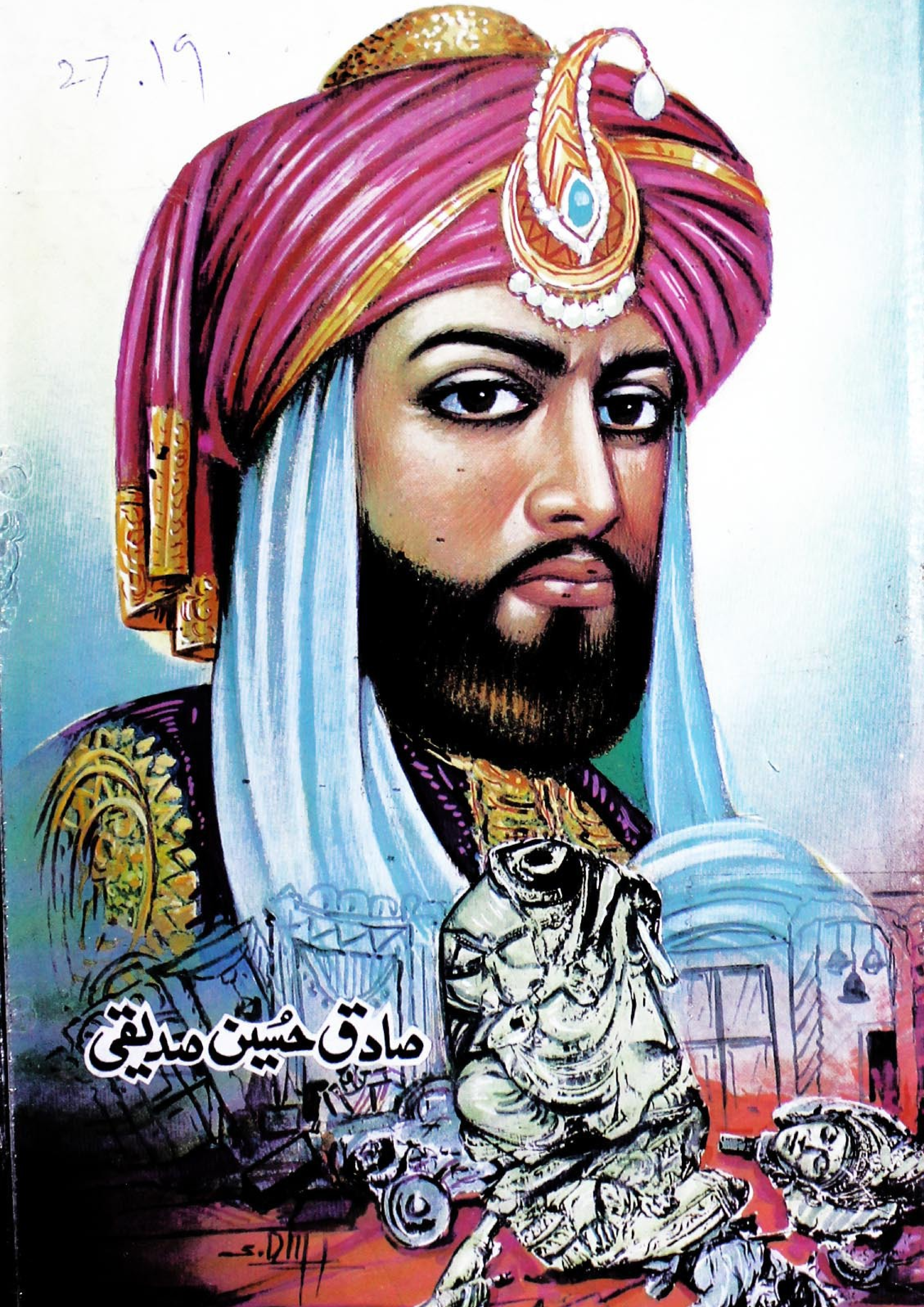

صادق حسین صدیقی

Marfat.com

Marfat.com

بُت شکن

مُصنّف

صادق حسین صدیقی سردھنوی

ناشر

مکتبہ القریش ○ اُردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

98253

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : عبدالحفیظ قریشی

باہتمام : محمد علی قریشی

مطبع : نیر اسد پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ : خرم آرٹس لاہور

سن اشاعت : 1998

تعداد : 600

قیمت : =/150 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ISBN 969-38-0256-X

Marfat.com

فہرست

مضمون	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
پہلا باب		**دسواں باب**	
ناتمام راز	۵	ہارون کی داستان رہائی	۱۰۲
دوسرا باب		**گیارھواں باب**	
ڈاکوؤں کا حملہ	۱۵	شیران اسلام کی آمد	۱۱۴
تیسرا باب		**بارھواں باب**	
حیرت در حیرت	۲۶	حسین پیغامبر	۱۲۶
چوتھا باب		**تیرھواں باب**	
ایک خوروش نازنین	۴۰	پُر جوش حملہ	
پانچواں باب		**چودھواں باب**	
ملامت و تہدید	۵۰	ہزیمت	۱۴۴
چھٹا باب		**پندرھواں باب**	
نظارۂ غسل	۶۲	شوخ انیسہ	۱۵۳
ساتواں باب		**سولھواں باب**	
صعوبات سفر	۷۳	حیرتناک گفتگو	۱۶۴
آٹھواں باب		**سترھواں باب**	
گرفتاری	۸۲	پُر اسرار سیاہ پوش	۱۷۵
نواں باب		**اٹھارھواں باب**	
فرار	۹۲	در پردہ الزام	۱۸۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
انیسواں باب	
—— ناکام شبخون	۱۹۶
بیسواں باب	
—— شریر حسینہ	۲۰۷
اکیسواں باب	
—— ایک مخبر سادہ رو	۲۱۷
بائیسواں باب	
—— شدید حملہ	۲۲۶
تیئسواں باب	
—— چالاک بھائی بہن	۲۳۷
چوبیسواں باب	
—— سلطانی تجویز	۲۴۸
پچیسواں باب	
—— آتش جنگ	۲۵۷
چھبیسواں باب	
—— حشر خیز جنگ	۲۶۷
ستائیسواں باب	
—— طنزیہ قہقہہ	۲۸۱
اٹھائیسواں باب	
—— دو دشمنوں کی حیرت انگیز ملاقات	۲۹۲
انتیسواں باب	
—— خونریز معرکہ	۳۰۲

مضمون	نمبر شمار
تیسواں باب	
—— جستجو	۳۱۲
اکتیسواں باب	
—— درِ مقصود	۳۲۲
بتیسواں باب	
—— سومنات کی فتح	۳۳۳
تینتیسواں باب	
—— نہنگ اجل	۳۴۲
چونتیسواں باب	
—— بت شکن	۳۵۲
پینتیسواں باب	
—— انکشاف راز	۳۶۴
چھتیسواں باب	
—— کافر اور حلقۂ اسلام میں	۳۷۲
سینتیسواں باب	
—— حسرت ناک انجام	۳۸۳

Marfat.com

پہلا باب

ناتمام راز

صبح کا سہانا سماں ہے اور گلشن ارم کا ایک فرحت بخش ٹکڑا۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی ہے مخملی فرش نظر آتا ہے۔ جس میں نہایت قرینہ سے گل پوش پودے کھڑے ہوا سے اٹھکیلیاں کر رہے ہیں۔ شاخیں جھوم رہی ہیں اور سبز سبز گھاس پر رنگ رنگ کے پھولوں کی پتیاں بکھر کر نہایت ہی جاذب نظر ہو گئی ہیں۔ کچھ اس قسم کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی ہے کہ روح تک تروتازہ ہوئی جاتی ہے۔

آفتاب بتدریج بلند ہو رہا ہے اور گستاخ زرتار شعاعیں نرم و نازک پھولوں کا رنگ چرانے کے لیے پتی پتی میں گھسی جا رہی ہیں۔

دفعتہً سریلے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے کہیں دور پریاں ہنس رہی ہوں اور ان کے نقرئی قہقہے فضا کو حسین بنا رہے ہوں۔

اس وقت ایک معمر جوگن جوگیا لباس پہنے ماتھے پر تلک لگائے بائیں ہاتھ میں مرگ چھالا اور دائیں میں مالا لیے ایک روش سے نکلی اور اس پٹری پر آ کھڑی ہوئی جس کے دونوں طرف نالیوں میں شفاف پانی بہہ رہا تھا اور نہایت ہی خوش رنگ و خوشبودار پھولوں کے پودوں کی قطاریں پھیلتی چلی گئی تھیں۔

جوگن نے آہستہ سے کہا: آج کہہ دوں . . . . کہہ دینا ہی چاہیے۔ میں مہابن جا رہی ہوں، شری کرشن جی کی جنم بھومی (پیدائش گاہ) میں (مراد متھرا سے ہے) ایشور جانے زندہ واپس لوٹوں یا نہیں . . . . آرہا ہے۔ وہ جسے سومنات جی کا بچہ بچہ چاہتا ہے۔ جس کا چہرہ پورنماشی کے چندرماں (چودھویں رات کے چاند) سے زیادہ روشن ہے حسن و شباب کی تصویر ناز و ادا کا مجسمہ رعنائی و زیبائی کا پیکر۔

Marfat.com

ہم سومنات ہی کا ذکر کر رہے ہیں۔ مؤرخوں کو اس مقام کے پتہ لگانے میں بڑی دقتیں پیش آئی ہیں۔ کوئی اسے گنگا کے کنارہ جگناتھ جی کے قریب بتاتا ہے۔ کوئی جمنا کے کنارہ متھرا کے پاس بیان کرتا ہے۔ کوئی کشمیر اور ہردوار کے درمیان کہتا ہے۔ خود ہندو اس مشہور مقام کو بھول چکے ہیں اور نہیں بتا سکتے کہ ان کا یہ مشہور تیرتھ کہاں تھا۔

مگر مسلمانوں ہی کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جزیرہ نما گجرات میں بھابری وار کے قریب لب سمندر تھا۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سومنات کاٹھیاواڑ کے قریب تھا۔ اس شہر کا نام سومنات اس وجہ سے مشہور ہوا کہ اسے سوم نام راجہ نے آباد کیا تھا اور اس نے ایک عظیم الشان بت خانہ بنا کر نات نامی بت اس میں نصب کر دیا تھا۔ سوم اور نات دونوں مل کر سومنات کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

یہ ممکن ہے کہ سوم راجہ نے اسے آباد کیا ہو۔ لیکن سنسکرت زبان میں سوم چاند کو بھی کہتے ہیں اور ہندو مہادیو کی پوجا سوم کے نام سے بھی کرتے ہیں۔ نات ہندی میں بزرگ اور قابل تعظیم کے ہیں۔ ممکن ہے سومنات مہادیو کا قابل تعظیم نام رکھا گیا ہو۔ کیونکہ رفیع الشان بتخانہ میں مہادیو کا بت تھا اور ہندوستان بھر کے ہندو اس کی پرستش کرتے تھے۔ زیادہ قیاس یہی ہے کہ مہادیو کے بت کی وجہ سے اس کا نام سومنات مشہور ہو گیا تھا۔

سومنات شہر بھی تھا۔ قلعہ بھی تھا اور مندر بھی تھا۔

سومنات میں گرہن کے روز زبردست میلہ لگتا تھا۔ لاکھوں ہندو دور دور سے وہاں آتے تھے۔ کروڑوں روپے کے مال کی خرید فروخت ہوتی تھی۔ سینکڑوں راجہ اور مہاراجہ آتے تھے۔

ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ مرنے کے بعد روحیں بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں آتی ہیں اور یہیں سے انہیں جونیں بدلنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ اعتقاد آواگون (تناسخ) کی بنا پر تھا۔

لیکن آج جب کہ نہ سومنات رہا۔ نہ کوئی جانتا ہے کہ سومنات کہاں تھا اب روحیں کہاں جاتیں اور جونیں بدلنے کا حکم کس سے حاصل کرتی ہیں۔ ممکن ہے کوئی محقق ہندو اس مسئلہ پر روشنی ڈال سکے۔

Marfat.com

ان خدا کے بندوں کی سمجھ میں یہ سیدھی سی بات نہیں آتی کہ آواگون (تناسخ) خیالی مسئلہ ہے جو روح ایک مرتبہ انسانی پیکر میں آکر مرنے کے بعد نکل گئی نہ وہ بھٹکتی پھرتی ہے۔ نہ دوسرے جون میں جاتی ہے۔ بلکہ قیامت کے انتظار میں مقامات علیین اور سجین میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور انہیں روز حشر ان کے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔

سومنات کا اس قدر احترام کیا جاتا تھا کہ جب کوئی راجہ اس کی زیارت کے لیے جاتا تھا تو میلوں اور منزلوں سے پیدل ہو لیتا تھا۔ سومنات کے ہر باشندہ کی ہر ہندو تعظیم کرتا تھا اور وہاں کے راجہ کو ادھیراج (شہنشاہ) مانا جاتا تھا۔ مذہبی طور پر اس کی عظمت مذہبی پیشواؤں سے بڑھ کر کی جاتی تھی۔

غرض یہ ہے کہ ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے دلوں میں اس کی عظمت و عزت ادب و احترام اور محبت و وقعت تھی۔

جوگن کھڑی ہو گئی اور ایک طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں چند نوخیز حوروش لڑکیاں درختوں کی قطاروں میں سے نمودار ہوئیں۔ وہ سب سفید ساڑھیوں میں ملبوس تھیں۔ نہایت حسین و جمیل تھیں۔ ان کے چہرے افق میں ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ لیکن ان ستاروں کے جھرمٹ میں ایک چاند بھی نظر آرہا تھا۔

تمام لڑکیاں صد درجہ شوخ و شنگ تھیں سان کا عضو متحرک تھا۔ وہ ہنس ہنس کر بجلیاں گراتیں۔ رفتارِ ناز سے سبزہ کو پامال کرتیں اور پھولوں پر دست شوخ دراز کر کے انہیں نوچتیں اپنی رعنائیوں سے فضا کو حسین بناتی چلی آرہی تھیں۔

گویا حسن کا سیلاب تھا۔ جو امنڈا چلا آرہا تھا۔ چمن زار کا چپہ اور ذرہ ذرہ چمک اٹھا تھا۔

جب ان لڑکیوں کی نظریں جوگن پر پڑیں۔ تو سب مؤدب اور خاموش ہو کر احترام بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں اور سب نے اس کے قریب پہنچ کر اس کے پیروں کو چھوا۔ ان کے داہنے ہاتھ میں خوبصورت مالا تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اشیر باد (دعا) دی۔

لڑکیاں سرو قد کھڑی ہو گئیں۔ جوگن نے کہا "اشنان (غسل) کر آئیں تم"

چند لڑکیوں نے جواب دیا "جی ہاں ماتا جی"

جوگن ــــ میں راجکماری سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

ان لڑکیوں میں سومنات کے راجہ کی حورِ وش بیٹی چندر موہنی بھی تھی۔

Marfat.com

چندر موہنی نہایت ہی حسین و جمیل تھی۔ گول چہرہ۔ کشادہ پیشانی لمبی موٹی اور غلافی آنکھیں ستواں ناک۔ موزوں لب۔ اس پر کھلتا ہوا گورا رنگ اس میں شباب کی سرخی کی جھلک۔ غضب کی دل کش صورت تھی۔ نہایت شرمیلی۔ بڑی بھولی۔ ایسی معصوم کہ معصیت سے کوسوں دور ایسی بھولی کہ فرشتے بھی دیکھ کر لٹو ہو جائیں۔

اس نے کہا "فرمایئے ماتا جی!"

جوگن ——— ایک بات میں مدتوں سے چھپائے ہوئے ہوں۔ اس وقت سے جب راجکماری تم گھٹنوں چلنے لگی تھیں۔

چندر موہنی نے حیرت سے جوگن کی طرف دیکھ کر پوچھا "ایسی کیا بات ہے۔ وہ۔ کیا کچھ مجھ سے تعلق رکھتی ہے؟"

جوگن نے اس کے گلفام رخساروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہاں اس کا تعلق تجھ سے ہی ہے مگر مجھے منع کر دیا گیا ہے ...... مجھ سے بڑا بھاری بچن (وعدہ) لیا گیا ہے ..."

چندر موہنی کو اور حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا "کس نے تم سے بچن لیا تھا؟"

جوگن ——— انہوں نے جن سے تمہارے راز کا تعلق ہے۔

"میرا راز" چندر موہنی نے چونک کر حیرت بھرے لہجہ میں پوچھا۔

جوگن ——— ہاں تیرا راز راجکماری۔

چندر موہنی ——— تم نے تو میرے دل میں دریافت حال کے اشتیاق کی آگ بھڑکا دی۔

جوگن ——— "میرے ہردے (دل) میں پندرہ سال سے آگ بھڑک رہی ہے۔ جس راز کو میں چھپائے ہوئے ہوں۔ اس نے میرے دل میں ایسی آگ بھڑکا رکھی ہے جو رفتہ رفتہ ہو کر شعلوں میں بدل گئی ہے۔ میں اب بھی زبان سے نہ نکال سکتی۔ لیکن اب میں متھرا جی جا رہی ہوں۔ معلوم نہیں کہ زندہ واپس لوٹوں یا وہیں مٹی ٹھکانے لگ جائے۔ اس لیے کہنے پر آمادہ ہو گئی ہوں۔

چندر موہنی ——— بڑی کرپا (مہربانی) ہو گی۔ کہہ ڈالیے پھر۔

جوگن ——— لیکن سوچتی ہوں وشواس گھات (بدعہدی) ہو گی۔

چندر موہنی ——— اب اس کا خیال نہ کیجئے۔ میرا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔

جوگن ——— اور اب راز کو چھپانا میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔

Marfat.com

چندر موہنی ـــــ تو کہیئے۔

جوگن ـــــ اس طرح نہیں اکانت (تنہائی) میں۔

چندر موہنی ـــــ میں ابھی اپنی سہیلیوں کو علیحدہ کیے دیتی ہوں۔

اس نے مہ پارہ لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ایک کر کے وہاں سے کھسک گئیں۔ چندر موہنی نے کہا "اب فرمایئے۔

جوگن نے نگاہیں اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اب وہاں اتنے قریب کوئی بھی نہ رہا تھا۔ جو ان دونوں کی رازدارانہ گفتگو سن سکتا۔ اس نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا "اس راز کے چھپانے کے لیے میں خود بھی مجبور تھی انکشاف راز سے نہ صرف میری جان کا خطرہ تھا۔ بلکہ تیرے لیے بھی برائی کا احتمال تھا۔ مگر اب چاہتی ہوں کہ تجھ پر ظاہر کر دوں لیکن قبل اس کے کہ میں راز ظاہر کروں تو ایک اقرار کر کہ اسے کسی پر ظاہر نہ کرے گی"

چندر موہنی :۔ اقرار کرتی ہوں۔

جوگن ـــــ بات یہ ہے کہ اگر تو نے ظاہر کر دیا تو میری جان جاتی رہے گی اور تجھے بھی نقصان پہنچ جائے گا۔

چندر موہنی۔ اطمینان رکھیے میں ہرگز ظاہر نہ کروں گی۔

جوگن ـــــ کم سے کم اس وقت تک ظاہر نہ کرنا۔ جب تک میں متھرا ہی نہ پہنچ جاؤں۔

چندر موہنی ـــــ میں وعدہ کرتی ہوں۔

جوگن ـــــ سن چندر موہنی تو راجکماری نہیں ہے۔

چندر موہنی چونک کر اچھل پڑی۔ اس نے کہا "میں راجکماری نہیں ہوں۔ . . . پھر کون ہوں"

جوگن ـــــ شانتی (صبر) کر میں دھیرے دھیرے (آہستہ آہستہ) سب بتائے دیتی ہوں۔ تو حیران بھی ہو گئی ہے اور دکھی بھی۔

چندر موہنی ـــــ ہاں مجھے بڑا تعجب اور نہایت رنج ہوا ہے۔

جوگن ـــــ رنج نہ کر تو راجکماری ہی رہے گی تعجب البتہ ضرور ہو گا۔ میں مفصل سناتی ہوں

ابھی جوگن کا فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ شور ہوا مہارانی آگئیں۔ ان دونوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ دور سے بہت سی عورتیں آرہی تھیں۔ جوگن نے جلدی سے کہا "اب موقعہ نہیں رہا پھر بتاؤں گی۔ ہنسی خوشی اپنی ماتاجی سے مل کر انہیں کوئی شک نہ ہو۔ ورنہ میری زندگی خطرہ

Marfat.com

میں ہے میں جا رہی ہوں۔"
یہ کہتے ہی وہ چلی گئی اندر چندر موہنی اسے دیکھتے رہ گئی۔

سومنات کی داسیاں

چندر موہنی نے جب سے جوگن سے یہ سنا تھا کہ وہ راجکماری نہیں ہے۔ اس کے دل میں ایک خلش پیدا ہو گئی تھی۔ وہ رہ رہ کر سوچتی تھی کہ جب وہ راجکماری نہیں ہے۔ تو کون ہے؟ کس کی بیٹی ہے۔ راجہ اور رانی نے اسے کیوں پرورش کیا۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ میں ان کی بیٹی نہیں ہوں یا معلوم ہے اور وہ بھی اس بھید کو چھپائے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر ایسا ہے تو کیوں چھپا رہے ہیں۔ اس میں ان کی کیا مصلحت ہے۔

وہ خوب جانتی تھی کہ اس کی پرورش و پرداخت راجکماروں کی طرح ہوئی ہے۔ رانی اس سے بیٹی ہی جیسا سلوک کرتی ہے۔ راجہ بیٹی کی طرح چاہتا ہے۔ راجکماری کی طرح رعایا تعظیم کرتی ہے۔ داسیاں اور سہیلیاں سب اس کا ادب و احترام کرتی ہیں۔

کئی روز اسے اسی فکر و تشویش میں گزر گئے۔ لیکن یہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ رانی سے اسے اسکے متعلق کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

وہ جوگن کو عرصہ سے جانتی تھی۔ نہایت نیک اور باخدا تھی۔ اس کا زیادہ وقت پوجا پاٹ میں گزرتا تھا۔ اس نے کبھی کوئی بات غلط نہ کہی تھی۔ اسے یہ اطمینان تھا کہ کسی روز جوگن خود ہی آ کر اس راز کا انکشاف کر دے گی جس نے اس کے دل میں عجیب کشمکش پیدا کر دی ہے۔ لیکن کئی روز سے جوگن نہ آئی تھی حالانکہ وہ اس کے آنے کا روزانہ انتظار کرتی تھی۔

جوگن سومنات کے مندر میں رہتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تارک الدنیا عورتیں رہتی تھیں۔ ایسی عورتوں کی تعداد ڈیڑھ سو یا دو سو تھی۔ لیکن ان سب میں اس جوگن کو امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ اس کا نام تو کچھ اور تھا۔ لیکن سب شوبھا دیوی کہتے تھے۔

تمام جوگنیں اور سارے سادھو اس کی عزت کرتے اور کثرت عبادت کی وجہ سے اس کی عظمت کے قائل تھے۔

سومنات کے مندر میں تقریباً پانچ سو داسیاں تھیں۔ یہ داسیاں زرخیز اور حسین و جمیل

Marfat.com

پندرہ سال سے لے کر بیس سال کی عمر تک کی لڑکیاں تھیں نہ عام محفلوں میں ناچتی گاتی تھیں۔ بلکہ مندر
سومنات سے وابستہ تھیں اور پوجا کے وقت بت کے سامنے روزانہ ناچنا گانا ان کے فرائض میں
داخل تھا۔

یہ لڑکیاں زیادہ تر امیروں، رئیسوں اور بڑے خاندان کی ہوتیں تھیں اکثر گھرانے پہلوٹی ٹ
لڑکیوں کو مندر کی نذر کر دیتے تھے اور مندر کا مہا پجاری انہیں ناچ گانے کی مشق کرائی جاتی اور
جب وہ اس فن میں ماہر ہو جاتیں تو انہیں داسیوں کے زمرہ میں داخل کر لیا جاتا۔

داسیاں بننا معیوب نہ تھا۔ بلکہ ان کی بڑی عزت و وقعت کی جاتی۔ ادنیٰ و اعلیٰ، راجہ مہاراجہ
سادھو پجاری۔ جوگی جوگنیں سب ان کا احترام کرتے تھے۔

ان کی کیفیت وہی تھی۔ جیسی عیسائیوں میں گرجاؤں کے اندر ننوں کی ہوتی ہے۔

دراصل داسیاں اس بت کی بیٹیاں کہلاتی تھیں۔ جس بت کے نام کے مندر میں وہ رہ کر
پرورش پاتی تھیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ قریب قریب ہر مندر میں داسیاں سومنات کی
بیٹیاں کہلاتی تھیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت جب ست جگ کا زمانہ کہلاتا تھا۔ ان داسیوں کو سب
اپنی ماتائیں سمجھا کرتے تھے۔ وہ ساری عمر کنواری رہتی تھیں۔ داسیاں بننے کے بعد ان کی شادیاں
مذہبی قانون کی رو سے نہ ہو سکتی تھی۔

ان پر بھی جوانی دیوانی کا دور آتا تھا۔ شباب ان کے دلوں میں بھی تلاطم بپا کرتا تھا۔ خواہشات
ان پر بھی طاری ہوتی تھیں۔ لیکن ایک تو وہ خود یہ سمجھتی تھیں کہ وہ بت کی بیٹیاں اور تمام مردوں اور
عورتوں کی مائیں ہیں۔ دوسرے سارے مرد بھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ قابل احترام ماتائیں ہیں۔ اگر
انہیں بری نگاہوں سے دیکھا بھی تو بت کا قہر و غضب انہیں جلا کر خاک کر دے گا۔ اس لیے
نہ کوئی ان پر بدنظر ڈالتا تھا۔ نہ وہ کسی پر مائل ہوتی تھیں۔

لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور بقول ہندوؤں کے کلجگ کا دور شروع ہوا لوگوں کے دلوں
سے بتوں کی عظمت دور ہوتی گئی۔ گمراہی پھیلنے لگی۔ عیاشیاں بڑھ گئیں۔ ہندوستان گناہ میں ڈوب
گیا اور داسیوں کی حالت عام دیشاؤں (طوائفوں) کی طرح ہو گئی۔ نہ صرف سادھو اور پجاری

ٹ از تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ نمبر ۲۸۸

Marfat.com

ہی انہیں اپنی ہوس رانیوں کا شکار بنانے لگے بلکہ عوام الناس میں سے بھی جو کوئی خرچ کرتا۔ وہاں داسیوں کے حسن کی بہار لوٹ لیتا۔

ہم نے داسیوں کا مفصل ذکر اس لیے کر دیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام ان کا کامل حقیقت سے واقف ہو جائیں اور یہ ذکر اس لیے کیا ہے کیونکہ اس ناول میں داسیوں کا اکثر ذکر آئے گا۔

جب کئی دن گزر گئے اور جوگن نہ آئی تو ایک روز چندر موہنی نے اپنی ایک داسی (خادمہ) کو اسے بلانے کے لیے بھیجا۔

سومنات کا مندر تو اس (قصر شاہی) سے فاصلہ پر تھا۔ اس لیے داسی کا جلدی واپس آنا مشکل تھا۔ ادھر چندر موہنی کے دل میں کچھ ایسا خلفشار پیدا ہو گیا تھا کہ اب اس کی بے چینی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ ساتھ ہی اس کی پریشانی کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور جس کے ساتھ اس کی شادی قرار پائی تھی۔ اس سے اسے قلبی نفرت تھی۔

اس کی شادی انہلواڑہ کے راجکمار سکھدیو کے ساتھ طے ہوئی تھی۔ سکھدیو تھا۔ تو نوجوان لیکن نہ صورت دلربا تھا اور نہ اس کے اطوار اچھے تھے۔ بلکہ سنا یہ تھا کہ وہ نہایت بدمزاج۔ بڑا سنگدل اور کچھ بدچلن تھا۔

اگرچہ اس کے ساتھ شادی کے لیے بڑے بڑے مشہور راجکماروں نے پیغام دیا تھا۔ لیکن اس وقت راجہ مہاراجہ ملکی حالات کی بنا پر ایسے راجکماروں سے اپنی لڑکیاں بیاہا کرتے تھے۔ جس سے ان کی سلطنت کو کسی قسم کا ضعف و نقصان نہ پہنچے۔ بلکہ اور مستحکم ہو جائے۔ خواہ راجکماریاں اس رشتہ کو پسند کریں یا نہ کریں اور ان کی آئندہ زندگی کیسی ہی بری حالت میں گزرے وہ گھٹ گھٹ کر ہی کیوں نہ مر جائیں۔

راجہ انہلواڑہ کی قوت بہت کچھ بڑھی ہوئی تھی اور انہلواڑہ سومنات کے قریب تھا۔ سومنات کے راجہ کو ہر وقت اس کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اس لیے اس نے اس اندیشہ کو دور کرنے کے لیے یہ تجویز سوچی کہ اپنی لڑکی انہلواڑہ کے راجکمار کو دے دے تاکہ اس کی طرف سے حملہ کا اندیشہ نہ رہے۔

ہندوستان کے راجہ ہمیشہ آپس میں لڑتے چلے آئے ہیں۔ طاقتور کمزور کو ہضم کر لیتا تھا کمزور راجہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی شادی ان طاقتور راجاؤں سے کر کے اپنی سلطنت کو دشمنوں سے بچانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

راجاؤں کا یہ دستور ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ جب مسلمان بادشاہ ہندوستان میں آئے۔ تو راجاؤں نے اپنی خوشی سے انہیں بھی اپنی بیٹیاں دینی شروع کر دیں اور اس طرح انہوں نے مسلمان بادشاہوں کو اپنا کر نہ صرف اپنی سلطنتیں بھی ہضم کر لیں۔

غرض چندر موہنی کو یہ پریشانی بھی لاحق ہو گئی تھی اور اس سے وہ اور بھی فکر مند رہنے لگی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ منہ پھاڑ کر یہ صاف کہہ دے کہ اسے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔ لیکن شرم زبان نہ کھولنے دیتی تھی۔ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔

جب داسی کی واپسی میں دیر ہوئی۔ تو وہ دل بہلانے کے لیے بالاخانہ پر چڑھ گئی۔ اکثر وہ سیر کرنے کے لیے سب سے اوپر کی چھت پر چلی جایا کرتی تھی۔

شام کا وقت تھا۔ آفتاب افق مغرب کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ روپہلی شعاعیں سنہری ہو گئی تھیں اور ہر چیز پر طلائی غازہ پھیر رہی تھیں۔

چندر موہنی نے جب جنوب کی طرف دیکھا۔ تو سمندر کا نیلگوں پانی حد نگاہ تک پھیلا نظر آیا۔

اس محل کے جنوب میں سمندر تھا اور اس کی فلک شکوہ لہریں قصر شاہی کی دیوار کے پشتہ سے آکر ٹکراتی تھیں۔

ایک طرف دور بہت سی چھوٹی بڑی کشتیاں لب ساحل پڑی تھیں اور قریب ہی کنارہ پر ملاحوں کے مکانات تھے۔ جن میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

یہ تمام ملاح راجہ کے ملازم تھے اور ساری کشتیاں سرکاری تھیں۔ اکثر راجہ اور اس کے مشیر ان کشتیوں میں بیٹھ کر مچھلیوں کا شکار کھیلا کرتے یا تفریح کیا کرتے تھے۔

لیکن یہ کشتیاں صرف انہیں کاموں کے لیے نہ تھیں۔ بلکہ راجہ نے دوراندیشی کے خیال سے اس لیے بھی انہیں رکھا ہوا تھا کہ اگر کسی وقت کوئی طاقت ور دشمن حملہ کر کے قلعہ فتح کرے تو وہ مع اپنے اہل و عیال کے ان میں سوار ہو کر کہیں دور سمندر کے کسی جزیرہ میں چلا جائے۔

کچھ دیر سمندر کا نظارہ کرنے کے بعد وہ دوسری طرف متوجہ ہوئی۔ اس طرف بہت دور سومنات کا عالی شان مندر تھا۔ جو چھوٹا سا قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ مندر کا سفید مخروطی مینار چمک رہا تھا اور اس کا سنہرا کلس آفتاب کی سنہری شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہا تھا۔

Marfat.com

یہی وہ سمندر تھا جس کی عزت وعظمت ہندوستان کے ہندوؤں کے دلوں میں تھی اور ہند کے گوشہ گوشہ سے لوگ اس کی زیارت کرنے کے لیے آتے رہتے تھے۔

ابھی چندر موہنی اس طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ داسی آگئی۔ چندر موہنی نے اس کی طرف دیکھ کر دریافت کیا "کیا جوگن ماتا آئی؟"

داسی نے جواب دیا "نہیں راجکماری جی۔ معلوم ہوا وہ کئی روز ہوئے متھرا جی چلی گئیں" چندر موہنی کو بڑا افسوس ہوا۔ راز ناتمام رہ گیا۔ اس کے دل میں جو کانٹا کھٹک رہا تھا وہ نہ نکل سکا اور راز کی کنجی جس کے ہاتھ میں تھی وہ چلی گئی۔ کون جانے زندہ واپس لوٹے یا وہیں مر جائے اس نے سوچا اگر وہ مر گئی یا یہاں نہ آئی تو اس کا راز بھی اس کے ساتھ ہی گیا اس سے اسے بڑی الجھن ہوئی۔

کچھ دیر تک وہ بحر غور وفکر میں غرق رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد خود ہی بولی "یقین ہے گرو جی مہاراج کو ضرور اس کے متعلق کچھ معلوم ہوگا۔ ماتا جی سے اجازت لے کر کل ان کی خدمت میں جاؤں گی۔"

یہ سوچ کر وہ نیچے اتر آئی اور اسی وقت رانی کی خدمت میں حاضر ہو کر گرو جی کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ رانی نے بلا کسی حجت کے اجازت دے دی۔ وہ اپنے کمرہ میں کمرہ میں واپس آگئی اور پھر اپنے خیالات میں کھوئی گئی۔

Marfat.com

دوسرا باب

ڈاکوؤں کا حملہ

چندر موہنی کے گرو سومنات سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر شمالی جنگلوں میں رہتے تھے۔ ان کا نام دھرمپال تھا۔ انہوں نے ہی چندر موہنی کو بھاشا اور سنسکرت پڑھائی تھی۔ وہ راجکماری کو بیٹی سے زیادہ چاہتے تھے۔ چندر موہنی بھی باپ سے زیادہ ان سے محبت اور ان کی عزت کرتی تھی۔

جب کبھی اسے کوئی مشکل پیش آتی تھی۔ وہ گرو کے پاس جاکر اسے رفع کیا کرتی تھی۔

دھرمپال کا ادب و احترام سومنات کا بچہ بچہ کرتا تھا۔ ہر فرد بشر کو ان سے عقیدت تھی عوام الناس انہیں ایشور کا بھگت پہنچا ہوا سادھو اور دیوتا سروپ سمجھتے تھے۔ ان کے درشنوں (زیارت) کے لیے عورتوں اور مردوں کے گروہ ان کے جائے قیام پر جاتے رہتے تھے۔

غرض یہ ہے کہ وہ نہایت بزرگ ملنے جاتے تھے۔ سومنات کا مہاپجاری بھی اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا اور راجہ بھی انہیں بہت کچھ مانتا تھا۔

راجہ اور پرجا نے یہ کوشش کی تھی کہ وہ جنگلوں میں رہنا چھوڑ دیں اور خاص مندر میں آرہیں لیکن اس بات کو انہوں نے منظور نہیں کیا تھا۔

چندر موہنی دوسرے روز ان کے پاس جانے کے لیے تیار ہوئی۔ شاہی رتھ دروازہ پر آ لگا۔ دس کڑیل راجپوت سوار جلو میں چلنے کے لیے آ گئے۔

چندر موہنی نے بہترین ریشمیں ساڑھی پہنی۔ جواہرات کے چمکدار زیورات پہنے سر پر خوبصورت مکٹ (چھوٹا تاج) رکھا۔ ان چیزوں سے اس کا حسن چہار چند بڑھ گیا۔ اس کے رخسارے شفاف آئینہ کی طرح جگمگانے لگے۔ وہ رتھ پر بیٹھ گئی۔ دوسری رتھ میں اس کی چند سہیلیاں بیٹھیں اور تیسری رتھ میں چند داسیاں سوار ہو گئیں۔

Marfat.com

تینوں رتھ نہایت خوب صورت تھے۔ لیکن جس رتھ میں چندر موہنی سوار ہوئی وہ نہایت ہی شاندار اور آرام دہ تھا۔ ان رتھوں میں گھوڑے جتے ہوئے تھے۔

کچھ سوار رتھوں کے آگے ہو گئے۔ کچھ پیچھے اور رتھ چلے۔ چونکہ ان رتھوں کو عوام الناس جانتے تھے۔ اس لیے جس طرف سے راجکماری کی سواری گزرتی لوگ نعرے لگانے لگتے: "راجکماری کی جے۔ "اندماتا کی جے"

چندر موہنی سوچتی: "کیا میں حقیقت میں راجکماری ہوں یا لوگ بھی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں؟"

قصر شاہی قلعہ کے اندر تھا۔ سواری قلعہ سے نکل کر شمالی جنگلوں کی طرف روانہ ہوئی۔

چندر موہنی نے رتھ کے ایک طرف کا پردہ اٹھا دیا تھا اور وہ سبزہ زار کھیتوں کا نظارہ کرتی چلی جا رہی تھی۔

آج آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا۔ آفتاب بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ خوش گوار ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ نہایت فرحت بخش سماں تھا۔ چندر موہنی نے سواری کو آہستہ آہستہ چلنے کا حکم دیا اور وہ قدم قدم چلنے لگے۔

آہستہ روی کی وجہ سے دوپہر تک انہوں نے پانچ میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس وقت گھٹا اٹھ آئی ہوا تیز ہو گئی۔ بادلوں کے دل کے دل آنے لگے۔ سواروں کے افسر نے چندر موہنی سے آکر کہا: "راجکماری جی! بارش آنے والی ہے اور قریب کہیں پناہ کی جگہ نظر نہیں آتی۔"

چندر موہنی نے کہا: "اب گھوڑوں کو تیز کر دو قریب ہی ایک شوالہ ہے اگر ہم وہاں تک پہنچ گئے تو بارش کے طوفان سے بچ جائیں گے۔"

افسر ــــــ میرا مدعا بھی یہی تھا۔

اس نے رتھ بانوں اور سواروں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور گھوڑے فراٹے بھرتے ہوئے چل نکلے۔

لیکن ابھی سواری زیادہ دور نہ گئی تھی کہ بڑی بڑی بوندیں پڑنے لگیں۔ ہوا اور بھی تیز ہو گئی۔ درختوں کی شاخوں کے ٹکرانے اور پتوں کے بجنے سے ایسا شور بلند ہوا۔ جیسے طوفان آگیا ہو ساتھ ہی بارش زور شور سے شروع ہو گئی۔

سواروں نے گھوڑوں کو اور تیز کیا۔ سامنے ایک شوالہ نظر آیا۔ یہ سب دوڑ کر شوالہ کے

Marfat.com

عالی شان پھاٹک میں جا کر کھڑے ہوئے۔

پھاٹک اتنا وسیع تھا کہ اس میں تینوں رتھ اور سارے سوار سما گئے۔

شوالہ کے پجاریوں نے جب سواروں کو دیکھا تو ان میں سے کئی پجاری دوڑ کر ان کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے آئے کہ وہ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ راجکماری گرو جی سے ملنے جا رہی ہیں۔ تو انہوں نے راجکماری سے شوالہ کے اندر چلنے اور وہاں آرام سے بیٹھنے کی التجا کی۔ راجکماری نے مان لیا۔ رتھیں بڑھا کر شوالہ کے قریب لگا دی گئیں اور سب داسیاں اور سہیلیاں اتریں۔ چندر موہنی بھی اتری اور شوالہ میں چلی گئیں۔

شوالہ کی عمارت نہایت وسیع تھی۔ ایک کمرہ میں خادمائیں اور دوسرے میں چندر موہنی اور اس کی سہیلیاں آرام سے بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر کے بعد شوالہ کا پجاری حاضر ہوا۔ اس نے راجکماری اور اس کی سہیلیوں پر کچھ عجیب قسم کی نگاہیں ڈالیں اور راجکماری سے کھانے کے لیے دریافت کیا۔

چندر موہنی نے اس کا شکریہ ادا کر کے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ ایک سہیلی نے کہا "مجھے تو اس پجاری کی آنکھوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بولی "اس کی صورت بھی تو ہیبت ناک ہے۔

چندر موہنی:۔ ہوگی۔ دیکھو بارش کس زور سے ہو رہی ہے۔

بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ہوا بھی نہایت زور سے چل رہی تھی۔ گویا بارش اور ہوا کا طوفان آ گیا تھا۔

دیر تک بارش ہوتی رہی۔ رفتہ رفتہ اس کا زور کم ہوا اور جب بالکل بارش رکی تو کافی دیر ہو چکی تھی۔

اب افسر نے آ کر اطلاع دی کہ بارش رک گئی۔ اگر حکم ہو تو رتھیں لائی جائیں۔

عین اس وقت شوالہ کا پجاری آ گیا۔ اس نے کہا "راجکماری جی! بہت تھوڑا دن باقی رہ گیا ہے۔ راستہ دشوار گزار جنگلوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ کئی روز سے ڈاکہ زنی کی خبریں آ رہی ہیں۔ اس وقت سفر کرنا نامناسب ہے۔"

چندر موہنی نے کہا "نہیں۔ ہمیں جانا ضروری ہے۔ رتھیں لائی جائیں۔"

پجاری نے پھر خاص نظروں سے دیکھا اور خاموشی سے نکل کر چلا گیا۔ افسر نے رتھیں لانے

Marfat.com

کا حکم دیا اور جب رتھیں آگئیں۔ تو سب سوار ہو کر شوالہ سے نکلے اور آہستہ آہستہ روانہ ہو گئے۔
گھٹا اب بھی گھری ہوئی تھی لیکن برسنے سے بادلوں کا زور نکل گیا تھا اور اب مزید بارش ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔
سواری نہایت اطمینان سے چلی جا رہی تھی۔ چونکہ بارش کی وجہ سے راستہ خراب ہو گیا تھا۔ اس لیے گھوڑے تیزی سے نہ چل سکتے تھے۔
اب بادل پھٹنے لگے تھے اور کبھی کبھی آفتاب نمودار ہو جاتا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دن چھپنے کے قریب ہے۔ راجکماری نے افسر کو بلا کر کہا" دن چھپنے والا ہے اور ابھی ہمیں تاریک جنگل میں سے گزرنا ہے اس لیے ذرا تیز چلو۔"
افسر نے سواروں اور رتھبانوں کو ہدایت کی اور سواری تیزی سے چلی۔
کچھ دور چل کر راجکماری نے چند سواروں کو دوسری طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے افسر کو ہدایت کی کہ وہ ان سواروں کو طلب کرے۔ چنانچہ افسر نے انہیں لا کر راجکماری کے سامنے پیش کیا۔
سواروں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اور سجدہ کی شان سے جھک کر راجکماری کو سلام کیا۔ چندر موہنی نے دریافت کیا "تم کون ہو؟"
ایک سوار نے جواب دیا" ہم جاسوس ہیں۔"
چندر موہنی:۔ کہاں سے آرہے ہو؟
جاسوس:۔ اجمیر سے۔
چندر موہنی:۔ کیا خبر لائے ہو
جاسوس:۔ حضور ملکیش سلطان محمود پھر ہندوستان پر حملہ آور ہوا ہے۔
چندر موہنی:۔ کیا وہ ہندوستان میں داخل ہو گیا؟
جاسوس:۔ جی ہاں۔
چندر موہنی: کچھ معلوم ہوا اب اس کا کس طرف حملہ کرنے کا ارادہ ہے؟
جاسوس:۔ یہ معلوم نہیں ہوا ہے۔ وہ پشاور سے آگے بڑھ آیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا اب کس ملک پر لوٹ کر گرے گا لیکن افواہ ہے۔
چندر موہنی:۔ کیا افواہ ہے؟
جاسوس:۔ اس کا ارادہ سومنات پر حملہ کرنے کا ہے۔

Marfat.com

چندر موہنی کے دل پر چوٹ سی لگی۔اس نے کہا "اس کا دماغ چل گیا ہے۔سومنات جی غضب ناک ہو کر اسے بھسم کر ڈالیں گے۔اچھا تم جاؤ۔"

جاسوس چلے گئے۔راجکماری کی سواری آگے بڑھی اور عین دن چھپے جنگل میں داخل ہوئی۔

جنگل نہایت ہی گھنا اور تیرہ و تار تھا۔درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے کھڑے تھے۔ان کی شاخیں آپس میں گتھ گئی تھیں۔ڈالوں پر ڈالے چڑھ گئے تھے اور بیلوں نے سائبان سا تان دیا تھا۔

درختوں کو کاٹ کر راستہ بنایا گیا تھا لیکن اس راستہ پر بھی اس غضب کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ کسی طرف کی کوئی چیز نظر ہی نہ آتی تھی۔

رات تو رات دن میں بھی یہاں اندھیرا ہی پھیلا رہتا تھا۔آفتاب کی شعاعیں زمین تک نہ پہنچنے پاتی تھیں۔درختوں کی شاخوں اور پتوں ہی میں الجھ کر رہ جاتی تھیں۔

ایک تو رات ہو گئی تھی۔دوسرے جنگل تاریک تھا۔اس لیے اس درجہ اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ آنکھ کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔

غالباً سوار مشعلیں تیار کر کے لائے تھے۔انہوں نے مشعلیں روشن کر کے ہاتھوں میں لیں اور آگے بڑھنا شروع کیا۔

چونکہ بارش ہو چکی تھی۔اس لیے درختوں میں سے پانی چھن کر ہلکی ہلکی بوندوں کی طرح اب بھی برس رہا تھا۔

اس وقت سفر کرنے میں ان لوگوں کو بڑی تکلیف ہو رہی تھی اور چونکہ چندر موہنی اور اس کی سہیلیوں کے سامنے شوالہ کے پجاری نے بیان کیا تھا کہ اس جنگل میں ڈاکہ زنی ہونے لگی ہے اس لیے نازآفرین پری جمال لڑکیوں کے دل ہولیں کھا رہے تھے۔ذرا سا کھٹکا ہونے پر ان کے دل دھک سے ہو جاتے تھے اور کلیجے اچھلنے لگتے تھے۔

انہوں نے تھوڑا ہی سا فاصلہ طے کیا تھا کہ پیچھے کی طرف سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی۔لڑکیاں دہل گئیں۔لیکن افسر کے اس کہنے سے انہیں کچھ تسلی ہوئی کہ شاید مہاراجہ نے کچھ سوار اور بھیج دیئے ہیں۔"

تھوڑی دیر میں سوار قریب آ گئے۔وہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔انہوں نے دور ہی سے چلا کر کہا "ٹھہر جاؤ۔"

Marfat.com

افسر اور سواروں نے ان کی طرف دیکھا اور جب روشنی میں وہ نظر آئے تو افسر نے کہا: "اور یہ تو ڈاکو معلوم ہوتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
ڈاکوؤں کا نام سنتے ہی نازآفرین لڑکیوں کی جان سی نکل گئی۔ افسر نے تمام سواروں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور ڈاکوؤں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگے۔

غیبی امداد

جو مشعلیں سوار لیے ہوئے تھے ان کی روشنی بڑھتے ہوئے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن وہ اتنی ناکافی تھی کہ دور تو در پاس کی چیز بھی صاف نظر نہ آتی تھی۔
آنے والے سوار دس بارہ تھے۔ چونکہ وہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی صورتیں تو نظر نہ آتی تھیں۔ البتہ ان کی شعلہ بار آنکھیں ضرور نظر آ رہی تھیں۔
انہوں نے شاہی سواروں کے سامنے آکر پڑاؤ جما لیا اور ان میں سے ایک نے کہا: "خیریت چاہتے ہو تو ہتھیار ڈال دو۔"
افسر نے کڑک کر کہا: "جانتے ہو میرا نام کھڑک سنگھ ہے۔ بڑے بڑے سورما میرا لوہا مانتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔"
جو شخص ڈاکوؤں کی طرف سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ان کا سردار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے گرج کر کہا: "تم کھڑک سنگھ ہو تو میں بلبیر سنگھ ہوں۔ آج تک کوئی سورما (بہادر) میرے سامنے سے جان بچا کر نہیں لے جا سکا۔ لیکن میں فضول خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ میں راجکماری اور ان کی سہیلیوں کو لینے کے لیے آیا ہوں۔ انہیں میرے حوالہ کر دو اور اپنی جانیں بچا کر لے جاؤ۔"
کھڑک سنگھ:- میری زندگی میں یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی راج کماری جی کا بال بھی بیکا کر سکے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں تم راجکماری جی کو کہاں اور کیوں لے جانا چاہتے ہو۔
بلبیر سنگھ:- یہ بات میں نہیں بتا سکتا۔
کھڑک سنگھ:- نہ بتاؤ کائر (بزدل) کبھی سچ نہیں بولا کرتے۔
بلبیر سنگھ نے کڑک کر کہا: "میں کائر (بزدل) ہوں، تم نے میرا اپمان (توہین) کیا۔ اب تلوار ہی میرا اور تمہارا فیصلہ کرے گی۔"
یہ کہتے ہی اس نے اور اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھیوں نے تلواریں کھینچ لیں۔

Marfat.com

راج کماری چندر موہنی ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ اگر شاہی سوار مشعلیں لیے رہے تو اچھی طرح نہ لڑ سکیں گے اور اگر انہوں نے مشعلیں گرا دیں تو اندھیرا ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ وہ رتھ سے نیچے اتر کر مشعلیں لے کر کھڑی ہو جائیں۔

خوف و دہشت سے کنیزوں کی روح خشک ہوئی جا رہی تھی۔ وہ رتھ میں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ ڈرتی تھیں کہ کہیں رتھ سے نیچے اترتے ہی قتل نہ کر ڈالی جائیں۔ لیکن راجکماری کے حکم کی تعمیل کرنی بھی تھی۔ جبراً قہراً اتریں اور ڈرتے ڈرتے اپنے سواروں کے پاس جا کر ان سے مشعلیں لے لیں اور ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔

سواروں نے مشعلیں دیتے ہی ڈھالیں سنبھالیں اور اب تمام شاہی سواروں نے بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں لے لیں۔

ڈاکوؤں نے بڑے زور سے راج کماری کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ کھڑک سنگھ اور اس کے ساتھی بھی پل پڑے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ ڈاکو محافظوں کو پسپے کرنے کی کوشش میں تھے اور محافظ ڈاکوؤں کو مار ڈالنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔

دونوں فریق بہادر تھے اور نہایت جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ ڈاکو شاہی سواروں سے کچھ زیادہ تھے۔ لیکن انہیں اپنی کمی تعداد کا مطلق بھی خیال نہ تھا۔

مصفا تلواریں مشعلوں کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ ہر شخص بڑی پھرتی سے تلوار چلا رہا تھا۔ اور نہایت جوش و قوت سے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔

تلواروں کی کھٹا کھٹ سے خاموش جنگل گونج اٹھا تھا۔ کبھی کبھی کھڑک سنگھ اور بلبیر سنگھ کی آوازیں بھی آ جاتی تھیں جو ایک دوسرے پر حملہ کرتے وقت کچھ کہتے تھے یا اپنے سواروں کو للکارتے تھے۔

چندر موہنی نے اس وقت رتھ کا پردہ الٹ دیا تھا اور اپنا چاند سا چہرہ نکالے جھانک کر لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرہ سے کسی قسم کی گھبراہٹ ظاہر نہ ہو رہی تھی۔ اس کی سہیلیاں بھی جھانک رہی تھیں۔ لیکن ان کے چہروں سے فکر و تشویش کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے کہا "راجکماری جی! یہ موقعہ اچھا ہے۔ اس وقت دشمن لڑائی میں مشغول ہے۔ آپ رتھ بانوں کو حکم دیں کہ وہ رتھوں کو تیزی سے ہانک کر لے جائیں۔"

چندر موہنی نے حقارت آمیز نگاہیں اپنی اس بزدل سہیلی کے چہرہ پر ڈال کر کہا "تم مجھے

Marfat.com

بزدلانہ مشورہ دے رہی ہو۔ کیا ایک راجکماری اپنے سورماؤں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے میدان جنگ میں سے بھاگ جائے ایک راجپوت بنس کی لڑکی کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔ تم بھی تو راجپوتنیاں ہو۔ ان کی اولاد جو سر دینا اور سر لینا جانتے ہیں۔ بھاگ چلنے کا خیال کیسے تمہارے دل میں آیا۔"

سہیلی کچھ محجوب ہو گئی۔ اس نے کہا: "میں نے اپنی یا دوسری لڑکیوں کی جان بچانے کے لیے یہ مشورہ نہ دیا تھا بلکہ ہم سب میں آپ کی جان قیمتی ہے۔ ڈاکو ہمیں پکڑ کر لے جائیں یا مار ڈالیں ہمیں اس کی مطلق بھی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کا بال بھی بیکا ہو گیا تو تمام سومنات میں کہرام مچ جائے گا۔

چندر موہنی۔ میرا بھی فکر نہ کرو۔ اگر ایشور نہ کرے ہمارے سب ہی مارے گئے یا شکست کھا کر بھاگ گئے تو پھر ہمیں لڑائی کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے۔

سب سہیلیوں نے متحیر ہو کر کہا: "ہمیں لڑائی کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے۔ ان خونخوار درندوں سے جو رحم و کرم کا نام بھی نہیں جانتے۔"

چندر موہنی: ہاں انہیں سے۔ گرفتار ہو کر ڈاکوؤں کی داسیاں (کنیزیں) بننے سے یہ کہیں اچھا ہے کہ لڑ کر ماری جائیں۔

ایک سہیلی نے گھبرا کر کہا: "ارے دیکھیے وہ ہمارے دو سوار مارے گئے۔"

اس وقت دو محافظ سوار شدید زخمی ہو کر گر گئے تھے۔ راجکماری نے کہا۔

"افسوس۔ اول تو ہمارے سپاہیوں کی تعداد ہے ہی تھوڑی ہے اور اس میں سے بھی دو بہادر مارے گئے۔ مگر دیکھو وہ ایک ڈاکو بھی گرا ......"

چندر موہنی: ٹھیک ہے۔ ہمارے یہ رتھبان بھی کیوں نہ لڑائی میں شریک ہوں۔

ایک سہیلی: ٹھیک سوچا راجکماری جی۔ انہیں بھی حکم دیجئے۔ یہ بھی لڑیں۔

چندر موہنی نے رتھبانوں کو لڑنے کا حکم دیا۔ وہ بھی رتھوں سے کود کود کر لڑائی کی جگہ پر پہنچے اور جو محافظ اور ڈاکو مارے گئے تھے۔ ان کے گھوڑے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ انہوں نے گھوڑے پکڑے اور ان پر سوار ہو کر لڑائی میں شریک ہو گئے۔

ابھی تک دونوں فریقوں کے دو دو آدمی مارے گئے تھے۔ ڈاکوؤں کو اپنے ساتھیوں کے مارے جانے سے بڑا جوش آگیا تھا۔ انہوں نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ اگرچہ محافظوں نے

98253

Marfat.com

ان کا حملہ روکنے میں اپنی پوری قوت صرف کر دی لیکن ان کے کئی آدمی مارے جا چکے تھے۔
رتھ بانوں نے مردہ ڈاکوؤں کے گھوڑے پکڑ لیے اور انہی کے ہتھیاروں سے جنگ کرنے لگے۔ تلواروں کی جھنکار اور شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ راجکماری اور اس کی سہیلیاں بڑی شدومد سے جنگ دیکھ رہی تھیں اور ان کے دل اپنے بہادروں کی فتح کے لیے دعا کر رہے تھے۔

ڈاکوؤں کے دلوں میں جوش و خروش عروج پر تھا وہ اپنے دو ساتھیوں کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ مگر ان کے ایک اور جوان ساتھی نے ان کے سامنے جان دے دی اچانک ڈاکوؤں کے حملوں میں شدت آ گئی اور انہوں نے راجکماری کے ساتھیوں پر نعرہ مار کر حملہ کر دیا۔ ایک ایک کر کے راجکماری کے سب ساتھی مارے گئے اور اس کے رتھ بان بھی جنگ میں ختم ہو گئے۔
جب اس کا آخری محافظ بھی مارا گیا تو ڈاکوؤں نے راجکماری کو گھیر لیا اور ایک ڈاکو جوان کا سردار تھا راجکماری کے پاس آیا اور اس سے مختلف سوال کرنے لگا ابھی وہ سوال جواب کر ہی رہا تھا اور راجکماری کی بجائے اس کی سہیلیاں ان کا جواب دے رہی تھیں کہ شمال کی جانب سے دھول اڑتی دکھائی دی۔ سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ دو گھوڑ سوار بہادر ان کے قریب آئے۔ ان کو دیکھتے ہی اچانک سردار کے منہ سے نکلا۔

"ترک......"

پھر چندر موہنی اور دوسری لڑکیوں کی زبان سے بھی یہی لفظ نکلا "ترک.."
دونوں ترک نوعمر تھے لیکن بہادری و شجاعت دونوں کے چہروں سے ٹپک رہا تھا۔ دونوں حسین و جمیل تھے۔ وہ ڈاکوؤں کے پاس آکر رکے ان میں سے ایک نے ٹوٹی پھوٹی بھاشا میں کہا "یہ کیا معاملہ ہے کیوں تم ان عورتوں کو پریشان کر رہے ہو؟"
بلبیر سنگھ کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے کہا "تمہیں ہمارے معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

دونوں ترکوں نے لاشوں کو دیکھا۔ پہلے ترک نے کہا "ادھر جنگ بھی ہو چکی ہے شاید ان لڑکیوں کے محافظ مارے جا چکے ہیں۔" (بلبیر سنگھ سے مخاطب ہو کر) "سنو! ہم کمزوروں کی مدد کیا کرتے ہیں۔ یہ لڑکیاں کمزور ہیں۔ تم انہیں چھوڑ کر اپنی راہ لگو ورنہ تمہارے سر ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔"

Marfat.com

بلبیر سنگھ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا: "یہ اومان ہے تو کیوں نہ تمہارے سر بھی کاٹ ڈالے جائیں" اس نے اپنے ساتھیوں کو حملہ کے لیے للکارا۔ ڈاکو سمٹ کر ایک طرف آ گئے اور حملہ کرنے کے لیے بڑھے۔ دونوں ترکوں نے بھی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال لیں اور جوں ہی ڈاکوؤں نے حملہ کیا وہ بھی ان پر برس پڑے۔

ڈاکو سات تھے اور ترک صرف دو لیکن انھوں نے ایسی پھرتی اور ایسے جوش سے حملے کیے کہ ڈاکو حیران رہ گئے۔ انھوں نے ایک ایک ڈاکو کے سر اڑا دیئے۔ اب پانچ ڈاکو باقی رہ گئے۔

بلبیر سنگھ نے نہایت جوش سے اس ترک پر حملہ کیا جو گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے اس کا وار روک کر کاری وار کیا۔ بلبیر سنگھ کا بھنڈرا کھل گیا۔ اس کا ڈھاٹا دور جا گرا۔ چندر موہنی اور دوسری لڑکیوں نے اسے پہچان لیا۔ وہ شوالہ کا پجاری تھا۔ فرط حیرت سے اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

بلبیر سنگھ زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھی بھاگنے لگے۔ ترکوں نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے دو کو اور مار ڈالا۔ باقی ڈاکو بھاگ گئے۔

اب ترک واپس لوٹ کر آئے۔ چندر موہنی بھی آگے بڑھ آئی تھی۔ ترک نے اس سے پوچھا: "تم کون ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

چندر موہنی نے جواب دیا: "ہم سومنات کی راجکماری ہیں۔ اپنے گرو دھرمپال کے پاس جا رہی تھیں کہ یہ ڈاکو مل گئے ...... ہم آپ کی شکر گزار ہیں۔ آپ نے عین وقت پر آ کر ہماری مدد کی۔"

دھرمپال کا نام سن کر دونوں ترک چونک پڑے۔ لیکن چندر موہنی نے اس بات کو نہیں دیکھا۔ ترک نے کہا: "چلئے آپ کو دھرمپال کی کٹیا تک پہنچا دیا جائے۔"

چندر موہنی: لیکن یہ تو بتائیے آپ کون ہیں۔

ترک: میں سلطان محمود غازی کے لشکر کا ایک سپاہی ہوں۔

چندر موہنی کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا: "آپ یہاں کیسے آئے۔"

ترک: معاف کیجئے یہ بات میں نہیں بتا سکتا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ قدرت نے مجھے یہاں بھیج دیا۔

Marfat.com

چندر موہنی۔ لیکن آپ دہرمپال کی کٹیا کیسے جانتے ہیں۔

ترک :۔ وہ ایک مشہور سادھو ہیں۔ انہیں کون نہیں جانتا۔ باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے رتھوں میں سوار ہو لیجئے اور چلیے۔

چندر موہنی کو بڑی حیرت اور الجھن ہو رہی تھی۔ وہ پوچھنا تو بہت کچھ چاہتی تھی لیکن ترک کے انقطاعی جواب سے سمجھ گئی کہ وہ کچھ زیادہ بتانا نہیں چاہتا۔ اور رتھ میں جا بیٹھی۔ کنیزیں بھی بیٹھ گئیں۔ دونوں ترکوں نے وہ مشعلیں لے لیں اور رتھوں کو لے کر روانہ ہوئے۔

Marfat.com

تیسرا باب

حیرت در حیرت

دھرمپال جنگل کے بیچ میں ایک گفا میں رہتے تھے۔ لیکن جس جگہ یہ گفا پایا گیا تھی۔ اس کے چاروں طرف دور تک درختوں کی وہ کثرت نہ تھی جو اور جگہ تھی کہیں کہیں دو دو چار چار درخت کھڑے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنگلات کو کاٹ کر صاف کیا گیا تھا۔

گفا سے کچھ فاصلہ پر شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ جو شمال سے جنوب کو بہتا تھا۔

کافی رات گئے۔ راجکماری کی سواری گفا پر پہنچی۔ دھرمپال کو راجکماری کے بغیر اطلاع اچانک آجانے پر بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا۔

گفا میں دھرمپال تنہا نہ رہتے تھے۔ بلکہ پندرہ بیس اور سادھو بھی رہتے تھے۔ جو یا تو ان کے عقیدت کیش تھے۔ یا چیلے تھے۔

گفا تو ایک ہی تھی اور اس میں دھرمپال رہتے تھے۔ لیکن اس کے اِدھر اُدھر خس پوش مکانوں کا سلسلہ دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ ان میں سے بعض میں سادھو رہتے تھے اور بعض مہمانوں کے لیے خالی تھے۔ مگر صاف ستھرے پڑے رہتے تھے۔

راج کماری کے ساتھ دو ترکوں کو دیکھ کر تمام سادھو اور خود دھرمپال نہایت حیران ہوئے۔ ان کا ارادہ ہوا کہ وہ ترکوں کو اسی وقت رخصت کر دیں۔ لیکن راجکماری نے ڈاکوؤں کے حملہ کرنے اور دونوں کے عین وقت پر آکر انہیں بچانے کی مفصل داستان سنائی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ دھرمپال انہیں مہمان رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔

چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اس لیے سب کھانا کھا کر سو رہے۔ صبح سویرے اٹھ کر دونوں ترکوں نے وضو کیا۔ ایک نے اذان دینی شروع کی۔

ہندوؤں نے کبھی اذان کی آواز کاہے کو سنی تھی۔ نہایت حیران ہوئے چندر موہنی اور

Marfat.com

اس کی سہیلیوں اور کنیزوں کی بھی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے بھی نہایت حیرت اور دلچسپی سے سنا۔ بلکہ چندر موہنی تو اُٹھ کر باہر نکل آئی۔ اس نے دیکھا دھرمپال بھی گفا سے باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ چندر موہنی نے پوچھا "گرو جی مہاراج یہ کیسی آواز ہے۔

دھرمپال نے جواب دیا "بیٹی! یہ دونوں ترک مسلمان ہیں۔ اپنے طریقہ پر عبادت کر رہے ہیں۔

چندر موہنی: کیسی دلکش آواز ہے اور کیسے دل کش الفاظ ہیں۔ جو یہ ادا کر رہے ہیں کس زبان کے الفاظ ہیں یہ؟

دھرمپال: بیٹی! یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں عربی نہایت شیریں زبان ہے۔ کیا تو سننا چاہتی ہے یہ کیا کہہ رہا ہے۔

چندر موہنی: ہاں اگر آپ سمجھتے ہیں۔ تو ضرور سنائیے۔

دھرمپال: میں عربی اور ترکی زبانیں خوب جانتا ہوں بیٹی! اس نے کہا ہے" یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے۔

چندر موہنی: اور وہ خدا کہاں ہے؟

دھرمپال: مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ ہے۔ آسمانوں پر بھی زمین پر بھی سیاروں میں بھی۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ان کے نبی صلعم پر خدا کا کلام نازل ہوا ہے۔ جسے وہ قرآن شریف کہتے ہیں قرآن شریف کی سب سے پہلی سورۃ میں لکھا ہے۔

یعنی تمام تعریفیں اسے سزاوار ہیں۔ جو عالموں یعنی دنیاؤں کا رب ہے۔ وہ بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم والا ہے"۔

چندر موہنی: بڑا اچھا کلام ہے یہ تو

دھرمپال: مسلمانوں کے پاس یہ کلام ہی ایسا جادو ہے۔ جس سے وہ دوسروں کو مسلمان بنا لیتے ہیں۔ اچھا میں بھی پوجا کروں گا۔ بیٹی!

دھرمپال چلے گئے۔ چندر موہنی بھی چلی گئی۔ دونوں ترکوں نے نماز پڑھی اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

جب سورج نکل آیا تو چندر موہنی دھرمپال کی گفا میں داخل ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ دونوں ترک آہستہ آہستہ دھرمپال سے گفتگو میں مشغول ہیں اور کسی ایسی زبان میں گفتگو کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ جیسے اس نے کبھی نہ سنا تھا اور حسن کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہ آیا۔
چندر موہنی کو دیکھتے ہی انہوں نے گفتگو بند کر دی۔ دونوں ترک اٹھ کر چلے گئے۔ دھرمپال نے کہا "آؤ بیٹی!"
چندر موہنی بڑھ کر ان کے پاس جا بیٹھی۔ گفا نہایت وسیع تھی۔ اس میں کثرت سے روشن دان تھے کہ ہوا اور روشنی خوب آتی تھی اور گفا کا چپہ چپہ روشن رہتا تھا۔
دھرمپال نے کہا "یہ ترک اگرچہ غازی محمود کے لشکر کے سپاہی ہیں۔ لیکن ہندوستان میں سیاحت کرتے پھر رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے لشکر سے اپنا تعلق علیحدہ کر لیا ہے۔ بتاؤ تم کیسے آئی ہو بیٹی؟"
چندر موہنی۔ مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ میں بہت پریشان ہوئی۔ اطمینان قلب اور سکونِ دل حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آئی ہوں۔
دھرمپال:۔ میں نے رات ہی تمہارا چہرہ دیکھ کر اندازہ کر لیا تھا کہ تم بہت زیادہ غمگین اور بہت زیادہ بے چین ہو۔ مجھے خیال ہوا تھا کہ شاید ڈاکوؤں کے حملہ کا یہ اثر ہے۔ لیکن معلوم ہوا کوئی خاص بات ہے۔ کہو ڈالو جو تمہیں کہنا ہے۔
چندر موہنی:۔ میں پوچھتی ہوں کیا میں راجکماری نہیں ہوں۔
دھرمپال چونک پڑے۔ انہوں نے کہا "تمہیں کیسے یہ بات معلوم ہوئی؟"
چندر موہنی۔ آپ شوبھا دیوی جوگن کو جانتے ہیں؟
دھرمپال:۔ اسی لیے وہ متھرا جی چلی گئی ہے۔ اس نے بڑی حماقت کی۔
چندر موہنی نے مغموم ہو کر پوچھا "تو کیا یہ سچ ہے گرو جی مہاراج! کیا میں حقیقت میں راجکماری نہیں ہوں۔"
دھرمپال:۔ میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ بیٹی! یہ سچ ہے۔ لیکن تم فکر و اندیشہ نہ کرو۔ تم راجکماری ہو اور راجکماری ہی ہو گی۔
چندر موہنی:۔ یہ بات مہاراجہ اور مہارانی کو بھی معلوم ہے۔
دھرمپال:۔ ہاں معلوم ہے۔ لیکن وہ تمہیں اپنی بیٹی سے زیادہ چاہتے ہیں۔
چندر موہنی:۔ مہاراج! پھر میں کس کی بیٹی ہوں۔ میرے والدین کون ہیں۔ کہاں رہتے ہیں۔
دھرمپال کچھ افسردہ ہو گیا۔ اس نے غمگین نگاہوں سے چندر موہنی کو دیکھ کر کہا۔

Marfat.com

"ممکن ہے۔ یہ باتیں تمہیں ایک دن از خود معلوم ہو جائیں۔

چندر موہنی:۔ لیکن آپ میرے والدین کو جانتے ہیں۔

دھرمپال۔ جانتا ہوں۔ مگر بتا نہیں سکتا۔ میرے ہونٹوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔

چندر موہنی نے پیکر عجز و نیاز بن کر کہا" بتا دیجیے۔ گرو جی مہاراج بتا دیجئے۔ مجھے اپنے والدین کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے"۔

دھرمپال۔ صبر کرو۔ بیٹی صبر کرو۔ وہ وقت بہت قریب آگیا ہے۔ جب تم اپنے والدین کو جان جاؤ گی۔ وہ تمہیں اپنی آغوش میں لیں گے اور تم اپنی ماں کی گود کا سکون حاصل کرو گی۔ تمہاری زندگی کے راز سے جو پردہ اٹھے گا۔ وہ دنیا جہان کو حیرت میں ڈال دے گا۔

چندر موہنی نہایت حیران ہو رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا۔ دھرمپال نے کہا" میں تمہارا گرو ہوں میرے حکم کی تعمیل تمہارا فرض ہے میں حکم دیتا ہوں تم چند روز خاموش رہو۔ تم یہی سمجھو کہ راجکماری ہو کسی پر بہ ظاہر یہ ہونے دو کہ تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ تم راجکماری نہیں ہو"۔

چندر موہنی۔ میں اس حکم کی تعمیل کروں گی لیکن ایک اور مصیبت مجھ پر نازل ہونے والی ہے

دھرمپال:۔ وہ کیا میری بیٹی۔

چندر موہنی۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ میری شادی کے متعلق۔

دھرمپال:۔ سنا ہے۔ لیکن یہ شادی ہرگز نہ ہو گی کبھی نہیں ہو سکتی۔

دھرمپال کو کچھ جوش آگیا تھا۔ چندر موہنی دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا" مگر تمام تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں"۔

دھرمپال —— ہو لینے دو۔ دھرمپال کی بات ٹالنے کی مہاراج جرات نہیں کر سکتے۔ میں دو چار روز ہی میں ان کے پاس جاؤں گا اور یہ شادی رک جائے گی۔ تم اطمینان رکھو۔

چندر موہنی —— اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ اچھا اب واپس جانے کی آگیا (اجازت) دیجیے

دھرمپال —— آج نہیں۔ کل جانا۔

"بہت اچھا" کہہ کر چندر موہنی گپھا سے نکل آئی۔ اس وقت اس کے چہرہ سے اطمینان اور سکون ظاہر ہو رہا تھا اداسی اور غمگینی کے جو بادل اس کے رخ روشن پر امنڈ آئے تھے۔ وہ چھٹ گئے تھے اور اب اس کا چاند سا چہرہ پھر جگمگانے لگا تھا۔

خوشی اور اطمینان قلب ایسی چیزیں ہیں جن کا اثر چہرہ کو خوب صورت بنا دیا کرتا ہے۔

Marfat.com

شام کے وقت چندر موہنی تنہا چشمہ کے کنارہ کنارہ تفریح کرتی چلی جا رہی تھی کہ اس نے ایک ترک کو نرم نرم گھاس پر لب ساحل بیٹھے دیکھا۔

یہ وہی ترک تھا جو اس ملک کی زبان جانتا تھا۔ چندر موہنی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ راجکماری نے اسے غور سے دیکھا اور شرما کر کھڑی ہو گئی۔ ترک نے کہا۔

"راجکماری! کیا میں آپ کا نام معلوم کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں؟"

چندر موہنی نے ہوشربا نگاہیں اٹھا کر ترک کو دیکھتے ہوئے شرمیلے لہجہ میں کہا۔

"میرا نام چندر موہنی ہے" ترک "کیسا پیارا نام ہے۔"

چندر موہنی اور بھی شرما گئی اس نے پوچھا "آپ کا نام کیا ہے؟"

ترک ــــــ مجھے ہارون کہتے ہیں۔

چندر موہنی ــــــ آپ سیاحت کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔

ہارون ــــــ ہندوستان واقعی ایسا ملک ہے کہ اس کی سیاحت کی جائے۔

چندر موہنی ــــــ آپ سومنات چل کر چلیے۔ وہاں کی بھی سیاحت کیجیے۔

ہارون ــــــ ممکن ہے کسی وقت سومنات جی بھی آسکوں اس وقت مجھے واپس جانا ہے غازی سلطان محمود ہندوستان میں پھر آرہے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔

چندر موہنی ــــــ اب ان کا کس ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے؟

ہارون ــــــ اسے وہی خوب جانتے ہیں۔

چندر موہنی ــــــ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

ہارون ــــــ کسی کی مدد کرنے کو احسان کرنا نہیں کہتے۔ آپ ــــــ روز اور قیام کریں گی؟

چندر موہنی ــــــ میرا ارادہ تو آج ہی واپس جانے کا تھا۔ لیکن گرو مہاراج نے روک لیا

تم یہاں کب تک رہو گے؟

اس وقت دھرمپال آگئے انہوں نے خوش ہو کر کہا "او ہو دونوں مہمان باتیں کر رہے ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ راجکماری! ابھی مہاراج کا قاصد آیا ہے۔ انہوں نے مجھے طلب کیا ہے صبح تمہارے ساتھ میں بھی چلوں گا۔"

Marfat.com

چندر موہنی نے خوش ہو کر کہا: "بڑا اچھا ہوا یہ تو۔"

اب یہ تینوں باتیں کرنے لگے اور دوسرے روز صبح ہی چندر موہنی اور دھرمپال سومنات کی طرف اور ہارون اپنے ساتھی کے ساتھ غزنی کی جانب روانہ ہو گئے۔

مشورہ

سومنات میں گھر بل چل مچی ہوئی تھی۔ ہر شخص کی زبان پر غازی سلطان محمود کا نام تھا۔ سب یہی کہتے تھے کہ اس مرتبہ یہ بجلی سومنات پر ہی ٹوٹ کر گرنے والی ہے۔ برہمن خائف تھے اور عام شہری سہمے ہوئے تھے۔

ہم ۴۱۵ھ/۱۰۲۴ء کے واقعات قلم بند کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں غازی سلطان محمود کا ہندوستان پر سولھواں حملہ تھا۔

غازی سلطان محمود امیر سبکتگین کا بیٹا تھا۔ نہایت بہادر بڑے نڈر اور جنگجو تھے۔ ان کے عہد میں پشاور میں راجہ جے پال کی حکومت تھی اور راجہ کا دارالسلطنت لاہور تھا۔ یہ راجہ غازی سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا اور ہر لڑائی میں شکست کھائی تھی۔

جب امیر سبکتگین کا انتقال ہوا اور غازی سلطان محمود سریر آرائے تخت سلطنت ہوئے تو جے پال نے انہیں نوعمر اور ناتجربہ کار سمجھ کر ہاتھ پاؤں نکالے تمردی اور سرکشی کی سلطان محمود نے اس کی سرکوبی کے لیے ۳۹۱ھ/۱۰۰۱ء میں اس پر حملہ کیا۔

ہندوستان کے بہت سے راجاؤں نے جے پال کی مدد کی لیکن ہندوؤں کو شکست ہوئی۔ ہندوستان پر غازی سلطان محمود کے حملہ کرنے کی بنائے مخاصمت یہی تھی۔

اس لڑائی کے بعد سلطان نے ان راجاؤں پر انتقامانہ حملے کیے جنہوں نے راجہ جے پال کی مدد کی تھی اور چونکہ ہر لڑائی میں راجہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ اس لیے سلطان ہر مددگار راجہ پر یکے بعد دیگرے یورشیں کر کے ان کی تادیب کرتے رہے۔

یہ بات کہ سلطان محمود نے ہندوستان پر لوٹ مار کی غرض سے حملے کیے قطعی غلط اور بالکل جھوٹ ہے۔ عیسائی مورخوں نے اس جھوٹ کو فروغ دیا ہے اور ہندو جن کی اپنی کوئی تاریخ

Marfat.com

نہیں ہے۔ من گھڑت واقعات بیان کر کے مسلمانوں پر غلط الزام لگاتے ہیں۔

دراصل اس زمانہ کے اکثر راجہ نہایت مکار اور جھوٹے تھے۔ جب ان پر زد پڑتی تھی اور وہ زچ ہو جاتے تھے۔ تو طرح طرح کے قول و قرار کر لیتے تھے۔ لیکن جب مسلمان واپس چلے جاتے تھے تو تمام عہد و اقرار سے پھر جاتے تھے۔

راجہ جے پال نے کئی مرتبہ مسلمانوں سے شکست کھائی۔ خراج دینے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم نہ کرنے کا ہر مرتبہ اقرار کیا۔ لیکن مسلمانوں کے منہ پھرتے ہی بد عہدی کرنے لگتا تھا۔

مسلمانوں نے کبھی اس کے ملک پر قبضہ کرنے کا خیال بھی نہ کیا۔ ہر مرتبہ اس پر حملہ کیا اور اس کے قول و قسم پر اعتبار کر کے اس کا ملک اس کے قبضہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔

یہی حال دوسرے راجاؤں کا تھا۔ ان بد سرشت اور بد عہد راجاؤں کو تنبیہ کرنے کے لیے غازی سلطان محمود کو ہندوستان پر بار بار حملے کرنے پڑے انہوں نے سترہ حملے کیے اور ہر حملے میں فتح یاب ہوئے۔ مشرق میں قنوج تک اور جنوب میں گجرات تک ہندوستان کو کھوند ڈالا۔ جس راجہ پر حملہ کیا۔ اسے زیر کر کے ہی چھوڑا۔

لیکن سلطان نے ہندوستان پر مستقل سلطنت کرنے کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ شہروں پر شہر اور قلعوں پر قلعے فتح کر کے ان کے مالکان ہی کو واپس کر دیئے۔

غرض ۴۱۶ھ میں سلطان کا سولہواں حملہ تھا اور یہی وہ حملہ تھا۔ جس نے سلطان کو دنیا بھر میں مشہور کر دیا اور ان کا یہی ایک کارنامہ ان کے بقائے نام کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور مسلمان کا بچہ بچہ بھی انہیں جانتا ہے۔

سومنات والے خوف و دہشت سے لرز رہے تھے اور ان راجاؤں کو گالیاں دے رہے تھے۔ جنہوں نے اپنی کمینہ حرکتوں سے سلطان محمود کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔

سومنات کا متولی یعنی مہاراجہ بھی کچھ کم خائف نہ تھا۔ اس نے آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے دربار خاص میں مشورہ کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ دھرمپال کو اس دربار کی شرکت کے لیے ہی طلب کیا گیا تھا۔

دربار منعقد ہوا۔ وزیر، مشیر، امیر اور سومنات کا مہا پجاری سب آ کر درجہ بدرجہ بیٹھ گئے۔ دھرمپال بھی آ گئے۔ اب مہاراجہ نے دربار یوں کی طرف دیکھا۔

Marfat.com

مہاراجہ ادھیڑ عمر کا قوی الجثہ بہادر شخص تھا۔ وہ صرف ایک ابریشمیں دھوتی کسے ہوئے تھا۔ باقی بدن ننگا تھا۔ اس نے بے شمار ہیرے جواہرات کے بڑے چھوٹے ہار پہن رکھے تھے۔ چاندی کے دستانے کہنیوں تک چڑھا رکھے تھے۔ جن میں سونے اور جواہرات سے پچیکاری ہو رہی تھی بازوؤں پر سونے کے بازوبند باندھ رکھے تھے۔ جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔

مہاراجہ نے کہا "آپ نے سن لیا ہوگا کہ سلطان آندھی اور طوفان کی طرح بڑھا چلا آ رہا ہے اگرچہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا ارادہ کس ملک اور کس شہر پر حملہ کرنے کا ہے۔ مگر جاسوسوں کی اطلاعات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس کا طوفان سومنات پر ہی آکر ٹوٹے۔ اگر اس نے اس مقدس مقام پر حملہ کیا تو مسلمانوں کے نجس قدموں سے یہ پوتر استھان (مقدس جگہ) ناپاک ہو جائے گا اور نہیں کہا جا سکتا کہ انجام کیا ہو۔ عقل مند وہی ہے۔ جو مصیبت یا بلا نازل ہونے سے پہلے اس کے دفعیہ کی تدبیر سوچ لے۔ اس لیے آپ مشورہ دیں کہ سومنات کو بچانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔"

وزیر نے کہا "چونکہ سومنات کی عزت و عظمت ہندوستان کے ہر راجہ کے دل میں ہے۔ اس لیے وہ خود اس مقدس مقام کو بچانے کے لیے چڑھ دوڑیں گے اور اس قدر لشکر یہاں جمع ہو جائے گا کہ سلطان محمود کو حملہ کرنے کا حوصلہ ہی نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنی طاقت کے زعم میں یا پہلی فتوحات کے بل پر ہم پر حملہ کر بھی دیا تو اس کے لشکر کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں گے اور اس سے تمام شکستوں کا انتقام لے لیا جائے گا۔"

مہا پجاری ـــــ "میں کہتا ہوں ہمیں فکر و اندیشہ ہی نہ کرنا چاہیے۔ سومنات جی اور دیوتاؤں کی طرح نہیں ہیں۔ اس پاک سرزمین میں مسلمانوں کے قدم رکھتے ہی وہ غضب ناک ہو کر انہیں بھسم کر ڈالیں گے۔ ہمیں ان کی قوت پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کیا وہ اپنے پجاریوں کو ذلیل و خوار ہونے دیں گے۔ کیا سومنات کا خوب صورت شہر اور مضبوط قلعہ دشمنوں کے قبضہ میں جانے دیں گے۔ اطمینان رکھیے ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ جوں ہی مسلمانوں نے اس طرف رخ کیا اور ان پر دیوتا کا قہر و غضب ٹوٹا۔"

اس وقت چند پجاری داخل ہوئے اور انہوں نے کہا "مہاراج آج ابھی تک گنگا جل نہیں آیا اور سومنات جی کو اشنان نہیں کرایا جا سکا۔ برہمن اس وقت بنا ان جل کیے بیٹھے ہیں۔"

Marfat.com

اگرچہ سومنات سے گنگا چھ سو کوس کے فاصلہ پر تھی لیکن انتظام ایسا کیا گیا تھا کہ روزانہ گنگا جل آتا تھا اور اس سے سومنات کے بت کو روزانہ[1] غسل دیا جاتا تھا۔

سومنات میں دو ہزار پنڈے یا پجاری تھے اور یہ پنڈے اس وقت کھانا کھاتے تھے۔ جب سومنات کو غسل دیا جا چکتا تھا۔

مہا پجاری نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا "اب تک گنگا جل نہیں آیا اور اس وقت تک سومنات جی کو غسل نہیں دیا گیا کیوں ایسا ہوا۔ یہ تو بڑی بدشگونی ہے"!

مہاراجہ ـــــ افسوس پنڈے ابھی تک بھوکے بیٹھے ہیں۔ گنگا جل آنے میں دیر کیوں ہوئی پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔

مہا پجاری ـــــ ہاں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ دن چھپنے سے پہلے ہی جل آجاتا تھا۔ اسکی تحقیقات ہونی چاہیے ضرور اس میں کسی کی شرارت ہے۔ کسی بدسرشت رہبہ کی۔

سومنات کو غسل رات کے وقت دیا جاتا تھا۔ یہ دربار بھی رات ہی کو ہوا تھا۔

اس وقت پھر چند پنڈے آئے انہوں نے کہا "ان داتا جل آگیا ہے اور دیوتا سومنات جی کو غسل دیا جانا شروع ہو گیا ہے"۔

مہاراجہ ـــــ لیکن جل آنے میں دیر کیوں ہوئی؟

پنڈے ـــــ ان داتا جل لانے والوں پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا تھا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ بزرگ دیوتا سومنات جی کے غسل کے لیے گنگا جل لے جا رہے ہیں۔ تب انہوں نے راستہ دیا اور جل والے جل لے کر آئے۔

مہاراجہ نے بگڑ کر کہا "ان بدبخت ڈاکوؤں کو سزا دینا ضروری ہے۔ لیکن ابھی نہیں۔ پہلے سلطان محمود کو دیکھ لیں کہ وہ کس ملک پر حملہ کرتا ہے۔ دھرمپال جی آپ کیوں خاموش ہیں۔ آپ کیوں کچھ نہیں بولتے؟

دھرمپال نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سلطان محمود کا قصد سومنات پر ہی حملہ کرنے کا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہمیں دفعیہ کے لیے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔

دھرمپال کی گفتگو سن کر تمام لوگ چونک پڑے۔ مہاراجہ بھی حیران ہوئے۔ اس نے پوچھا

---

[1] از تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۲۸۷۔

Marfat.com

"آپ کو اس کی تصدیق کیسے ہوئی؟"

دھرمپال نے جواب دیا: "میرے پاس دو ترک آئے تھے۔ وہ دونوں سلطان محمود کے لشکر سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ سلطان سومنات پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

مہاراجہ ـــــ لیکن آپ نے انہیں گرفتار کیوں نہ کر لیا؟

دھرمپال ـــــ میں انہیں اس لیے گرفتار نہ کر سکا کہ انہوں نے مہاراجہ اور سومنات کی ساری رعایا پر ایک زبردست احسان کیا تھا۔ وہ احسان یہ تھا کہ راجکماری پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ راجکماری کے محافظ یا تو مارے گئے یا بھاگ گئے۔ ان دونوں نوجوانوں نے ڈاکوؤں کو شکست دی اور راجکماری کو ان کے چنگل سے چھڑایا۔

مہاراجہ ـــــ لیکن ڈاکوؤں کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ انہوں نے راجکماری پر ہاتھ ڈالا۔

دھرمپال ـــــ وہ پیشہ ور ڈاکو نہ تھے۔ بلکہ جنگل کے قریب جو شوالہ ہے۔ اس کے پجاری پنڈے تھے۔

اس بات کو سن کر تمام درباری نہایت حیران ہوئے اور غضب ناک ہوئے۔ مہاراجہ کو بھی بڑا طیش آیا۔ انہوں نے کہا: "ان کم بختوں کو سرِ بازار قتل کیا جائے گا۔"

دھرمپال ـــــ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے۔ سب مارے جا چکے ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں پوری تیاریاں کرنی چاہئیں۔ تمام راجاؤں کو اطلاع کر دینی چاہیئے کہ وہ اس مقدس مقام کو بچانے کے لیے زیادہ سے زیادہ لشکر لے کر آئیں۔

مہاراجہ ـــــ نہایت مناسب بات کہی آپ نے اس وقت دعوت نامے لکھے جائیں۔

چنانچہ دعوت نامے لکھے گئے اور اسی وقت قاصدوں کے حوالے کر کے انہیں روانہ کر دیا گیا۔ مہاراجہ نے حکم دیا کہ فوجیں فصیلوں پر چڑھا دی جائیں اور ہر وقت قلعہ کی حفاظت و نگرانی کرتے رہیں۔

جب یہ احکام صادر ہو چکے تب دھرمپال نے مہاراجہ کے پاس جا کر سرگوشی کے لہجہ میں کہا "مہاراج دانا! جب تک اس جنگ کا تصفیہ نہ ہو جائے۔ اس وقت تک راجکماری کی شادی ملتوی رکھیے۔"

Marfat.com

مہاراجہ ـــــ ملتوی تو رکھنی ہی پڑے گی کیونکہ اس ہنگامہ میں شادی کا انتظام نہیں ہو سکتا اس کے بعد دربار برخاست ہو گیا اور تمام درباری اور راجہ اُٹھ اُٹھ کر چلے گئے۔

یہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ غازی سلطان محمود کا لشکر ایک ہی دو روز میں ملتان آنے والا ہے چونکہ انہوں نے لمبا سفر طے کیا تھا۔ اس لیے تھک گئے تھے۔ دونوں ملتان میں ہی ٹھہر گئے اور تکان دور کرنے لگے۔

۱۵ اکتوبر ۱۰۲۵ء کو سلطانی لشکر ملتان میں آ گیا تقریباً پچیس ہزار سوار و پیادے تھے۔ جس میدان میں یہ لشکر فروکش ہوا۔ وہ نہایت وسیع تھا۔ لیکن اس لشکر سے تمام میدان ڈھک گیا۔ ایک روز صبح کی نماز پڑھتے ہی ہارون خیمہ سلطان پر حاضر ہوا اور باریابی کی اجازت چاہی۔

خدا جانے ان کے نام میں کیا اثر تھا کہ سلطان نے انہیں فوراً طلب کر لیا ہارون داخل ہوئے اور انہوں نے نہایت ادب سے سلطان کو سلام کیا۔

جس خیمہ میں سلطان بیٹھے تھے نہایت کشادہ اور شاندار تھا۔ قالینوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اس میں ایک طرف ہندوستان کے نقشے لٹک رہے تھے اور دوسری طرف ہتھیار آویزاں تھے۔

اگرچہ سلطان بوڑھے تھے ان کی عمر ستاون سال کے قریب تھی لیکن ان کے قویٰ نہایت مضبوط تھے۔ چہرہ سے جلال و جوانمردی کے آثار ظاہر تھے۔

چونکہ وہ اس عمر میں بھی ورزش کرتے رہتے تھے اس لیے جسم ڈھیلا نہیں ہونے پایا تھا۔ بلکہ کٹھیلا تھا۔ جھریوں کا نشان بھی نہ تھا۔ بلکہ سلطان کے جسم اور چہرہ کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ ان کی عمر پینتالیس سال سے زیادہ ہے۔

ان کی داڑھی لمبی اور سفید تھی۔ پیشانی سے اقبال مندی اور آنکھوں سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ اس وقت سلطان کے پاس التونتاس کا سالار اعظم اور امیر علی خویشاوند سپہ سالار بیٹھے تھے۔ ہارون کو دیکھتے ہی سلطان نے مسکرا کر کہا۔ "آ گئے تم فرزند ہارون۔"

ہارون نے ادب سے جواب دیا۔ عالم پناہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔"

سلطان ـــــ بیٹھ جاؤ۔ کیا تم وہرپال سے ملے تھے۔

ہارون ایک طرف بیٹھ گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اعلیٰ حضرت کے اقبال سے میں ان

Marfat.com

سے ملا شاہی مراسلہ انہیں دے دیا گیا۔"

سلطان —— اور انہوں نے کوئی جواب دیا۔

ہارون —— جی ہاں۔

ہارون نے ایک خریطہ پیش کیا۔ التونتاش نے خریطہ کھول کر خط نکالا۔

سلطان نے اسے پڑھا اور مسکرائے۔ انہوں نے کہا۔ ہندوؤں کو سومنات سے بڑی عقیدت ہے۔ شاید ہندوستان کے تمام راجہ مقابلہ پر آجائیں۔"

التونتاش —— تب تو بڑے اندیشہ اور فکر کی بات ہے۔

سلطان نے جوش میں آکر کہا۔ "کیا فکر اور کیا اندیشہ۔ کیا پشاور کی مہم میں [1] جے پال کا ساتھ راجاؤں نے نہ دیا تھا۔ کیا بھٹنیر میں راجہ بجے رائے کی دوسرے راجاؤں نے مدد نہ کی تھی۔ کیا نگر کوٹ میں [2] آنند پال کا ساتھ نہ دیا گیا تھا۔ نبسیر میں کچھ راجہ جمع ہوئے تھے۔ متھرا [3] میں راجہ کل چند کی مدد کتنے راجاؤں نے کی تھی۔ قنوج [4] کے راجہ کا لنجر [5] کی مدد کو کتنے راجہ آئے تھے۔ کیا خدا نے ہر مہم میں ہماری مدد نہیں کی۔ کیا ہم ہر حملہ میں فتح یاب نہیں ہوئے یاد رکھو فتح طاقت اور لشکر کی کثرت پر منحصر نہیں ہے بلکہ خدا کی امداد اور اعانت پر مبنی ہے۔ میں نے کبھی کسی مہم میں اپنے لشکر پر بھروسہ نہیں کیا۔ ہمیشہ خدا کی مدد پر نظر رکھی اور خدا نے میری مدد کی۔ اب بھی اس کی اعانت کے بھروسہ پر آیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا مجھے آخری وقت میں ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ میں اسلام کا علم بردار ہوں۔ اسلام کا ادنیٰ اور سچا خادم ہوں۔ خدا کا فرمانبردار اور اطاعت گذار ہوں۔ وہ ضرور میری مدد کرے گا اور دشمنوں پر فتح یاب ہوں گا۔

امیر علی —— انشاء اللہ۔ انشاء اللہ

التونتاش —— بے شک خدا نے ہر مہم میں جہاں پناہ کی مدد کی ہے اور یقین کامل ہے وہ اب بھی مدد کرے گا۔ میرا اندیشہ دور اندیشی کی وجہ سے تھا۔

لہ از تاریخ فرشتہ جلد اول۔

[1] ۳۹۱ھ میں ہندوستان پر دوسرا حملہ تھا۔ [2] یہ تیسرا حملہ تھا جو ۳۹۵ھ میں کیا گیا تھا۔ [3] یہ چھٹا حملہ تھا جو ۳۹۱ھ میں کیا گیا۔ [4] ۴۰۲ھ میں یہ دسواں حملہ کیا گیا۔ [5] ۴۰۶ھ میں یہ بارہواں حملہ تھا۔ [6] یہ حملہ ۴۰۹ھ میں کیا گیا یہ تھا۔ [7] یہ پندرہواں حملہ تھا جو ۴۱۲ھ میں کیا گیا تھا۔

Marfat.com

سلطان ــــ سپاہی کو دور اندیشی سے کیا مطلب۔ ہمارا کام جہاد کرنا ہے۔ خدا کی قسم میں جہاد ہی کے لئے ہندوستان پر حملے کرتا رہا ہوں مال غنیمت کا تو مجھے کبھی خیال بھی نہیں ہوا یہ دوسری بات ہے کہ خدا نے فتح بھی دی اور مال غنیمت بھی عطا کیا۔

ہارون ــــ اگر خدا نے چاہا تو سومنات بھی فتح ہوگا اور اس کی فتح ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دے گی۔ مسلمانوں کا رعب ہندوؤں کے دلوں پر بیٹھ جائے گا اور سلطان کو وہ شہرت حاصل ہوگی جو آج تک کسی سلطان کو نصیب نہیں ہوئی۔

التونتاش ــــ خدا تیری زبان مبارک کرے۔

سلطان ــــ ہارون! کیا یہ سچ ہے کہ راستہ دشوار گزار ہے۔

ہارون ــــ میں خود اس راستہ سے گیا اور آیا ہوں نہایت کٹھن راستہ ہے۔ ملتان سے اجمیر تک تین سو پچاس میل لق ودق میدان ہے اس میدان میں پانی کا نام و نشان بھی نہیں ہے گرمی اس قدر پڑتی ہے کہ انسان تو انسان جانور تک بھی گھبرا جاتے ہیں۔ پانی کی قلت۔ چارہ کی گرانی۔ جانوروں کی گھبراہٹ جانوروں اور انسانوں کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

سلطان ــــ فرزند! تو نے خوب کیا کہ مجھے باتیں پہلے ہی سے بتا دیں۔ ۳۵۰ میل لق ودق میدان ہے۔ اگر بیس میل روزانہ کے حساب سے سفر کیا جائے تو تقریباً ۱۸ دن میں یہ میدان طے ہو سکتا ہے۔ گویا بیس دن کا کھانا اور پانی لشکر کو لے لینا چاہیئے۔

التونتاش ــــ مگر جہاں پناہ لشکر کے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں کہ وہ اتنے دنوں کا کھانا اور پانی ساتھ لے سکے۔

سلطان ــــ میں جانتا ہوں۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ بار برداری کے اونٹ کتنے ہیں۔

التونتاش ــــ بیس ہزار اونٹ ہیں۔

سلطان ــــ تھوڑے ہیں کم سے کم دس ہزار اونٹ اور فراہم کرو۔

التونتاش ــــ اتنے اونٹ ملتان میں ملنے مشکل ہیں۔

سلطان ــــ کوشش کرو کچھ ــ ــ ــ ــ ــ ــ ــ دوسرے مقامات سے مہیا کیے جائیں۔

امیر علی ــــ پانچ ہزار اونٹ فراہم کر دینے کا تو میں وعدہ کرتا ہوں

التونتاش ــــ تب پانچ ہزار میں فراہم کر دوں گا۔

Marfat.com

سلطان ـــــ دیکھو اونٹ ظلم و جبر سے حاصل نہ کیے جائیں قیمت دیکر خریدے جائیں اور قیمت خزانہ عامرہ سے دلائی جائے۔

التونتاش ـــــ ایسا ہی ہوگا۔ ہم نے آج تک کوئی چیز بہ جبر نہیں لی ہے۔ بلکہ قیمتاً خریدی ہے۔

سلطان ـــــ اس کا خیال رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہم غیر ملک میں اور غیر قوم میں سفر کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس ملک والوں کو ناراض کر دیں تو ہماری راہ میں مشکلات پیدا کر دیں گے اس کے علاوہ خدا کا بھی یہی حکم ہے کہ رعیت کو ستایا نہ جائے۔ مسلمان فاتحین کا دستور رہا ہے، ہمیں بھی ان کی ہی تقلید کرنی چاہیئے۔

التونتاش ـــــ ہم پہلے ہی سے ان باتوں کا خیال رکھ رہے ہیں۔

سلطان ـــــ اس امر کا بھی خیال رکھو کہ یہ بات ابھی لشکر پر بھی ظاہر نہ ہونے پائے کہ ہمارا ارادہ کس شہر پر حملہ کرنے کا ہے۔ کیونکہ اگر یہ بات ظاہر ہوگئی تو ہندوؤں میں ہیجان پیدا ہو جائے گا اور وہ ہر قدم پر ہماری مزاحمت کریں گے۔

التونتاش ـــــ اس کا بھی خیال رکھا جائے گا۔

سلطان ـــــ جو ہم ہمارے پیش نظر ہے۔ وہ نہایت اہم ہے۔ سومنات ہندوؤں کا بڑا تیرتھ گاہ ہے۔ سارے ہندوستان کے ہندوؤں کو اس سے عقیدت ہے۔ اس کی فتح آسان نہیں ہے۔ مگر میرا خدا پر تکیہ ہے۔ تمام لشکر میں یہ اعلان کر دو کہ ہر سپاہی نماز کے بعد خدا سے فتح کی دعا مانگے۔

التونتاش ـــــ آج ہی اعلان کر دیا جائے گا۔

سلطان ـــــ اچھا اب تم اونٹوں کا انتظام کرو۔ اس عرصہ میں لشکر بھی سستا لے گا۔

چونکہ اب سلطان کو کچھ اور کہنا نہ تھا۔ اس لیے سب لوگ اٹھ کر چلے آئے اور سلطان کچھ سوچنے لگے۔

Marfat.com

چوتھا باب

ایک حورِوش نازنین

سلطانی لشکر تیس ہزار تھا اور یہ سب لوگ مجاہدین تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی تنخواہ نہ ملتی تھی۔ البتہ ان کی رسد کا انتظام شاہی خزانہ سے کیا جاتا ہے۔

اس لشکر کے خیمے و خرگاہ قطار در قطار میلوں کے گرد ادہ میں پڑے تھے۔ ہارون اور ان کا دوست جو ان کے ساتھ سومنات گیا تھا۔ دونوں فوجی سردار تھے ایک ایک ہزار سوار دونوں کی ماتحتی میں تھے ان کے دوست کا نام برہان تھا۔ اگرچہ دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن ایک دوسرے کے پاس اکثر آتے رہتے تھے۔ ان دونوں میں بڑی محبت تھی۔ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اس لشکر کے ساتھ کچھ لوگ اپنے اہل وعیال کو بھی لائے تھے۔

التونتاس کی بیوی شمسہ اور اس کی نوجوان اور پری جمال بیٹی انیسہ بھی تھی۔ التونتاش برہان کا دور سے کچھ رشتہ دار بھی تھا۔ اس لیے برہان اکثر اس کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ ایک روز وہ جب التونتاش کے خیمے پر اس سے ملنے گیا۔ تو اتفاق سے انیسہ کا سامنا ہو گیا۔

انیسہ نہایت شوخ اور بڑی ہنس مکھ لڑکی تھی۔ حسین اس قدر تھی۔ جو ایک دفعہ اسے دیکھ لیتا تھا دوبارہ دیکھنے کی آرزو کرتا تھا۔

اس کا چہرہ گول عارض چکنے اور گلابی تھے۔ آنکھیں سرمگیں۔ بڑی بڑی اور حد درجہ دلکش تھیں۔ ناک ستواں اور نہایت موزوں تھی۔ ہونٹ نہایت پیارے سر کے بال باریک لمبے اور گھونگریالے تھے۔ وہ گیسو دراز کافرِ مشہور تھی۔ اس نے برہان کو دیکھا تھا۔ برہان پہلے بھی اسے دیکھ چکا تھا۔ وہ جب اس حورِوش کو دیکھتا تھا۔ اس پر خود فراموشی طاری ہو جاتی تھی۔ اس وقت ابھی اس ساحرہ کو دیکھ کر مسحور ہو گیا۔ انیسہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ "کیسے بھول پڑے آج ادھر؟"

برہان نے سنبھل کر کہا۔ "میں عمو جان کے پاس آیا تھا۔"

Marfat.com

انیسہ ـــــ یہ تو میں جان گئی تھی۔ لیکن آنے کا سبب۔

برہان ـــــ کوئی خاص بات نہ تھی۔ محض سلام کرنے آیا تھا۔

انیسہ ـــــ آپ سومنات گئے تھے؟

برہان ـــــ ہاں گیا تھا۔

انیسہ ـــــ سنا ہے وہاں پریاں رہتی ہیں۔

برہان ـــــ پریاں ـــــ میں نے نہیں دیکھیں۔

انیسہ نے مسکرا کر کہا "تب تم بڑے خوش قسمت ہو"

برہان ـــــ لیکن ......"

انیسہ نے متعجب ہو کر کہا "حور کو دیکھا۔

برہان ـــــ ہاں وہ سومنات کے مہاراجہ کی راجکماری تھی۔

انیسہ ـــــ نہایت خوب صورت ہو گی۔

برہان ـــــ ہاں نہایت حسین وجمیل۔ بھائی ہارون تو اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

انیسہ ـــــ اور آپ ......

اس نے برہان کے چہرہ پر اپنی خوب صورت نظریں گاڑ دیں۔ برہان نے اس کے آتش ناک رخساروں کو دیکھ کر کہا "میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ خوب صورت تھی۔

لیکن ......"

انیسہ ـــــ لیکن آپ کی نظروں میں کچھ زیادہ نہیں جچی۔

برہان ـــــ ہاں۔

انیسہ ـــــ کیوں

برہان ـــــ گستاخی معاف ہو تو عرض کروں۔

انیسہ ـــــ کہو۔

برہان ـــــ یہ سمجھ لو کہ نظروں میں تمہارا حسن سمایا ہوا ہے۔

حور بھی آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

انیسہ شرما گئی لیکن اس کے چہرہ پر سرخی بکھر گئی۔ جس سے اس کی پیاری صورت اور بھی دلکش

Marfat.com

ہو گئی۔ اس نے ایمان شکن شرمیلی نظریں اٹھا کر برہان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اچھا اب آپ بنانے بھی لگے ہیں مجھے۔

برہان —— قدرت نے جسے بے مثل بنایا ہو میں اسے کیا بنا سکتا ہوں۔ انیسہ تم نہیں جانتی ہو۔ انیسہ نے شوخی سے کہا۔ میں سب کچھ جانتی ہوں۔ آپ کے دل کی بات بھی کہو تو بتا دوں۔

برہان —— جب تم دل میں گھر کر لیتی ہو تو دل کی بات بھی ضرور جانتی ہوگی۔ لیکن بتاؤ۔

انیسہ —— آپ بھی راجکماری کے مداح ہیں۔

برہان —— نہیں۔ بخدا نہیں۔ میں تمہارا مداح ہوں انیسہ! میں نے بھائی ہارون سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ راجکماری انیسہ کی برابر حسین نہیں ہے۔

انیسہ —— گویا آپ نے مجھے بدنام کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔

برہان —— یہ مجھ سے غلطی ضرور ہوئی۔ جس بات کو میں ایک عرصہ سے اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا وہ ظاہر ہو گئی میں معافی چاہتا ہوں انیسہ۔

انیسہ —— اور آپ سے توقع ہی کیا تھی۔ کیجئے۔ مجھے خوب بدنام کیجئے۔

وہ خفا ہو گئی۔ برہان کی روح نکل گئی۔ اس نے بڑھ کر اس کا ہاتھ نہایت ملائمت سے پکڑا اور عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ معاف کرو انیسہ! یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ بھائی ہارون نے راجکماری کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔

انیسہ —— لیکن انہوں نے کیا خیال کیا ہوگا۔

برہان —— انہوں نے بھی شاید تمہیں دیکھا ہے۔ وہ قائل ہو گئے۔

انیسہ —— جانتے ہیں آپ اس سے میری کس قدر رسوائی ہوئی۔

برہان —— میں اس وقت نہ جان سکا۔ اب سمجھتا ہوں آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔

انیسہ —— اگر آپ کی اس گفتگو کی اطلاع امی جان یا ابا جان کو ہو گئی تو ۔ ۔ ۔ ۔

برہان —— اطمینان رکھو بھائی ہارون کو میں خوب جانتا ہوں وہ کسی سے اس بات کا ذکر نہ کریں گے۔

انیسہ —— آپ نے اچھا نہ کیا۔ آئندہ احتیاط رکھیے۔

برہان —— ضرور احتیاط رکھوں گا۔ خدا کا شکر ہے تم نے معاف کر دیا۔

Marfat.com

انیسہ نے حیرت سے برہان کو دیکھ کر کہا "میں نے کب معاف کیا ہے۔

برہان ـــــ آیندہ غلطی نہ کرنے کی ہدایت کر کے۔

انیسہ ـــــ خوب۔

برہان ـــــ تو کیا ابھی خفا ہو۔ مجھے منانا بھی آتا ہے انیسہ

انیسہ ـــــ جی کیوں نہیں۔

برہان ـــــ اچھا تو دیکھیے۔

اس نے انیسہ کا ہاتھ مضبوط پکڑا۔ وہ جھجکی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ٹھہریئے۔ آپ گدگدی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات مناسب نہیں ہے۔

برہان ـــــ تب معاف کر دو۔

انیسہ ـــــ معاف تو کرنا ہی پڑے گا۔

مسکرائی ـــــ برہان نے اس کا دست ناز چھوڑ کر "کہا تمہارا۔ بہت بہت شکریہ۔ شکریہ ـــــ تم یہ نہیں جانتی ہو انیسہ کہ تمہاری خفگی میری روح پر کیا اثر کرتی ہے۔

انیسہ ـــــ اب کب تک یہاں سے کوچ ہو گا۔

برہان ـــــ دو ہی چار روز میں۔ اونٹوں کی فراہمی کا انتظام ہو رہا ہے۔ جہاں تیس ہزار اونٹ جمع ہو گئے۔ فوراً کوچ کر دیا جائے گا۔

انیسہ ـــــ مگر یہ اونٹ کیوں اکٹھے کیے جا رہے ہیں۔

برہان ـــــ ملتان سے اجمیر تک ۲۵۰ میل لق و دق میدان ہے۔ اس میدان میں نہ سبزہ و گیاہ ہے نہ پانی ملتا ہے۔ اونٹوں پر رسد اور پانی لے جائے گا۔

انیسہ ـــــ کیا کوئی اور ایسا راستہ نہیں ہے جس میں پانی میسر آسکے۔

برہان ـــــ لیکن بڑا لمبا اور خطرناک ہے قدم قدم پر ہندوؤں کی آبادی ہے۔ اگر وہ سب جمع ہو کر مقابلہ میں آگئے تو سلطانی لشکر کو بڑی دقتوں کا سامنا ہو گا۔

انیسہ ـــــ آپ نے سومنات کا قلعہ دیکھا ہے۔

برہان ـــــ دیکھا ہے ایک روز رات کے وقت چھپ کر میں اور میرے دو تین ساتھی دن وہاں گئے تھے۔ نہایت مضبوط۔ بلند اور وسیع قلعہ ہے۔ ایسا قلعہ آج تک نظروں سے نہیں گزرا سمندر کے عین کنارہ پر واقع ہے پانی کی موجیں قلعہ کی فصیل کے پشتہ سے آ کر ٹکراتی ہے۔

Marfat.com

انیسہ ۔ لیکن راجکماری کو آپ نے کیسے دیکھا۔

برہان عجب اتفاق ہوا۔ میں اور بھائی ہارون سفر کر رہے تھے۔ رات ہو گئی تھی ہم تاریک جنگل میں گھسے جا رہے تھے اندھیرا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ کوئی چیز نظر نہ آتی تھی دفعتہ ہم نے شور کی آواز سنی۔ دونوں نے گھوڑے دوڑائے اور جب کچھ دور پہنچے تو روشنی دیکھی۔ ہم بہت جلد روشنی کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھا تو چند ڈاکو کچھ عورتوں کو گھیرے کھڑے ہیں۔ ہم نے ڈاکوؤں پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر ڈالا۔ ان عورتوں اور لڑکیوں میں راج کماری تھی۔ وہ ہماری بہت مشکور ہوئی۔

انیسہ شاید اس ملک میں ڈاکوؤں کا زور ہے۔

برہان ۔ یہی میرا بھی خیال ہے۔

انیسہ اچھا اب میں جا رہی ہوں۔ ابا جان آنے والے ہوں گے۔

یہ کہتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے خیمہ سے نکل گئی برہان دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر اور التونتاش کے آنے کا انتظار کیا۔ لیکن جب وہ نہ آئے تو واپس لوٹ آیا امیر علی اور التونتاش دونوں اونٹوں کی فراہمی میں مصروف تھے۔ چند روز کی کوشش سے اونٹ مل گئے اور اب ان کی تعداد پوری تیس ہزار ہو گئی۔

چونکہ اونٹ کافی پانی پی لیتا ہے اور ایک ایک ہفتہ تک اسے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے اونٹوں کو چند روز پیاسا رکھ کر انہیں خوب پانی پلا دیا گیا اور پھر ان پر چھاگلوں اور مشکیزوں میں پانی بھر کر لاد دیا گیا۔ رسد بھی لادی گئی اور لشکر نے ملتان سے اجمیر کی طرف کوچ کر دیا۔

سازش

اگرچہ ہر کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ غازی سلطان محمود کا ارادہ کس ملک اور کس قلعہ پر حملہ کرنے کا ہے اور اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے راجہ اور مہاراجہ مشوش اور پریشان تھے۔ لیکن سب سے زیادہ فکر اور پریشانی سومنات کے مہاراجہ کو تھی۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے مجاہدین اسلام کا سیلاب سومنات ہی کی طرف بہا چلا آ رہا ہے۔

اس نے نہ صرف قریب و جوار ہی کے راجاؤں کو مدد کے لیے لکھا تھا۔ بلکہ ہندوستان

Marfat.com

کے طول وعرض میں جتنے بھی راجہ تھے۔ سب ہی سے اعانت طلب کی تھی اور سب کو یہ صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ سلطان محمود اور اس کی فوجوں نے اس مقدس مقام اور متبرک مندر کی طرف رخ کیا ہے جو مرجع خلائق ہے۔ جس کا احترام ہندو کے بچہ بچہ کے دل میں ہے۔ جس کی عظمت کی ہندو دنیا قائل ہے۔ جہاں مرنے کے بعد روحیں اس لیے آتی ہیں کہ سومنات کے دیوتا کے حکم کے بموجب دوسرے قالبوں میں داخل ہوں۔

مہاراجہ سومنات کی ان چٹھیوں نے ہندوؤں کے دلوں میں جوش وغضب کا دلولہ اُٹھا دیا اور وہ جوق در جوق سومنات کی مدد کے لیے چل پڑے۔

ہندوستان میں شروع ہی سے ہندوؤں کے چار طبقے ہیں۔ ایک برہمن جنہیں مذہبی اقتدار حاصل ہے۔ دوسرا چھتری جو حکمران طبقہ کہلاتا ہے اور جس کے ذمہ ملک و قوم کی حفاظت ہے۔ تیسرا ویش جس کا پیشہ کاشت کاری۔ سوداگری اور ساہو کاری ہے چوتھا طبقہ سودر (اچھوت) ہے یہ پنچ کہلاتے ہیں ان کے ذمہ مذکورہ تینوں طبقوں کی خدمت ہے۔ تمام ہندو اچھوتوں کو نہایت درجہ حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور ان سے ہر قسم کی اور ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت لیتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس راستہ پر بھی چل سکیں جس سے برہمن آ رہا ہو، یا چھتری کے سامنے کھڑے ہو کر بات بھی کر سکیں یا ویش کے سامنے بیٹھ سکیں۔ وہ ان تینوں کی خدمت کرتے ہی مر جاتے ہیں۔

صرف یہی بات نہیں ہے کہ ہندو اچھوتوں ہی کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ ان کا ہر طبقہ دوسرے کو نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

چھتری ویش کو اس لیے حقیر سمجھا جاتا ہے کہ ویش سود خور مہاجن اور زراعت و تجارت کرنے والا پست اخلاق۔ پست مذاق اور پست ہمت طبقہ ہے۔ وہ ملک و قوم کی خدمت کے لیے تلوار اٹھاتے ڈرتا ہے۔

برہمن مذہبی پیشوا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ اور ارفع سمجھتا ہے وہ ویش اور چھتری دونوں طبقوں کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ برہمن کو ہر طبقہ عزت و تکریم کی نظروں سے دیکھتا اور اس کی خدمت کرنا باعث فخر سمجھتا ہے اور ویش چھتریوں کو اس لیے بُری نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ وہ انہیں جھگڑالو سمجھتے ہیں۔

ہندوؤں کی اس تقسیم نے ان میں نفاق کے جراثیم پیدا کر رہے ہیں۔

Marfat.com

تاریخوں کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ چھتریوں نے برہمنوں کو کچلا اور برہمنوں نے چھتریوں کو پامال کیا۔ چھتریوں نے ویشوں کو لوٹا اور ویشوں نے چھتریوں کو ذبح کر ڈالا رہ گئے بیچارے اچھوت انہیں سب ہی کچلتے اور پامال کرتے چلے آئے۔

ہندو قومیت کی بنیاد ہی نفاق و شقاق کی خلیج پر کھڑی کی گئی ہے۔ ان میں یہاں تک اپنے طبقہ کی پاسداری ہے کہ برہمن چھتری کو اپنی بیٹی نہیں دے سکتا اور چھتری برہمن کو ویش کی بیٹی نہیں لے سکتے اور تو اور ہر طبقہ کا مندر الگ ہے۔

جب سے ہندوستان میں مسلمان آئے اور ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ وہ سب متفق و متحد ہیں ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ سب ایک ہیں۔ شادی بیاہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ غریب کی بیٹی امیر کے گھر چلی جاتی ہے امیر کی بیٹی غریب کے گھر چلی جاتی ہے۔ تب سے ہندوؤں کی آنکھیں کھلیں اور انہیں یہ احساس ہوا کہ ان کی قوم کی تقسیم ان کے بزرگوں نے غلط طریقہ پر کی اور اس کی قومی تقسیم نے ان میں پھوٹ ڈال دی۔ مذہب وہی اچھا ہے۔ جس میں کسی قسم کی تفریق نہ ہو۔ چنانچہ ہندو مسلمان ہوتے چلے گئے۔

غرض ہندوؤں میں چاروں طبقے تھے اور چاروں کے دلوں میں سومنات کے تقدس و عظمت کی عزت تھی اور ہر طبقہ کو اپنے میں شامل نہ کیا۔ وہ خود ہی تیار ہوئے اور زعفرانی لباس پہن پہن کر سومنات پر سرفروشی کرنے کے لیے چل پڑے۔

اس زمانے میں ہندوؤں میں یہ قاعدہ تھا کہ جو لوگ زعفرانی رنگ کا لباس پہن لیتے تھے۔ وہ میدان جنگ میں کٹ مرتے تھے۔ لیکن پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

روزانہ سومنات میں کثرت سے لوگ آ رہے تھے یہ آنے والے کسی نہ کسی راجہ[1] یا نامور کے علم ہوتے تھے۔

سومنات کا قلعہ نہایت وسیع تھا۔ کئی لاکھ آدمی اس میں سما سکتے تھے۔ چنانچہ جو راجہ یا رانہ آتے رہے انہیں قلعہ میں ٹھہرایا جاتا رہا اور ان کے فوجی سپاہی اکڑ اکڑ کر فصیلوں پر پہرہ دینے لگے۔

سومنات کے مہاراجہ کی ان راجاؤں کے آنے کی وجہ سے ایک حد تک تسلی ہو گئی تھی۔

---

[1] رانا ان حکمرانوں کو کہتے تھے۔ جن کی سلطنتیں چھوٹی اور سلطنت کا رقبہ محدود ہوتا تھا۔ صادق

Marfat.com

اسے یہ اطمینان ہو چلا تھا کہ اب اگر چھتری اس کی فوجوں کو پارہ پارہ کر ڈالیں گے اور وہ اپنی جان بچا کر نہ لے جا سکے گا۔

لیکن جبکہ ایک طرف لڑائی کے انتظامات ہو رہے تھے۔ دوسری طرف پرم دیو انہلواڑہ کا راجہ سومنات کے راجہ سے اپنے بیٹے سکھ دیو کی شادی کا زور دے رہا تھا۔

مہاراجہ سومنات نے اسے لکھ دیا تھا کہ وہ راجکماری چندر موہنی کی شادی اس وقت کریں گے جب سلطان محمود کے حملہ کا اندیشہ جاتا رہے گا۔

اگرچہ پرم دیو اور سکھ دیو کو یہ بات ناگوار گذری لیکن وہ مہاراجہ پر اس لیے زیادہ زور نہ ڈال سکے کہ اس وقت اس کی قوت اس کے مددگاروں کی وجہ سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔

پرم دیو اپنے بیٹے سکھ دیو کی شادی کی جلدی صرف اس لیے ہی نہ کر رہا تھا کہ چندر موہنی نہایت حسین و جمیل راجکماری تھی بلکہ اس تہ میں یہ بات بھی تھی کہ سومنات کے مہاراجہ کے اور کوئی اولاد نہ تھی اور اس کے مرنے کے بعد یہ جلیل القدر و عظیم الشان سلطنت بھی اسے ہی ملنے والی تھی اور اس سلطنت کے ملنے سے اس کا اعزاز بھی بڑھنے والا تھا۔ تمام ہندوستان کے راجہ اس کی عزت و عظمت کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

سکھ دیو اگرچہ آوارہ مزاج تھا۔ شراب اور عورتوں سے اسے خاص طور پر رغبت تھی۔ نہ معلوم وہ کتنی دوشیزاؤں کی عصمت خراب کر چکا تھا۔ لیکن اس نے چندر موہنی کو دیکھا تھا اور اس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو چکا تھا۔ وہ اس کے فراق میں جل رہا تھا اور چاہتا تھا کہ یا تو جلد سے جلد شادی ہو جائے یا وہ چندر موہنی کو کسی طرح اڑا لائے۔

اس کی ایک بہن تھی۔ اس کا نام کامنی تھا۔ وہ چندر موہنی کی سہیلیوں میں شامل تھی۔ اس نے کامنی سے کہا۔ کہ وہ یہ معلوم کرلے کہ چندر موہنی کے اس کی بابت کیسے خیالات ہیں اور وہ اس سے یعنی سکھ دیو سے محبت کرتی ہے یا نہیں۔

کامنی نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن جس قدر خوب صورت تھی۔ اسی قدر چالاک بھی تھی۔ اس نے چندر موہنی کی طبیعت میں خاصا رسوخ حاصل کر کے یہ بات معلوم کرلی کہ اسے اس کے بھائی سکھ دیو سے بالکل ہی محبت نہیں ہے بلکہ اس سے نفرت کرتی ہے اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ ڈاکوؤں سے بچانے والے ترک کی کہ جس کا نام ہارون ہے۔ اکثر تعریف کرتی رہتی ہے۔

Marfat.com

ایک روز جب سکھ دیو سومنات آکر کامنی سے ملا تو کامنی نے اس سے کہا۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ بھیا چندر موہنی کو تم سے بالکل بھی محبت نہیں ہے۔

سکھ دیو میں ایک اور خرابی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے آپ کو ایسا بانکا اور سجیلا نوجوان سمجھتا تھا۔ جس پر ہر دوشیزہ کی نظر انتخاب پڑے اسے یہ بات بہت ہی عجیب اور ناگوار معلوم ہوئی کہ چندر موہنی اس سے محبت نہیں کرتی۔ اس نے کہا۔

چندر موہنی کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات کامنی! ضرور اس میں کوئی وجہ ہے۔

کامنی —— وجہ مجھے معلوم ہے۔

سکھ دیو —— تجھے معلوم ہے تو بتا۔

کامنی —— تم نے سنا ہوگا۔ بھیا کہ جب راجکماری مہاگرو دھرمپال جی سے ملنے گئی تھی۔ تو راستہ میں ڈاکو مل گئے تھے۔ دو نوجوان ترکوں نے آکر ڈاکوؤں سے بچایا تھا۔

سکھ دیو —— ہاں میں نے سنا تھا۔ اس وقت تو بھی تو راجکماری کے ساتھ تھی۔

کامنی —— ہاں میں بھی تھی۔ راجکماری ان دونوں ترکوں میں سے ایک کی بہت زیادہ تعریف کرتی تھی۔ اس کا نام شاید ہارون تھا۔ وہ اس سے مہاگرو کے استھان پر ملی بھی تھی۔

یہ بات سن کر سکھ دیو کو جوش و غصہ آگیا۔ اس نے کہا۔ یہ تو کہو کہ راجکماری ایک ملیکش سے محبت کرنے لگی ہے۔

کامنی —— ہاں میرا خیال ایسا ہی ہے۔

سکھ دیو —— تو نے بھی تو اس ترک کو دیکھا تھا۔ کیا وہ اتنا خوب صورت تھا کہ راج کماری اسے چاہنے لگی۔

کامنی —— بھیا ایک ترک ہوتے ہی خوب صورت ہیں اور ہارون تو بڑا گورا چٹا اور سجیلا نوجوان ہے۔

سکھ دیو —— میں سمجھ گیا۔ لیکن وہ ترک مہاگرو کے پاس کیوں آئے تھے۔

کامنی —— اسے تو ایشور ہی جانے۔ مگر سنا تھا وہ سیاحت کرتے پھر رہے تھے۔

سکھ دیو —— مجھے اس میں کوئی راز معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مہا گرو نے ہر دربار مہاراجہ سے راجکماری کی شادی کے التوا کی درخواست کی تھی۔ میں آج ہی ان سے

Marfat.com

ل کر سب کچھ معلوم کروں گا۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بواہ (شادی) ہمیشہ کے لیے ٹلا گیا ہے یہ بات انہلواڑہ کے خاندان کے لیے بڑی سبکی کی ہے۔ کل پورنماشی[1] (چاند کی تیرہ تاریخ جس روز چاند پورا ہوتا جاتا ہے کہ رات کے وقت دیوتا سومنات جی کو بڑا غسل دیا جائے گا۔ تو یہ پتہ لگانا کہ راجکماری بھی سومنات جی کے درشن کو جائے گی یا نہیں۔

کامنی —— اس سے کیا ہو گا بھیا!

سکھ دیو —— میں چندر موہنی کو راستہ سے اڑا لے جانے کی کوشش کروں گا۔

کامنی —— لیکن اگر مہاراج کو یہ بات معلوم ہو گئی تو خون کے دریا بہہ جائیں گے بھیا۔

سکھ دیو —— تو چینتا (فکر) نہ کر چونکہ سلطان محمود کے سومنات پر حملہ آور ہوتے کی خبر ہے۔ اس لیے مہاراج کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ چپ ہو کر رہ جائیں گے۔ آخر راجکماری میری منگیتر ہی تو ہے اگر میں اسے اڑا لے جاؤں تو کسی کو کچھ کہنے کا حق بھی نہیں ہے۔

کامنی —— میں یہ بات معلوم کر کے تمہیں کل خبر دوں گی۔ کامنی چلی گئی۔ سکھ دیو بھی کچھ سوچتا ہوا روانہ ہو گیا۔

---

[1] پورنماشی یعنی سومنات کے بت کو رات کے وقت روزانہ گنگا کے تازہ پانی سے غسل دیا جاتا تھا۔ لیکن پورنماشی یعنی ہر چاند کی تیرہ تاریخ کو بڑا غسل ہوتا تھا۔ اس تاریخ کو ہزاروں آدمی اس بات کی زیارت کو آتے تھے۔

از تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۴۷ صادق

پانچواں باب

ملامت و تہدید

دہرپال کا اہل سومنات نہ صرف اس وجہ سے عزت و احترام کرتے تھے کہ وہ راجکماری کے گرو تھے۔ بلکہ انہیں خدا رسیدہ سادھو سمجھتے تھے۔ عوام کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کی دعا خالی نہیں جاتی۔ ان کی دانش مندی کا بھی شہرہ تھا۔ اس قدر فاضل و فرزانہ سمجھے جاتے تھے کہ مہاراجہ سومنات اہم معاملات میں ان سے مشورے لیتے اور ان مشوروں پر عمل کیا کرتے تھے۔

جب سے راجکماری فارغ التحصیل ہو گئی تھی۔ اس وقت سے دہرپال نے بنوں اور جنگلوں میں رہنا شروع کر دیا تھا۔

وہ سومنات میں یا تو مہاراجہ کے طلب کرنے پر آتے تھے یا چاند گرہن کے روز آ کر سومنات کے سب سے بڑے غسل میں شریک ہو جاتے تھے۔

ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ سومنات کو روزانہ گنگا کے پانی سے رات کے وقت غسل دیا جاتا تھا اور یہ گنگا کا پانی چھ سو میل کے فاصلہ سے چوکیاں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں برہمن رہتے تھے اور ہر چوکی کے برہمن ایک چوکی سے دوسری چوکی تک پانی پہنچایا کرتے تھے۔ ان برہمنوں کو مہاراجہ بڑی بڑی تنخواہیں دیتے تھے۔

گنگا سے سومنات تک جس قدر بستیاں اور آبادیاں تھیں۔ ان کے باشندے بھی ان پانی لانے والے برہمنوں کو بڑی بڑی رقمیں دان دیا کرتے تھے۔ وہ انہیں سومنات کے بھگت یا پجاری خاص سمجھ کر ان کی عزت اور خدمت کرتے تھے۔

روزانہ معمولی غسل ہوتا تھا اور مہینہ میں ایک مرتبہ چاند کی تیرہ تاریخ کو بڑا غسل دیا جاتا تھا اور سال بھر میں چاند گرہن کی رات کو سب سے بڑا غسل دیا جاتا تھا۔

چاند گرہن کے موقعہ پر سومنات میں عظیم الشان میلہ لگتا تھا اور یہ میلہ ایک ماہ تک رہتا

Marfat.com

تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض سے لوگ میلہ کی شرکت اور سومنات بت کی زیارت کے لیے جوق در جوق آتے تھے۔

سومنات سے لوگوں کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ عام لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے رئیس۔ زمیندار۔ ساہوکار۔ راجا اور راجہ تک پیدل چل کر آتے تھے اور اپنی حیثیت کے مطابق مندر پر چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ ہر مہینہ کی تیرہ تاریخ کو ہزاروں روپے نقد اور ہزاروں روپے کا سونا چاندی۔ ہیرے اور جواہرات چڑھتے تھے اور چاند گرہن کے موقعہ پر لاکھوں روپے نقد اور لاکھوں روپے کا سیم وزر اور جواہرات چڑھائے جاتے تھے۔

سومنات کے پنڈے یا پجاری دو ہزار تھے۔ اس چڑھاوا میں سے مہاراجہ انہیں تنخواہیں دیتا تھا اور جس قدر چڑھاوا آمد تھا۔ اس کا چوتھائی یا پانچواں حصہ تمام پنڈوں پر تقسیم کر دیتا تھا۔ اس آمدنی کی وجہ سے تمام پجاری نہایت مال دار ہو گئے تھے۔

سومنات کا مہاراجہ مندر کا متولی کہلاتا تھا۔ اس کی اس قدر عزت کی جاتی تھی کہ کوئی شخص بھی جو اس کے سامنے پہنچ جائے۔ اسے سجدہ کیے بغیر نہ رہتا تھا۔ راجہ اور رانا تک اس کے سامنے سر جھکا دیتے تھے۔

ہندو بتوں کی پوجا کرتے تھے اور کرتے ہیں، بدقسمتی سے ان کی دیکھا دیکھی قبروں اور مزاروں کی پرستش کرنے لگے ہیں۔ پاک پٹن شریف کلیر شریف اور اجمیر شریف میں قبر پرستی کی بدعت دیکھ کر ایک عقیدت مند سچا اور پکا مسلمان کانپ اٹھتا ہے۔ جب وہ بدعقیدہ مسلمان جن کے ایمانوں میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ قبروں کو سجدہ کرتے یا ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور قبروں کی خاک اپنے منہ یا پیشانی کو ملتے ہیں۔ تو خدا ان کے اس شرک سے بیزار ہو جاتا ہے۔ خدا کے مقرب فرشتے کانپ اٹھتے ہیں اور توحید کا علم بردار مسلمان مشرک بن کر جنت سے دور اور دوزخ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور کس قدر افسوسناک بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا ہے " لا تتخذوا القبور مساجد" (مسلم) یعنی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ یاد رکھو جو مسلمان قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یا ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ یا ان پر چادریں چڑھاتے ہیں یا اہل قبر سے مرادیں مانگتے ہیں۔ ان مسلمانوں کے ایمان کمزور ہیں اور وہ شرک کے مرتکب ہو کر گنہگار بنتے ہیں۔

حاجت روا تو صرف خدائے عزوجل ہے۔ وہ خدا جس نے انبیاء اور اولیاء کو پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

جس سے نبی اور ولی حاجت روائی کی التجائیں کیا کرتے تھے۔

اس خدا سے مانگیں یا ان نبیوں اور ولیوں سے جو مر چکے ہیں اور بغیر خدا کے حکم کے نہ وہ زندگی میں کچھ کر سکے نہ مرنے کے بعد کچھ کر سکتے ہیں۔

اکثر مزارات کے متولی بھی خواہ ان کے اعمال و افعال کیسے ہی برے کیوں نہ ہوں۔ اپنے آپ کو ولیوں سے بہتر سمجھتے ہیں اور جاہل و کم عقیدہ مسلمان انہیں سجدہ کرتے یا ان کا ولیوں جیسا ادب و احترام کرتے ہیں۔

راقم الحروف نے خود ایک سجادہ نشین کو دیکھا کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے اس قدر جھکے کہ سجدہ کی شان پیدا ہو گئی۔ جب میں نے سجادہ نشین صاحب سے عرض کیا کہ آپ خدا کے ہم عصر بن کر لوگوں سے سجدہ کیوں کراتے ہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ لوگوں کا حسن عقیدت ہے۔ میں انہیں منع کر کے ان کے جذبات کا خون کیوں کروں۔ میں نے کہا اس لیے کہ خدا نے اس چیز سے منع کیا ہے۔ وہ بولے اگر لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔ تو تمام خانقاہیں ویران اور تمام سجادہ نشین مفلس نہ ہو جائیں۔

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ مسلمان خدائے کریم کو چھوڑ کر مردوں پیروں اور ولیوں سے مرادیں مانگتے اور گنہگار رہتے ہیں۔ مزارات پر ایسے چڑھاوے چڑھاتے ہیں تاکہ سجادہ نشینوں کو اس قدر دولت مل سکے کہ وہ امیرانہ زندگی بسر کر کے خدا کو بھول جائیں اور معصیت میں ڈوبتے چلے جائیں۔

مسلمانو! سوچو کہ اس طرح مزار پرستی کرنے سے ہم میں اور بت پرستوں میں فرق کیا رہا۔ خدا کے لیے سنبھلو۔ جو کچھ کر چکے ہو۔ اس پر پچھتاؤ۔ توبہ کرو اور جو کچھ مانگنا ہے۔ خدا سے مانگنا وہی حاجت روا ہے۔

سومنات میں یاتریوں (زائروں) کی آمد کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ تین سو حجام محض یاتریوں کی حجامت بنانے پر مامور تھے۔ ان میں سے ایک نائی بھی سومنات والوں کا سر نہ مونڈتا تھا اور ان حجاموں کو کبھی فرصت نہ ملتی تھی۔ صبح سے شام تک مصروف رہتے تھے اور چونکہ ان کی آمدنی کافی تھی۔ اس لیے بڑے مالدار تھے۔

از تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ نمبر ۴۴

چونکہ سومنات کے ماہانہ غسل میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا اس لیے یاتری زائرین بھاری تعداد میں جمع ہو گئے تھے اور تمام پنڈے اور سارے برہمن غسل کے اہتمام میں مصروف ہو گئے تھے۔

دھرمپال جب آتے تھے تو شاہی محل کے ایک گوشہ میں مقیم ہوتے تھے۔ لیکن ان کی نشست زیادہ تر اس مندر کے ایک قطعہ میں رہتی تھی۔ جس میں ایک بت معلق تھا اور جسے دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ آتے تھے۔

اس مندر کے باہر سفید استرکاری ہو رہی تھی لیکن اندر کی تمام دیواریں سیاہ تھیں۔ فرش بھی سیاہ تھا اور چھت بھی سیاہ تھی اور ایک کالے رنگ کا بت اس میں معلق رکھا تھا نہ وہ کسی چیز پر رکھا تھا نہ کسی سہارے پر قائم تھا۔

چونکہ یہ ایک حیرت ناک بات تھی کہ بت زمین سے چھ فٹ اونچا چھت سے کافی نیچا مندر کی چار دیواری کے عین وسط میں بلا کسی سہارے کے قائم تھا۔ اس لیے لوگ جوق درجوق اس کی زیارت کرنے آتے تھے اور اسے دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سادہ لوح ہندو سمجھتے تھے کہ بت اپنی شکتی (طاقت) اسے قائم ہے۔ اس لیے اس کی خلوص دل سے پرستش کرتے تھے۔

سکھ دیو دھرمپال سے ملنے کے لیے اول اس بت خانہ میں آیا۔ لیکن اسے معلوم ہو گیا کہ دھرمپال وہاں نہیں ہے۔ وہ قصر شاہی میں گیا۔ چونکہ وہ راجکماری کا منگیتر تھا۔ اس لیے راج محل میں جانے میں اس کی روک ٹوک نہ ہوتی تھی۔

جب وہ محل کے اندر داخل ہوا تو اتفاق سے اس نے چندر موہنی کو جاتے ہوئے دیکھا راجکماری کے ساتھ اس کی چند سہیلیاں اور چند کنیزیں تھیں۔

سکھ دیو تیزی سے بڑھ کر چندر موہنی کے پاس جا پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی سہیلیوں اور کنیزوں نے اس کی تعظیم کے لیے سر جھکا دیا اور سکھ دیو کا سر بلا عزم و ارادہ کے خود بخود چندر موہنی کی تعظیم کے لیے جھک گیا۔

اس وقت چندر موہنی پیازی رنگ کی ریشمین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ کانوں میں ڈر نا ہوار کے گوشوارے پہنے تھی۔ نہایت حسین معلوم ہو رہی تھی۔ وہ کھڑی ہو گئی اور اس کی شان سے نسوانی حسن ٹپکنے لگا۔ سکھ دیو پر اس کا رعب حسن اس قدر پڑا کہ چند لمحے تو وہ ساکت رہا مدہوش کھڑا اس حور زاد کو دیکھتا ہی رہا۔ آخر اس نے مسکراتے ہوئے کہا "معاف کرنا آپ کی خدمت......

Marfat.com

میں زرا نہ چلا آیا۔

چندر موہنی نے ہوشربا نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور ترنم زیر لہجہ میں کہا۔ "شاید کوئی ضروری کام ہوگا"

سکھ دیو نے جلدی سے کہا جی ہاں بڑا ضروری۔ میں مہا گرو جی سے ملنے آیا ہوں۔

چندر موہنی — وہ سومنات جی گئے ہیں اور ابھی اپنی قیام گاہ پر آئے تھے۔

سکھ دیو — کیا آپ تنہائی میں میری دو باتیں سنیں گی۔

چندر موہنی — اس وقت مجھے فرصت نہیں ہے۔

سکھ دیو — پھر میں کس وقت حاضر ہوں۔

چندر موہنی — مہا گرو جی سے دریافت کر لیجیے۔

سکھ دیو — بہتر ہے۔

وہ دل برداشتہ ہو کر واپس لوٹا اور چندر موہنی اپنے حسن سے فضا کو منور اور معطر کرتی آگے بڑھ گئی۔

سکھ دیو جانتا تھا کہ دھرمپال محل کے کس گوشہ میں مقیم رہتے ہیں۔

وہ تیزی سے چل کر وہاں پہنچا۔ اس وقت دھرمپال کے پاس اس کے خاص چیلوں میں سے تین چیلے بیٹھے تھے۔ سکھ دیو نے جا کر انہیں سلام کیا اور جھک کر ان کے قدم چھو کر اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھے۔ دھرمپال نے اسے دعا دی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ ادب سے ایک طرف بیٹھ گیا۔

دھرمپال نے اس سے پوچھا "کس لیے آئے ہو راجکمار۔ سکھ دیو نے بلا کسی تمہید کے جواب دیا۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے یہ بات دریافت کروں۔ آپ نے راج کماری کی شادی کا التوا کیوں کرا دیا؟

دھرمپال — اس لیے کہ ملک پر جنگ کے بادل چھا گئے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ یہ طوفان کیا رنگ لائے۔ شادی اور بیاہ امن اور امان و سکون کی حالت میں کیے جاتے ہیں

سکھ دیو — لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی اور بھی مصلحت ہے۔

دھرمپال — تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔

سکھ دیو — کیا مصلحت ہے۔

دھرمپال — صاف ہی سننا چاہتے ہو تو سنو۔ راجکماری سے تمہاری شادی نہیں ہو سکتی

سکھ دیو کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا کیوں؟

دھرمپال ــــ اس کی وجہ تمہیں چند روز میں خود ہی معلوم ہو جائے گی۔

سکھ دیو ــــ مگر میں سمجھتا ہوں کہ مہاراجہ ہمارے خاندان کی توہین کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔

دھرمپال ــــ یہ میں بھی جانتا ہوں۔ خاندان انہلواڑہ کی توہین کی جرأت نہیں کی جا سکتی لیکن بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ . . . . . .

سکھ دیو نے قطع کلام کر کے گستاخانہ لہجہ میں کہا۔ میں ایسی مجبوری کو جانتا ہوں۔ راج کماری کو ایک ترک ہارون نامی سے محبت ہو گئی ہے . . . . . .

دھرمپال اس بات کو سن کر زور سے چونکے۔ سکھ دیو نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا آپ راجکماری کے گرد ہیں۔ شاید سومنات کو لیکش محمود کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آپ چندر موہنی کو مسلمانوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

دھرمپال کو غصہ آ گیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ انہوں نے غضب ناک لہجہ میں کہا تم جانتے ہو۔ راج کمار کہ تم میری اور مہاراجہ کی دونوں کی توہین کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس توہین کا نتیجہ کیا ہو گا۔

سکھ دیو نے جرأت کر کے کہا۔ میں آپ کے اس اثر و رسوخ کو جانتا ہوں جو آپ کا راجاؤں میں ہے اور یہ کہنے پر تیار ہوں کہ آپ کا ادنیٰ اشارہ خانہ جنگی کرا دے گا۔

دھرمپال ــــ تم جانتے ہو تو اپنی زبان بند رکھو۔ تم راجکماری کو بھول جاؤ اور میں اس بات کو بھول جاؤں گا کہ تم نے میری اور مہاراجہ کی توہین کی تھی۔

سکھ دیو نرم پڑ گیا۔ ساتھ ہی اس کی نگاہوں سے بیتابی اور بیکسی کی علامتیں ظاہر ہو گئیں اس نے عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ مگر . . . . . . مہا گرو جی!

مجھے راجکماری سے محبت ہے اور اس محبت ہی کی بدولت مجھ سے گستاخی ہوئی ہے۔ معاف فرما دیجئے۔

دھرمپال ــــ میں اس ناخوشگوار گفتگو کا تذکرہ کسی سے نہ کروں گا اور اس بات کو میری التفات سے معاف سمجھو۔

سکھ دیو ــــ میں آپ کا مشکور ہوں۔

Marfat.com

دھرم پال تم چندر بھاگ سے واقف نہیں ہو راجکمار بالا مجھے سنو! اس کی زندگی کے ساتھ ایک راز وابستہ ہے۔ جس کا انکشاف عنقریب ہونے والا ہے۔ میرا خیال ہے اس راز کے کھلنے پر دنیا حیران رہ جائے گی۔

سکھ دیو نے اس گفتگو پر کوئی توجہ نہیں کی اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

سومنات

چونکہ رات کے وقت مہانا غسل دیا جانے والا تھا اس لیے سومنات کی زیارت کرنے والے نزدیک و دور سے آئے تھے۔ کچھ تو ان زائرین کا مجمع ہو گیا تھا۔ کچھ امدادی لشکر اور آ گیا تھا۔ اس لیے تعلقہ شہر اور مندر میں لوگوں کی گہما گہمی ہو گئی تھی۔ بازار سجائے گئے تھے دوکانیں آراستہ کی گئی تھیں۔ ہر بازار لوگوں سے بھر گیا تھا۔ عورتیں اور مرد لڑکے اور نوجوان لڑکیاں دوش بدوش آ جا رہے تھے۔ گرہ کٹوں اور اوباش لوگوں کی بن آئی تھی اور انہوں نے نہایت ہوشیاری سے متمول آدمیوں کی جیبوں پر ڈاکے اور عورتوں کے زیور اپنی حکمت عملی سے اتارنے شروع کر دیتے تھے۔ بعض بدمعاش بھیڑ میں گھس کر عورتوں کو چھیڑنے اور پریشان کرنے لگے تھے۔ یہ غنڈہ قسم کے شہری نوجوانوں اور جرائم پیشہ تجربہ کار مجرموں کا حال تھا۔

کوئی راجپوت بھی اس غنڈہ پن میں شریک نہ تھا۔ وہ بلند سپاہی اور دھک و قوم کے فدائی تھے۔ سادہ دل اور سادہ مزاج تھے یا تو بے مدعا بازار کی سیر کر رہے تھے یا خرید و فروخت میں مشغول تھے۔

برہمن ان زائرین کو بہلانے اور لوٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جو پہلی مرتبہ سومنات میں آئے تھے اور بھولے اور مالدار تھے۔

وہ لوگ جو بڑی عقیدت سے سومنات بت کی زیارت کرنے اور مہانا غسل میں شریک ہونے کے لیے آتے تھے۔ مندر کے وسیع احاطہ میں ٹھہر گئے تھے۔

مندر کا احاطہ نہایت وسیع تھا۔ اس قدر وسیع کہ اس میں بیک وقت ایک لاکھ آدمی بافراغت آ سکتے تھے اور مندر کے احاطہ کی چار دیواری نہایت بلند اور مضبوط تھی۔

یہ مندر نلکہ کے پیچھے عین سمندر کے کنارہ پر واقع تھا۔ اس کا جنوبی پشتہ سمندر کے پانی میں

Marfat.com

کھڑا تھا اور اس طرف جو عمارتیں بنی ہوئی تھیں ان کی کھڑکیاں اور جھروکے سمندر کی طرف کھلتے تھے۔
اس طرف عوام الناس کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ مہاراجہ سومنات کے خاندان کے مرد، عورتیں، کنیزیں اور راجکماری کی سہیلیاں آتی تھیں کبھی کبھی مہاراجہ کی اجازت سے دوسرے راجاؤں کے خاندانی لوگ بھی آجاتے تھے۔

جب اس طرف کی کھڑکیاں جھروکے کھول دیئے جاتے تھے۔ تو سمندر کا نیلگوں پانی حدِ نگاہ تک پھیلا نظر آتا تھا۔ وہاں تک جہاں سمندر افق سے بغل گیر ہوتا تھا۔ چونکہ نظارہ بے حد دلچسپ ہوتا تھا۔ اس لیے اس طرف آنے والے اس دل کش نظارہ کی دید میں محو ہو جاتے تھے۔
مندر کے مشرق میں گنجان جنگلات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اکثر لوگ سبزہ دوستی اور گرم ہوا سے بچنے کے لیے اس جنگلات میں ہی ڈیرے جما لیتے تھے اور چند روز کے لیے اس جنگل میں بھی منگل ہو جاتا تھا۔

شام کے وقت سکھ دیو اپنے لشکر کے پانچ سو آدمیوں کے ساتھ آکر جنگل میں گھس گیا اور انہیں درختوں کے پیچھے چھپا کر تنہا درختوں کی گلی نما تنگ راہوں سے گزرنے لگا۔ اس نے اپنی بہن کامنی سے ملنے کا وعدہ یہیں کیا تھا۔

اس گنجان جنگل میں لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے بہت سی گلیاں سی بن گئیں تھیں۔ سکھ دیو ان گلیوں میں چکر کاٹتا رہا۔ چونکہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بچنا بھی چاہتا تھا۔ اس لیے جب کسی گروہ کو آتے دیکھتا تو چھوٹے درختوں کے جھنڈ میں گھس جاتا اور اس وقت تک باہر نہ نکلتا جب تک گلی صاف نہ ہو جاتی اور آنے والے چلے نہ جاتے۔

اس وقت اس نے بالکل سادہ کپڑے پہن رکھے تھے راجکمار ہونے کی علامت اس کے جسم پر نہ تھی۔ اسے زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا۔ اس کی بہن کامنی چند لڑکیوں کے ساتھ وہاں آگئی اور لڑکیاں پیچھے رہ گئیں اور کامنی بڑھ کر سکھ دیو کے پاس آگئی۔
سکھ دیو نے بے صبری کے انداز میں کہا۔ "بہت دیر لگا دی کامنی! کیا چندر موہنی مندر میں آگئی؟"

کامنی نے جواب دیا۔ ہاں آگئی۔ اس کے ساتھ آنے ہی میں تو مجھے دیر ہو گئی۔
سکھ دیو کے چہرہ سے مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس نے دریافت کیا۔ کس قدر سپاہی اس کے ساتھ آئے ہیں۔

Marfat.com

کامنی نے جواب دیا۔ بہت کم۔ صرف پچاس ہیں۔

سکھ دیو ——— میرے ساتھ پانچ سو آدمی ہیں۔ لیکن کامنی کیا تو اسے رات کے وقت اس طرف۔ نہیں لا سکتی۔

اس وقت ان کے قریب ہی دوسری گلی میں کسی کے قدموں کی ہلکی چاپ ہوئی۔ لیکن یہ دونوں گفتگو میں محو تھے۔ انہوں نے نہیں سنا۔ کسی نے انہیں جھانک کر دیکھا۔ دو تیز آنکھیں گھورتی ہوئی نظر آئیں۔

کامنی ——— میں یہ چاہتی ہوں کہ اس معاملہ میں میری شرکت ظاہر نہ ہو۔

سکھ دیو ——— نہیں کامنی تو چندر موہنی کو اس طرف لانے کی کوشش کر۔

کامنی ——— اچھا میں کوشش کروں گی لیکن مجھے امید نہیں کہ وہ رات کے وقت گنجان جنگل کی طرف آنے کی جرأت کرے۔

سکھ دیو ——— اگر نہ جائے گی تو میں پھر دوسری تجویز پر عمل کروں گا۔

کامنی ——— اچھا اب مجھے جانا چاہیئے۔

سکھ دیو ——— ہاں جا اور نہایت ہوشیاری سے اس کام کو انجام دے۔

کامنی چلی گئی۔ سکھ دیو بھی گلیوں میں سے نکل کر مندر کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت مندر کی چوٹی اور اس کے سنہرے کلس پر آفتاب اپنی آخری طلائی کرنیں ڈال رہا تھا۔ جس سے مندر کے سفید مخروطی مینار پر سنہرا غازہ بکھر گیا تھا اور کلس میں آنکھوں کو چکا چوند کرنے والی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

جب وہ مندر کے دروازہ میں داخل ہوا۔ تو آفتاب غروب ہو رہا تھا اور پنڈے مندر کے وسیع احاطہ میں روشنی کرتے پھر رہے تھے۔

دو ہزار پنڈے تھے۔ سارے صحن میں بکھرے ہوئے تھے۔

چونکہ پوجا کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اس لیے ہر پنڈا عجلت میں تھا۔ مندر کا صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

مندر کی وہ عمارت بھی جس میں سومنات کا بت تھا۔ نہایت وسیع تھی۔ اس کے کئی درجے تھے اور ہر درجہ نہایت بلند اور کشادہ تھا۔ چھپن ستونوں پر یہ عمارت استادہ تھی اور ہر ستون میں مرصع جواہرات جڑے ہوتے تھے۔

Marfat.com

سومنات کا بت سب سے آخری درجہ میں تھا۔ وہاں تک باہر کی روشنی نہ جاتی تھی۔ نہ اندر روشنی کی جاتی تھی۔ بلکہ جواہر اور الماس جو در و دیوار اور چھتوں میں جڑے ہوئے تھے اور لعل و شب چراغ جو قندیلوں میں نصب تھے۔ ان کی جوت اور جگمگاہٹ سے دن رات وہاں کافی روشنی رہتی تھی۔ اس قدر کہ بعض روشن کی روشنی اس کے سامنے پھیکی تھی۔

سومنات کا بت پانچ گز لمبا تھا اور ایک اونچے چبوترہ پر نصب تھا دو گز چبوترہ کے اندر تھا اور تین گز چبوترہ کے باہر تھا۔ ایسا۔۔۔۔ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ایک ہی پتھر کو تراش کر اس بت کو بنایا گیا ہو۔ کیونکہ اس میں کہیں جوڑ نظر نہ آتا تھا۔ٰ بت کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور اس کی دونوں آنکھوں میں دو بڑے بڑے لعل اس صنعت سے جڑے گئے تھے۔ جو پتلیاں معلوم ہوتے تھے اور ان سے ایسی تیز چمک نکلتی تھی جو دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔

اس عمارت کے سب سے پہلے درجہ میں سونے کی بھاری زنجیر لٹک رہی تھی۔ جس کا وزن دو سو من تھا۔ اس زنجیر میں سونے اور چاندی کے سینکڑوں گھنٹے اور گھڑیالیں لٹک رہی تھیں اور باریک سونے کی زنجیروں کا جال ہر درجہ میں تنا ہوا تھا۔ ان زنجیروں میں چھوٹی چھوٹی سینکڑوں سونے کی گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ یہ تمام زنجیریں موٹی زنجیر میں پیوست تھیں۔ جب پوجا کا وقت ہوتا تھا۔ یا بت کو غسل دیا جاتا تھا۔ تو سو پنڈے مل کر سونے کی بھاری زنجیر کو کھینچتے تھے۔ جس سے تمام گھنٹیاں گھنٹے اور گھڑیالیں بجنے لگتے تھے اور میلوں تک ان کی پرشور آواز گونج جاتی تھی۔ لوگوں کو اس آواز سے معلوم ہو جاتا تھا کہ پوجا کا وقت آگیا یا اب بت کو غسل دیا جانے والا ہے۔

چنانچہ جب کسی قدر اندھیرا پھیل گیا اور چاند افق مشرق سے نکل کر جھانکنے لگا۔ تو سو پنڈوں نے ملکر موٹی زنجیر کو کھینچنا شروع کیا۔ تمام گھنٹیاں۔ سارے گھنٹے اور کل گھڑیال بڑے شور کے ساتھ بجنے لگے۔ ان کی پرشور آواز سے تمام مندر اور مندر کا وسیع احاطہ گونج اٹھا قلعہ۔ جنگل اور سمندر میں دور تک یہ آواز پھیل گئی۔

ل از تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۲۸۷

ٰ ہم نے مندر اور بت کی جو کیفیت اس باب میں قلم بند کی ہے وہ شرح تاریخ ہندوستان اور تاریخ فرشتہ میں لکھی ہوئی ہے۔ صادق۔

Marfat.com

جو لوگ مندر میں جمع تھے۔ وہ مودب کھڑے ہو گئے اور جو باہر تھے۔ وہ دوڑ دوڑ کر احاطہ کے اندر آنے لگے۔ عورتیں، مرد اور بچے بے شمار جمع ہو گئے۔

گھنٹوں اور گھڑیالوں کی آواز گونج رہی تھی۔ لوگ نہایت خاموشی سے کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ اس وقت سب کے منہ اس عمارت کی طرف تھے۔ جس کے اندر سومنات کا بت تھا، چونکہ سب اس کے عقیدت کیش تھے۔ اس لیے سب کے دلوں میں شردہا (عقیدت) کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔

چاند بتدریج بلند ہو رہا تھا اور جوں جوں اس کی ترچھی شعاعیں سیدھی ہوتی جاتی تھیں مندر کے صحن میں چاندنی کی سفید نورانی چادر بچھتی جاتی تھی۔

جو لوگ مندر کی خاص عمارت سے دور تھے انہیں افسوس ہو رہا تھا کہ صبح ہی سے کیوں نہ آ گئے جس سے سومنات کے درشن بھی ہو جاتے اور اس کے غسل کا پانی بھی مل جاتا۔

ہندو اس پانی کو بڑا متبرک سمجھتے تھے۔ جو سومنات کا غسل ہونے پر نالیوں میں بہ کر آتا تھا۔ اس پانی کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہونے دیا جاتا تھا۔ اس کی ایک ایک بوند عقیدت مند ہندو چاندی اور دوسری دھاتوں کی لٹیوں میں بھر لیتے تھے۔ لیکن انہیں اس پانی کے حاصل کرنے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑتی تھی اور پنڈوں کو دان (خیرات) کی صورت میں کثیر رقمیں بھی دینی ہوتی تھی۔

سنا ہے مسلمانوں نے بھی اکثر مزارات میں قبروں کو غسل دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور جاہل یا کمزور ایمان کے مسلمان اس غسل کے پانی کو مقدس تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں اور پیتے ہیں۔ بیماروں کو پلاتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس سے بیمار اچھا ہو جائے گا یا تندرست آدمی پی لے گا تو اسے کوئی بیماری نہ ہو گی۔

یہ جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم مسلمانوں نے ہندوؤں سے حاصل کی ہیں اور اکثر سجادہ نشین جو مذہب و ملت سے ناواقف ہوتے ہیں یا اپنی دوکانداری کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسی نامشروع باتیں کرتے ہیں۔

تعجب اور افسوس ہے کہ مسلمان جو توحید کا علمبردار اور مشرکانہ رسوم کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کا ٹھیکہ دار ہے۔ اس بدعت اور شرک میں مبتلا ہے۔

اسلام کی بنیاد توحید پر قائم ہے اور توحید کی تعلیم قرآن شریف دیتا ہے مسلمان خدا کے

Marfat.com

بزرگ کے اس کلام مقدس کا امین ہے۔ قرآن شریف میں وہ تمام باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ جو مسلمانوں کو کرنی اور جو نہ کرنی چاہئیں۔ کہیں قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ مزارات کو غسل دو اور قبروں کو نہلاؤ اور اس کا پانی پیو یا استعمال کرو۔

مسلمانو! یہ شرک ہے۔ اس سے بچو۔ توبہ کرو۔ جواب سمجھ لو کہ قیامت کے روز اس شرک کا جواب دینا ہوگا اور مشرک ہرگز نہ بخشا جائے گا۔

پنڈے زور زور سے زنجیروں کو کھینچ رہے تھے۔ گھنٹوں اور گھنٹیوں کی آواز گونج رہی تھی۔ عوام الناس کو معلوم ہو گیا تھا کہ سومنات کو غسل دیا جانے والا ہے۔

جس روز سومنات کو غسل نہ دیا جاتا تھا۔ اس روز دن چھپتے ہی اس کی پوجا شروع ہو جاتی تھی۔ لیکن جس روز غسل دیا جاتا تھا۔ اس روز پوجا کے وقت یعنی دن چھپتے ہی غسل کا اہتمام ہوتا تھا اور غسل سے فراغت کے بعد پوجا ہوتی تھی۔

گھنٹوں کی پرشور آواز گونج رہی تھی کہ دفعۃً سومنات کی جے کا نعرہ بلند ہوا۔ لوگ ابھر کر نعرہ لگانے والوں کو دیکھنے لگے۔

Marfat.com

چھٹا باب

نظارۂ غسل

اس وقت چاند کافی بلند ہو چکا تھا۔ مندر کے تمام صحن میں چاندنی نے سفید چادر بچھا دی تھی۔ آسمان سے زمین تک نور کی بارش ہو رہی تھی۔ مندر کی سفید مخروطی لاٹ چاندنی میں ایسی معلوم ہو رہی تھی۔ جیسے دودھ میں نہا رہی ہو۔

تمام زائرین پر چاندنی بکھر رہی تھی۔ چونکہ سب نے سفید یا رنگ دار اچھے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس لیے ان کے لباس بھی چاندنی میں نہا رہے تھے۔

خصوصاً عورتوں اور نوخیز لڑکیوں کے لباس اور قیمتی زیورات جگمگا رہے تھے۔ ان کی صورتیں بھی دلفریب معلوم ہو رہی تھیں۔

اس وقت چندر موہنی اپنی قیام گاہ سے مندر میں داخل ہونے کے لیے چل پڑی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی پری جمال سہیلیوں اور چنچل کنیزوں کا لشکر تھا۔ کئی سپاہی بھیڑ کو چیر کر راستہ بناتے ہوئے آگے جا رہے تھے۔

جس شخص کو معلوم ہو جاتا کہ راج کماری آ رہی ہے۔ وہ خود ہی دب جاتا اور جب راج کماری قریب آتی تو وہ اس کی تعظیم کے لیے جھک جاتا۔ عورتیں اور لڑکیاں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام (سلام) کرتیں۔

اس وقت چندر موہنی سیاہ ریشمین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ جس کے حاشیوں پر سنہری بیل لگی ہوئی تھی۔ جواہرات کے ہار پہنے تھی۔ کانوں میں آبدار موتیوں کے گوشوارے تھے جواہرات کی ضو نے چاندنی میں مل کر اس قدر چمک پیدا کر دی تھی۔ جس سے اس کے آتشیں رخسارے دمکنے لگے تھے اور آسمانی چاند کے سامنے زمین پر بھی ایک چاند چلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی سہیلیاں بھی زرق برق پوشاکیں اور آبدار موتیوں کے زیورات پہنے تھیں۔

Marfat.com

وہ بھی چاند کے ٹکڑے معلوم ہو رہی تھی۔ خصوصاً کاسنی نہایت ہی حسین و جمیل نظر آ رہی تھی۔

کنیزیں بھی حسب حیثیت اچھا لباس پہنے تھیں اور وہ بھی کافی خوب صورت معلوم ہوتا تھا۔ جیسے پریاں چلی جا رہی ہوں۔ لوگ اس وقت تک معروف نظارہ رہتے تھے۔ جب تک وہ یا ان کے لباس نظر آتے رہتے تھے۔

لوگ چندر موہنی کو دیکھنے کے لیے ہمہ تن شوق بن جاتے تھے۔ لیکن جب وہ سامنے آتی تھی تو ان کی نگاہیں کچھ رعب حسن اور کچھ رعب امارت سے خود بخود جھک جاتی تھیں اور وہ پیکر نوران کے پاس نہایت آہستگی اور سبک خرامی سے گزر جاتی تھی۔

جس وقت چندر موہنی بت کو دیکھنے کے لیے اندر داخل ہوئی۔ اسی وقت سومنات کی جے کا نعرہ بلند ہوا۔ یہ نعرہ ان برہمنوں نے لگایا تھا۔ جو اپنے کندھوں پر گنگا جل لیے چلے آ رہے تھے۔ یہ تقریباً ڈیڑھ سو برہمن تھے۔ ہر برہمن کے کندھے پر چھوٹی سی بہنگی رکھی تھی۔ جس میں دو دو چاندی کی صراحیاں تھیں اور ان صراحیوں میں گنگا کا پانی تھا۔

ان برہمنوں کو آتے ہوئے دیکھتے ہی لوگوں نے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے چل کر صحن کو عبور کر کے مندر کے اندر داخل ہوئے۔

پانی لینے کے لیے مہا پجاری چاندی کی کھڑاویں پہن کر پنڈتوں کی فوج کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ پنڈتوں نے ہاتھوں ہاتھ پانی لیا اور سومنات کی طرف بڑھے۔

اب زنجیر کھینچنی بند کر دی گئی اور گھنٹوں کی پر شور آواز بند ہو گئی۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب غسل کا اہتمام شروع ہو گیا۔

پنڈتوں نے چاندی کے بڑے کلسوں (گھڑوں) میں پانی چھان چھان کر بھرنا شروع کیا۔

اس وقت پچھلے بڑے ہال میں سے تقریباً تین سو سازندے اپنے اپنے ساز لے کر آ گئے اور سب سے پہلے درجہ میں نہایت ادب سے بیٹھ کر ساز بجانے لگے۔

ان تمام سازوں کی ہم آہنگی سے عجب سرور انگیز آواز بلند ہوئی جس نے سننے والوں کو مسحور کر دیا۔

کچھ دیر تک باجے بجتے رہے اور لوگ ان کی لے کے سرور کیف میں غرق رہے جب دفعتاً انہوں نے سازوں کو بجانا بند کر دیا تو ایک مرتبہ پھر خاموشی چھا گئی۔

اسی خاموشی کے عالم میں پانچ سو نو عمر دوشیزہ پری جمال لڑکیاں اسی ہال سے برآمد

Marfat.com

ہوئیں۔ جس سے سازندے آئے تھے۔

یہ تمام لڑکیاں نہایت خوشنما لباس اور آبدار جواہرات کے زیورات پہنے تھیں۔ چونکہ سب خوبرو تھیں۔ اس لباس اور ان زیورات میں اور بھی خوب صورت معلوم ہو رہی تھیں۔

یہ پری جمال لڑکیاں سومنات مندر کی داسیاں تھیں ان میں زیادہ خوش جمال دوشیزائیں امیر گھرانوں کی لڑکیاں تھیں۔ بعض مہ پارہ راجکماریاں تھیں۔

جو لڑکی کسی مندر کی داسی بنائی جاتی تھی۔ وہ شادی نہیں کر سکتی تھی۔ مذہبی قانون انہیں ازدواجی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ ان میں جو نیک اور صاحب عصمت ہوتی تھیں وہ تو اپنے جذبات پر قابو پا کر جوانی دیوانی کے پر آشوب عالم کو نیک نامی کے ساتھ گزار دیتی تھیں اور جب وہ عمر کی پختگی کو پہنچتی تھیں اور حسن و شباب کی روان پر سے گزر جاتی تھیں۔ تو وہ جوگنیں بن جاتی تھیں۔ لیکن جو جوانی کے جذبات کی رو میں بہہ جاتی تھیں۔ وہ کسی پنڈت یا سازندے سے تعلق پیدا کر کے گناہ و عصیان کے بحر عمیق میں گر جاتی تھیں اور جب گناہ کا ثمر ظاہر ہوتا تھا۔ تو یا تو خودکشی کر لیتی تھیں۔ یا کسی کے ساتھ بھاگ جاتی تھیں۔ کبھی کبھی مندر کے پشت کی طرف سمندر میں نوجوان لڑکیوں کی لاش تیرتی نظر آتی تھی۔ جسے نہایت خاموشی سے نکال کر جلا دیا جاتا تھا۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ تمام داسیوں کے ہر قسم کے اخراجات مندر سے ادا کیے تھے۔ عمدہ لباس اور قیمتی زیورات ان کے لیے مہیا کیے جاتے تھے۔

سومنات مندر کے متعلق دو ہزار گاؤں وقف تھے۔ ان مواضعات کی آمدنی زیادہ تر پنڈتوں سازندوں اور داسیوں پر ہی صرف کی جاتی تھیں یا ان برہمنوں کو بھی اس میں سے بھاری تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

جو روزانہ چھ سو میل سے گنگا کا پانی سومنات کے غسل کے لیے لاتے تھے۔

داسیوں نے آتے ہی گروہ گروہ ہو کر ناچنا شروع کر دیا۔ سازندوں نے پھر ساز بجانے شروع کیے۔ پھر ان کی پر کیف آواز فضا میں ترنم پیدا کرنے لگی۔

داسیوں کو بہترین قسم کے ناچ سکھائے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے ناچ سے دیکھنے والوں کو حیران کر دیا۔

ناچنے کے بعد انہوں نے گانا شروع کیا۔ سب خوش آواز اور فن موسیقی سے ماہر تھیں ایسے لہجہ میں گانا شروع کیا جسے سن کر لوگ مسحور ہو گئے۔ فضا میں ترنم ہی ترنم پھیل گیا۔

Marfat.com

کیف و سرور کی بارش ہونے لگی۔ در و دیوار سے نغمے پھوٹ نکلے اور سامعین کی روحیں موسیقی کے سمندر میں بہ گئیں۔

ان کے گیت کا مفہوم یہ تھا۔ اے وہ جس کی عبادت کے لیے سمندر[له] رات کو ابھرتا ہے۔ جس کے پوترا استھان میں مردوں کی روحیں جون بدلنے کی اجازت لینے آتی ہیں۔ جس کی طرف آسمان سے چاند سورج اور تارے جھانکتے ہیں نہایت ہی مبارک ہے اور وہ جو اس مہادیوتا کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ وہ جو درشن کر کے شام کام واپس جاتے ہیں۔

وہ جو حسن عقیدت سے تیرے چرنوں (قدموں) میں سر جھکاتے ہیں وہ بھی مبارک ہیں۔ آج کیسی خوش گوار رات ہے۔ پورنماشی کا چاند پوری آب و تاب سے نکلا ہوا نور کی بارش کر رہا ہے۔

آسمان سے زمین تک نور بکھرا ہوا ہے۔ تیرے سیوکوں (خادماؤں) عقیدت مندوں اور پجاریوں پر نور برسا رہا ہے۔ وہ بھی نہایت ہی مبارک ہیں۔

ہم تجھے غسل دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ گنگا جل میں تجھے۔ اشنان کرائیں گے تو ہماری تمنائیں پوری کر۔ ہمارے دکھوں کو مٹا غموں کو ہٹا خوشی سے نہال کر۔ ہم پر مسرت و شادمانی کی بارش کر۔

یہ گیت گا کر تمام داسیاں سر جھکا جھکا کر کھڑی ہو گئیں۔

اب پنڈتوں کی فوج آگے بڑھی اور انھوں نے غیر مفہوم زبان میں کچھ پڑھنا شروع کیا۔ مہا پجاری بھی ان کے درمیان میں آنکھیں بند کیے پڑھ رہا تھا۔ تمام پنڈتوں کی داڑھیاں لمبی اور گنجان تھیں۔ چونکہ وہ مختلف عمروں کے تھے۔ اس لیے داڑھیوں کے رنگ بھی مختلف تھے۔ کسی کی سیاہ داڑھی تھی۔ کسی کی کھچڑی اور کسی کی سفید۔

چندر موہنی سہیلیوں اور کنیزوں کے جھرمٹ میں ایک طرف کھڑی دیکھ رہی تھی۔

اگرچہ اس کمرہ میں جس میں سومنات کا بت تھا بالکل ہی روشنی کا انتظام نہ تھا۔ لیکن جواہرات

له ہندوؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ سمندر میں جوار بھاٹا (مد و جزر) نہیں۔ بلکہ سمندر رات کے وقت جوشش عقیدت سے ابھر کر سومنات کی پرستش کرتا ہے۔ از تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۲۸۴ صادق صدیقی۔

Marfat.com

اور لعلوں کی ضو سے اس قدر روشنی ہو رہی تھی کہ دن سا نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

پنڈوں نے تھوڑی دیر گنگنا کر چاندی کے کلسے اٹھائے کئی پنڈے اس چبوترہ پر چڑھ گئے جس پر سومنات کھڑا تھا اور انہوں نے باقاعدہ اسے غسل دینا شروع کیا۔

پانی لینے کے لیے کش مکش شروع ہوئی۔ آدمی پر آدمی گرنے لگا ادھر پنڈوں نے پانی پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ لوگوں نے ان کی خوشامدیں کرنی اور انہیں خیرات کے بہانہ سے رشوتیں دینی شروع کیں۔

تھوڑی دیر بعد میں غسل ہو گیا اور مہا پجاری نے ناقوس پھونکا۔ ناقوس کی آواز سنتے ہی تمام لوگ سیدھے کھڑے ہو گئے اور جب ناقوس بند ہوا تو جو شخص جس جگہ عمارت کے اندر یا صحن میں کھڑا تھا وہیں سجدہ میں گر گیا۔ اس طرح سومنات کی عبادت بھی ختم ہوئی اور اب لوگ مندر میں سے نکل نکل کر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف جاتے لگے۔

تائیدِ غیبی

چونکہ مندر کے اندر تقریباً ساٹھ ستر ہزار آدمی تھے۔ اس لیے انہیں واپس جانے میں کافی عرصہ لگ گیا۔

جب کچھ بھیڑ کم ہوئی تب چندر موہنی کے مہا پجاری نے اس کی چاندسی پیشانی پر تلک لگایا۔ راجکماری نے اپنے گلے سے ایک موتیوں کا ہار اتار کر مہا پجاری کی نظر کیا۔ اس ہار کی قیمت چار پانچ ہزار روپے سے کم نہ تھی۔

مہا پجاری نے ہار لے کر اسے دعا دی اور اس کی ضوفشاں چہرہ کی طرف ٹکٹکی لگادی۔

چندر موہنی نے اسے تیز نظروں سے اپنے رخ تاباں کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا۔ وہ شرما گئی۔ اس کے بعد کامنی بڑھی۔

مہا پجاری نے اس کی پیشانی پر بھی ٹیکا لگایا۔ اس نے بھی موتیوں کی ایک مالا بھینٹ میں دی۔

کامنی کے بعد چندر موہنی کی تمام سہیلیوں نے مہا پجاری سے ٹیکہ لگوایا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ دیا۔

Marfat.com

اس ایک ہی دن میں مجموعی طور پر مہا پجاری کو دس بارہ ہزار روپے کی مالیت کا سامان مل گیا۔
کینزوں کے پنڈتوں نے ٹیکے لگائے اور انہیں بھی دان کے طور پر کچھ نہ کچھ مل گیا۔
اب چندر موہنی چلی۔ جب وہ صحن میں آئی تب کامنی نے سرگوشی کے لہجہ میں چندر موہنی سے کہا
"کیا آپ اس جنگل تک تنہا چلنے کی جرأت کر سکتی ہیں۔
چندر موہنی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا اس وقت"
کامنی ــــ ہاں اس وقت۔
چندر موہنی ــــ کس لیے۔
کامنی ــــ ایک جوگن آپ سے ملنا چاہتی ہے۔
جوگن مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ چندر موہنی نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا اور فوراً ہی اسے خیال ہوا کہ کہیں شوبھا دیوی تو نہیں آگئی ہے۔
وہ شوبھا دیوی سے ملنا چاہتی تھی۔ اس سے یہ بات معلوم کرنے کے لیے کہ اگر وہ راجکماری نہیں ہے تو پھر کون ہے۔
جب سے شوبھا دیوی نے اسے بتایا تھا کہ وہ راجکماری نہیں ہے۔ اس وقت سے اس کے دل میں یہ بات معلوم کرنے کی خلش پیدا ہو گئی تھی کہ وہ پھر کون ہے اور کیوں سومنات کے مہاراجہ نے اسے اپنی بیٹی بنا کر پرورش کیا ہے۔
کامنی کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ وہ شوبھا دیوی جوگن سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ اس نے جوگن کے ملنے کا بہانہ اس لیے کیا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ چندر موہنی جوگنوں سے عقیدت رکھتی ہے۔ وہ اس سے ملنے کے لیے جنگل میں جانے پر رضامند ہو جائے گی۔
لیکن جب چندر موہنی نے حیرت ناک لہجہ میں اس سے دریافت کیا۔ جوگن مجھ سے ملنا چاہتی ہے؟" تو اسے شک ہوا کہ ضرور کسی جوگن سے چندر موہنی کے رازدارانہ تعلقات ہیں، اس نے کہا۔ میں شام کے وقت بے مدعا جنگل کی طرف چلی گئی تھی۔ اس خیال سے کہ اس جنگل میں ایسے سادھو اور ایسی جوگن مل جاتی ہیں۔ جو ہر وقت پرماتما (خدا) کی یاد میں محو و مصروف رہتی ہیں شاید ان میں سے کوئی مجھے بھی مل جائے ۔۔۔۔۔۔"
"چندر موہنی نے مسکرا کر کہا۔" اور اس سے اپنی شادی کے متعلق کچھ دریافت کر سکے۔"
کامنی شرما گئی۔ وہ حسین بھی تھی اور معصوم بھی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی بھولی صورت دیکھ کر کوئی

Marfat.com

بھی یہ بات نہ سمجھ سکتا تھا کہ وہ چالاک بھی ہے۔

کامنی نے اپنی شرمیلی نظریں اُٹھا کر کہا، "راجکماری اپنی نہیں البتہ تمہاری شادی کے متعلق ضرور دریافت کرنا چاہتی تھی۔

چندر موہنی نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ کامنی! کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ جب سے سلطان محمود کے حملہ کی خبر سنی ہے۔ دل کچھ بے چین رہتا ہے۔

کامنی —— بے چینی اور پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں راج کماری جی کہ سومنات جی کے فدائیوں کا کس قدر لشکر جمع ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں تو جب اس ملیکش راجہ (سلطان) کو اس لشکر کی فراہمی کا حال معلوم ہوگا۔ تو وہ یہاں آنے کی جرات ہی نہ کرے گا۔

چندر موہنی —— میں بھی اس خیال سے اپنے دل کو تسلی دینا چاہتی ہوں۔ لیکن نہیں ہوتی۔ مہارا جہ اور مہارانی بھی سخت متفکر اور بہت زیادہ پریشان ہیں۔

کامنی —— میں جانتی ہوں۔ پریشان ساری ہی قوم ہے۔ لیکن کیا سومنات جی اپنے سیوکوں (خادموں) اور پجاریوں کی مدد نہ کریں گے۔ کیا سلطان محمود اس قلعہ اور اس شہر کو بھی فتح کر لے گا۔

چندر موہنی —— اگر کچھ ڈھارس ہوتی ہے تو ایک اسی بات سے لیکن...... خیر جو ہونا ہے ہو کر رہے گا ہاں تو تو اس جنگل میں گئی اور......

کامنی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں غلطی سے ایک گلی کے اندر گھس گئی۔ اس کے دونوں طرف بے شمار درختوں کی قطاریں تھیں۔ اگرچہ اس وقت آفتاب نکلا ہوا تھا۔ لیکن وہاں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ مجھے خوف معلوم ہوا اور میں واپس لوٹی۔ مگر حسن اتفاق سے دوسری گلی میں ہو لی اور جب مجھے معلوم ہوا کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔ تو سخت پریشان ہوئی۔

چندر موہنی —— اس جنگل میں کوئی تھاہی نہیں ہے۔ کامنی پھر ایسا گنجان اور تاریک جنگل ہے کہ خدا کی پناہ۔

کامنی —— لیکن کچھ ایسا دلکش بھی ہے کہ اسے دیکھتے اور گھستے ہی چلے جانے کو جی چاہتا ہے۔

چندر موہنی —— اچھا جب تو پریشان ہوئی تب کیا ہوا۔

Marfat.com

کامنی ——— فوراً ہی مجھے ایک جوگن مل گئی شاید اس نے میرے چہرہ سے میری پریشانی کا حال معلوم کر لیا۔ اس نے مجھے تسلی دی اور کہا "تمہیں گھبرانا اور پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

اس جنگل کے چپہ چپہ پر خدا رسیدہ سادھو اور جوگنیں بکھری پڑی ہیں۔ وہ مجھے قریبی راستہ سے جنگل سے باہر نکال لائی اور رخصت ہوتے وقت کہنے لگی۔ راج کماری سے کہنا کہ وہ آج ہی اپنے فائدہ کے واسطے مجھ سے یہاں آکر ملیں۔ میں انہیں ایک بات بتاؤں گی جسے سن کر انہیں سخت حیرت ہوگی۔

چندر موہنی ——— میں چلوں گی۔

کامنی ——— تو چلیے لیکن تنہا۔

چندر موہنی نے سہیلیوں اور کنیزوں سے کہا "تم قیام گاہ پر چل کر میرا انتظار کرو اور میں ابھی آتی ہوں۔"

تمام لڑکیاں چلی گئیں اور یہ دونوں مندر کے اس دروازہ کی طرف روانہ ہوئیں جو جنگل کی جانب تھا۔ دروازہ کے قریب پہنچ کر کامنی نے کہا۔ صدر دروازہ سے تو جانا ٹھیک نہیں ہے۔ آؤ چھوٹے دروازہ سے نکل چلیں۔"

اس مندر کے ایک طرف سمندر تھا اور تین طرف تین عالی شان دروازے تھے۔ لیکن تینوں طرف کے دروازے چھوٹے چھوٹے بھی تھے۔ چنانچہ یہ دونوں باہوش لڑکیاں ایک چھوٹے فروش دروازہ سے نکل کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئیں۔

ہر طرف چاندنی تجلی ریز تھی۔ ہر چیز نور میں نہا رہی تھی۔ ہوا ساکن تھی اور اس لیے درخت خاموش کھڑے تھے۔

جنگل مندر سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ وہ بہت جلد جنگل میں داخل ہو گئیں۔ یہاں اندھیرا تھا۔ نور پاش چاندنی کو گنجان درختوں میں شاخوں اور پتوں نے اوپر ہی روک لیا تھا۔

لیکن جہاں درخت کثرت سے نہ تھے۔ وہاں چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور قدرے روشنی تھی۔

اس وقت جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ چندر موہنی کو خوف معلوم ہوا۔ اس نے کہا "واپس چلو کامنی۔"

یہ دونوں چند ہی قدم چلی تھیں کہ درختوں میں کچھ کھٹکا ہوا اور یہ دونوں کھڑی ہو کر خوف زدہ

Marfat.com

نظروں سے دیکھنے لگیں۔

یہاں درخت کم تھے اور چاندنی پتوں اور شاخوں سے چھن چھن کر گر رہی تھی۔ دفعتہً ایک دراز قد سیاہ پوش قریب کی جھاڑی سے نکل کر ان دونوں کے پاس آیا اور یہ دونوں اسے دیکھ کر کانپ گئیں۔

آنے والے نے پاس آ کر کہا "راج کماری! شکر ہے تم آگئیں۔"

دونوں اسے فوراً ہی شناخت کر لیا۔ وہ سکھ دیو تھا۔ چندر موہنی نے کامنی کی طرف دیکھا۔ وہ شرمسار معلوم ہو رہی تھی۔

چندر موہنی نے جرأت کر کے کہا "ہاں میں آئی ہوں مگر تم سے ملنے کے لیے نہیں۔

سکھ دیو میں جانتا ہوں۔ مجھ غریب سے ملنے کے لیے تم کیوں آتیں۔ یہ تو میرا جذبہ دل تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔

چندر موہنی ——— میں ایک جوگن سے ملنے آئی ہوں ......

سکھ دیو ——— لیکن خوش قسمتی سے مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ اب تمہیں انہلواڑہ چلنا ہو گا۔

چندر موہنی ——— ہرگز نہیں۔ میں ہرگز وہاں نہ جاؤں گی اس نے جوش اور غصہ کے لہجہ میں کہا۔

سکھ دیو ——— میں جانتا ہوں، تم خوشی سے ہرگز میرے ساتھ چلنے پر رضامند نہ ہو گی۔ اسی لیے میں نے یہ جال پھیلایا اور تم اس جال میں پھنس گئیں۔

چندر موہنی اب تک یہ بات نہ سمجھی تھی کہ کامنی اسے دھوکہ دے کر یہاں لائی ہے لیکن اب اس کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے کامنی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیوں کامنی! تم مجھے اس جال میں پھنسانے کے لیے لائی تھیں۔

کامنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سکھ دیو نے کہا۔ نہیں کامنی اس سازش میں شریک نہیں ہے۔

چندر موہنی ——— لیکن اس کی خاموشی اس کے اعترافِ قصور کی ...... شہادت دے رہی ہے۔

سکھ دیو ——— میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تم میرے ساتھ خوشی سے چلتی ہو یا نہیں ....

Marfat.com

چندر موہنی ـــــ سنو سکھدیو میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی اور اگر تم نے حماقت کی تو اس کا خمیازہ بھگتو گے انہلواڑہ تباہ ہو جائے گا۔ یہ وقت خانہ جنگی کا نہیں ہے۔

سکھ دیو ـــــ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم آسانی سے نہ مانو گی۔ یہ کہتے ہی وہ چندر موہنی کی طرف بڑھا معصوم راج کماری کانپ گئی۔ لیکن فوراً ہی اس کا خوف دور ہو گیا۔ جسم میں نئی قوت محسوس ہوئی اور وہ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئی۔

سکھدیو نے اس کے پاس آکر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھانا چاہا کہ دفعۃً قریب کی جھاڑیوں میں کچھ کھٹکا ہوا اور ایک آواز آئی۔ خبردار . . . .

سکھدیو نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ کامنی اور چندر موہنی کی نگاہیں بھی اٹھ گئیں۔ شوبھا دیوی جوگن ترشول ہاتھ میں لیے اسی طرف آ رہی تھی۔ اس کے چہرہ سے جوش و جلال ظاہر تھا۔

چندر موہنی نے اسے دیکھتے ہی چلا کر کہا۔" ماتا شوبھا دیوی! مجھے اس راکشش (ظالم) سے بچاؤ۔

شوبھا دیوی سکھدیو اور چندر موہنی کے درمیان آکھڑی ہوئی۔ اس نے کہا۔" بیٹی! نہ گھبراؤ۔ میری موجودگی میں یہ تمہیں آزار پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا"۔

سکھدیو نے جوش میں آکر کہا۔" ماتا تم میرے معاملہ میں دخل نہ دو۔

شوبھا دیوی نے سنجیدگی سے کہا۔ میں ہرگز بھی نہ بولتی اگر تم یہ نازیبا حرکت نہ کرتے۔ تم نے شام کے وقت اس سازش کا جال پھیلایا۔ اتفاق سے مجھے معلوم ہو گیا۔ میں نے انتظام کر لیا۔ سکھدیو بہتر یہی ہے کہ تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں چندر موہنی سے وعدہ لے لوں گی کہ وہ اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گی۔

سکھدیو ـــــ لیکن اگر میں آپ کا کہنا نہ مانوں تو۔

شوبھا دیوی ـــــ تم اور تمہاری بہن کامنی دونوں گرفتار کر کے مہاراجہ کے حضور میں پیش کر دیئے جاؤ گے۔

سکھدیو ـــــ گویا تمہارے ساتھ اور آدمی بھی ہیں۔

شوبھا دیوی ـــــ ہاں اور وہ میرے اشارہ کے منتظر ہیں۔

میں نہیں چاہتی کہ تم بدنام ہو۔ جب تم اپنی بہن کامنی سے شام کے وقت باتیں کر رہے تھے۔ اتفاق سے میں قریب تھی اور میں نے تمہاری سازش معلوم کر لی تھی۔

Marfat.com

سکھدیو کچھ سوچنے لگا۔ شوبھادیوی نے کہا۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے یا تو تم چپ چاپ رخصت ہو جاؤ۔ یا گرفتاری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سکھدیو   لیکن چندر موہنی۔

شوبھادیوی   وہ بالکل خاموش رہے گی۔ بیٹی چندر موہنی! اقرار کرو کہ تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرو گی۔

چندر موہنی ــــ میں اقرار کرتی ہوں۔

سکھدیو ــــ اور کامنی ــــ۔۔۔

چندر موہنی ــــ وہ بدستور میری سہیلی رہے گی۔

سکھدیو چلا گیا۔ شوبھادیوی۔ چندر موہنی اور کامنی کو ساتھ لے کر چلی اور مندر کے دروازہ پر پہنچ کر بولی ''میں کل ہی یہاں آئی ہوں۔

راج کماری! ایک دو دن میں تم سے ملوں گی''

یہ کہکر واپس لوٹ گئی۔ چندر موہنی اور کامنی مندر کے اندر چلی گئیں۔

ساتواں باب

صعوبات سفر

غازی سلطان محمود کے لشکر کی نقل و حرکت پر ہندوستان کے تمام راجاؤں کی نظر تھی۔

جب سے یہ شیر دل مجاہد محمود ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ اسی وقت سے ان کی اور ان کے سرفروش لشکر کی ہندوستان میں آمد کی دھوم مچ گئی تھی۔

چونکہ اس سے قبل وہ پندرہ حملے کر چکے تھے اور جس طرف ان کے لشکر کا رخ ہو گیا تھا ہندوستا بہادران کے سامنے سے شکست کھا کر بھاگ گئے تھے اس لیے عام ہندوؤں کے دلوں پر ان کی ہیبت چھا گئی تھی۔

جب سلطانی لشکر ملتان سے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ تو ان راجاؤں نے اطمینان کا سانس لیا جو دوسری نواح میں تھے۔

لیکن سومنات کے مہاراجہ نے ہندوستان کے طول و عرض میں یہ خبر پہنچا دی تھی کہ غازی سلطان محمود کا طوفانی حملہ سومنات پر ہی ہونے والا ہے اس لیے عام راجہ اور سارے ہندو نہایت متردد اور پریشان ہو گئے تھے۔

سومنات ان کا کعبہ تھا۔ ہر ہندو کے دل میں اس مقام کی عزت و عظمت تھی۔ اسے بچانے کے لیے ہندوؤں میں عام شورش پھیل گئی اور بڑے بڑے بہادر اور جیالے راجپوت سروں پر سے کفن باندھ کر اور زعفرانی لباس پہن کر سومنات کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہندوؤں میں یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی جنگ کے موقعہ پر زعفرانی لباس پہن لیتے تھے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ انہوں نے عہد کر لیا ہے کہ وہ یا تو فتح کر کے رہیں گے۔ یا میدان جنگ میں مر جائیں گے۔

جو لوگ زعفرانی لباس پہن لیتے تھے۔ عوام ان کی بڑی عزت کرنے لگے۔

Marfat.com

غرض ہندوستان کے ہر گوشہ سے جنگ جو راجپوت سومنات پر سرفروشی کرنے کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔

غازی سلطان محمود کو ان کی ان تیاریوں کی مطلق بھی خبر نہ تھی۔ ان کے ساتھ صرف تیس ہزار مجاہدین تھے۔ لیکن یہ وہ لوگ تھے جو جانیں دینا اور جانیں لینا ہی جانتے تھے میدان جنگ کو بازیچہ طفلاں سمجھتے تھے۔ جن کی زندگی سرفروشی کرتے گزر گئی تھی۔ جن کی تلواروں کی دھاک دشمنان اسلام کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔

ان سرفروش مجاہدوں نے خدا کا نام لے کر اس ریگستان میں قدم رکھ دیا تھا۔ جو ملتان اور اجمیر کے درمیان واقع تھا۔

جوں جوں وہ بڑھتے رہے خشک ہواؤں اور خشک میدانوں نے انہیں پریشان کر دیا جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ ریت کے تودے یا ریت کا سمندر بہتا ہوا نظر آتا تھا۔

آفتاب اس قدر تیزی سے چمکتا تھا اور دھوپ اس قدر سخت ہو جاتی تھی کہ تھوڑا ہی سا دن چڑھنے کے بعد سفر ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اوپر سے سورج کی تپش اور نیچے سے تپتا ہوا ریت دس بیس قدم چلنا ہی دو بھر کر دیتے تھے۔ اس پر ستم بالائے ستم گرم ہوا کے تیز و تند جھونکے تھے۔

ان سرفروشان اسلام نے ایسا گلزار کاہے کو دیکھا تھا۔ انہیں اس سفر میں سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ صبح آٹھ بجے سے لے کر رات کو آٹھ بجے تک آگ برستی رہتی تھی کچھ رات گئے ٹھنڈ ہونے لگتی تھی اور کسی قدر چین نصیب ہوتا تھا۔

مرد تو خیر ان مصیبتوں کو جوں توں برداشت کر رہے تھے۔ لیکن عورتیں اور سیم تن لڑکیاں پھولوں کی طرح مرجھائی جاتی تھیں۔ اگرچہ ان کے آرام و راحت کا بہت کچھ خیال رکھا جاتا تھا ان کی سواریوں پر دبیز پردے ڈال دیئے جاتے تھے۔ تاکہ گرم ہوا اور دھوپ کی تیزی سے محفوظ رہیں۔ لیکن گرمی انہیں پریشان کرتی تھی۔ ہر وقت پنکھے جھلتے رہتے پھر بھی پسینہ میں ڈوبی رہتی تھی

لیکن باوجود ان تکلیفوں کے ان میں سے کسی کے لب سے شکایت کا کلمہ یا ناشکر گزاری کا کوئی لفظ نہ نکلتا تھا۔ نہایت صبر و استقلال سے منزلیں طے کر رہے تھے۔

ایک وہ مسلمان تھے جو جہاد کے اس قدر دلدادہ تھے کہ کسی تکلیف کو خاطر میں نہ لاتے تھے سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کر لیتے تھے۔ ایک ہم مسلمان ہیں کہ جہاد کا تو ذکر ہی کیا۔

Marfat.com

اگر یہ بات بھی معلوم ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کی وجہ سے شاید قید و بند کی نوبت آجائے تو اپنے بھائی مسلمانوں کو کچلوا دیں۔ پسوا دیں اور خود دور کھڑے تماشہ دیکھتے رہیں۔

کہاں گئے وہ لوگ جو حقیقت میں مسلمان تھے۔ آج بھی ہم ان کے کارنامے پڑھنا اور سن کر غرق حیرت ہو جاتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ انہیں لوگوں سے شان اسلام تھی اور وہی پکے مسلمان تھے۔ ہم نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ بھلا جو لوگ نماز تک نہ پڑھیں۔ روزے نہ رکھیں۔ مسلمانوں کو اپنا بھائی نہ سمجھیں۔ خدا کی فرمانبرداری نہ کریں کیا وہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔

مسلمانو! مسلمان بن جاؤ۔ خدا اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کرو آج تم دنیا کے قدموں پر گرتے ہو کل کو دنیا تمہارے قدموں پر آ پڑے گی۔

غازی سلطان محمود نے یہ دانشمندی کی تھی کہ تیس ہزار اونٹوں پر پانی۔ چارہ اور رسد لادی تھی۔

خشک ریگستان میں کہیں گھاس کا تنکا بھی نہ تھا۔ پانی اور دوسری چیزوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

چونکہ منزل لمبی تھا۔ اس لیے پانی نہایت احتیاط سے خرچ کیا جا رہا تھا اور کیفیت یہ تھی کہ ادھر پانی پیا اور ادھر ذرا ہی پھر پیاس معلوم ہونے لگی۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ تین سو پچاس میل کا سفر تھا۔ لو۔ گرمی اور ریت منزلیں طے کرنے دیتے تھے۔ مشکل سے پندرہ میل روزانہ چلتے تھے۔ اس رفتار سے کم سے کم تیئیس دن میں طے ہو سکتا تھا۔

تیس ہزار سپاہی تھے اور ان کے لیے تیس ہزار ہی اونٹوں پر پانی بار تھا۔ گویا ایک سپاہی کے حصے میں ایک اونٹ کا پانی آیا تھا۔ پھر..... گھوڑوں۔ اونٹوں اور دوسرے جانوروں کے لیے بھی وہی پانی تھا۔

اسی میں وضو وغیرہ کرنا۔ کھانا پکانا اور پینا غرض تمام کام کرتے تھے۔

اتنا تھوڑا سا پانی سولہ دنوں کے لیے کیسے کفایت کرتا۔ لیکن وہ زندگی قائم رکھنے کے لیے پانی پیتے تھے۔ جانتے تھے کہ جتنا بھی پانی پئیں گے پسینہ اگر خارج ہو جائے اور پھر پیاس لگنے لگے گی۔ اس لیے صرف اتنا پانی پیتے تھے۔ جس سے ہونٹوں کی خشکی دور ہو جائے اور حلق تر کر لیا جائے۔

اسی سفر میں جانور اور انسان سب ہی دبلے اور کمزور ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کی روحانی

Marfat.com

قوت بڑھ گئی اور ضبط و برداشت کی طاقت اس قدر آگئی کہ سلا سلا دن بغیر پانی پیئے گزر جاتا تھا۔
روزہ میں یہی حکمت ہے کہ اس سے روحانی قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔

غازی سلطان محمود ہر نماز کے بعد دعا مانگتے کہ "پروردگار میں نے مسلمانوں کو تیرا نام لے کر اس ریگ زار میں لا ڈالا ہے۔ انہیں ہلاک کر کے دنیا و آخرت میں مجھے روسیاہ کرنا غلطی میری ہے میں انہیں نادانستگی میں اس بے آب و گیاہ ملک میں لایا۔ اگر قصور کیا ہے تو میں نے تو سزا بھی مجھے ہی دے ان مسلمانوں کو بچا لے اور میرے ساتھ جو تو بہتر سمجھتا ہے وہ۔ الٰہ العالمین! تو خوب جانتا ہے کہ میری نیت خالص ہے۔ محض جہاد کے ثواب کے لیے اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر وطن سے دور دشمنوں کے ملک میں آیا ہوں۔ اے ارحم الرحمین! تیرے لطف کرم کے بھروسہ پر۔ ہم پر مہربانی فرما!"

برہان اور ہارون دونوں کافی کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن نوجوان تھے جسموں میں اسلامی خون بہہ رہا تھا دلوں میں امنگ تھی۔ طبیعتوں میں جوش تھا اس لیے نحیف و زار ہونے پر بھی وہی دم خم تھے جو پہلے تھے۔

اتفاق سے ایک روز برہان اس طرف نکل گیا۔ جس طرف عورتیں تھیں۔ اس نے انیسہ کو دیکھا اس کے احمری ہونٹوں پر خشکی سے سفید پپڑیاں جمی ہوئی تھی۔ گل تر جیسے شاداب رخسار پھولوں کی طرح مرجھا گئے تھے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ برہان کو اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سخت رنج و قلق ہوا۔ اس نے کہا "انیسہ تم کس قدر بدل گئی ہو"

انیسہ نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اور تم جیسے بدلے ہی نہیں۔

برہان ـــــ میری بات رہنے دو۔ میں صنف قوی میں ہوں اور تم صنف۔۔ نازک ہو۔ کاش تم ساتھ نہ آتیں۔

انیسہ ـــــ اگر نہ آتی تو پیاس کی شدت کی تکلیف کا احساس کیسے ہوتا۔ پانی کی قدر کیسے جانتی۔

برہان ـــــ کیا تمہارے پاس پانی نہیں رہا۔

انیسہ ـــــ ہاں آج صبح ختم ہو گیا ہے۔

برہان ـــــ اوہ اور ابھی تو سفر بہت کچھ باقی ہے۔

انیسہ ـــــ خدا مددگار ہے۔

Marfat.com

برہان ـــــ ٹھہرو میرے پاس کچھ پانی ہے میں لاتا ہوں ۔

انیسہ ـــــ اور تم کیا کرو گے ۔

برہان ـــــ میری زندگی سے تمہاری زندگی زیادہ قیمتی ہے ۔ تم میرا فکر نہ کرو ۔

یہ کہتے ہی وہ لوٹا اور جس قدر بھی اس کے پاس پانی تھا ۔ سب انیسہ کو جا دیا ۔ انیسہ نے اسے ایسی شکر گزار نظروں سے دیکھا جس کی اسے کسی حالت میں بھی توقع نہیں ہو سکتی تھی ۔ وہ واپس لوٹ آیا اور سارا دن پیاسا رہا ۔

دوسرے روز دور پر سبزہ نظر آیا ۔ کچھ ہرے بھرے درخت بھی دیکھے سمندر کے سفر کرنے والوں کو خشکی دیکھ کر وہ خوشی نہیں ہو سکتی ۔ جو ان نیم مردہ لوگوں کو دور پر سبزہ دیکھ کر ہوئی ۔

انہوں نے اپنی رفتار بڑھا دی اور بہت جلد ریگستان سے نکل کر سبزہ زار میں آ گئے ۔ یہاں انہیں امن ملا ۔ دھوپ کی تپش کم ہو گئی ۔ پانی بھی مل گیا ۔ انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا ۔

اگلے روز وہ اجمیر کے نواح میں پہنچ گئے ۔ چونکہ وہ سب حد درجہ نحیف ہو گئے تھے ۔ اس لیے سستانے کے لیے اسی جگہ مقیم ہو گئے ۔ جس ریگستان کو وہ طے کر کے آئے تھے ۔ اس کے مقابلہ میں یہ سرزمین جنت زار تھی ۔

شاندار کوچ

اسلامی لشکر تازہ دم ہو گیا ۔ سپاہیوں کے چہروں پر رونق آ گئی اور ان کی سابقہ چستی پھر عود کر آئی ۔ عورتیں اور لڑکیاں بھی شاداب پھولوں کی طرح تر و تازہ ہو گئیں ۔

اس لق و دق اور کف دست میدان کو طے کرتے میں نہ کوئی انسان فوت ہوا اور نہ کوئی جانور ۔ سب صحیح و سالم اس وادی موت سے نکل آئے ۔ یہ خدا ہی کی مہربانی ہوئی تھی ۔

غازی سلطان محمود نے ماہ ستمبر ۱۰۲۶ء کو غزنی سے کوچ کیا تھا اور ماہ اکتوبر ۱۰۲۶ء میں ملتان میں اتر گئے تھے اور نومبر کے آخر میں نواح اجمیر میں جا پہنچے تھے ۔

سلطان نے اپنے تمام چھوٹے بڑے افسروں سے دریافت کر لیا کہ کوئی سپاہی بیمار یا کمزور تو باقی نہیں رہ گیا ہے ۔ جب انہیں یہ اطمینان ہو گیا کہ سب تندرست اور چاق و چوبند ہو گئے ہیں تب انہوں نے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا ۔

Marfat.com

مجاہدین نے تیاری شروع کر دی ایک روز عصر کے وقت سلطان نے خاص خاص افسروں کو اپنے خیمہ پر طلب کیا اور ان سے کہا "اور اب وہ سرزمین شروع ہو گئی ہے۔ جس کے چپہ چپہ پر دشمنوں کے گروہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ہر دستہ اور ہر سپاہی کو پوری احتیاط رکھنی چاہیئے۔ مجھے خیال ہے کہ لشکر کے ساتھ ساتھ دشمن کی جمعیت رہے گی اور ہماری ذراسی غفلت سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی۔ اس لیے سپاہیوں کو منتشر ہونے دینا اور دشمنوں کی حرکت پر نگاہ رکھنا چونکہ سومنات ہندوؤں کا کعبہ اور مرجع خلائق ہے اس لیے اسے بچانے کے لیے ممکن ہے۔ تمام ہندوستان ٹوٹ پڑے یہ مہم اور مہموں کی طرح معمولی نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ معرکہ ہے جو قیامت تک یادگار زمانہ رہے گا۔ ہر سپاہی اور ہر افسر کو بڑے استقلال، بڑے جوش اور بڑی دلیری سے کام لینا چاہیے۔ میں نے لشکر کی تقسیم و ترتیب اس طرح سے کر دی ہے کہ ہراول پر ہارون اور بربان رہیں گے۔ میمنہ میں التونتاش میسرہ امیر علی خویشاوند۔ ساقہ میں حاجب رہیں گے اور قلب میں خود میں رہوں گا۔ اگر اس ترتیب میں کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔"

تمام افسروں نے کہا "نہایت مناسب ترتیب ہے اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔"

سلطان ——— ہارون! میں نے تمہیں ہراول میں اس لیے مقرر کیا ہے کہ تم اس نواح کے ہندوؤں کی زبان سمجھتے اور بول لیتے ہو۔ تمہیں چاہیے کہ جو قلعہ یا شہر آئے اس کے قلعدار کو سمجھاؤ کہ وہ ہماری مزاحمت نہ کرے۔ لشکر کو بہ عافیت گزر جانے دے۔

اگر کوئی اس بات کو نہ مانے اور سد راہ ہو تو اس پر فوراً حملہ کر دو اور راستہ کے کانٹے کی طرح اٹھا کر پھینک دو۔

ہارون نے ادب سے کہا "عالی جاہ! ایسا ہی ہو گا۔"

سلطان ——— لشکر کے ساتھ جس قدر عورتیں ہیں سب کو ایک ساتھ جمع کرو اور وہ قلب لشکر میں رہیں پانچسو سواران عورتوں کی حفاظت و نگرانی کے لیے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔

سلطان کی ہر تدبیر معقول تھی۔ عورتوں کو قلب میں رکھنا اور ان کی حفاظت کے لیے جداگانہ لشکر متعین کر دینا عین دانشمندی تھی۔

اس مشورہ کے بعد یہ مجلس برخاست ہو گئی اور مغرب کی نماز پڑھ کر سپاہی کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

بربان اس وقت تنہا خیموں کی قطاروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اسلامی لشکر دور تک خیمہ زن تھا۔ میلوں کے گرد و نواح میں خیموں کا شہر بسا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

Marfat.com

اگرچہ لشکر گاہ میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا لیکن چونکہ تمام سپاہی کھانا تیار کر رہے تھے۔ اس لیے ہر خیمہ کے سامنے آگ روشن ہو رہی تھی اور اس روشنی میں لشکر گاہ حد انتہا تک نظر آ رہا تھا۔

خیموں کی قطاروں کے درمیان کافی فاصلہ تھا اور اسی وجہ سے لشکر دور تک پھیل گیا تھا۔

سلطان چاہتے تھے کہ لشکر کو پھیلے ہوئے دیکھ کر دشمن ان کی صحیح تعداد کا پتہ نہ لگا سکے۔ بلکہ دھوکہ میں رہے اسی لیے انہوں نے دور تک لشکر کو پھیلا دیا تھا اور تمام افسروں کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ جس جگہ بھی جا کر قیام کریں نہایت کشادہ طور پر خیمے نصب کریں اور اپنے دستہ کے کچھ سپاہیوں کو لشکر کی حفاظت پر مامور کر دیں۔ دشمنوں کی طرف سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی غافل نہ رہیں۔

برہان چلا آ رہا تھا کہ اسے ہلکے قدموں کی چاپ معلوم ہوئی اس نے پلٹ کر اپنی پشت کی طرف دیکھا۔

اس وقت چاند نکل آیا تھا اور چاندنی نے لشکر گاہ پر سفید نورانی چادر پھیلا دی تھی۔ برہان نے ایک لڑکی کو اپنے پیچھے آتے دیکھا۔ اس نے پہلی ہی نظر میں پہنچان لیا۔ وہ انیسہ تھی۔

برہان کھڑا ہو گیا۔ انیسہ نے قریب آ کر شوخی کے لہجہ میں کہا۔" او ہو آپ ہیں "

برہان کو خیال ہوا کہ شاید وہ کسی اور کی تلاش میں تھی۔ اس لیے اس خیال سے اس کا قلب مجروح ہو گیا۔ اس نے کہا تم شاید کسی کی تلاش میں تھیں۔

انیسہ ـــــ نہیں میں کسی کی تلاش میں نہ تھی۔ مگر تم کس کی تلاش میں جا رہے ہو۔

برہان ـــــ میں تمہاری تلاش میں آیا تھا۔

انیسہ ہنس پڑی۔ اس وقت اس کی صورت چاندنی میں جگمگا رہی تھی۔

آنکھوں سے بجلیاں خارج ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا میں خوب جانتی ہوں آپ کو۔

برہان ـــــ شوخ انیسہ - - - - - - - -

انیسہ ـــــ شریر برہان - - - - - - -

برہان ـــــ مجھے تم جو بھی خطاب دو وہ قابل فخر ہے۔

انیسہ ـــــ آخر کہاں جا رہے تھے آپ۔

برہان ـــــ خدا گواہ ہے۔ میں تم سے ملنے کیلئے اس طرف آیا تھا۔

انیسہ نے بھولی صورت بنا کر دریافت کیا۔ کیوں ؟

برہان ـــــ جب تک تمہیں دیکھ نہیں لیتا دل کو بے چینی رہتی ہے۔

Marfat.com

انیسہ ـــــ جی درست ہے۔

برہان ـــــ تمہیں یقین نہیں آیا۔ کیوں یقین آنے لگا۔ تم صنم (بت) ہو۔ وہ صنم جس کی ہندو پوجا کرتے ہیں۔

انیسہ نے مسکرا کر کہا۔ برہان کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ہندو پتھروں کے بتوں کو پوجتے ہیں

ہارون ـــــ وہ احمق ہیں۔ انہیں تو تمہاری پرستش کرنی چاہیے۔ انیسہ نے شرما کر کہا۔ "اب چل نکلے نہ آپ۔"

ہارون ـــــ انیسہ! تم پتھر کے بت سے بھی زیادہ سنگدل ہو۔

انیسہ ـــــ یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔

ہارون ـــــ تم جانتی ہی نہیں محبت کیا ہے۔

انیسہ ـــــ خدا کسی کو اس بکھیڑ میں نہ ڈالے۔

ہارون ـــــ جفا کیش۔

انیسہ نے ہنس کر کہا۔ "اچھا سلام۔ ۔ ۔ ۔"

وہ چلی۔ برہان نے آواز دے کر کہا۔ "اف ذرا ٹھہرو انیسہ!"

انیسہ نے رک کر کہا۔ "فرمائیے!"

برہان نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ "آخر یہ بے مروتی کب تک رہے گی؟"

انیسہ۔ دیکھو شاید کوئی آرہا ہے۔

یہ کہتے ہی اس نے ایک زقند بھری اور بجلی کی طرح غائب ہوگئی۔ برہان چند لمحے کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر آگے روانہ ہوگیا۔

اسے انیسہ سے محبت تھی۔ بہت زیادہ محبت۔ وہ چاہتا تھا کہ انیسہ اس سے گھنٹوں نہیں دنوں باتیں کیے جائے۔

اس سے اگلے ہی روز ہراول نے کوچ کر دیا۔ برہان اور ہارون پانچ ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

اس لشکر کے بھی انہوں نے دو ٹکڑے کر لیے تین ہزار ہارون نے اپنے تحت میں رکھا اور دو ہزار برہان کی سرکردگی میں دے دیا اور دونوں پانچ میل کے فاصلہ سے آگے پیچھے روانہ ہوئے۔

ہراول کے بعد دوسرے دن التونتاش اور امیر علی خویشاوند پانچ پانچ ہزار لشکر لے کر

Marfat.com

میمنہ اور میسرہ میں چل پڑے ان دونوں نے بھی اپنے لشکر کو پانچ پانچ ٹکڑے کر دیئے گویا ایک ایک ہزار کے دستے بنا دیئے اور ہر دستہ دوسرے دستہ سے ایک میل کے فاصلہ سے روانہ ہوا اس طرح یہ دونوں لشکر شاہی لشکر کے دونوں بازوؤں پر پانچ میل دوری میں پھیل گئے۔

سلطان نے اپنے ساتھ قلب میں دس ہزار فوج رکھی۔ اس میں سے پانچ سو سوار عورتوں کی حفاظت پر مقرر کر دیئے۔ پانچ سو سوار لشکر کی نگرانی پر متعین کیے اور بقیہ نو ہزار کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان دستوں کے تین گروہ بنا کر ایک ایک میل کے آگے پیچھے روانہ کر دیئے اس طرح شاہی لشکر تین میل کے فاصلہ میں پھیل گیا۔ جس کے دونوں بازوؤں پر چند میل کی دوری پر التونتاش اور امیر علی جا رہے تھے جو پانچ پانچ میل آگے پیچھے پھیلے ہوئے تھے۔

صاحب علی بھی پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اتنی دوری میں پھیل پھیل کر روانہ ہوا۔ جس سے میمنہ، میسرہ اور ترتیب تینوں لشکروں کی حفاظت ہو سکے اور پیچھے سے دشمن اگر کسی دستہ پر اچانک حملہ نہ کر سکے۔

غازی سلطان محمود اور ان کے ہوشمند افسروں کی دانش مندی سے تھوڑا سا لشکر آٹھ دس میل کی دوری میں پھیل گیا۔ جس سے دیکھنے والوں کو لشکر کی تعداد اصل سے چوگنی معلوم ہونے لگی۔

سب سے پہلے ہراول اجمیر میں پہنچا۔ اجمیر کے راجہ کو یہ بات پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی کہ سلطان محمود کا لشکر طوفان کی صورت میں بڑھا چلا آ رہا ہے اور چونکہ مخبروں نے بیان کیا تھا کہ لشکر بے حد و بے شمار ہے۔ اس لیے وہ مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا بلکہ اس پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ دارالسلطنت کو چھوڑ کر پہاڑوں میں گھس کر پناہ گزین ہوا۔

ہارون جب اجمیر کے قلعہ میں داخل ہوا۔ تو وہاں چڑیا بھی نہ تھی تمام باشندے بھی بھاگ گئے تھے۔ تمام قلعہ ویران پڑا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے بھاگ جانے سے بڑا افسوس ہوا۔ لیکن ساتھ ہی یہ خوشی بھی ہوئی کہ دشمنوں پر ان کا رعب اس قدر طاری ہو گیا ہے کہ وہ مزاحمت کرنے اور سد راہ ہونے کی جرأت نہیں کرتے ہارون نے اجمیر میں داخلہ اور راجہ کے بھاگ جانے کی اطلاع تمام سرداروں اور خود ظل اللہ سلطان محمود تک پہنچا دی۔

سب کو اس خبر کے سنتے سے خوشی ہوئی۔ ہارون نے ایک روز اجمیر میں قیام کیا اور دوسرے روز آگے روانہ ہو گیا۔ کئی روز سفر کرنے کے بعد تاراگڑھ پہنچا۔

تاراگڑھ کا قلعہ بھی نہایت بلند، وسیع اور مضبوط تھا۔ لیکن وہاں بھی مزاحمت کے آثار نظر نہ آئے اور ہارون اسے بھی چھوڑ کر حدود گجرات میں داخل ہو گیا۔ اسے راستہ میں کئی قلعے اور شہر ملے

Marfat.com

لیکن کہیں بھی کوئی ان کا سد راہ نہ ہوا۔ آخر وہ انہلواڑہ کے قریب جا پہنچے۔
چونکہ انہلواڑہ کا راجہ بڑا راجہ تھا۔ اس لیے یہ خیال کر لیا گیا کہ وہ ضرور مزاحمت کرے گا اور مقابلہ پر آئے گا۔ ہارون انہلواڑہ کے قریب مقیم ہو گیا اور اس نے راجہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔
ایک روز قیام کر کے دوسرے دن وہ پچاس جانبازوں کو لے کر مہاراجہ انہلواڑہ سے گفتگو کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

آٹھواں باب

گرفتاری

چونکہ ہارون کے ساتھ تھوڑا لشکر تھا۔ اس لیے پرم دیو مہاراجہ اہلواڑہ نے اس کی پرکاہ کے برابر بھی پرواہ نہ کی۔ یہاں تک کہ قلعے کے پھاٹک بھی بند نہ کرائے۔

اہلواڑہ کا قلعہ نہایت مضبوط۔ بڑا کشادہ اور بہت ہی اونچا تھا۔ اس کی فصیل پر راجپوت چڑھ گئے تھے اور وہ مسلمانوں کو دعوت جنگ دے رہے تھے۔ دروازوں پر پہرہ تھا۔ جب ہارون ایک دروازہ پر پہنچا تو اسے روک دیا گیا اور اس کے آنے کی اطلاع پرم دیو کو کی گئی۔

پرم دیو نے فوراً ہی دربار منعقد کر کے درباریوں کو بلا لیا اور ہارون کو آنے کی اجازت دی۔

ہارون قلعہ کے اندر داخل ہوا اس نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا کہ قلعہ آسانی سے فتح ہونے والا نہیں۔ مضبوط بھی ہے اور لوگوں سے بھرا ہوا بھی ہے۔

راجپوت سپاہی مسلمانوں کو دیکھ کر اکڑ گئے تھے۔ نہایت شان سے ہتھیار لگائے اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔

ہارون اور اس کے ساتھی شیرانِ اسلام راجپوت سپاہیوں کو دیکھتے ہوئے بڑھے چلے گئے۔

چونکہ اس نواح کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو نہ دیکھا تھا اس لیے عوام الناس بھی انہیں دیکھنے کے لیے امنڈ آئے تھے۔ تمام راستے ہندو مردوں اور عورتوں سے بھر گئے تھے۔ وہ ترکوں کو حیرت اور خوف بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

مسلمان نہایت بیباکی سے راہبروں کے ساتھ چل رہے تھے۔ دربار کو قصر شاہی کے نیچے سے راستہ جاتا تھا۔ شاہی عورتیں محل کے برآمدوں میں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں کامنی بھی تھی اور اس کی والدہ مہارانی بھی تھی۔

کامنی نے پہلے بھی ہارون کو دیکھا تھا وہ اسے دیکھتے ہی پہنچان گئی۔ اس نے اپنی والدہ سے کہا

Marfat.com

ہو ماتا جی! اس ترک نے چندر موہنی کو ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے بچایا تھا۔

اس کی والدہ نے کہا۔ یہ تو بالکل نوجوان ہے۔ لیکن کیسا نڈر اور بے باک ہے۔ ہماری قوم کے سورماؤں (بہادروں) کا اس کے دل پر بالکل بھی اثر نہیں پڑا ہے۔

ایک اور عورت نے کہا اور کیسا وجیہہ اور شاندار ہے۔ ان کے کپڑے تو دیکھو کیسے عجیب ہیں مہارانی اور ہتھیار بھی دیکھئے۔ پھر سارے مسلمان ایک ہی لباس پہنے ہوئے ہیں۔

کاسنی تو سچ کہتو تھی یہ نوجوان بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ مہاگرو سے ملنے کیوں گیا تھا۔

کامنی ـــــ مہاگرو کہتے تھے کہ سیر کے لیے آیا تھا۔ مگر یہ ضرور جاسوس بن کر آیا تھا۔

اس عرصہ میں ہارون قصر شاہی سے گذر کر دربار کے دروازہ پر پہنچ گیا تھا۔ یہاں ہزاروں راجپوت قطار در قطار اپنے چوڑے کھانڈے کندھوں پر رکھے اور لوہے کی بڑی بڑی سیاہ ڈھالیں پشت پر ڈالے کھڑے تھے۔

چونکہ ہارون اور اس کے ساتھیوں کو دربار میں داخلہ کی اجازت مل چکی تھی اس لیے وہ در آنہ دربار میں داخل ہوا۔

دربار کا کمرہ نہایت وسیع اور کشادہ تھا۔ اُس کی چھت بہت سے اونچے اونچے ستونوں پر استادہ تھی۔ درباری نیم برہنہ تھے اور انہوں نے زیورات سے عریاں جسم کو ڈھکنے کی بیہودہ کوشش کی تھی۔ وہ سب پورے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔

پرم دیو کا سنگھاسن (تخت گاہ) کمرہ کی سطح سے تقریباً بارہ فٹ بلند تھا۔ گویا وہ اپنے درباریوں سے بارہ فٹ کی اونچائی پر ایک کشتی نما تخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی نیم برہنہ تھا۔ نہایت عمدہ قسم کے ریشم کی دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ باقی جسم ننگا تھا۔ لیکن اس نے اس کثرت سے چھوٹے بڑے موتیوں اور جواہرات کے ہار پہن رکھے تھے کہ اس کا چوڑا سینہ ان سے ڈھک گیا تھا۔ لیکن کمر بالکل کھلی ہوئی تھی۔ ہاتھوں کہنیوں تک چاندی کے منقش یہ جواہر دستانے چڑھا رکھے تھے اور بازوؤں پر چوڑے چوڑے سونے کے بازو بند تھے۔ جو مرصع تھے سر پر پٹے تھے اور تاج اس قسم کا تھا کہ اس میں سے بال نظر آرہے تھے۔

پرم دیو ادھیڑ عمر کا تھا۔ لیکن نہایت قوی الجثہ تھا۔ اس کے چہرہ سے ذہانت اور شجاعت ٹپکتی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک چاندی کی کرسی پر اس کا بیٹا سکھدیو بھی بیٹھا تھا۔

ہارون بڑھ کر راجہ کے قریب پہنچا۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پرم دیو نے

Marfat.com

ایک مترجم پہلے سے بلا لیا تھا۔ جو سنگھاسن کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔

ہارون یا کسی مسلمان نے بھی راجہ کو سلام نہیں کیا۔ پرم دیو نے مترجم سے کہا۔ "ان وحشی مسلمانوں سے پوچھ کہ یہ کیوں میرے پاس آئے ہیں؟"

ہندوستان کے عوام تو کیا فرمانروا تک اس وقت بالکل جنگلی اور وحشی تھے اور تو اور وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ انسانوں کو برہنہ نہیں رہنا چاہیے۔ ان کی طرز معاشرت وحشی جنگلیوں کی سی تھی۔ تمدن کا ان پر سایہ تک نہ پڑا تھا لیکن خود کو بڑا متمدن سمجھتے تھے اور اپنی تہذیب پر انہیں بڑا ناز تھا۔ مسلمانوں کو وحشی اور غیر مہذب سمجھتے تھے۔ حالانکہ رفتہ رفتہ انہوں نے تہذیب جدید مسلمانوں ہی سے حاصل کی۔

قارئین کرام یہ سمجھ لیں کہ راجہ مترجم کے ذریعہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہارون نے جواب دیا۔ "ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ کو متنبہ کر دیں کہ ہمارے شہنشاہ کا ارادہ سومنات پر حملہ کرنے کا ہے۔ ہم جس ملک اور جس شہر میں گزرے کسی نے ہماری مزاحمت نہیں کی۔ آپ بھی نہ کریں اور ہمیں بعافیت اپنی قلمرو میں سے گزر جانے دیں۔"

راجہ نے طنزاً کہا۔ "اب تک تم جن قلعوں کے سامنے سے ہو کر آئے ہو ان کے فرمانبردار بزدل اور پست ہمت تھے۔ لیکن میں ان جیسا نہیں ہوں۔ میرے دل میں سومنات جی کی عزت و عظمت ہے۔ میں تمہیں ہرگز اپنی قلمرو میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

ہارون نے بیباکی سے بغیر کسی جھجک کے کہا۔ "تب آپ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ لیکن اس بات کو سوچ لیجیے کہ آپ لاہور کے راجہ جے پال سے زیادہ قوت نہیں رکھتے ہیں۔ بھٹنیر کے راجہ بیجے رائے سے زیادہ لشکر نہیں رکھتے ہیں۔ پیشور کے راجہ سکھپال کی برابر عظمت نہیں رکھتے ہو۔ نارائن کے راجہ سے زیادہ غیور نہیں ہو۔ نندونہ کے پہاڑی راجہ اندر بھیم سے زیادہ بہادر آپ کے لشکر میں نہیں ہیں۔ تھانیسر کے راجہ سے زیادہ آپ کا جاہ جلال نہیں ہے۔ کشمیر کے راجہ بن مینی سے زیادہ آپ کا ملک دشوار گزار نہیں ہے۔ برن (بلند شہر) کے راجہ بروت اور مہابن (متھرا) کے راجہ کل چند سے زیادہ آپ کے پاس مضبوط قلعے نہیں ہیں۔ قنوج کے راجہ جے پال سے زیادہ آپ لشکر نہیں ہیں۔ ان تمام راجاؤں پر ہم نے فتح حاصل کر لی ہے۔ ان کا فخر و غرور خاک میں ملا دیا ہے ان کے ملکوں اور قلعوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنا باجگذار بنا لیا ہے۔ آپ کیوں اپنے ملک کی تباہی کے درپے ہیں جنگ سے صلح بہتر ہے۔ پھر ہم آپ سے آپ کا ملک نہیں مانگتے۔ خراج طلب نہیں کرتے صرف راستہ چاہتے ہیں۔ اس ذرا سی بات پر جھگڑا مول نہ لیجیے۔"

Marfat.com

ہارون نے جتنے ممالک اور جتنے راجاؤں کا ذکر کیا سر غازی سلطان محمود نے ان سب ملکوں اور راجاؤں پر یورشیں کر کے انہیں ہزیمت دی تھی اور وہ سب سلطان کے حلقہ بگوش ہو کر خراج ادا کرنے لگے تھے۔

دراصل جلالت پناہ ظل اللہ سلطان محمود نے ہندوستان میں رہنے اور اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کرنے کی نہ کبھی کوشش کی نہ ارادہ کیا۔ ورنہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک تمام ہندوستان فتح کر کے ایسی مستحکم حکومت قائم کر لیتے۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہوتی۔

اس وقت جتنے بھی بڑے بڑے راجہ اور مہاراجہ تھے۔ سلطان نے ان سب کو فتح کر کے اپنی عظمت وقوت کا جھنڈا ہندوستان میں گاڑ دیا۔

پرم دیو ہارون کی گفتگو سن کر نہایت برہم ہوا۔ اس نے کہا تم نے جن راجاؤں کا ذکر کیا۔ وہ سب بچدے، بے ہمت اور بے غیرت تھے۔ انہوں نے شکست کھائی اور تمہارے سلطان کی اطاعت اختیار کر لی۔ لیکن انہلواڑہ کا راجہ ایسا نہیں ہے۔ میرا نام پرم دیو ہے۔ میں انسانوں کو کوئی ہستی سمجھتا۔ تمہارا کیا نام ہے۔

ہارون ـــــ میرا نام ہارون ہے۔

پرم دیو ـــــ میں تمہاری گستاخانہ جرأت کی معافی دیتا ہوں جاؤ اپنے سلطان سے کہہ دو کہ راستہ نہیں دیا جا سکتا اگر اس میں ہمت وجرات ہے تو راستہ . . . حاصل کر لے۔

ہارون ـــــ انشاء اللہ راستہ حاصل کیا جائے گا۔ جب آپ شیران اسلام کو دیکھیں گے تو ممکن ہے خود ہی راستے سے ہٹ جائیں۔

یہ کہہ کر ہارون دربار سے باہر نکل آیا۔ وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سکھدیو اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ بھی ایک مترجم تھا۔ اس نے مترجم کے ذریعہ سے کہا "کیا آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر میری چند باتیں سنیں گے"۔

ہارون اسے نہ جانتا تھا۔ اس نے اسے راجہ پرم دیو کے پاس بیٹھے دیکھا۔ وہ سمجھا شاید راجہ نے اسے بھیجا ہے اس نے کہا "کہیئے"

سکھدیو ـــــ میں علیحدگی میں کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔

ہارون ـــــ چلیئے۔ مگر آپ کون ہیں۔

سکھدیو ـــــ میں راجکمار ہوں۔ آپ اپنے آدمیوں کو رخصت کر دیں اور مجھ سے گفتگو

Marfat.com

کرنے کے بعد تشریف لے جائیں۔

ہارون ــــ معاف کیجیے میں اپنے آدمیوں کو رخصت نہیں کر سکتا۔

سکھدیو ــــ آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ میں چندر موہنی کا قاصد ہوں اور اس کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔

ہارون کو معلوم نہ تھا کہ سکھدیو کی چندر موہنی سے شادی ہونے والی ہے اور وہ اس کا رقیب ہے۔ چندر موہنی کا نام اور اس کے پیغام کا ذکر سن کر وہ اس کے چکمہ میں آگیا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو رخصت کر دیا اور سکھدیو کے پاس آگیا

سکھدیو اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرتا ہوا روانہ ہوا۔ جب وہ قصر شاہی کے نیچے پہنچا تو دفعۃً بہت سے راجپوتوں نے اچانک حملہ کر کے ہارون کو گرفتار کر لیا۔ کامنی جھروکہ میں سے یہ کارروائی دیکھ رہی تھی۔ جب ہارون کو جکڑ دیا گیا۔ تب سکھدیو نے قہقہہ لگا کر کہا "تم میرے رقیب ہو ہارون! چندر موہنی میری منگیتر ہے میں نے تمہیں گرفتار اور قتل کر ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور تم کو گرفتار کر لیا ہے۔ اب قتل کر ڈالنا باقی ہے۔

ہارون غضب ناک ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس نے پر جوش لہجہ میں کہا۔ دغا باز کمینے! تجھے اس دغا بازی کی سزا ملے گی۔

سکھدیو نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ ہارون کو لے کر چلے گئے۔

غم ربا خبر

سکھدیو اور کامنی نے مل کر جو جال چندر موہنی کو پھانس کر اڑا لے جانے کا پھیلایا تھا اسے شوبھا دیوی نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ سکھدیو کو سخت ناکامی ہوئی تھی اور وہ انہلواڑہ چلا گیا تھا۔

اگرچہ چندر موہنی نے کامنی کو بدستور سہیلیوں کے زمرہ میں رکھنے کا اقرار کر لیا تھا۔ لیکن کامنی کو کچھ ایسی شرم دامن گیر ہو گئی تھی اور وہ ندامت کی وجہ سے کچھ ایسی آنکھیں چرانے لگی تھی کہ اس سے سومنات میں نہ رہا گیا اور چند روز کے بعد ہی وہ بھی چندر موہنی کی والدہ سے اجازت لے کر اپنے باپ پرم دیو کے پاس انہلواڑہ چلی گئی۔

چندر موہنی کو اس بات کا افسوس تھا کہ کامنی جیسی بھولی اور نیک دل لڑکی سازش کا شکار ہو گئی۔

Marfat.com

پھر بھی اس نے اپنی کسی حرکت سے اس پر بے اطمینانی یا خفگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

چندر موہنی اس قدر نیک معصوم اور بھولی تھی کہ اسے کامنی کے چلے جانے کا بھی افسوس ہوا لیکن اس نے اسے بلانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور اب وہ شوبھا دیوی کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

اس کے دل کو یہ بات لگی ہوئی تھی کہ وہ جلد سے جلد یہ بات معلوم کرے کہ جب کہ وہ سومنات کے مہاراجہ کی لڑکی نہیں ہے۔ تو کون ہے۔ کس کی لڑکی ہے۔ اس کے والدین کون ہیں۔ کہاں رہتے ہیں۔ سومنات کے مہاراجہ نے اسے کیوں پرورش کیا۔ وہ کیسے راج کماری بن گئی۔

وہ خوب جانتی تھی کہ شوبھا دیوی غلط وعدہ نہیں کرتی ہے۔ اس نے چندر وزہ میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک روز جب کہ کچھ تھوڑا ہی ساون چڑھا تھا۔ اور چندر موہنی غسل اور پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر باغیچہ میں سیر کر رہی تھی۔ شوبھا دیوی آ گئی۔

چندر موہنی کے دل میں اس کا بڑا احترام تھا۔ اس نے اس کے پاس پہنچ کر اس کے قدم چھوئے۔ شوبھا دیوی نے اسے دعا دی۔

اس وقت بھی چندر موہنی کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں اور کنیزیں تھیں اور چونکہ شوبھا دیوی کی سب عزت کرتی تھیں۔ اس لیے چندر موہنی کی طرح سب نے اس کے پیر چھوئے اور اس نے سب کو دعا دی۔

چندر موہنی نے دریافت کیا۔ تم مہابن (متھرا جی) ہو آئیں ماتا جی!

شوبھا دیوی نے جواب دیا۔ نہیں میں گوکل جی نہ جا سکی مجھے راستہ ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان محمود طوفان برق و باد کی طرح آ رہا ہے۔ میں فوراً ہی واپس لوٹ آئی اور راجکماری میں تم سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

یہ سنتے ہی تمام سہیلیاں اور ساری کنیزیں ہٹ کر دور جا کر کھڑی ہو گئیں۔ چندر موہنی نے کہا۔ ماتا جی آپ تو کہتی تھیں کہ میں راجکماری نہیں ہوں۔

شوبھا دیوی: میں اب بھی یہی کہتی ہوں مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے والدین کا حال معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چندر موہنی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں بہت بے چین ہوں۔ پرماتما کیلئے

Marfat.com

یہ پردہ اٹھایئے اور بتایئے میں کون ہوں۔

شوبھا دیوی ——— چندر موہنی! ابھی اس راز کا پردہ اٹھانے کا وقت نہیں آیا ہے۔ کچھ دنوں تجھے اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ مگر وہ وقت بہت قریب آرہا ہے جب تو اس راز سے آگاہ ہو جائے گی۔ اس وقت میں کئی خبریں تجھے سنانے کے لیے آئی ہوں۔ میرا خیال ہے۔ کسی خبر کو تو سن کر غمگین اور آزردہ آئی ہوئی اور کسی خبر کو سن کر حیران و ششدر رہ جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ مگر تمہیں واقعات و حالات سنانے سے پہلے مجھے کچھ تجھ سے پوچھنا ہے۔

چندر موہنی شوبھا دیوی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا" پوچھیئے"

شوبھا دیوی ——— میں اس وقت پوچھوں گی۔ جب تو یہ اقرار کرے گی کہ میرے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دو گی۔

چندر موہنی کو اور بھی حیرت ہوئی۔ وہ حیران کن نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ شوبھا دیوی نے کہا۔ اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ چندر موہنی مجھے کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جس کا تعلق خاص تیری ذات سے ہے۔

مجھے اپنی ماتا (والدہ) ہی سمجھ اور جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دے۔ اس بات کا اطمینان رکھ کہ میں نہ کسی سے اس کا ذکر کروں گی۔ نہ تیرے متعلق کوئی برا خیال قائم کروں گی۔ بلکہ تیری منشاء کے مطابق وہ کروں گی۔ جو تو چاہتی ہے۔

چندر موہنی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ کہ شوبھا دیوی ایسے کیا سوالات کرنے والی ہے۔ جو اس نے اتنی بڑی تمہید اٹھائی۔ اس نے کہا۔ میں آپ کے سوالوں کا صحیح صحیح جواب دوں گی۔

شوبھا دیوی ——— مجھے یہی توقع ہے تجھ سے۔ سوالات کرنے سے پہلے میں تجھے یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ سلطان محمود غزنوی سومنات پر محض تیری وجہ سے حملہ آور ہوا ہے۔

یہ سن کر چندر موہنی کی آنکھیں فرط حیرت سے پھٹی رہ گئیں ——————— اس نے انتہائی استعجاب سے دریافت کیا۔ میری وجہ سے ———

شوبھا دیوی نے سنجیدگی سے کہا۔ ہاں تیری وجہ سے ———

چندر موہنی ——— یہ مسلمان بادشاہ کس قدر برے ہوتے ہیں ———

شوبھا دیوی ——— سلطان محمود برے بادشاہوں میں نہیں ہے۔ نہ بد نظر ہے نہ اس نے

Marfat.com

تیرے حسن و جمال کی تعریف سنی ہے۔ نہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔

چندر موہنی ــــ پھر وہ میری وجہ سے کیوں حملہ آور ہوا ہے۔

شوبھا دیوی ــــ یہ بھی ایک راز ہے اور سلطان کے یہاں آنے پر کھل جائے گا۔

چندر موہنی ــــ ماتا جی۔ آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھے کچھ کیوں نہیں بتاتی ہیں۔

شوبھا دیوی ــــ میری بیٹی! ابھی میرے منہ پر قفل لگا ہوا ہے۔

چندر موہنی ــــ یہ تالا کس نے لگایا ہے کیا ایشور نے؟

شوبھا دیوی ــــ ہاں ایشور نے۔ میری بھی راز جوئی کی کوشش کر کے اپنے دل کو تکلیف نہ دے۔ ہاں اب میں تجھ سے سوالات کرتی ہوں۔ پہلی بات یہ بتا جب تو گرو مہاراج سے ملنے گئی تھی کیا تجھے کوئی وہاں ترک ملا تھا۔

چندر موہنی ــــ ایک نہیں دو ترک ملے تھے اور انہوں نے مجھے اور میری سہیلیوں اور کنیزوں کو ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے بچایا تھا۔

شوبھا دیوی ــــ ان دونوں ترکوں میں سے ایک کا نام ہارون تھا۔

چندر موہنی ــــ ہاں یہی نام تھا۔

شوبھا دیوی نے ایسی تیز نظروں سے جو چندر موہنی کو اپنے دل کو اندر اترتیں اور رازوں کا جائزہ لیتیں معلوم ہوئی، پوچھا۔ تجھے ہارون سے محبت ہو گئی ہے۔

چندر موہنی چونک پڑی۔ وہ تذبذب میں پڑ گئی۔ جواب ہی نہ دے سکی۔ شوبھا دیوی برابر تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے نرمی سے کہا۔ جواب دو بیٹی۔

چندر موہنی نے کہا۔ میں ننگ خاندان ہوں ماتا جی!

شوبھا دیوی ــــ یہ میری بات کا جواب نہیں ہے تم نے اقرار کیا ہے کہ میری باتوں کا صحیح جواب دو گی۔

چندر موہنی ــــ اور میں اس اقرار پر قائم ہوں۔

شوبھا دیوی ــــ تو صحیح جواب دو۔

چندر موہنی ــــ یہ سچ ہے ماتا جی! افسوس مجھے ایک ملیکش سے ......

شوبھا دیوی ــــ ہاں اگرچہ یہ ایک بری بات ہے لیکن محبت اندھی ہوتی ہے۔ خیر کچھ مضائقہ

Marfat.com

نہیں۔ اب یہ بتا کیا تیرے دل میں سکھدیو کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چندر موہنی ـــــ بالکل نہیں ہے۔

شوبھا دیوی ـــــ اب سن سکھدیو نے ہارون کو اپنا رقیب سمجھ کر دھوکہ سے گرفتار کر لیا ہے اور اسے قتل کر ڈالنے کی فکر میں ہے۔

چندر موہنی کی گویا جان نکل گئی۔ وہ پیکر رنج و غم بن کر شوبھا دیوی کو دیکھنے لگی اس کا چہرہ حسرت و درد میں ڈوب گیا۔ شوبھا دیوی نے تسلی دہ لہجہ میں کہا۔ غم نہ کر چندر موہنی۔ ایشور اس کی حفاظت کرے گا۔ سلطان محمود آندھی اور گھٹا کی طرح بڑھا چلا آ رہا ہے۔ وہ انہلواڑہ میں آ گیا ہے۔

ہارون سے اسے بڑی محبت ہے اگر سکھدیو نے حماقت کر کے ہارون کو ذرا بھی تکلیف دی تو مسلمان اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ زن و فرزند کو قتل کر ڈالیں گے اطمینان رکھو بیٹی! ہارون کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔

چندر موہنی نے غم ربا لہجہ میں کہا۔ لیکن ماتا تم سکھدیو کو نہیں جانتی ہو وہ نہایت ہی بد باطن اور کینہ پرور ہے۔ مجھے اس کی طرف سے اندیشہ ہے۔

شوبھا دیوی ـــــ اندیشہ نہ کر میری بچی! میں انہلواڑہ جا رہی ہوں۔ تیری خاطر سے ہارون کو بچانے کی کوشش کروں گی۔

چندر موہنی نے شکر گزار نظروں سے دیکھ کر کہا تم مجھ پر کس قدر مہربان ہو۔ میں زندگی بھر تمہارا احسان نہ بھولوں گی۔

شوبھا دیوی ـــــ جب تجھ پر راز ظاہر ہو جائے گا اور حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ تو چندر موہنی تو . . . . مگر نہیں میں قبل از وقت کچھ کہنا نہیں چاہتی۔

چندر موہنی ـــــ تمہاری باتوں سے میرے دل میں اور آتش اشتیاق بھڑک اٹھتی ہے کاش تم میری اصل حقیقت سے مجھے خبردار کر دیتیں۔

شوبھا دیوی ـــــ ابھی صبر کر چندر موہنی! حقیقت کا پردہ اپنے وقت پر خود ہی کھل جائے گا۔

چندر موہنی نے آزردہ خاطر ہو کر کہا۔ "تمہاری مرضی . . . ."

شوبھا دیوی پگھل گئی۔ اس نے کہا۔ تو ملول ہو گئی بیٹی! اچھا میں تجھے اصل حقیقت سے خبردار کیے دیتی ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ . . . ."

حقیقت کے اظہار میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیئے۔" ایک آواز آئی۔ شوبھا دیوی اد

Marfat.com

چندر موہنی دونوں نے بیک وقت نگائیں اٹھا کر دیکھا۔ انہیں مہاگرو دھرمپال آتے ہوئے نظر آئے دونوں نے بڑھ کر قدم چھوئے۔ انہوں نے دونوں کو اشرباد (دعا) دی۔ شوبھا دیوی نے ندامت خیز نگاہوں سے دھرمپال کو دیکھ کر کہا "معاف فرمایئے۔ میں چندر موہنی کی آزردگی نہ دیکھ سکی۔ اور ..... اس پر حقیقت کا انکشاف کرنے کو تیار ہو گئی"۔

دھرمپال ـــــ وعدہ بھی کوئی چیز ہے۔ عہد شکنی سب سے بڑا گناہ ہے۔

شوبھا دیوی ـــــ پرماتما میری کمزوری کو معاف کرے۔

دھرمپال ـــــ چلو چندر موہنی اتواس (قصر شاہی) میں چلو حقیقت کا اس اسی وقت خوب ہے۔ جب اس سے مسرت و انبساط حاصل ہو۔ اگر کلفت پہنچنے کا خوف ہو تو راز کا پردہ نہ اٹھنا ہی بہتر ہے۔

چندر موہنی کچھ نہیں بولی۔ وہ دھرمپال کے ساتھ چل پڑی شوبھا دیوی بھی ایک طرف روانہ ہو گئی۔

Marfat.com

نواں باب

فرار

ہارون کے ساتھ جو مجاہدین گئے تھے۔ وہ قلعے سے باہر آ کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے دفعتاً انہوں نے فصیل پر راجپوتوں کو شور کرتے ہوئے سنا۔ ساتھ ہی قلعہ کا پھاٹک بند ہو گیا۔

ان مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ہندوؤں نے دغابازی کی اور ہارون کو دھوکہ سے قید کر لیا۔ انہیں ان کی اس قدر لوچ حرکت پر بڑا طیش و غصہ آیا اور انہوں نے پلٹ کر قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ جوں ہی وہ پلٹے فوراً ہی راجپوتوں نے تیروں کی باڑھ ماری۔۔۔ جسے انہوں نے اپنی چوڑی چوڑی ڈھالوں پر روکا۔

چونکہ ہارون کو واپس آنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اس لیے برہان کچھ سپاہیوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ہارون قلعہ کے اندر رہ گیا ہے۔ تو اسے بڑا رنج و قلق ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ سپاہیوں کی تعداد بہت ہی کم تھی اس لیے اس نے قلعہ پر دھاوا کرنا مناسب نہ سمجھا اور مجاہدین کو لے کر واپس لوٹ آیا۔

اسلامی لشکر میں آتے ہی اس نے کئی سوار دوڑا کر التونتاش امیر علی خویشاوند اور خود سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی۔

جس کسی نے بھی اس واقعہ کو سنا اسے بڑا ملال ہوا۔ انہوں نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ فوراً اہلواڑہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جائے۔

یہ سلطانی حکم تمام افسروں کے پاس پہنچ گیا اور ہر افسر نے تیزی سے قلعہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

پرم دیو نے بہت سے جاسوس راجپوت سلطانی لشکر کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیج دیئے تھے۔ چونکہ راجپوتوں کی صورتیں الگ تھیں۔ حلیے الگ تھے۔ پوشش الگ تھی۔ اس

Marfat.com

لیے وہ سلطانی لشکر میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ دور ہی پہچان لیے جاتے تھے۔ مسلمانوں نے ایسے کئی راجپوتوں کو گرفتار کر لیا۔ جو جاسوسی کرنے آئے تھے۔

ان جاسوسوں کی زبانی مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ پرم دیو نے بیس ہزار لشکر سومنات کی مدد کے لیے بھیجدیا ہے اور تیس ہزار راجپوت انہلواڑہ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا ایک قلعہ جنوب کی سمت میں سمندر کے اندر ایک قطعہ زمین پر اور ہے۔ جس کا نام گندابہ ہے۔ بیس ہزار لشکر اس کا وہاں ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک ہفتہ کے اندر اس لشکر کو بھی انہلواڑہ میں لا سکتا ہے۔

مگر مسلمانوں نے اس خبر سے کوئی بڑا اثر نہیں لیا۔ انہوں نے انہلواڑہ پر یورش کرنے کے لیے برابر پیش قدمی جاری رکھی۔

کچھ جاسوس ایسے بھی تھے۔ جو مسلمانوں کی نظروں سے بچے اور چھپے رہے اور لشکر سے دور رہ کر اسلامی لشکر کی نقل و حرکت اور اس کی تعداد معلوم کر کے واپس لوٹ گئے۔

ان جاسوسوں نے یہ بات دیکھ لی تھی کہ عسکر اسلامیہ میلوں کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ وہ اس کی تعداد تگنی سمجھ لی اور پرم دیو کو جا کر بتایا کہ پندرہ میل کے طول اور دس میل کے عرض میں اسلامی لشکر پھیلا ہوا ہے۔ سپاہی ایک لاکھ سے کم نہیں معلوم ہوتے۔

مسلمانوں کی اتنی بھاری تعداد سن کر پرم دیو کے ہوش جاتے رہے اسے یقین ہو گیا کہ مسلمان انہلواڑہ کا قلعہ ضرور فتح کر لیں گے۔ اس پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ اس نے دن میں منادی کرادی کہ رات کے وقت سب لوگ قلعہ سے نکل جائیں اور قلعہ خالی کر دیں۔ سپاہیوں کو بھی کوچ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

قلعہ کے لوگ نہایت سراسیمہ ہوئے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے تیاری شروع کر دی۔ لیکن صرف چند گھنٹے کے اندر ہر شخص کا اپنا تمام سامان باندھ کر لے جانا صرف دشوار بلکہ ناممکن تھا اس لیے لوگوں نے ضروری اور قیمتی سامان باندھا اور غیر ضروری یا وزنی اسباب چھوڑ دیا۔

پرم دیو نے ترانہ اور بیش بہا چیزیں دن ہی چھکڑوں اور دوسری بار برداریوں میں بار کرائیں تمام فوجی گاڑیاں۔ ہاتھی خچر اور گھوڑے دیئے گئے اور انہلواڑہ کو ایسا کر دیا۔ جیسے وہ عرصہ سے غیر آباد ہو۔

جب کہ لوگ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں سامان کی فراہمی اور باندھنے جوڑنے میں معروف تھے۔ اس وقت سکھدیو کو خیال ہوا کہ کیوں وہ ہاروان کو تہ خانہ میں بند چھوڑ جائے کیوں نہ اسے

Marfat.com

قتل کر کے اس کا قصہ ہی پاک کر ڈالے۔

اس نے دو ہی روز بیں قبل ہارون کو گرفتار کر کے ایسے تہ خانہ میں قید کر دیا تھا۔ جس میں ہوا اور روشنی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اس قبر نما تاریک قید خانہ میں بھوکا اور پیاسا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے۔

لیکن دو ہی روز میں صورت حال بدل گئی تھی۔ اس وقت قلعہ چھوڑنے کا کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ لیکن اب اسے چھوڑنے اور خالی کرنے کا انتظام ہو رہا تھا۔ اس لیے سکھدیو نے یہی مناسب سمجھا کہ ہارون کا کام ہی تمام کر ڈالے۔

چنانچہ اس نے ایک افسر کو بھیج کر ہارون کو طلب کیا۔ یہ افسر وہی تھا۔ جس نے اس کے حکم سے ہارون کو دھوکہ سے گرفتار کیا تھا۔ وہ چند سپاہیوں کو لے کر روانہ ہوا اور تہ خانہ پہنچ کر قیدی کے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ قیدی کو باہر نکالیں لیکن اسے یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ قیدی نامعلوم طور پر غائب ہو گیا ہے اور صبح ہی سے اس کی تلاش کی جا رہی ہے۔

افسر کو یہ بات سن کر نہایت ہی حیرت ہوئی۔ یہ تہ خانہ وہ تھا۔ جہاں خونی یا کٹر اکو یا اس قسم کے دوسرے بڑے مجرم رکھے جاتے تھے اور آج تک کبھی کوئی مجرم فرار یا غائب نہیں ہوا تھا۔

اس نے کہا، نہایت حیرت کی بات ہے کہ قیدی غائب ہو گیا ہے۔ لیکن اب تمہیں سکھدیو کے غصہ سے کون بچا سکتا ہے۔ وہ یقیناً تم سب کو قتل کرا دے گا۔

محافظوں نے عاجزی اور رونا شروع کر دیا۔ افسر نے کہا "تمہاری التجاؤں اور گریہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں کہ تمہیں گرفتار کر کے لے چلوں۔"

چنانچہ اس نے تمام محافظوں کو جو دس تھے۔ حراست میں لے لیا اور سکھدیو کے پاس انہیں لا کر کہا۔ "راج کماری! ان محافظوں کی غفلت سے قیدی فرار یا غائب ہو گیا ہے۔ میں ان بدبختوں کو گرفتار کر کے حضور میں لے آیا ہوں۔"

سکھدیو کو کمال حیرت ہوئی اور جب حیرت دور ہوئی تو اس پر غصہ نے قبضہ کر لیا۔ اس نے پر غضب نگاہوں سے محافظوں کو دیکھ کر کہا۔

"کمینہ نمک حرامو! تم نے اس قیدی کو چھوڑ دیا۔ جس نے میری روحانی تکلیف کا باعث تھا۔ کیوں تم نے ایسا کیا۔"

تمام محافظ سپاہی اس کے پیروں میں گر گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے۔ "حضور ہم بالکل

Marfat.com

بے قصور ہیں۔ سومنات جی کی سوگند (قسم) ہم نے۔ اسے رہا نہیں کیا۔ ایشور ہی جانتا ہے وہ کیسے غائب ہو گیا؟

سکھدیو۔۔۔ تم نے تہ خانہ کو اچھی طرح دیکھا ہے، کہیں وہ وہیں چھپا ہوا نہ ہو۔

ایک محافظ۔۔۔ حضور ہم نے تہ خانہ کا چپہ چپہ دیکھ ڈالا ہے۔

ایک مرتبہ۔ وہ وہاں نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اسے بھاری اور مضبوط زنجیر میں جکڑ ڈالا گیا تھا۔ زنجیر کھلی ہوئی ملی اور وہ غائب ہو گیا۔

سکھدیو۔۔۔ گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ جن تھا یا جن اسے چھڑا کر لے گئے۔

دوسرا محافظ ان داتا۔ وہ انسان تھا۔ ہماری ہی طرح کا انسان لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ غائب ہو چکا ہے۔

سکھدیو۔۔۔ میں اس بات کو نہیں مان سکتا۔ ضرور تم لالچ کا شکار ہو گئے۔ تم نے بھاری رشوت لے کر اسے چھوڑ دیا۔ اگر اصل حال تم ظاہر کر دو تو میں شاید تمہارے ساتھ کچھ رعایت کر سکوں۔ ورنہ خوب سمجھ لو۔ کہ میرا نام سکھدیو ہے اور مجرموں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کیا کرتا۔

تمام محافظوں نے رو کر کہا ان داتا ہم بے قصور ہیں۔ ہم نے رشوت نہیں لی۔ ہم نے اسے نہیں چھوڑا۔ وہ غائب ہو گیا۔ آپ ہماری بات کا وشواس (یقین) کریں۔

سکھدیو نے طیش میں آ کر ان کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا وہ لوگ جو بدبخت محافظوں کو حراست میں لے کر آئے تھے۔ انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

محافظوں کی روح نکل گئی۔ انہوں نے رو رو کر جان بخشی کی التجا کی لیکن شنوائی نہیں ہوئی۔ اور انہیں سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا۔

سکھدیو نہایت خونخوار قسم کا انسان تھا۔ بیرحم اور سفاک بھی تھا۔ انسانوں کو مٹی کا کھلونا سمجھتا تھا بدنصیب مقتولوں کی لاشیں ان کے وارثوں کے سپرد کر دی گئیں اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ متوفیوں کی موت پر ایک آنسو بھی نہ بہائیں۔

لیکن سکھدیو کو حیرت ضرور تھی کہ ہارون گیا کہاں۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر محافظ اسے چھوڑ دیتے۔ تو وہ دروازہ ہی کے ذریعہ سے باہر جا سکتا تھا اور دروازہ کے پہرہ دار اسے ہرگز بھی قلعہ سے نہ۔۔ نکلنے دیتے۔

انہلواڑہ کے چار عالی شان دروازے تھے اور چاروں پر ہمہ وقت سنگین پہرہ رہتا تھا۔

Marfat.com

وہ چاروں دروازوں پر پہنچا اور ان کے پہرہ والوں سے ہارون کے متعلق تحقیقات کی سب نے اسے دیکھنے تک سے انکار کر دیا۔ اب اسے خود اپنے اوپر غصہ آیا کہ اس نے گرفتار کرتے ہی ہارون کو قتل کیوں نہ کر دیا قید ہی کیوں کیا۔

اس غم و غصہ میں رات ہو گئی۔ ابتدائے رات ہی میں پرم دیو کا حکم کوچ کرنے کے لیے ہو گیا۔ لیکن یہ تاکید کر دی گئی کہ مطلق شور و غل نہ کیا جائے۔ نہایت خاموشی اور بڑی احتیاط سے لوگ روانہ ہوں۔

چنانچہ ہر شخص چپ چاپ روانہ ہونے لگا۔ پہلے عام لوگ چلے پھر لشکر روانہ ہوا اور آدھی رات سے قبل ہی قلعہ خالی کر دیا گیا۔

حیرت ناک ملاقات

غازی سلطان محمود کا لشکر انہلواڑہ سے ایک میل کے فاصلہ پر فروکش تھا اور چونکہ میمنہ اور میسرہ وغیرہ جس طرح مقرر کر دیے گئے تھے۔

اسی طرح ہر دستہ جداگانہ تھا۔ اس لیے کئی میل کے طول و عرض میں مجاہدین اسلام چھاؤنی چھائے پڑے تھے۔

جس رات کو پرم دیو انہلواڑہ سے نکل کر بھاگا ہے اس رات کو برہان ہراول کے دستہ کی گرداوری کر رہا تھا۔ اسے اپنے دوست ہارون کے قید ہو جانے کا بڑا رنج اور صدمہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح قلعہ میں داخل ہو کر اپنے دوست کو چھڑا لائے۔ چنانچہ پچھلی رات میں وہ بڑھ کر قلعہ کے قریب پہنچ گیا۔

رات اندھیری تھی۔ ایسی اندھیری کہ چند قدم کے فاصلہ کی بھی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی ہر طرف سیاہ چادر سی تنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ آسمان پر تارے بکھرے ہوئے تھے اور اس کثرت سے کہ سارا آسمان ان سے بھر گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے سیاہ آبنوسی طشت میں جواہرات انڈیل دیئے گئے ہوں۔

سردی کا موسم شروع ہو گیا تھا اگرچہ ہوا بند تھی لیکن خفیف جھونکے اب بھی چل رہے تھے اور بعض مرتبہ جسم میں کپکپی پیدا کر دیتے تھے۔

Marfat.com

اندھیرے میں"۔ سیاہ پہاڑی ہوم ہو رہا تھا۔ ہر طرف سکون و خاموشی کا تسلط تھا۔ جنگل بھیانک معلوم ہو رہا تھا۔ قلعہ کی فصیل پر کسی قسم کی نہ روشنی تھی نہ وہاں سے کسی پہرہ والے کی آواز آ رہی تھی۔

برہان نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ قلعہ والے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ سب غفلت کی نیند پڑے سو رہے ہیں۔ اگر اس وقت اندھیرے میں ہم قلعہ میں رسائی حاصل کریں تو۔۔۔۔"

ایک سپاہی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے کیا آپ بھول گئے کہ سلطان والا جاہ کا یہ حکم ہے کہ بغیر ان کے حکم۔۔ کوئی شخص قلعہ کے قریب جانے کی بھی کوشش نہ کرے

برہان فوراً ہی رک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ افسوس میں اس حکم کو بھول گیا تھا۔ بڑی نادانی کی میں تمہارا مشکور ہوں۔ تم نے یاد دلایا۔ ہارون کی محبت مجھے یہاں تک کھینچ لائی اور شاید اس محبت ہی نے میرے دل سے۔۔ سلطانی حکم بھلا دیا۔ خدا معاف کرے۔ آؤ واپس چلیں۔

مسلمان اپنے افسروں کے بڑے اطاعت گزار تھے۔ حکم کی تعمیل میں اپنی جانوں کو خطرہ میں میں ڈال دیتے تھے۔ مثلاً دشوار گزار پہاڑوں پر چڑھ جاتے تھے۔ عمیق و عریض دریاؤں میں پھاند پڑتے تھے۔ بے شمار دشمنوں سے نبرد آزما ہو جاتے تھے۔ سر بفلک قلعوں کی فصیلوں پر چڑھنے لگتے تھے۔ غرض جس وقت اور جو حکم دیا جاتا تھا۔ فوراً اس کی تعمیل کرتے تھے۔ نافرمانی کو تو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ اگر کبھی سہواً کوئی نافرمانی ہو جاتی تھی۔ تو انہیں بڑا افسوس ہوتا تھا۔ مدت تک پچھتاتے رہتے تھے۔

چنانچہ برہان کو بھی حد درجہ افسوس ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ واپس لوٹا اس کے ساتھ سو سوار تھے۔ سب تاریکی کے سیاہ پردوں کو چاک کر کے لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دفعۃً انہوں نے کچھ کھٹکا سنا۔ وہ چونک کر ہوشیار ہو گئے۔ برہان نے پوچھا تم نے کھٹکا کی آواز سنی۔

کئی سپاہیوں نے جواب دیا۔ جی ہاں سنی ہے۔

برہان ـــــ شاید کوئی جنگلی جانور قریب معلوم ہوتا ہے۔

ایک سپاہی ـــ کوئی جانور ہے یا انسان لیکن ہے ضرور کوئی۔

برہان ـــــ خاموش کھڑے ہو جاؤ اور کان لگا کر سنو

سب چپ چاپ کھڑے ہو گئے اور کان لگا کر سننے لگے۔ خشک پتوں اور گھاس کے چرچرانے کی آواز آ رہی تھی۔ جیسے کوئی دبے قدموں۔۔ بڑی احتیاط سے آ رہا ہو۔

Marfat.com

برہان نے آہستگی سے کہا، "کوئی انسان ہی ہے جو بڑی احتیاط سے آرہا ہے شاید تنہا ہے۔"
ایک مجاہد بولا۔ اور ہمارے بہت قریب آ گیا ہے۔
دفعتہً آواز آئی کیا تم مسلمان ہو۔
برہان نے آواز پہچان لی۔ اس نے جوش و مسرت کے لہجہ میں۔۔۔ ہارون تم ہو۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے۔
پھر آواز آئی برہان تم ہو۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔
برہان فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور بے تحاشا آواز کی طرف دوڑتے ہوئے بولا۔ دوست خدا کا شکر ہے تم آزاد ہو گئے ہم سب تمہاری وجہ سے نہایت پریشان اور بڑے رنجیدہ تھے۔
سیاہ پردوں کو چاک کرتے ایک آدمی تیزی سے بڑھا اور برہان کے قریب آکر بڑی گرم جوشی سے اس سے بغل گیر ہوا یہ ہارون ہی تھا۔ برہان نے کہا۔ خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے تم آ گئے۔ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم بھی تمہارے قید ہو جانے سے نہایت غمگین اور بہت زیادہ متفکر ہو گئے تھے۔
ہارون ـــــ میں جہاں پناہ کی اس ہمدردی کا عمر بھر شکر گزار ہوں گا۔ میرا خیال تھا کہ تم مجھے ڈھونڈنے قلعہ تک آؤ گے۔

برہان ـــــ میں اس وقت رات کو ضرور قلعہ میں داخل ہو جاتا اگر عالم پناہ سلطان والا جاہ نے یہ ممانعت نہ کر دی ہوتی کہ کوئی مسلمان۔۔۔ قلعہ کے قریب نہ جانے پائے۔
ہارون نے متاسف نگاہوں سے برہان کو دیکھ کر کہا۔ لیکن تم نے نافرمانی کیوں کی۔ قلعہ کے قریب کیوں آئے۔
برہان ـــــ میں تمہارے خیال میں کچھ ایسا غرق ہوا کہ اس حکم ہی کو بھول گیا۔ گرداوری کرتا ہوا یہاں چلا آیا۔ قلعہ کی فصیلوں پر خاموشی دیکھ کر دل میں امنگ پیدا ہوئی کہ قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں۔ لیکن فوراً ہی ایک سپاہی نے شاہی حکم یاد دلایا اور میں جلدی سے واپس لوٹ چلا۔
ہارون ـــــ دوست! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا
برہان ـــــ لیکن مجھے یہ تعجب ہے کہ تم دشمن کے چنگل میں کیسے آ گئے۔
ہارون ـــــ میں خود حیران ہوں۔ بس یہ سمجھو کہ خدا ہی کو یہ منظور تھا۔ ورنہ جس وقت انہلواڑہ کے راجکمار نے مجھے روکا اور مجھ سے گفتگو کرنے کی استدعا کی میرے دل میں یہ خیال گزرا۔ کہ وہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ لیکن قدرت کے اس انتباہ پر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور میں نے اپنے ساتھیوں

Marfat.com

کو رخصت کر دیا۔

برہان ـــــ سب کو یہی حیرت تھی کہ تم جیسا دانشمند آل اندیش اور دغا و فریب کو سمجھنے والا کیسے دشمنوں کے دھوکہ میں آ گیا۔

ہارون ـــــ حقیقت یہ ہے برہان کہ محبت اندھا۔ بہرہ اور کم عقل کر دیتی ہے۔

برہان نے متعجب ہو کر دریافت کیا۔ کیا انہلواڑہ میں کسی سے محبت ہو گئی ہے تمہیں۔

ہارون ـــــ نہیں۔ دغاباز راجکمار نے مجھ سے کہا کہ وہ چندر موہنی کا قاصد ہے اور اس کا پیغام سنانا چاہتا ہے۔

برہان ـــــ چندر موہنی! کیا سومنات کی راجکماری

ہارون ـــــ ہاں۔

برہان ـــــ اوہ میں سمجھ گیا۔ وہ دغاباز ضرور راجکماری کو چاہتا ہے۔

ہارون ـــــ صرف چاہتا ہی نہیں بلکہ چندر موہنی اس کی منگیتر ہے۔

برہان ـــــ اسی لیے اس نے یہ جال پھیلایا۔ لیکن تم رہا کیسے ہوئے۔

ہارون ـــــ اسے بھی تائید ایزدی ہی سمجھئے۔

برہان ـــــ اس میں کیا شک ہے۔ لیکن ہوا کیا۔

ہارون ـــــ ذرا صبر کرو۔ سلطان کے روبرو تمام حال بیان کروں گا۔

برہان ـــــ تم سیدھے قلعہ میں سے نکلے چلے آ رہے ہو۔

ہارون ـــــ جی ہاں۔

برہان ـــــ دوست کیوں نہ ہم خاموشی سے قلعہ میں داخل ہو جائیں۔

ہارون ـــــ اب قلعہ میں داخل ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ برہان نے متحیر ہو کر ہارون کو دیکھتے ہوئے کہا کیوں۔

ہارون ـــــ اس لیے کہ قلعہ خالی پڑا ہے۔ وہاں ایک متنفس بھی۔۔۔ باقی نہیں رہا ہے۔

برہان نے اور بھی متعجب ہو کر پوچھا۔ کیوں اہل قلعہ کہاں چلے گئے۔

ہارون ـــــ وہ قلعہ خالی کر کے بھاگ گئے۔

برہان ـــــ بڑے ہی بزدل تھے۔

اب صبح ہو گئی تھی مشرق کی طرف سے دل کش روشنی نمودار ہو چکی تھی۔ اندھیرا دور ہونے والا اور

Marfat.com

اجالا پھیلنے لگا تھا۔

جب یہ لوگ فرودگاہ کے قریب پہنچے تو صبح کی اذان کی آواز آئی۔ کئی آدمی مل کر اذان دے رہے تھے۔

مجاہدین اسلام اذان کی آواز سنتے ہی بیدار ہو کر خیموں سے نکلنے اور ضروریات سے فراغت کرنے کے لیے ادھر ادھر جانے لگے تھے۔

روشنی دمبدم پھیلتی جاتی تھی۔ آسمان نہایت سہانا ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آسمان مسکرا رہا ہو اور اس کے تبسم سے روشنی پھیلتی جاتی ہو۔

چونکہ رات کو شبنم پڑی تھی۔ اس لیے گھاس تر ہو کر شاداب ہو گئی تھی۔ کائنات کے ذرہ ذرہ۔ گلشن کی کلی کلی۔ درختوں کے پتوں پتوں اور گھاس کے تنکے تنکے میں نئی زندگی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ سب تروتازہ اور دلفریب ہو گئے تھے۔

مسلمانوں نے وضو کیا اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھنی شروع کی۔ خدائے واحد جبار کے سامنے پانچ ہزار آدمیوں کا۔۔۔ رکوع اور سجدے کرنا نہایت دلکش معلوم ہو رہا تھا۔

نماز کے بعد ہی مسلمانوں کو ہارون کے آنے کی اطلاع ہو گئی۔۔ سب کو نہایت درجہ مسرت ہوئی۔ سب نے اس کی مع الخیر واپسی پر خدا کا شکر ادا کیا۔

نماز سے فارغ ہو کر برہان اور ہارون دونوں سلطانی لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

دسواں باب

ہارون کی داستان رہائی

ہم بیان کر آئے ہیں کہ سلطان قلب لشکر میں تھے ہارون اور برہان کے دستوں سے کئی میل پیچھے۔ چونکہ اس وقت میمنہ اور میسرہ۔ ہراول اور قلب۔ سب مقیم تھے۔ اس لیے مجاہدینِ اسلام بے فکری سے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ میمنہ والے میسرہ والوں سے اور ہراول والے۔ قلب والوں سے ملنے کے لیے آجا رہے تھے۔ جس دوری میں ایک اسلام فروکش تھا۔ اتنے حلقہ میں خوب چہل پہل ہو رہی تھی۔

ہارون اور برہان کو سینکڑوں مجاہدین آتے جاتے ملے چونکہ ہارون کی گرفتاری کی خبر تمام لشکر کو ہوگئی تھی اور اس سے ہر شخص واقف تھا۔ اس لیے انہیں دیکھنے والے پہلے حیران ہوتے پھر خدا کا شکر ادا کرتے اور بڑھ کر ان کی رہائی پر انہیں مبارکباد دیتے۔

ہارون مسلمانوں کی اس اخوت و محبت سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے تھے۔

جب وہ سلطانی فرودگاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسلمان نہایت اطمینان اور بڑی بے خوفی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ بعض ہتھیار صیقل کر رہے ہیں۔ بعض لباس کی درستی میں مشغول ہیں۔ بعض کھانا تیار کر رہے تھے اور بعض درختوں کے سایہ میں سبز مخملی فرش پر گروہ در گروہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔

اگرچہ وہ دشمنوں کے ملک میں، دشمنوں کے سامنے میدان جنگ میں موجود تھے۔ انہیں کچھ تو کچھ بے اطمینانی اور پریشانی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اس کے برعکس وہ نہایت مطمئن تھے۔ ایسے مطمئن جیسے اطمینان اور امن کی جگہ میں محفوظ ہوں۔

ہارون اور برہان انہیں دیکھتے ہوئے بڑھتے رہے یہاں تک کہ لشکر گاہ میں داخل ہوئے یہاں خیموں کا شہر بسا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے خیمے قطار در قطار حد نگاہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان خیموں

Marfat.com

کی ترتیب اس طرح تھی کہ شمال سے جنوب تک لمبی قطاریں چلی گئی اور ایک قطار سے دوسری قطار بیس فٹ کے فاصلہ پر تھی۔ اس طرح ہر قطار کے درمیان اس قدر راستہ چھوٹا ہوا تھا کہ چار سوار نہایت آسانی سے بہ یک وقت گزر سکتے تھے۔

چونکہ سلطان کا خیمہ لشکر کے وسط میں ہوتا تھا۔ اس لیے ان دونوں کو کافی فاصلہ طے کرنا پڑا اور جب یہ اس خیمہ کے سامنے پہنچے جس پر سلطانی علم لہرا رہا تھا۔ تو وہ گھوڑوں سے اتر گئے سلطان کے لیے کئی خیمے نصب کیے جاتے تھے اور وہ مختلف ضروریات کے لیے ہوتے تھے۔ مثلاً کھانا کھانے، سونے کا، نشست برخاست کا دربار خاص کا، درباریوں اور مشیروں سے گفتگو کرنے کا وغیرہ۔

لیکن ایک خیمہ جو خاص سلطانی خیمہ کہلاتا تھا اس پر اسلامی پرچم لہراتا رہتا تھا۔ یہی وہ جھنڈا تھا۔ جو اس سے پہلے پندرہ مرتبہ ہندوستان میں آچکا تھا اور ہمیشہ سربلند رہا تھا۔ یہی وہ جھنڈا تھا جسے دیکھ کر دشمنوں کے دلوں میں کپکپی پیدا ہو جاتی تھی اور یہی وہ جھنڈا تھا۔ جسے دیکھ کر مجاہدین کے دلوں میں سرفروشی کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ ہر مسلمان اس جھنڈے کا احترام کرتا تھا۔

اس سلطانی قیام گاہ کے گرد ہر وقت سنگین پہرہ رہتا تھا ڈھائی سو فوجی سپاہی ننگی تلواریں لیے ایک محدود دائرہ میں گھومتے رہتے تھے۔

جوں ہی پہرہ داروں نے ہارون اور بربان کو دیکھا انہوں نے فوجی قاعدہ سے انہیں سلام کیا اور چند سپاہی سلطان سے ان کی باریابی کی اجازت لینے کے لیے چلے گئے۔

جب سلطان کو ہارون کے اچانک آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت خوش ہوئے اور انہیں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ انہیں ہارون سے کچھ ایسی محبت تھی کہ اس کے استقبال یا اس سے ملنے کے شوق میں خیمہ سے باہر نکل آئے۔

ہارون نے بڑھ کر فرزندانہ سعادت سے نہایت ہی ادب سے جھک کر سلام کیا۔ غازی سلطان محمود نے اس کے پشت پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا تیری گرفتاری کی خبر سن کر ہارون! مجھے بڑا ہی صدمہ ہوا تھا۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ تو رہا ہو کر آگیا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ خدا نے یہ مجھ پر اور تمام مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔

ہارون ——— جلالتمآب کو اپنے خادموں سے بڑی ہی محبت ہے۔ ظل اللہ کی بڑھی ہوئی

Marfat.com

شفقت و محبت ہی نے ہر سپاہی اور ہر مجاہد کو وفادار خادم اور جاں نثار خانہ بنا دیا ہے۔

سلطان ــــ جب ہم نے تیری گرفتاری کی خبر سنی تو خوف ہوا کہ کہیں برہان دوستی کی آگ میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے۔ جس سے یہ بھی گرفتار ہو جائے یا اسلامی لشکر کو نقصان پہنچ جائے۔ اس اس لیے ہم نے اس کے پاس فرمان بھیج دیا تھا کہ ہمارے پہنچنے تک یہ کوئی کاروائی نہ کرے۔

برہان ــــ عالم پناہ کے اس حکم ہی نے مجھے اپنے ارادہ سے باز رکھا۔ ورنہ میں قلعہ پر یورش کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

سلطان ــــ میں جانتا ہوں کہ دوستوں میں دو حقیقی بھائیوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور جس طرح بھائی کے لیے بھائی جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوست کے لیے دوست بھی جان دے دیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات دوست بھائی سے بڑھ کر جانبازی کر دکھاتا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جس کا دنیا میں ایک دوست بھی ہو۔ تم دونوں اس معاملہ میں خوش قسمت ہو۔ آؤ خیمہ کے اندر چلو۔

سلطان گھوم کر خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ ہارون اور برہان بھی ان کے پیچھے ہی پیکر ادب بنے گھس گئے۔

غازی سلطان محمود زر نگار مسند پر گاؤ تکیہ سے سہارا لے کر جا بیٹھے۔ ان کے سامنے یہ دونوں دوست بھی جا بیٹھے۔

تمام خیمہ میں خوشنما اور دبیز قالینوں کا فرش ہو رہا تھا اور خیمہ کی چوبوں پر یا تو ہتھیار لٹک رہے تھے اور یا ہندوستان کے نقشے آویزاں تھے۔

سلطان نے کہا ہاں اب اپنی گرفتاری اور رہائی کے مفصل واقعات بیان کرو ہارون!

ہارون ــــ پیر و مرشد! میں پرم دیو کے دربار میں پہنچا اور اسلامی مجاہدین کی روایات کے موجب اسے پیغام حق پہنچا دیا۔ جب میں واپس لوٹ رہا تھا تو سکھدیو، پرم دیو کا بیٹا ملا اور مجھے دھوکہ ہے گیا۔ میں اس وقت اس کے فریب کو ــــ سمجھا جب اس نے ناشائستہ گفتگو شروع کی اور فوراً ہی اس کے دغا باز سپاہیوں نے پشت کی طرف سے آکر مجھے اپنے قابو میں کر لیا۔ میں طیش و غضب سے سرخ ہو گیا۔ لیکن ہاتھ پیر . . ہلانے کا موقعہ نہ ملا۔

ان بدبخت اور بے رحم درندوں نے مجھے ایک ایسے تنگ و تاریک تہ خانہ میں قید کر دیا۔ جہاں ہوا اور روشنی کا بالکل بھی گزر نہ تھا۔ جس کا فرش کچھ نم تھا اور عجب قسم کا تعفن آ رہا تھا۔ عالیجاہ میں

Marfat.com

وہاں ذرا ہی دیر میں پریشان ہوگیا۔ بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ ہوا نہ ہونے کی وجہ سے دم گھٹنے لگا اور روشنی کی عدم موجودگی کے باعث طبیعت گھبرانے لگی۔

مجھے خیال تھا کہ عنقریب ہی مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ سکھدیو نے قید خانہ میں لے جاتے وقت یہی دھمکی دی تھی۔

سلطان نہایت توجہ سے ہارون کی داستان سن رہے تھے۔ انہوں نے جوش میں آکر کہا۔ اگر ہارون! خدانخواستہ وہ بدبخت تجھے شہید کر ڈالتے تو خدا کی قسم میں ہر اس ہندو کو مار ڈالتا جو میرے ہاتھ آجاتا اور ہر آبادی کو تاراج اور ویران کر دیتا۔ جس طرف سے میرا لشکر گذرتا۔ اب بھی میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہ کروں گا جنہوں نے میرے فرزند ہارون کو تکلیف پہنچائی ہے۔

ہارون — لیکن جہاں پناہ! میں ایک ہستی سے امن کا وعدہ کر آیا ہوں۔

سلطان — تیرے وعدہ کا احترام کیا جائے گا۔ تو اپنی داستان جاری رکھ۔

ہارون — نہ معلوم کس وقت چند آدمی مشعلیں لے کر وہاں آئے۔ چونکہ تہ خانہ میں اس درجہ اندھیرا تھا کہ روشنی نام کو بھی نہ آتی تھی۔ اس لیے رات اور دن کا اندازہ نہ ہو سکا۔ مگر ان کے مشعلیں لے کر آنے سے میں سمجھ گیا کہ دن چھپ گیا ہے۔ وہ لوگ میرے لیے کچھ کھانا اور ایک روشن شمع رکھ کر چلے گئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اب کیا وقت ہے رات ہے یا ابھی دن نکلا ہوا ہے۔ لیکن وہ میری زبان نہ سمجھتے تھے۔ پاگلوں کی طرح میرے منہ کو تکتے رہے۔ ان میں سے بھی ایک شخص نے کچھ کہا۔ جیسے میں نہ سمجھ سکا اور میں بے وقوفوں کی طرح ان کی صورتیں تکتا رہ گیا۔

جب وہ چلے گئے تو میں نے کھانا دیکھا۔ چھوٹی چھوٹی چند ٹکیاں اور ایک گول پیتل کے برتن میں پانی تھا۔ اگرچہ مجھے بے حد بھوک لگی ہوئی تھی۔ لیکن طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ مشرکوں کے ہاتھ کا تیار کیا کھانا کھاؤں۔ جن کو کل مشرک نجسا، یعنی تمام مشرک نجس ہیں۔ کہا گیا ہے۔ میں نے کھانا چھوا بھی نہیں۔ جوں کا توں رہنے دیا

چونکہ پیاس بھی معلوم ہو رہی تھی سا ارادہ ہوا کہ تھوڑا سا پانی پی لوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ پانی بھی تو مشرک ہی لائے ہیں اور مشرکوں کے ہی برتن میں ہے۔ اس خیال سے ہی کراہت آئی اور میں نے پانی بھی نہ پیا۔

سلطان — شاباش ہارون! شاباش! تو نے خوب کیا حقیقت میں مشرک نجس ہوتے ہیں۔ وہ کیا جانیں طہارت اور پاکیزگی کو جسمانی گندگی کے علاوہ مشرک کی وجہ سے ان میں روحانی گندگی بھی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو مشرک کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے۔

ہارون ـــــ اور اسی خیال سے میں نے کھانے اور پانی کو ہاتھ . . . تک نہیں لگایا۔

ایک وہ مسلمان تھے جو مشرک کو نجس سمجھ کر ان کے ہاتھوں کی کوئی چیز نہ کھاتے تھے۔ ایک ہم مسلمان ہیں کہ نجس اور ناپاکی کا خیال کیے بغیر ان کے ہاتھ سے تر چیزیں لے کر خوب مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کھانے کا اثر روح کی پاکیزگی پر ہوتا ہے اگر پاکیزہ کھانا ہے تو روح پاکیزہ تر ہو جائے گی اور اگر نجاست آلودہ ہے۔ تو روح نجاست آلودہ ہو جائے گی۔

مشرکوں کے یہاں وہ چیزیں مطہر و پاک ہیں جنہیں ہم مسلمان گندہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہندو گئے کا گوبر لیپ کر چوکہ دیتے ہیں اور کھانا تیار کر کے بے تکلف اس پر رکھ دیتے ہیں۔ وہ گائے کے گوبر کو پاک سمجھتے ہیں اور ہم ناپاک سمجھتے ہیں۔

کوئی مسلمان گائے کے گوبر پر کوئی چیز رکھ کر نہیں کھا سکتا لیکن ہندو کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق کوئی چیز ناپاک ہو جائے۔ تو وہ گائے کا پیشاب اس میں ڈال دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ چیز پاک ہو گئی۔ حالانکہ مسلمان گائے کے پیشاب کو بھی اور جانوروں کے پیشاب کی طرح گندہ اور نجس سمجھتا ہے۔ جو چیز مشرک تیار کرتے ہیں مسلمان کو کیا خبر ہے کہ اسے گائے کے گوبر پر نہیں رکھا گیا۔ یا اس میں پیشاب نہیں ملا دیا گیا۔

مسلمانو! مشرکوں کے یہاں کا کھانا چھوڑ دو۔ پیسہ خرچ کر کے کیوں گندگی اور نجاست مول لیتے ہو۔ یہ فرمان تو خدا ہی کا ہے۔

کہ مشرک نجس ہیں۔ نجس آدمیوں کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزیں بھی نجس ہوں گی۔ اس لیے مشرکوں کے ہاتھوں کی چیزیں کھا کر گنہگار نہ بنو۔

ہندو تمہارے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھاتا۔ حالانکہ تم اس سے زیادہ صاف ستھرے اور پاک و صاف رہتے ہو۔ مگر وہ تمہیں غلیظ و گندہ سمجھتا ہے۔ اور تم اس کے ہاتھ کی چیز بڑے شوق سے لے کر کھا لیتے ہو۔ حالانکہ تم اسے نجس اور گندہ خیال کرتے ہو۔

کس قدر افسوس ہے کہ ہندو تم سے بچے اور تم ہندو سے نہ بچو۔ وہ تم سے اس لیے بھی نہ کچھ خریدے کہ اس سے تمہیں منافع حاصل ہوگا اور وہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تمہیں نہیں اور تم اسے فائدہ پہنچاتے ہو۔ اپنے بھائی کو نہیں تمہاری اس عدم توجہی سے تمہارے بھائی

Marfat.com

مسلمان کی تجارت فیل ہو جاتی ہے اور ہندو کی تجارت ترقی کر جاتی ہے۔

یہ زبردست نقصان ہے جو مسلم قوم کو پہنچ رہا ہے اور جس سے مسلمان پنپنے نہ پاتے۔ مفلوک الحال اور بے مایہ ہیں۔

آج دنیا کی ہر قوم ترقی کر رہی ہے اور ہر قوم کا ہر فرد اپنی قوم کی ترقی میں کوشاں ہے۔ لیکن ہم بدبخت مسلمان ہی ایسے ہیں جنہیں اپنی قوم کا مطلق بھی خیال نہیں ہے۔ وہ اپنی کمائی سے دوسری قوموں کو بنا رہے ہیں۔

مسلمانو! عہد کرلو کہ تم بھی دوسری قوموں کی طرح اپنی قوم کو بناؤ گے۔ کبھی کوئی چیز کسی غیر مسلم سے نہ خرید و گے۔ اگر آج ہندوستان کے مسلمان مسلمانوں ہی سے خرید و فروخت شروع کر دیں۔ تو مسلمانوں کی تجارت چمک جائے اور مسلم قوم مفلس نہ رہے۔ قوم کے استحکام کے لیے کچھ ایثار کی ضرورت ہے۔

خدا مسلمانوں کو عقل و سمجھ دے اور وہ پاکیزہ چیزوں کی بجائے گندہ اور نجس چیزیں خریدنے سے باز رہیں۔

سلطان —— اچھا پھر کیا ہوا۔

ہارون —— شمع کی روشنی سے اندھیرے کی تکلیف تو دور ہو گئی لیکن باقی تکلیفیں بدستور باقی رہیں۔ میں لیٹ گیا اور نہ معلوم کس وقت نیند آ گئی۔ کچھ کھٹکا ہونے پر آنکھ کھلی۔ دیکھا تو ایک جوگن ایک برطا تیر ہاتھ میں لیے کھڑی ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک بڑی مشعل ہے میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی ایک اور لڑکی نظر آئی جو جوگن کے پیچھے کھڑی تھی اور جسے میں نے پہلی نظر میں نہیں دیکھا تھا۔ جوگن نے میری زبان میں کہا۔ نوجوان۔ رائیکاری کامنی تمہارے پاس اس لیے آئی ہے کہ اگر تم ایک وعدہ کرو تو تمہیں رہا کر دے میں نے پوچھا۔ مجھ سے کیا اقرار کرانا چاہتی ہو۔

جوگن —— تم اس وقت انہلواڑہ کے قلعہ پر حملہ نہ کرو گے۔ اور سلطان کو بھی حملہ کرنے سے روک دو گے۔

میں نے اقرار کر لیا۔ جوگن نے میری زنجیریں کھول دیں اور مجھے ساتھ لا کر خفیہ دروازہ سے قلعہ کے باہر کر دیا۔ کامنی تہ خانہ سے نکلتے ہی ایک طرف چلی گئی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ وہ جوگن کون تھی اور کیوں میری رہائی کے لیے آئی۔

سلطان —— خدا بہتر جانتا ہے۔ جب تم نے انہلواڑہ پر اس مرتبہ حملہ نہ کرنے کا اقرار کیا ہے۔ تو ہم بھی درگزر کرتے ہیں۔ لشکر کو حکم دے دو کہ قلعہ سے بچ کر نکل جا۔

Marfat.com

ہارون اور برہان دونوں نے سلطان کو سلام کیا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

غمگین حور

سومنات میں متعدد راجاؤں کے بھیجے ہوئے لشکر آ گئے تھے اور ابھی تک ان کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہندوستان کے تمام راجاؤں کی فوجیں سومنات میں جمع ہو جائیں گی۔

جو راجپوت زعفرانی لباس پہن کر آئے تھے۔ ان کی بھی خاصی تعداد تھی عام ہندو ان سرفروشوں کی سب سے زیادہ قدر منزلت کر رہے تھے۔ جس طرف سے ان کے دستے گزرتے تھے۔ لوگ ان کی تعظیم کے لیے جھکتے چلے جاتے تھے۔ بعض خوش عقیدہ ہندو ان کے پیروں کے نیچے کی خاک اٹھا کر اپنی اور اپنے بچوں کی پیشانیوں سے ملتے تھے۔

جب یہ سرفروش مندر میں داخل ہوئے تھے۔ تو ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا جاتا تھا سب سے پہلے بت کے درشن انہیں ہی کرائے جاتے تھے۔

ان کے علاوہ اور جس قدر بھی فوجیں آتی تھیں۔ انہیں بھی تمام ہندو نہایت احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

سومنات کا مہاراجہ اس کثیر التعداد لشکر کو دیکھ کر نہایت خوش ہو رہا تھا۔ اب نہ اسے پریشانی رہی تھی۔ نہ کوئی فکر بلکہ نہایت اطمینان ہو گیا تھا اور وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ اس عظیم الشان لشکر سے غازی سلطان محمود کو شکست دے کر اپنی قوت و عظمت کی دھاک مسلمانوں کے دلوں پر بٹھا دے گا۔

اگرچہ اسے اسلامی لشکر کی تعداد معلوم نہ تھی۔ لیکن اس بات کو وہ خوب جانتا تھا کہ غزنی سومنات سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر ہے۔ پھر راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ اس طرح سلطان محمود اپنے ساتھ لشکر نہیں لا سکتا۔

اس کا یہ خیال بالکل صحیح تھا۔ سلطان اپنے ساتھ صرف تیس ہزار سرفروش مجاہدوں کو لے کر آئے تھے اور اس لشکر میں سلطان کا ایک بھی تنخواہ دار سپاہی نہ تھا۔ بلکہ سب ناکارہ تھے۔ جو اپنی خوشی سے جہاد کرنے آئے تھے۔

لیکن نہ معلوم کیا بات تھی کہ باوجود راجپوتوں کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی اوپر ہو

Marfat.com

بلنے کے تمام ہندوؤں میں پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ خود سومنات کے پجاری پنڈے نامعلوم خوف کی وجہ سے خائف و ترساں تھے۔

وہ زائرین جو ماہانہ غسل میں شریک ہونے کے لیے آئے تھے۔ مسلمانوں کے حملہ کی خبر سن کر بہت جلد واپس چلے گئے تھے۔

سچ یہ ہے کہ منیعم اسلامی غازی سلطان محمود کی آمد آمد سے ہندو کانپ رہے تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ فتح و ظفر اس کے ہمرکاب ہے۔ جس ملک یا قلعہ پر وہ حملہ کرتے ہیں۔ اسے فتح کیے بغیر نہیں چھوڑتے ان کی تشویش اور خوف کی یہی وجہ تھی۔

چونکہ انہلواڑہ کا راجہ پرم دیو نہایت غیور اور بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا لشکر بھی اس کے پاس کافی تھا۔ اس کی قوت و عظمت کے افسانے مشہور تھے۔ اس لیے سب کا یہ خیال تھا کہ وہ شیر اسلام غازی سلطان محمود کا سد راہ ہوگا اور اپنی قلمرو سے ہرگز انہیں نہ و ے گا۔

لیکن بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی توقعات غلط ثابت ہوئیں۔ پرم دیو بغیر کوئی خونریز مقابلہ کیے انہلواڑہ کو خالی کر کے اپنے سمندری قلعہ گندابہ کی طرف بھاگ گیا ہے اور سلطان بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

اس خبر نے ہندوؤں میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ مہاراجہ سومنات کو بھی قدرے تشویش ہوئی۔

جب کہ یہ واقعات ہو رہے تھے۔ اس وقت چندر موہنی نہایت متفکر اور مغموم رہتی تھی۔ اس کے احمری لبوں پر ہنسی تو ہنسی سکراہٹ بھی نہ آتی تھی۔ اس کے چاند سے چہرہ پر اداسی کا ابر سا چھایا رہتا تھا۔

اس کی سہیلیاں اور داسیاں اسے خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کرتی تھیں لیکن وہ خوش ہوتی تھی۔ نہ ہنستی تھی۔ عرصہ ہوا کامنی اس کے پاس سے چلی گئی تھی۔ جب سے کامنی اسے فریب دے کر جنگل میں لے گئی تھی اور سکھدیو نے وہاں اسے پریشان کیا تھا۔ اس وقت سے وہ کامنی سے کچھ کشیدہ اور الگ الگ رہنے لگی تھی۔

لیکن یہ عجیب بات تھی کہ وہ دل میں اسے اکثر یاد کر لیا کرتی تھی۔ وہ اکثر خود حیران ہو جاتی تھی کہ کامنی بیوفا اور ناقابل اعتماد ہونے کے باوجود بھی کیوں یاد آتی ہے۔

جب سے اس نے شوبھا دیوی سے یہ سنا تھا کہ سکھدیو نے ہارون کو گرفتار کر لیا ہے

Marfat.com

اس وقت سے وہ اور بھی غم زدہ اور بے چین رہنے لگی تھی۔

ایک روز جب وہ مہارانی کے سلام کر گئی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ روزانہ صبح کے وقت مہارانی اور مہاراجہ دونوں کو سلام کر جایا کرتی تھی۔ تو مہارانی نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ پتری (بیٹی) تو بڑی بیاکل (بے چین وغمگین) معلوم ہوتی ہے کیا کارن (وجہ) ہے۔

چندر موہنی نے سر جھکا کر جواب دیا کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ نہ معلوم میری طبیعت کیوں پریشان اور مضطرب رہتی ہے۔

مہارانی ـــــ اس ملیکش سلطان کے حملہ نے سب ہی کو پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ تیرے پتا جی بھی بیاکل (بے چین) رہتے ہیں۔ میں بھی ملیں (غمگین) رہتی ہوں۔ تو بھی ایسی ہی رہنے لگی۔ میری عزیز بیٹی! تو فکر نہ کر۔ سومنات جی اس ملیکش کو ضرور سزا دیں گے۔ تجھے ان ملکی معاملات سے کیا تعلق تو ہنسی خوشی رہ۔ تجھے آزردہ دیکھ کر مجھے اور تیرے پتا جی... دونوں کو رنج ہوتا ہے۔

چندر موہنی ـــــ میں خوش رہنے کی کوشش کروں گی۔ ماتا جی۔

مہارانی ـــــ ہاں میری بچی! تو خوش رہا کر۔ تجھے خوش دیکھ کر ہم بھی ذرا خوش ہو لیا کریں گے۔

چندر موہنی سلام کر کے واپس لوٹ آئی۔ نہ معلوم کیا بات ہوئی اور اسے کیا خیال آیا۔ کہ جب وہ مہارانی کے پاس سے پلٹی تو یکایک اس کے دل پر ابر غم چھا گیا۔ وہ اپنے کمرے میں آنے کی بجائے باغیچہ میں جا نکلی اور ایک سنگ مرمر کی خوشنما بنچ پر بیٹھ کر مغموم نگاہوں سے باغیچہ کے گل پوش تختوں کو دیکھنے لگی۔

پھول کثرت سے کھل رہے تھے۔ ان کی خوش رنگی سے تمام گلشن میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے فضا معطر ہو رہی تھی۔ خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ ہوا کے خفیف.... جھونکوں سے سبزہ لہلہا رہا تھا۔ پھولوں کے پودے جھوم رہے تھے۔ پھول ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو رہے تھے۔ آفتاب کی نقرئی شعاعیں پھولوں پر دلفریب پھر رہی تھیں۔ نہایت دل فریب سماں اور نہایت دل کش منظر تھا۔ لیکن چندر موہنی اس سے کچھ بھی دلچسپی نہ لے رہی تھی۔ وہ اس وقت حد درجہ غمگین و ملول تھی۔

نہ معلوم بیٹھے بیٹھے اسے کیا خیال آیا کہ بیساختہ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ اپنے خوب صورت اور سڈول بازوؤں سے منہ چھپا کر بنچ کے تکیہ کے اوپر جھک گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ پرماتما میں کیا کروں۔ میں تو دکھ کے ساگر میں بہے چلی جا رہی ہوں

مجھ پر کرپا (مہربانی) کرو ...... "

آہ پاپی سکھدیو تونے یہ کیا کیا .... ہارون ..... "

اس وقت شدت گریہ سے اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ وہ رو رہی تھی۔ نہایت بے قراری اور دل گرفتگی کے ساتھ کہ کسی نے پیار سے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا وہ چونک کر اچھلی اور گھوم کر دیکھا۔ تو دھرمپال کو کھڑے پایا۔

دھرمپال نہایت ہمدردی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ چندر موہنی نے ضبط کرنے اور آنسو پی لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی پرتنویر عارض پر آنسوؤں کی سفید دھاریں بہ رہی تھیں۔ گویا چاند میں چاندی کا دریا جاری ہو گیا تھا۔

دھرمپال نے تسلی دہ لہجہ میں کہا۔ بیٹی تو رو رہی ہے۔ مت رو۔ تسلی رکھ۔ میں تیرے دکھ کی وجہ جانتا ہوں ......

چندر موہنی نے متحیر ہو کر دھرمپال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ میرے دکھ کی وجہ جانتے ہیں

دھرمپال ــــ ہاں جانتا ہوں۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے .... سادھوؤں سے کونسی بات چھپی ہوئی ہے۔

چندر موہنی ــــ گرو جی!

اس کا دل پھر اُمنڈ آیا اور وہ پھر بلک کر رونے لگی۔ دھرمپال اس کے قریب بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ عورت محبت کے ہاتھوں بے بس ہو کر خون کے آنسو روتی ہے اور مرد محبت سے مجبور ہو کر مجنوں بن جاتا ہے۔ راج کماری! ہارون کے لیے بے چین ہو کر رو رہی ہے کس لیے۔

چندر موہنی ــــ جب آپ سب کچھ جانتے ہیں تو ...... "

دھرمپال ــــ شرماؤ نہیں۔ صاف صاف کہو۔

چندر موہنی ــــ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ہارون کو سکھدیو نے گرفتار کر لیا ہے۔

دھرمپال ــــ معلوم ہے۔

چندر موہنی ــــ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ سکھدیو کیسا سنگدل اور بے رحم ہے۔

دھرمپال ــــ جانتا ہوں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سکھدیو۔ ہارون کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

چندر موہنی ــــ اس بات سے میری تسلی نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

دھرمپال ــــ مگر تیرا گرو کبھی جھوٹ بات نہیں کہتا۔

چندرموہنی ــــ میں یہ بھی جانتی ہوں۔

دھرمپال ــــ تو نہیں جانتی چندرموہنی کہ اگر تیری محبت کا راز فاش ہو جائے تو تو کن مشکلات میں پھنس جائے۔ جو آج تجھ سے محبت کرتے ہیں وہ نفرت کرنے لگیں۔ تجھے قید و بند کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ ضبط و صبر کر بیٹی! بے صبری کر کے اپنے پیروں میں آپ ہی.... کلہاڑی نہ مار۔

چندرموہنی ــــ لیکن دل کو کیسے تسکین ہو۔

دھرمپال ــــ تو چاہتی کیا ہے۔

چندرموہنی ــــ ہارون کی رہائی۔

دھرمپال ــــ وہ رہا ہو جائے گا۔

چندرموہنی ــــ کب؟

دھرمپال ــــ جب ایشور چاہے گا۔

چندرموہنی ــــ کیا اس بات سے میرے دل کو تسلی ہو سکتی ہے۔

دھرمپال ــــ تب بدنامی اور تیری مصیبتوں کا آغاز شروع ہو جائے گا۔

چندرموہنی ــــ میں کیوں آپ کے پاس گئی۔ کیوں انہوں نے مجھے ڈاکوؤں سے بچایا میں ان سے ملی.......... گروجی یہ سب کچھ کیوں۔

وہ پھر رونے لگی۔ دھرمپال نے کہا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ ایشور کو یہی منظور تھا۔

چندرموہنی ــــ پھر ایشور کیوں مجھے تسلی نہیں دیتے۔ میرا دل کیوں تڑپ جاتا ہے۔ کیوں اسے قرار نہیں ہوتا۔ ہارون رہا نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں رہا ہو سکتا۔

"وہ رہا ہو گیا" ایک آواز آئی۔ چندرموہنی اور دھرمپال دونوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ شوبھا دیوی آ رہی تھی۔ چندرموہنی کھڑی ہو گئی۔ اس کی جن نرگسی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اب ان میں مسرت کروٹ لے رہی تھی۔ اس کے چہرہ سے غم اور خوشی کی متضاد علامتیں بہ یک وقت ٹپک رہی تھیں۔ اس نے کہا ماتاجی! کیا یہ سچ ہے۔

شوبھا دیوی نے قریب آ کر کہا۔ ہاں سچ ہے۔ کیا میں نے تجھ سے وعدہ نہ کیا تھا۔

چندرموہنی ــــ ہاں کیا تھا۔ کس نے انہیں رہا کرایا۔

Marfat.com

شوبھا دیوی ـــــ میں نے کامنی کی مدد سے۔

چندر موہنی ـــــ کامنی کی مدد سے۔

شوبھا دیوی ـــــ ہاں۔ ہارون اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ آ رہا ہے۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ عظیم شور بلند ہوا۔ جیسے اچانک کوئی مصیبت آ ٹوٹی اور سومنات کے لوگ اسے دیکھ کر چلانے لگے ہوں۔

شور دم بدم بڑھتا جاتا تھا۔ یہ تینوں حیران ہو رہے تھے۔ دھرمپال نے کہا کیا بات ہوئی۔ کیوں لوگ چلا رہے ہیں۔ میں جا کر دیکھوں۔

وہ اٹھ کر جھپٹے۔ باغیچہ سے نکل کر قصر شاہی کے اس گوشہ کو طے کیا جس میں وہ قیام رکھتے تھے اور جب وہ قصر سے باہر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ہر شخص پریشان اور متوحش ہے بلا قصد واراد کے شور کر رہا ہے۔

انہوں نے پہرہ والوں سے شور کی وجہ پوچھی تو۔۔۔ معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر آ گیا ہے۔ انہیں بھی تعجب ہوا۔ وہ دوڑ کر فصیل پر چڑھ گئے انہوں نے دیکھا کہ مجاہدین اسلام نہایت شان سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اسلامی علم بڑے رعب و داب سے لہرا رہا ہے۔

Marfat.com

گیارھواں باب

شیرانِ اسلام کی آمد

اسلامی لشکر کے آنے سے پہلے ہی وہ تمام راجپوتی فوجیں جو سومنات کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے آئی تھیں اور قلعہ کے میدان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سمٹ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئی تھیں۔

چونکہ قلعہ نہایت ہی وسیع تھا اور اس کی فصیلیں بھی نہایت طویل و عریض تھیں۔ اس لیے تمام فوجیں اس میں سما گئی تھیں۔

مسلمانوں کے آنے کی خبر بجلی کی سرعت کے ساتھ قلعہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، شہر اور سومنات کے مندر تک پہنچ گئی۔

ہندو مسلمانوں کے اس طوفان کے آنے کا انتظار عرصہ سے کر رہے تھے آخر ہُوا اور بجلی کی تیزی سے یہ طوفان آ ہی گیا۔

تمام راجپوت اسلامی لشکر کو دیکھنے کے لیے قلعہ کی فصیل پر آ چڑھے۔ عام تماشائیوں کا بھی ہجوم ہو گیا۔ ہر طرف کی فصیل کثرت۔ ازدہام سے بھر پور ہو گئی تھی۔

فصیل کے ہر جانب بکثرت سے برج بنے ہوتے تھے۔ ان برجوں میں متعدد راجہ اور فوجی سردار آ گئے۔ ایک وسیع برج میں خود مہاراجہ اپنے چند مشیروں کے ساتھ آ بیٹھا۔

تمام ہندو، فوجی اور غیر فوجی۔ وہ راجہ اور مہاراجہ سومنات کی امداد و حفاظت کے لیے آئے تھے مہارابہ سومنات۔ رانیاں اور راجکماریاں سب مجاہدین اسلام کو دیکھ رہے تھے۔

سب سے پہلے اسلامی لشکر کا ہراول دستہ آیا تھا۔ یہ ہراول ہارون اور برہان کی سرکردگی میں تھا۔ اگرچہ اس دستہ میں کل پانچ ہزار سپاہی تھے۔ جو سب عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ لیکن ہارون نے اس مختصر لشکر کو کچھ اس ترتیب سے پھیلا دیا تھا کہ اس کی صحیح تعداد کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا تھا۔

ایسا معلوم ہونے لگا تھا۔ جیسے بے شمار سوار میدان کے کناروں کو بھرتے چلے آ رہے ہوں۔

Marfat.com

جوں جوں یہ لشکر قلعہ کے قریب آتا جاتا تھا مسلمانوں کی صفیں صاف نظر آتی تھیں۔ چونکہ مطلع صاف تھا۔ آفتاب نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل رہی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کے ہتھیار شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہے تھے۔

اس وقت دھرمپال اس برج میں داخل ہوئے جس میں مہاراجہ سومنات اور ان کے مشیر بیٹھے تھے۔ دھرمپال کو دیکھتے ہی مہاراجہ نے کہا خوب آئے آپ اس وقت! میں آپ کو یاد کر رہا تھا۔ کیا آپ ان ملیکش سرداروں میں سے کسی کو جانتے ہیں۔

دھرمپال نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ایک جہاں گرد سیاح ہوں۔ میں نے کاشی جی (بنارس) اور بندرابن (متھرا) میں سنسکرت وغیرہ پڑھی ہے۔ کشمیر۔ پشاور۔ لاہور۔ ملتان اور خود غزنی بھی ہو آیا ہوں۔ اس لیے سلطان محمود اور ان کے بعض سرداروں سے واقف ہوں۔

یہ سن کر سب کو حیرت ہوئی کہ مہاگرو دھرمپال غزنی بھی ہو آئے ہیں۔ مہاراجہ نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔ "کیا آپ غزنی بھی ہو آئے ہیں؟"

دھرمپال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ جی ہاں کئی مہینہ وہاں رہ آیا ہوں۔ اسی طرح بھیس بدل کر اور مسلمان بن کر جس طرح بہت سے مسلمان ہمارے مقدس شہروں میں ہمارے ہی لباس اور ہمارے ہی مذہب کے نقال بن کر ہم میں رہتے ہیں۔

دھرمپال کی اس گفتگو کو سن کر تمام مشیر اور خود مہاراجہ بہت زیادہ متحیر ہوئے۔ مہاراجہ نے پوچھا کیا مسلمان ہمارے بھیس میں ہمارے شہروں میں موجود ہیں اور ہم انہیں شناخت نہیں کر سکتے۔

دھرمپال نے جواب دیا۔ جی ہاں کثرت سے موجود ہیں اور بالکل نہیں پہچانے جاتے۔ بہت ممکن ہے۔ سومنات میں بھی ہوں۔ یہ مسلمان بڑے غضب کے اور نہایت حیالے ہوتے ہیں۔ ان کی باتیں نرالی اور بعید از فہم و قیاس ہوتی ہیں۔ چند صدیاں گزر گئیں جب انہوں نے ایران پر حملہ کیا اور دریائے دجلہ میں جو نہایت ذخار مہیب اور دنیا کے مشہور دریاؤں میں سے ایک ہے اپنے گھوڑے ڈال دیتے تو ایرانیوں کا وہ بے شمار لشکر جو دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑا تھا اور یہ خوب جانتا تھا کہ اس دریا کو بغیر بادبانی کشتیوں یا جہازوں کے عبور نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمانوں کی یہ جرأت دیکھ کر چلا اٹھا۔ دیو آمدند، "دیو آمدند" یعنی دیو آ گئے۔ دیو آ گئے اور ان کے کنارہ پر پہنچنے سے پہلے

Marfat.com

ہی بھاگ کھڑا ہوئے۔

ممالک شام و مصر کے عیسائی باشندے انہیں جن کہا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے کام محیرالعقول ہوتے ہیں۔ ایشورسان سے تو سابقہ ہی نہ پڑے تو اچھا ہے۔

مہاراجہ — آپ نے تو یہ کہہ کر ممکن ہے مسلمان ہمارے بھیس میں ہمارے درمیان میں موجود ہوں مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

دھرمپال — اور میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ میں ہی ان میں سے ایک ہوں یا مہا پجاری ہوں یا پنڈتوں میں وہ لوگ گھسے ہوئے ہیں۔

مہاراجہ — اس طرح تو گویا ہمیں ہر شخص سے مشکوک رہنا اور اس کی نگہداشت کرنا چاہئیے

دھرمپال — یہ مشکل امر ہے اور ہمیں ہر شخص سے مشکوک بھی نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ہاں احتیاط ضرور کرنی چاہیے۔

مہاراجہ — آپ نے ٹھیک کہا ہمیں سب کو ہشیار اور محتاط رہنا چاہیئے۔ اچھا آپ جن لوگوں کو جانتے ہیں، ہمیں دکھ کر بتاتے جائیے۔ دیکھیے اب تو اسلامی لشکر بہت قریب آ گیا ہے۔ اس کا افسر کون ہے اور کیا یہی مسلمانوں کا تمام لشکر ہے۔

دھرمپال — جی نہیں۔ مسلمان ایک دم بلا کسی اشد ضرورت کے کسی قلعہ پر نہیں آیا کرتے یہ ان کا ہراول معلوم ہوتا ہے۔ لیجئے میں نے اس کے افسر کو پہچان لیا۔ وہ جس کے ہاتھ میں علم ہے اس دستہ کا افسر ہے۔

سب میدان کی طرف مجاہدین اسلام کو دیکھ رہے تھے۔ مہاراجہ نے کہا۔ یہ علمبردار لڑکا اس دستہ کا افسر ہے ......"

دھرمپال — جی ہاں۔ آپ نے پہچانا کون ہے

مہاراجہ — نہیں ......"

دھرمپال — یہی ہارون ہے جسے سکھدیو نے انہلواڑہ میں قید کر دیا تھا اور جس کی بابت مشہور ہے کہ حیرت انگیز طریقہ پر رہا ہو گیا۔

ہارون کی گرفتاری اور رہائی کا حال مشہور ہو گیا تھا۔ مہاراجہ نے کہا۔ اچھا یہ ہے وہ نوجوان بالکل نوعمر معلوم ہوتا ہے

دھرمپال — اس کے ساتھ اس کا دوست بھی ہو گا۔ اس کا نام برہان ہے یہی دونوں

Marfat.com

میرے پاس آئے تھے۔ سیاحت کے بہانہ سے مگر اس وقت میں انہیں سیاح ہی سمجھا تھا۔

ہارون کے ہاتھ میں علم تھا۔اس کے ساتھ ہی اس کا دوست برہان بھی تھا۔ دونوں نہایت بے خوفی سے مجاہدین کے جلوس میں بڑھتے چلے آرہے تھے۔

چندر موہنی بھی اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں ایک برج میں بیٹھی مسلمانوں کو دیکھ رہی تھی۔اگرچہ اس طرف سے وہ فاصلہ پر تھے۔لیکن روز روشن ہونے کی وجہ سے صاف نظر آرہے تھے۔

چندر موہنی نے ہارون کو دیکھ لیا۔اس کے چہرہ پر سرخی بکھر گئی۔رخسارے تیز گلابی رنگ میں ڈوب گئے۔آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہوگئی۔ دل گداز سینہ میں دھڑکنے اور سانس تیز تیز چلنے لگا۔

ابھی ہراول میدان کے کناروں کو بھرتا آگے بڑھتا چلا آرہا تھا کہ دور افق میں سے مسلمانوں کا دوسرا دستہ نمودار ہو کر بجلی کی طرح کوندکرآتا نظر آیا۔ اس دستہ کے ساتھ ہزاروں اونٹ تھے۔جو اپنی لمبی گردنیں اٹھائے جگالی کرتے نہایت اطمینان سے قدم قدم چلے آرہے تھے۔

جب یہ دستہ قریب آیا۔تو دھرمپال نے کہا۔دیکھیے یہ دستہ التونتاش کی ماتحتی میں ہے سلطان کا یہ سردار نہایت جیالا اور بڑا بہادر ہے۔ ہمت و استقلال سے ہر مہم میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے اس کے ہاتھ میں بھی علم ہے۔

چونکہ اس دستہ کے ساتھ کثرت سے اونٹ تھے اس لیے دیر تک آتے اور میدان میں پھیلتے رہے۔آج صرف یہ دو دستے ہی سومنات کے سامنے آسکے۔ان کے آنے اور مقیم ہونے میں ہی تمام دن لگ گیا۔ مہاراجہ نے کہا۔ بس اتنا ہی لشکر ہے مسلمانوں کا۔

دھرمپال۔۔۔۔ نہیں۔ابھی تو صرف دو ہی سردار آئے ہیں۔باقی لشکر پیچھے ہوگا۔خود سلطان ابھی تو نہیں آئے۔

مہاراجہ۔۔۔۔ آپ کے اندازہ میں مسلمانوں کا یہ لشکر کس قدر ہوگا۔

دھرمپال۔۔۔۔ صحیح تعداد تو بتائی نہیں جاسکتی (قارئین کرام اس فقرہ کو ملحوظ رکھیں) لیکن سنا ہے۔ہارون اور التونتاش دونوں دس دس ہزاری ہیں۔اس لیے قیاس کہتا ہے کہ دونوں کے ساتھ بیس ہزار سپاہی ہوں گے۔

مہاراجہ۔۔۔۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔

دھرمپال۔۔۔۔ میں سمجھ گیا ہوں۔آپ کا ارادہ شبخون مارنے کا ہے۔

مہاراجہ۔۔۔۔ ہاں تھوڑا سا لشکر ہے۔تھکا ہوا ہے رات کو غافل ہو کر سو جائے گا۔ ہم

Marfat.com

آسانی سے اسے پسپا کر دیں گے۔

دھرمپال ـــــ آپ شاید واقف نہیں ہیں کہ مسلمان جب جہاد کے لیے گھر سے نکلتا ہے۔ تو جفاکشی پر کمر باندھ لیتا ہے۔ راحت و آرام کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ ذرا رات ہو جانے دیجیے۔ آپ خود دیکھیں گے کہ وہ کس طرح آگ جلا کر شب بیداری کرتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ خود رات کو قلعہ کے قریب آنے کی کوشش کریں گے۔ آپ تو افسروں کو یہ حکم دیں کہ رات کو فصیلوں پر پہرہ کا ایسا انتظام کریں کہ مسلمان اگر قلعہ کے قریب آئیں تو انہیں ہوشیار دیکھ کر واپس لوٹ جائیں۔

مہاراجہ ـــــ مناسب ہے۔

مہاراجہ نے اسی وقت افسروں کو حکم دے دیا کہ وہ فصیل پر رات بھر پہرہ کا انتظام کر دیں اور خود قصر شاہی میں چلا گیا۔ رات کو راجپوت تمام رات فصیل پر ٹہلتے اور شور کر کے اپنے جاگنے کا... اظہار کرتے رہے۔

صبح بہت سویرے جب شفق پھولی اور افق پر آگ سی لگنے سے سحر کی روشنی نمودار ہوئی۔ تو اسلامی لشکر میں صبح کی اذان ہوئی اور مسلمانوں نے جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

سومنات کے پجاریوں نے بھی اور دنوں سے زیادہ شوق و شغف سے پوجا کا انتظام کیا گھنٹیاں۔ گھنٹے اور گھڑیال اس شور سے بجائے کہ اسلامی لشکر میں بھی اس کی آواز گونج گئی۔

کچھ دن چڑھے پھر فصیل کے دیدبان راجپوت سپاہیوں نے شور کیا۔ پھر ہندوؤں کو معلوم ہو گیا کہ ادھر اسلامی لشکر آ رہا ہے۔ وہ پھر بھاگ بھاگ کر فصیلوں اور برجوں میں جا چڑھے انہوں نے دیکھا کہ مسلمان کمربستہ ہو رہے ہیں۔ مہاراجہ بھی برج میں آ گیا تھا۔ دھرمپال بھی ان کے پاس آ بیٹھے تھے۔ رانیاں اور راجکماریاں بھی برجوں میں آ گئی تھیں۔ مہاراجہ نے دھرمپال سے کہا۔ میرے خیال میں تو تمام اسلامی لشکر یہی ہے اور آج اس کا ارادہ قلعہ پر حملہ کرنے کا ہے۔

دھرمپال ـــــ آپ شاید ان کی کمربندی سے ایسا خیال کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بات نہیں ہے۔ میرے خیال میں آج خود سلطان محمود آنے والے ہیں اور مسلمان ان کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

مہاراجہ ـــــ ممکن ہے نہ معلوم یہ سلطان محمود کس دل گردہ کا انسان ہے جو قصد و ارادہ کرتا ہے۔ اسے پورا کیے بغیر نہیں رہتا۔

Marfat.com

دھرمپال ـــــ آپ کو یاد ہے۔ جب ان کا پہلا قاصد سومنات میں آیا تھا۔ میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ اس کی بات مان لی جائے۔

مہاراجہ نے دھرمپال کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھکر کہا۔ کیا میں اپنی بیٹی چندر موہنی کو اس کے حوالہ کر دیتا۔

دھرمپال ـــــ اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ وہ چندر موہنی کو ہی حاصل کرنے کے لیے اس قلعہ پر حملہ آور ہوئے ہیں۔

مہاراجہ ـــــ ہونے دو۔ میں اس کی پرواہ ہی کب کرتا ہوں۔ اسے آنے دو۔ میں وہ سزا دوں گا کہ اگر وہ زندہ رہ گیا۔ تو عمر بھر یاد رکھے گا۔

دھرمپال ـــــ مگر تمام ارادے اور ساری آرزوئیں پوری نہیں ہوا کرتیں۔

اس وقت شور ہوا۔ راجپوت گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ مہاراجہ اور دھرمپال نے دیکھا افق میں سے سلمان سواروں کے دستے نکل نکل کر بڑھے آ رہے تھے۔ دھرمپال نے کہا۔ اب سلطانی لشکر آ رہا ہے۔

مہاراجہ ـــــ اسلامی لشکر کی آمد کس قدر منظم۔ اور شان دار ہوتی ہے۔

دھرمپال ـــــ مسلمانوں سے زیادہ فوجی قواعد و نظام کوئی نہیں جانتا دیکھئے دستوں پر دستے کس طرح بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی آمد کیسی بھلی معلوم ہو رہی ہے۔

مہاراجہ ـــــ نہایت قابل رشک اور مسلمان کس طرح ان دستوں کا استقبال کر رہے ہیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلطان نے دس ہزار سپاہیوں کے دو دستے کر دیئے تھے۔ اس وقت ہر دستہ نہایت شان کے ساتھ آ رہا تھا۔

ہارون اور التونتاش کے دستے ان کا پرجوش استقبال کر رہے تھے۔

یہ دستے شام تک آتے رہے۔ راجپوت یہ اندازہ ہی نہ لگا سکے کہ کس قدر لشکر آ چکا۔

تیسرے روز امیر علی خویشاوند اور حاجب علی کے دستے آئے اور اس طرح مسلمانوں کا لشکر تین روز تک متواتر آتا اور وسیع میدان میں پھیل کر فروکش ہوتا رہا۔

اگرچہ کل تیس ہزار سوار تھے۔ لیکن اونٹوں گھوڑوں اور سپاہیوں سے قلعہ کے سامنے کا تمام میدان لبریز ہو گیا جس سے ہندوؤں کو مسلمانوں کی تعداد دگنی معلوم ہونے لگی۔

لیکن ہندو اس کثرت سے تھے کہ انہوں نے تمام قلعہ سارا شہر سومنات کا مندر اور ان کے

Marfat.com

درمیان میدان بھر رکھے تھے۔

سلطان کے آجانے کے بعد اہل سومنات اس بات کے منتظر رہے کہ اب مسلمان کیا کرتے ہیں مسلمانوں نے بھی کوئی نقل و حرکت نہیں کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سستا رہے تھے۔

ایک پُر راز خط!

ایک روز ہارون اور برہان دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ برہان کہہ رہا تھا۔ چندر موہنی نے بھی شاید اوروں کی طرح ہمارے آنے کو دیکھا ہو۔

ہارون ـــــ شاید۔

برہان ـــــ لیکن اس کے دل میں اگر تمہارا کچھ خیال ہے تو۔۔۔ ہارون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: اسے یہاں میرے پاس دوڑا چلا آنا چاہیئے تھا۔

برہان ـــــ (مسکرا کر)۔۔۔ یہ از دیاد محبت میں تو ضرور ایسا ہو جاتا لیکن۔۔۔۔۔"

ہارون ـــــ عقل کے ناخن لو میاں برہان۔۔۔۔۔ تم ابھی لڑکے ہو۔

برہان نے لمبا قہقہہ لگا کر کہا اور تم شاید ساٹھ سالہ سن رسیدہ اور سنجیدہ بزرگ ہو۔

ہارون ـــــ سنا نہیں۔ بزرگی بہ عقل است نہ بسال۔

برہان ـــــ یہ مقولہ تو ہم جیسوں کے لیے کہا گیا ہے۔ تم جیسوں کے لیے نہیں جو ایک غیر کفو لڑکی کی محبت میں سرشار ہیں۔

برہان ـــــ ہارون! اگر خدا نے کہا اور ہم نے فتح پائی اور چندر موہنی گرفتار ہو گئی اور عالم پناہ نے اسے تمہیں دے بھی دیا تو کیا تم اس کے ساتھ شادی کر لو گے۔

ہارون ـــــ نہیں۔

برہان ـــــ تب کیا لونڈی بنا کر رکھو گے۔

ہارون ـــــ اس سے اس کی توہین ہو گی۔

برہان ـــــ پھر کیا کرو گے۔

ہارون ـــــ اسے آزاد کر دوں گا۔

Marfat.com

برہان ـــــ اور وہ دعویٰ محبت۔

ہارون ـــــ پھر بھی باقی رہے گا۔

برہان ـــــ گویا اسے آزاد کر کے اپنے ساتھ رکھو گے۔ اس کی زندگی بھی تباہ کرو گے اور اپنی بھی۔

ہارون ـــــ نہیں میں اسے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہ کروں گا۔ بلکہ اسے آزادی دے دوں گا کہ وہ جہاں چاہے جائے۔ جس جگہ چاہے رہے۔

برہان ـــــ اور تم اپنے کفت میں شادی کر لو گے۔

ہارون ـــــ قیامت تک نہیں، برہان تم نہیں جانتے یا نہیں جان سکتے کہ مجھے چندر موہنی سے کس قدر محبت ہو گئی ہے۔ بس یہ سمجھ لو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر نہیں نہ یہ بات مجھے سمجھانے کی اور نہ تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے ہاں صرف ایک بات تم سے کہتا ہوں اور وہ یہ کہ میں عمر بھر شادی نہ کروں گا مجرد رہوں گا۔

برہان کو یہ بات سن کر بڑی حیرت ہوئی اس نے کہا، عمر بھر مجرد رہو گے۔

ہارون نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ہاں عمر بھر۔ یہ میرا اٹل ارادہ ہے۔

برہان ـــــ تب تمہارے ناقص العقل ہونے میں کوئی شک ہی نہیں رہا۔

ہارون ـــــ اب تم یا دنیا جو کچھ بھی مجھے سمجھے۔

برہان ـــــ مگر تم ایسا کرو گے ہی کیوں۔

ہارون ـــــ اس لیے کہ محبت صرف ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی عورت کے ساتھ ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے سمجھے۔ چندر موہنی سے محبت ہو گئی ہے اور اتنی شدید محبت جو ناقابل اظہار ہے لیکن وہ غیر کفت مشرک ہے۔ بت پرست ہے۔ میں اس کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

برہان ـــــ لیکن اگر اسے بھی تمہارے ساتھ محبت ہوئی تب۔

ہارون ـــــ اول تو غیر ممکن ہے کہ وہ صنم پرست سیم تن۔ مجھ سے محبت کرے اور اگر ممکن بھی ہو تب بھی ایسا نہ ہو گا۔

برہان ـــــ اگر وہ مسلمان ہو جائے۔

ہارون ـــــ ایسی صورت میں شرعاً وہ مجھ پر حلال ہو جائے گی لیکن برہان میں اپنے خون میں کسی غیر قوم کا خون اور اپنی ہڈیوں میں کسی غیر قوم کی ہڈی شامل کر کے اپنے خاندان کو داغدار

Marfat.com

بنانا ہرگز پسند نہ کروں گا۔

برہان ـــــ عجب خیال کے آدمی ہو تم۔

ہارون ـــــ اور خدا مجھے میرے خیال پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت ایک شاہی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور ہارون کے خیمہ سے ذرا فاصلہ پر گھوڑا روک کر اتر پڑا۔ برہان اور ہارون دونوں نے اسے دیکھ لیا۔ ہارون نے کہا۔ غالباً اعلیٰ حضرت نے ہم دونوں کو یاد فرمایا ہے۔

اس عرصہ میں سوار خیمہ کے اندر داخل ہوا اور سلام کر کے بولا آپ کو جہاں پناہ نے یاد فرمایا ہے

ہارون ـــــ کیا ہم دونوں کو۔

سوار ـــــ نہیں۔ صرف آپ کو۔

برہان ـــــ میرے دوست مبارک ہو۔ میرا خیال ہے کہ عالم پناہ تمہیں مہاراجہ سومنات کے پاس قاصد بنا کر بھیجیں گے (مسکرا کر) اگر ایسا ہو تو اپنی ان سے ضرور مل کر آنا۔ مجھے؟ ......

ہارون مسکرانے لگے۔ وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور افسری کے لباس میں ملبوس ہو کر روانہ ہوئے۔

ہارون کا لشکر سمندر کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا تھا۔ چونکہ راجپوتوں نے کشتیوں کی حفاظت کے لیے اس طرف ایک بڑا فوجی دستہ متعین کر دیا تھا۔ اس لیے اس دستہ کے مسلمانوں کو ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔

سلطان اس لشکر سے کئی میل کے فاصلہ پر فروکش تھے۔ ہارون تیزی سے چلکر سلطانی لشکر میں داخل ہوئے۔ خیمہ سلطان کے پاس پہنچ کر گھوڑے سے اترے اور باریابی کی اجازت حاصل کر کے خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

ہارون کو داخل ہوتے سلطان نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا ہارون نے فوراً جھک کر نہایت ادب سے سلام کیا۔ سلطان نے سلام کا جواب دے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ تم آ گئے ہارون۔ آؤ ہمارے قریب ہو کر بیٹھو۔

ہارون سلطان کے قریب جا بیٹھے۔ انہوں نے دیکھا کہ سلطان کے سامنے ایک خط کھلا ہوا پڑا ہے۔ لیکن کاغذ کی بدرنگی اور روشنائی کا پھیکا پن بتا رہا تھا کہ یہ خط عرصہ کا لکھا ہوا ہے۔ ہارون غور سے خط کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ اپنے فاصلہ پر رکھا ہوا تھا کہ وہ پڑھ نہ سکے۔

Marfat.com

سلطان کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ ہارون خط کو بغور دیکھ رہے ہیں۔ چند لمحہ توقف کرنے کے بعد سلطان نے کہا۔ ہارون! جس خط کو آج تم غور سے دیکھنے اور پڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہی خط مجھے اس سرزمین میں لانے کا باعث ہوا ہے۔

ہارون اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر کانپ گئے۔ یہ بات آداب شاہی کے خلاف تھی کہ کسی خط کو غور سے دیکھنے یا پڑھنے کی کوشش کی جاتی۔ انہوں نے معذرت خواہ نگاہوں سے سلطان کو ایک نظر دیکھ کر عذر خواہی کے لہجہ میں کہا۔ عالم پناہ! مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے خط بغور دیکھا۔ لیکن میں نے اسے پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

سلطان — خائف نہ ہو ہارون! ہم نے تمہیں ملامت کرنے کے لیے ایسا نہ کہا تھا۔ ہم خود تمہیں خط دے دیتے اور تم پڑھ کر اس کے مضمون سے واقف ہو جاتے لیکن اس میں ایک راز تحریر ہے اور ہم دولت مناسب نہیں سمجھتے کہ اس راز کو قبل از وقت ظاہر کر دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی ایسا وقت آیا تو ضرور ظاہر کر دیا جائے گا۔

ہارون — عالم پناہ ہی ان مصلحتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

سلطان — ہاں۔ وہ اس لیے کہ ہم ان باتوں سے واقف ہیں جنہیں تم نہیں جانتے ...... اچھا تو ہم کہہ رہے تھے کہ یہی خط ہمیں یہاں .... لانے کا باعث ہوا ہے ......

ہارون — بے شک۔ عالم پناہ نے یہ فرمایا تھا۔

سلطان — چونکہ عام طور پر کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم سومنات پر کیوں حملہ آور ہوئے ہیں۔ اس لیے اب بھی مختلف خیالات ۔ ۔ ظاہر کیے جا رہے ہیں، اور آئندہ بھی کیے جائیں گے۔ معلوم نہیں مورخ تاریخوں میں لکھیں گے۔ کوئی ہمیں حریص زر کہے گا فتوحات حاصل کرنے کا شائق بتائے گا۔ غرض اپنی اپنی سمجھ کے موافق ہر شخص رائے زنی کرے گا۔ لیکن ...... (ٹھنڈا سانس بھر کر) میرا خدا جانتا ہے کہ میں کیوں اتنا دور دراز کا فاصلہ طے کر کے۔ لق و دق میدان کو عبور کر کے ہزاروں مصیبتیں اٹھا کر یہاں آیا ہوں۔

ہارون — اور خدا ہی کا جاننا بہتر ہے۔

سلطان — ہاں خدا ہی کا جاننا بہتر ہے ہمیں اسی سے صلہ کی امید ہے۔ وہی جزائے خیر دیتا ہے۔

کچھ وقفہ کے بعد سلطان نے پھر کہنا شروع کیا۔ ہارون ہماری جوانی رخصت ہو گئی ہے ضعیفی

Marfat.com

آگئی ہے۔ صبح زندگی کی شام قریب ہے۔ یہ زمانہ گوشہ نشین ہو کر یادِ خدا کرنے اور سفر آخرت کے لیے توشہ تیار... کرنے کا ہے۔ لیکن..... میں سمجھا ہوں کہ جس کام کے لیے میں یہاں آیا وہ بھی عبادت و ریاضت میں داخل ہے...... تو اصل تمہید کر کے حیران ہو رہا ہے۔ ہارون۔

ہارون ـــــ عالم پناہ اس وقت باتیں ہی کچھ ایسی ارشاد فرما رہے ہیں۔

سلطان ـــــ ہم نے آج تک اس امر کا کسی سے ذکر نہیں کیا ہے

لیکن آج کچھ تجھ سے تذکرہ آگیا ہے۔ مگر تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا

ہارون ـــــ اس خانہ زاد سے اعلیٰ حضرت کی اعتماد شکنی کی جرات ناممکن ہے۔

سلطان ـــــ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں کیا تم سومنات کے قلعہ میں جانے کی جرأت کر سکو گے۔

ہارون ـــــ بسر و چشم۔

سلطان ـــــ ہم تمہیں قاصد بنا کر اتمام حجت کے لیے مہاراجہ...... سومنات کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں۔

ہارون کے چہرہ پر فرط مسرت سے سرخی دوڑ گئی۔ انہوں نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔

سلطان نے ایک خط مسند کے نیچے سے نکال کر ہارون کی طرف بڑھایا۔ جیسے ہارون نے دوزانو اٹھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر لیا اور سر پر رکھ کر ہاتھ پر تھام لیا۔ سلطان نے کہا۔ یہ خط مہاراجہ کو پہنچا دو۔ اگر وہ تم سے زبانی اس کے متعلق کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ مجھے حالات کچھ معلوم نہیں ہیں

ہارون ـــــ بہتر ہے۔

سلطان ـــــ ایک خط اور بھی تمہیں پہنچانا ہے۔ وہ دھرم پال کو لیکن اس ہوشیاری سے اور احتیاط سے کہ کوئی نہ دیکھے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔

ہارون ـــــ ایسی ہی کوشش کی جائے گی۔

سلطان نے دوسرا خط بھی مسند کے نیچے سے نکال کر دیا اور ہارون نے حسب سابق اسے بھی لے لیا۔ سلطان نے کہا۔ آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ مہاراجہ کا جواب آنے تک جنگ رکی جائے گی۔

ہارون سلام کر کے اٹھے اور دونوں خطوط واسکٹ کی جیب میں رکھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر واپس لوٹے۔ وہ حیران ہو رہے تھے کہ برہان کا خیال کس قدر صحیح نکلا۔

جب وہ اپنے خیمہ پر پہنچے تو برہان کو منتظر پایا۔ اس نے انہیں دیکھتے ہی کہا کیسے ہے نہ

Marfat.com

وہی بات۔ قاصد بنا کر سومنات کے قلعہ میں بھیجے جا رہے ہو نہ۔

ہارون ــــ تمہارا خیال بالکل درست نکلا برہان۔ لیکن تم نے بغیر میرے بتائے کیسے اس بات کو سمجھ لیا۔

برہان ــــ تمہارے مسرت ناک چہرہ کو دیکھ کر۔ کب جاؤ گے۔

ہارون ــــ اسی وقت۔

برہان ــــ کیا تنہا۔

ہارون ــــ ہاں۔

برہان ــــ ذرا راجپوتوں سے ہوشیار رہنا یہ لوگ بڑے کینہ پرور ہوتے ہیں۔

ہارون ــــ خدا میری حفاظت کرے گا۔

ہارون نے جلدی جلدی تمام ہتھیار بدن پر لگائے اور برہان کو خدا حافظ کہہ کر قلعہ سومنات کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

بارھواں باب

حسین پیغامبر

راجپوت قلعہ سومنات کی فصیل پر ہر وقت گشت کرتے اور اسلامی لشکر کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ جو راجہ اور مہاراجہ سومنات کی مدد کے لیے آئے تھے۔ وہ اکثر سومنات کے مہاراجہ کے پاس آتے اور جنگ کے متعلق مشورے کیا کرتے۔

یہ بات ان تمام لوگوں کو معلوم تھی کہ سلطان جنگ شروع کرنے سے قبل کوئی پیغام بھیجیں گے یہ بات ان کی عادت میں داخل ہے وہ قاصد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

چنانچہ کچھ سپاہیوں نے ہارون کو آتے ہوئے دیکھا۔ فوراً اس کی آمد کی اطلاع افسروں کو کی گئی۔ بہت سے افسر فصیل کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھنے لگے۔

ہارون دراناقلعہ کے شمالی پھاٹک پر پہنچ کر رکے اور بلند آواز میں اہل سومنات کی زبان میں بولے۔ میں قاصد ہوں اور شاہی پیغام لے کر آیا ہوں۔

ان افسروں نے جو جھانک رہے تھے۔ ان کی آواز سنی فوراً مہاراجہ کو قاصد کے آنے کی اطلاع کی گئی۔ اتفاق سے اس وقت مہاراجہ کے پاس دھرمپال بیٹھے تھے۔ مہاراجہ نے ان سے کہا کیا آپ پھاٹک تک جانے اور قاصد کو اپنے ہمراہ لانے کی تکلیف گوارا کریں گے

دھرمپال ـــــ کیوں نہیں۔

مہاراجہ ـــــ اچھا تو تشریف لے جایئے۔ میں اس لیے آپ کو بھیج رہا ہوں کہ آپ ان وحشی مسلمانوں کی زبان جانتے ہیں اور لوگوں کے دلوں سے ان کی راز کی باتیں اگلوانے میں مشتاق ہیں۔ آپ قاصد سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اسلامی لشکر کس قدر ہے۔

دھرمپال ـــــ یہ مسلمان بڑے ہوشیار اور پختہ کار ہوتے ہیں ذرا مشکل ہی سے باتوں میں آتے ہیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا۔

Marfat.com

مہاحرپال ـــــ ہاں کوشش کیجیے۔ میرا خیال ہے کہ ضرور کچھ نہ کچھ حال آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

دھرمپال اٹھے۔ چلے اور تنہا پھاٹک پر آئے۔ انہوں نے پھاٹک کے محافظوں سے چھوٹی کھڑکی کھولنے کو کہا۔ فوراً کھڑکی جو قدآدم تھی کھول دی گئی اور دھرمپال نکلے۔ جوں ہی انہوں نے ہارون کو دیکھا، نہایت خوش ہو کر ان کی طرف بڑھتے ہوئے بولے اوہ ہارون تم ہو۔

ہارون نے انہیں سلام کر کے جواب دیا۔ جی ہاں میں ہی ہوں۔

وہ گھوڑے سے اترے اور دھرمپال کے پاس آئے انہوں نے جلدی سے خط نکال کر انہیں دیتے ہوئے کہا۔ عالم پناہ نے یہ خط خاص طور پر آپ کو دینے کا حکم دیا تھا۔

دھرمپال ـــــ آہستہ بولو۔ لاؤ۔

انہوں نے خط لے کر جلدی سے چھپا لیا اور بولے کیا اس کا۔ جواب ابھی دینا ہوگا۔

ہارون ـــــ ہاں اگر آپ پسند کریں۔

دھرمپال ـــــ تب تمہیں کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔

ہارون ـــــ میں انتظار کروں گا۔

دھرمپال ـــــ لیکن سلطان نے تمہیں قاصد بنا کر کیوں بھیجا۔

ہارون ـــــ اس بات کو وہی خوب جانتے ہوں گے۔ شاید یہ بات ہو کہ میں کچھ زبان ان لوگوں کی جانتا ہوں۔

دھرمپال ـــــ مگر تمہارے لیے یہاں خطرہ ہے۔

ہارون ـــــ خدا مددگار ہے۔ مجھے خطرہ کی پرواہ نہیں ہے۔

دھرمپال ـــــ شاباش! اچھا آؤ۔ مہاراجہ اسلامی لشکر کی تعداد معلوم کرنا چاہتا ہے۔

ہارون ـــــ میں لشکر کی صحیح تعداد نہیں جانتا۔

دھرمپال ـــــ یہی جواب مناسب ہے۔

ہارون نے گھوڑا پھاٹک سے باندھا اور کھڑکی کے ذریعہ سے اندر قلعہ میں داخل ہوئے۔

قاصد کے آنے کی خبر بجلی کی طرح تمام قلعہ میں دوڑ گئی۔ لوگ قاصد کو دیکھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ ان کا خیال تھا۔ کوئی پختہ کار شخص آیا ہوگا۔ لیکن جب ہارون کو دیکھا تو ان کی نوعمری دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔

دھرمپال اور ہارون دونوں باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ ہٹو بچو کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ راجکماری

Marfat.com

چندر موہنی مندر میں سے آ رہی ہے۔ اس خبر کو سن کر ہارون کا دل دھڑکنے لگا۔ یہ دونوں راستہ کے سرے پر چلنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں کچھ سوار آئے اور ان کے قریب سے نکلے چلے گئے ان کے پیچھے ایک خوشنما رتھ آیا۔ جس میں بہت سے گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ رتھ کے ریشمین پردے پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ دھرمپال اور ہارون کے برابر میں پہنچا۔ تو دفعتہ پردے کھینچ گئے۔ رتھ رک گیا اور ایک نہایت ہی شیریں آواز آئی۔ گروجی مہاراج آپ ہیں۔

یہ چندر موہنی نے دھرمپال کو مخاطب کیا تھا۔ دھرمپال اور ہارون دونوں کی نگاہیں رتھ کی طرف گئیں۔ پیکر حسن چندر موہنی کی چاندسی صورت نظر آئی۔ ہارون کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ دھرمپال ہارون کو ساتھ لے کر رتھ کے پاس آئے اور بولے۔ چندر موہنی شاہی قاصد آیا ہے۔ بیٹی تم مندر سے آ رہی ہو۔

چندر موہنی جی ہاں۔

اس کی نظر ہارون پر پڑی تو اس کے چہرہ پر جم گئی۔ وہ ہوش ربا چکیلی نگاہوں پر چھا گئی اور کہنے لگی ہارون بھی اس زرنام کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کی نظریں چار ہوئیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر لڑکھڑا گئے۔

چندر موہنی نے سنبھل کر برق پاش تبسم کے ساتھ ہارون سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ آئے ..... لیکن افسوس جنگ کرنے کے قصد سے کاش! امن کے زمانہ میں آتے۔

ہارون ـــــ میں اب بھی صلح اور امن کا پیغامبر بن کر آیا ہوں۔

چندر موہنی ـــــ تب تو تمہارا آنا مبارک ہے۔

ہارون ـــــ مبارک اس لیے بھی ہے کہ خلاف توقع مجھے آپ کی زیارت نصیب ہو گئی

چندر موہنی کا چہرہ چمک اٹھا۔ اس نے کہا۔ میں آپ کا احسان بھولی نہیں ہوں۔

ہارون ـــــ آپ میری ایک ادنیٰ خدمت کو سراہ رہی ہیں۔

چندر موہنی ـــــ کاش صلح ہو جائے۔

دھرمپال ـــــ اس کی توقع نہیں ہے۔

چندر موہنی ـــــ میرا خیال ہے اگر آپ کوشش کریں تو شاید خونریزی رک جائے۔

دھرمپال ـــــ ناممکن ہے۔ جنگ کا دیوتا بھینٹ مانگ رہا ہے۔

چندر موہنی ـــــ کوشش تو کیجیے۔

دھرمپال ـــــ کوشش ضرور کروں گا۔

Marfat.com

چندر موہنی ــــ اچھا تو اب اجازت ہے۔

دھرمپال ــــ اچھا جاؤ۔

انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ چندر موہنی نے عجب نرم نگاہوں سے ہارون کو دیکھا، رتھ چلا اور ہارون کو ایسا معلوم ہوا۔ جیسے چاند دفعتہً چھپ گیا اور قلعہ میں اندھیرا پھیل گیا۔ وہ دور تک رتھ کو دیکھتے رہے اور دھرمپال کے ساتھ چلتے رہے۔ آخر مہاراجہ کے روبرو پہنچے۔

مہاراجہ بھی ہارون کو دیکھ کر متعجب ہوئے انہوں نے کہا واہ واہ یہ کمسن نوجوان پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

دھرمپال ــــ جی ہاں۔ یہ لوگ نڈر اور دلیر ہوتے ہیں۔

مہاراجہ ــــ میں اس بات کو مانتا ہوں۔

ہارون نے خط نکال کر مہاراجہ کو دیا۔ اس نے دھرمپال کو دے کر کہا۔ اس کا ترجمہ کر لایئے۔

دھرمپال خط لے کر چلے گئے۔ ہارون کو مہاراجہ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں دھرمپال آئے اور انہوں نے ترجمہ مہاراجہ کے سامنے پیش کیا۔ مہاراجہ پڑھنے لگے۔ جوں جوں وہ پڑھتے جاتے ان کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا۔ آنکھیں لال انگارہ بنتی جاتی تھیں۔

آخر خط ختم کر کے انہوں نے کہا ملکش سلطان . . . . . ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

دھرمپال ــــ ہاں صلح کی شرط نہایت سخت ہے۔ لیکن خونریزی روکنے کی ایک یہی صورت ہے

مہاراجہ نے طیش میں آ کر کہا۔ خونریزی رکے یا نہ رکے لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا۔ چندر موہنی کبھی سلطان کے حوالہ نہ کی جائے گی۔ جب تک ایک راجپوت بھی زندہ ہے اس وقت تک یہ ناممکن ہے۔ آپ جواب لکھ دیں۔

دھرمپال ــــ خوب سوچ لیجیے۔

مہاراجہ ــــ سوچ لیا ہے۔ مغرور سلطان کو دندان شکن جواب لکھیے۔

دھرمپال نے علیحدہ جا کر جواب لکھا اور مہاراجہ کے سامنے پیش کیا۔ مہاراجہ نے پڑھ کر اس پر اپنی مہر لگائی اور بند کر کے ہارون کے حوالہ کر دیا۔

ہارون اٹھے دھرمپال ان کے ساتھ چلے۔ دونوں قلعہ سے باہر آئے دھرمپال نے جلدی سے ایک خط ہارون کو دے کر کہا یہ میری طرف سے ہے۔

ہارون نے دھرمپال کو سلام کیا۔ گھوڑا پھاٹک سے کھولا اور اس پر سوار ہو کر چلے۔ دھرمپال انہیں

Marfat.com

انہیں دیکھتے رہے۔ جب وہ دور نکل گئے۔ تب وہ قلعہ میں داخل ہوئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے

مجلس شوریٰ

جب ہارون سلطانی خیمہ میں داخل ہوئے تو سلطان عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ ہارون نے سلام کیا اور دونوں خطوط پیش کر دیئے۔ چونکہ دونوں خط ترکی زبان میں تھے۔ اس لیے سلطان نے خود پڑھنے شروع کیے پہلے انہوں نے دھرمپال کا خط پڑھا اور پڑھ کر مسکرائے۔ پھر مہاراجہ کا خط پڑھنا شروع کیا۔ اسے ختم کر کے ان کے چہرہ سے برہمی کے آثار ظاہر ہوئے۔ انہوں نے درشت لہجہ میں کہا۔ کافر...... سنگ زادہ! صلح پر آمادہ نہیں۔ جنگ ہی کرنا چاہتا ہے۔ لشکر کی بہتات پر مغرور ہو گیا ہے۔ اس کا جواب تلوار ہی سے دیا جائے گا۔

سلطان کو خشم ناک دیکھ کر ہارون خائف ہو رہے تھے۔ سلطان نے دستک دی ایک غلام حاضر ہو کر ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ سلطان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ التونتاش۔ امیر علی خویشاوند۔ حاجب علی اور دوسرے افسروں کو فوراً طلب کرو۔

غلام نے سر اطاعت خم کیا اور چلا گیا۔ سلطان نے ہارون سے مخاطب ہو کر دریافت کیا تم نے کافروں کے لشکر کو دیکھا ہے۔ ہارون کس قدر ہو گا۔

ہارون نے جواب دیا۔ عالم پناہ! میں صحیح اندازہ تو نہیں لگا سکا لیکن یہ ضرور دیکھا ہے کہ تمام قلعہ... اور شہر کا درمیانی میدان۔ سپاہیوں سے لبریز ہیں۔

سلطان ——— دھرمپال نے لکھا ہے کہ راجپوتوں کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ قلعہ، شہر۔ مندر اور ان کے درمیانی میدان ان سے بھرے پڑے ہیں۔

ہارون ——— حقیقت یہ ہے کہ ٹڈی دل راجپوت جمع ہو گئے ہیں۔

سلطان ——— ہونے دو۔ ہم لشکر کے بل بوتہ پر نہیں آئے ہیں۔ خدا کی اعانت کے بھروسہ پر آئے ہیں۔ ہمارا خدا ہی پر تکیہ ہے۔ خدا ہی ہماری مدد کرے گا۔

ہارون ——— خدا کی مدد اور اعلیٰ حضرت کا اقبال ہم مجاہدین کا معاون ہو گا اور انشاء اللہ ہم فتح یاب ہوں گے۔

سلطان ——— انشاء اللہ۔ اب مغرب کی نماز کا وقت قریب آ گیا ہے تم نماز پڑھ کر یہیں چلے آنا۔

Marfat.com

ہارون نے اٹھتے ہوئے کہا۔ بہتر ہے اور وہ خیمہ سے باہر نکل آئے۔ اس وقت آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔

اس کی آخری سنہری شعاعیں سمٹ سمٹ کر غائب ہوتی جاتی تھیں۔ مشرق کی طرف دھندلا پن پھیلنے لگا تھا۔

ایک وسیع میدان میں مسلمان جمع ہو رہے تھے۔ یہ میدان دریائے عمان کے کنارہ پر تھا۔ یہ دریا نہایت فراخ اور گہرا تھا۔ شمال کی طرف سے آکر قلعہ اور شہر کے درمیان سے ہوتا ہوا سمندر میں جا گرتا تھا۔

راجپوتوں نے اس شاہ راہ پر جو قلعہ سے شہر کو جاتی تھی دریا پر۔ نہایت مضبوط اور اتنا چوڑا پل بنا رکھا تھا۔ جس پر ایک وقت میں آٹھ سوار برابر برابر گزر سکتے تھے۔

چونکہ دریا کبھی سیدھا نہیں بہتا اس لیے عمان بھی پیچ و خم کھا کر بہہ رہا تھا۔ مسلمان اس کے کنارہ پر دور تک پھیلے اور بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ بہت سے وضو کرنے والوں کے پیچھے اس انتظار میں آستینیں چڑھائے کھڑے تھے کہ وہ ہٹیں تو وہ وضو کرنے کے لیے بیٹھیں۔

مجاہدین اسلام نہایت خاموشی سے وضو کرنے میں مصروف تھے۔ جو وضو کرتے جاتے تھے۔ وہ ہٹ کر میدان میں جمع ہوتے جاتے تھے اور جو وضو کرنے والوں کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ بیٹھ کر وضو کرتے جاتے تھے۔ ہارون نے بھی وضو کیا اور میدان میں آکر سبز سبز گھاس پر بیٹھ گئے۔ ہزاروں مسلمان صف در صف بیٹھے ہوئے تھے۔

اب آفتاب بالکل غروب ہو گیا اور پانچ آدمیوں نے ملکر نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اذان دینی شروع کی۔ خدائے واحد و بزرگ کا نام اس کی تعریف و توصیف کے ساتھ پکارا جانے لگا تھا۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ حمد و ثنا سے گونج اٹھا۔ مسلمان سر جھکا کر کائنات کے خالق کی تعریف سننے لگے۔

جس وقت اذان ہو رہی تھی اس وقت سلطان لمبے لمبے قدم رکھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اذان کے ختم ہوتے ہی سب نے دعا پڑھی اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ قاضی عساکر مصلے پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے جلدی جلدی صفیں اس قدر سیدھی کر لیں کہ اگر ایک سرے سے تیر پھینکا جاتا تو دوسرے سے پار ہو جاتا۔

تکبیر کہی گئی اور نماز کی نیت باندھ لی گئی۔ ہزار ہا فرزندان توحید ہاتھ۔ باندھے۔ سر جھکائے نگاہیں سجدہ گاہ پر جمائے کھڑے ہوئے تھے۔ جب وہ رکوع میں گئے۔ تو عجب شان عبودیت

Marfat.com

ظاہر ہونے لگی۔ پھر قیام کرکے جب وہ سجدے میں پڑے تو خدا کی شان کبریائی اور انسانوں کی خاکساری نمایاں ہو گئی۔

چونکہ سفر میں نماز قصر ہو جاتی ہے اس لیے دو رکعت فرض پڑھے گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد مسلمانوں نے سنتیں اور نفلیں پڑھیں اور اپنے اپنے قیام گاہوں کی طرف چل پڑے۔

سلطان اپنے خیمہ پر پہنچے۔ خیمہ میں روشنی کر دی گئی تھی۔ چونکہ سردی چمک آئی تھی۔ اس لیے سلطان نے سمور کی پوشین پہن لیا۔ ہارون بھی آ گئے اور ادب سے ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام افسر اور سردار آ گئے جنہیں سلطان نے طلب کیا تھا۔

سلطان نے کہا میرے جانباز بہادرو! میں نے صلح کی کوشش کی۔ لیکن مغرور مہاراجہ نے اسے مسترد کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ خونریزی نہ ہو۔ مگر راجپوتوں کو اپنی کثرت اور طاقت پر بڑا زعم ہے وہ بھولے ہوئے ہیں داس بات کو کہ میں اس سے پہلے پندرہ حملے کر چکا ہوں۔ اور ان سے زیادہ مغرور سرکش لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا چکا ہوں۔

اب جنگ کو زیادہ عرصہ تک ملتوی کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ آپ صاحبان کی کیا رائے ہے۔

التونتاش ـــــ میں نے اپنے دستہ کے سواروں کو استصواب کیا تھا۔ وہ صلح کی سلسلہ جنبانی کی خبر سن کر ہی مایوس ہو گئے تھے۔ ایک سپاہی بھی ایسا نہ نکلا جو جنگ کا خواہش مند نہ ہو۔

امیر علی ـــــ یہی کیفیت میرے لشکر کے سپاہیوں کی ہے۔ وہ جہاد کرنے کے لیے بے چین ہو رہے ہیں شہادت ان کی عین تمنا ہے میرے خیال میں اب حملہ کی تیاری شروع کر دی چاہیے

سلطان ـــــ لیکن حملہ کا اسلوب کیا ہو۔

التونتاش ـــــ پہلا حملہ ہمیں میدان میں بڑھ کر کرنا چاہیے۔ اگر راجپوتوں کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی کی شہرت ہے تو . . . .

سلطان نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ راجپوتوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔

التونتاش ـــــ کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ ہم انہیں بھیڑوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ انشاء اللہ ایک ایک مسلمان دس دس راجپوتوں کے لیے کافی ہے۔

امیر علی ـــــ اس تناسب سے تو ہم پہلے بھی کئی معرکوں میں جنگ کر چکے اور کامیاب ہوئے

التونتاش ـــــ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے۔ تو ممکن ہے وہ جوش شجاعت اور کثرت کے زعم میں قلعہ سے باہر نکل آئیں۔

Marfat.com

امیر علی ـــــ یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ راجپوت شور وشہر تو بہت کرتے ہیں مگر بہادری سے میدان میں نہیں نکلتے۔

التونتاش ـــــ اگرچہ یہ بات درست ہے۔ مگر ہم نے سنا ہے کہ کچھ راجپوت زعفرانی لباس پہن کر آئے ہیں اور اس لباس والے موت کو ترجیح زندگی پر دیا کرتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ممکن ہے۔ یہ زعفرانی لباس والے ہی قلعہ سے باہر میدان میں نکل آئیں۔

سلطان ـــــ ہاں یہ بات ممکن ہے لیکن فرض کرو کہ وہ قلعہ سے باہر نہ نکلیں تب کیا کرنا چاہیئے۔

التونتاش ـــــ تب ہمیں اس لشکر پر حملہ کرنا چاہیے جو قلعہ اور شہر کے درمیان میدان میں فروکش ہے۔

بار دواہ ـــــ لیکن آپ شاید اس لشکر کو نظر انداز کر گئے جو سمندر کی طرف پھیلا ہوا ہے اور کشتیوں اور جہازوں کی حفاظت کر رہا ہے۔

التونتاش ـــــ میری نگاہوں میں ہر طرف کے راجپوت ہیں۔ نہ انہیں میں نے نظر انداز کیا ہے نہ کر سکتا ہوں۔ اگر اعلیٰ حضرت پسند فرمائیں تو میرا مشورہ یہ ہے کہ قلعہ پر مسرت میں اور بھائی امیر علی خویشاوند حملہ کریں۔ سلطانی لشکر ہماری پشت پر مسلح کھڑا رہے جنگ میں بغیر اشد ضرورت کے حصہ نہ لے اور حاجب علی شاہی لشکر سے فاصلہ پر انہلواڑہ کی طرف ناکہ بندی کیے رہیں۔

حاجب علی ـــــ اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس طرف تو دشمن نہیں ہے۔

التونتاش ـــــ بے شک اس وقت اس طرف دشمن نہیں ہے۔ لیکن ابھی تک راجپوتوں کی آمد جاری ہے جو بالا ہی بالا دریائے عمان کے کنارہ کنارہ چل کر قلعہ یا شہر میں داخل ہو جاتے ہیں اور ہم بوجہ جنگلات کے ان کی آمد سے ناواقف رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جب ہم جنگ میں مصروف ہوں وہ ادھر سے اچانک ہم پر حملہ کر دیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سلطان ـــــ مآل اندیشی یہی ہے کہ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حاجب علی اس طرف ہوشیاری سے نگراں رہیں اور کوشش کریں کہ اس طرف سے راجپوتوں کی آمد اور قلعہ کی طرف روانگی بند ہو جائے۔

حاجب علی ـــــ مجھے اس بات کی خبر نہ تھی۔ میں اب اس کا انتظام کر دوں گا۔

التونتاش ـــــ اب رہا سمندر کی طرف کا لشکر تو بار دن اور بربان دونوں کو اس طرف سے

Marfat.com

دشمنوں کو نہ بڑھنے دینا چاہیئے۔

ہارون ۔۔۔ میں اس میں یہ ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم دشمنوں کے بڑھنے اور حملہ کرنے ہی کا انتظار نہ کریں۔ بلکہ خود بڑھ کر ان پر حملہ آور ہوں۔

التونتاش ۔۔۔ میں اس بات کو مناسب نہیں سمجھتا

سلطان ۔۔۔ مگر ہمارے خیال میں یہ بات نہایت مناسب ہے بلکہ مناسب ہی نہیں اشد ضروری ہے۔ اس سے راجپوتوں پر ہمارا رعب چھا جائے گا۔

التونتاش ۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اگر اس طرح جنگ ہوئی اور لڑائی کا زور بڑھ گیا تو ممکن ہے ہارون کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

ہارون ۔۔۔ مگر میرا خیال ہے کہ ہمارے اس طرح حملہ آور ہونے سے راجپوتوں میں سراسیمگی اور ابتری پھیل جائے گی۔

سلطان ۔۔۔ یہی خیال ہمارا بھی ہے اور اگر ہارون نے بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ تو ہماری کامیابی ہو گی اور ہمیں سمندر کی طرف سے حملہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی۔

امیر علی ۔۔۔ یہ رائے نہایت مناسب ہے۔

التونتاش ۔۔۔ ہارون۔ اگر تم بندرگاہ پر حملہ کرو تو اس خیال کو مدنظر رکھ کر کہ اسے فتح کیے بغیر واپس نہ لوٹو گے۔

ہارون ۔۔۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

سلطان ۔۔۔ بس تو کل حملہ ہونا چاہیئے۔

التونتاش ۔۔۔ بہت اچھا اسی وقت لشکر میں اعلان کر دیا جائے گا۔ مجاہدین تو حملہ کی خبر سن کر نہایت خوش ہوں گے۔

سلطان ۔۔۔ صبح کی نماز پڑھ کر تمام لشکر نہایت خشوع و خضوع سے فتح کی دعا مانگے اور پورے جوش اور پوری سرگرمی سے حملہ کرے۔

التونتاش ۔۔۔ سلطانی فرمان کی تعمیل کی جائے گی۔

چونکہ مشورہ ختم ہو گیا اس لیے مجلس شوریٰ برخاست ہوئی اور سب اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔

Marfat.com

تیرھواں باب

پُرجوش حملہ

عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے جب مجاہدین فراخ میدان میں جمع ہوئے تو نماز کے بعد متعدد لوگوں نے یہ اعلان کر دیا کہ کل حملہ کیا جائے گا مسلمان اس نوید روح پرور کو سن کر نہایت مسرور و محظوظ ہوئے انہوں نے واپس آتے ہی ہتھیار صیقل کرنے شروع کر دیئے۔ کچھ رات گئے تک ہتھیار صاف کرتے رہے۔ پھر اپنے دوستوں اور عزیزوں کے خیموں پر جا جا کر انہیں مبارک باد دینے لگے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہندوستان کے مسلمان عید کا چاند دیکھ کر خوشی مناتے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے پھرا کرتے ہیں۔

اللہ اللہ کیا زمانہ تھا اور کیسے وہ لوگ تھے۔ جہاد سے انہیں عید جیسی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اگرچہ ہجرت نبوی صلعم کو تقریباً پانچ صدیاں گذر چکی تھیں۔ لیکن اس وقت تک بھی مسلمانوں میں جہاد کا شوق شغف تھا۔ لہو و لعب کو سمجھتے تھے۔ عیش و عشرت سے نفرت کرتے تھے۔ جفاکشی ان کا شیوا تھا۔

سومنات کے وسیع میدان میں گروہ در گروہ مسلمان پھر رہے تھے۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نور کی بارش کر رہا تھا۔ آسمان سے زمین تک نور برس رہا تھا۔ کائنات کے ذرہ ذرہ نے نورانی لباس زیب تن کر لیا تھا۔ مجاہدین سفید لباس میں نورانی فرشتوں کی طرح ادھر ادھر چل رہے تھے۔

دیر تک ملنے ملانے کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر نصف شب کے قریب سب سو گئے اور صبح کی اذان سن کر بیدار ہو کر ضروریات سے فراغت کر کے نماز کے لیے جمع ہونے لگے۔

سب نے نہایت انہماک سے نماز پڑھی اور نہایت خشوع و خضوع سے فتح کی دعا کی مانگتے رہے۔ دعا مانگ کر سب اٹھے اور تیزی سے اپنے اپنے خیمہ میں پہنچ کر مسلح ہوئے اور میدان میں نکل نکل کر صف در صف کھڑے ہونے لگے۔

ہر سپاہی اپنے دستہ میں پہنچ گیا۔ کئی مجاہدین کچھ علیل ہو گئے تھے۔ اگرچہ سلطان نے ان کی

Marfat.com

علالت کی وجہ سے انہیں اجازت دی تھی کہ وہ میدان جنگ میں نہ نکلیں لیکن جہاد کے شوق نے انہیں مجبور کیا اور وہ بھی مسلح ہو کر نکل ہی آئے۔

حاجب علی نے انہلواڑہ کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی التونتاش اور امیر علی خویشاوند اپنے اپنے پانچ پانچ ہزار دستوں کے ساتھ قلعہ سومنات کی طرف بڑھنے لگے سلطان وسط میدان میں اپنا لشکر لے کر کھڑے ہو گئے۔

ہارون اور برہان بندرگاہ کی طرف چلے اس طرح مسلمان ہر طرف پھیل گئے اور دیکھنے والوں کو میدان کے ایک سرے سے دوسرے تک پھیلے ہوئے نظر آنے لگے۔

قلعہ کی فصیل پر بیور راجپوت کھڑے تھے۔ انہوں نے شور مچایا "مسلمان حملہ کرنے والے ہیں۔ مسلمان حملہ کرنے والے ہیں"

راجپوت یہ آواز سن کر فصیل پر دوڑ کر چڑھ گئے۔ مہاراجہ اور دوسرے سردار بھی شش بھنور برجوں میں جا بیٹھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا سیلاب قلعہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے۔

جب مسلمان قلعہ کے زیادہ قریب آ گئے۔ تو راجپوتوں نے چلا کر کہا۔ وحشی مسلمانو! تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارا مغرور سلطان ہمارا کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم سومنات جی کے سہارے میں ہیں۔ جوں ہی تم قلعہ کے قریب آئے اور سومنات جی نے تمہیں بھسم کیا۔ زندگی چاہتے ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔

چونکہ مسلمان ان کی زبان سے واقف نہ تھے اس لیے انہوں نے ان کا ایک لفظ بھی نہ سمجھا لیکن چونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔ اس لیے یہی سمجھ گئے کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں۔

انہوں نے ان کی باتوں پر کان نہ دھرے جس رفتار سے آ رہے تھے آتے رہے جب راجپوتوں نے دیکھا کہ وہ زد پر آ گئے ہیں تو انہوں نے فلاخنوں کے ذریعہ سے سنگ باری شروع کر دی۔ نوکیلے پتھروں کے ٹکڑے اولوں کی طرح برسنے لگے۔

مسلمانوں نے اپنی بڑی بڑی ڈھالیں سامنے کر دیں اور اس طرح انہیں اپنے اور گھوڑوں کے سامنے پھیلا دیا۔ جس سے وہ بھی محفوظ رہیں اور ان کے بے زبان جانور بھی۔

راجپوت گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے اور نہایت زور سے بڑی پھرتی اور قوت سے سنگباری کر رہے تھے۔

اگرچہ مسلمانوں نے ان خونخوار سنگریزوں سے بچنے کے لیے ڈھالوں کا قلعہ بنا لیا تھا لیکن پتھر

Marfat.com

اس زور سے آرہے تھے کہ ڈھالیں پچکنے لگی تھی اور مجاہدین اور ان کے گھوڑے زخمی ہونے لگے تھے۔
لیکن مسلمانوں نے یہ ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ کفار کی سنگ باری انہیں نقصان پہنچا رہی تھی وہ نہایت استقلال اور بڑی جوانمردی سے برابر بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

راجپوت ان کی یہ جرات اور جسارت دیکھ کر کمال حیران ہوئے وہ خوب جانتے تھے کہ ان کی فلاخنوں سے نکلے ہوئے پتھروں کے ٹکڑے انسانوں کے منہ پھیر دیتے ہیں لیکن مسلمانوں کے منہ نہ پھیر سکے تھے اور تو اور انہیں تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ روک سکے تھے۔

رفتہ رفتہ ان کی حیرت خوف سے بدل گئی۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید مسلمان انسان نہیں ہیں، کوئی غیر مرئی مخلوق ہیں ایسی جن پر کوئی حربہ کارگر نہ ہو سکے۔

لیکن حیرت یا خوف کے باعث انہوں نے سنگباری میں کوئی کمی نہ کی بلکہ پہلے سے اور بھی زیادہ پھرتی، چستی اور زور و قوت سے فلاخن اندازی کرنے لگے۔

پتھروں کے ٹکڑے اس کثرت سے برس رہے تھے کہ اکثر آفتاب ان کے پیچھے چھپ جاتا تھا۔

مسلمانوں کی جرات و ہمت واقعی قابل داد اور مستحق صد ہزار آفرین تھی۔ پتھروں کی بارش میں زخمی ہوتے بڑھ رہے تھے۔

جب وہ قلعہ کے اور قریب پہنچ گئے تو پچھلی صفوں میں سے کچھ لوگ گھوڑوں سے اتر کر اگلی صفوں میں آگئے اور گھوڑوں کے برابر میں کھڑے ہو کر تاک کر تیروں کی بارش کی۔

پتھروں کی بارش کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ بہت سے تیروں سے پتھروں ٹکرا گئے۔
لیکن تیر اس زور و قوت سے چلائے گئے تھے کہ اگر پتھروں نے تیروں کو روک دیا تو تیروں نے پتھروں کو روک کر گرا دیا۔

لیکن پھر بھی کچھ تیر پتھروں کے درمیان میں سے گذر کر فصیل پر پہنچے اور ان راجپوتوں کے سر و سینوں میں تراز و ہو گئے جو فصیل کی چہار دیواری سے سر اور سینے نکالے جھانک رہے تھے اور تاک تاک کر پتھر مار رہے تھے۔

متعدد راجپوت خوفناک چیخیں مار کر فصیل پر الٹ کر جا پڑے اور بے آب مچھلی کی طرح تڑپنے لگے۔

اتنے میں کہ راجپوت سنبھلیں اور سمجھیں کہ کس چیز نے انہیں زخمی یا ہلاک کر دیا ہے۔ اتنے تیروں کی

Marfat.com

دوسری باڑھ آئی اور پھر بہت سے ہندو مجروح ہو کر گرے۔

اب یکے بعد دیگرے تیروں کی باڑھوں پر باڑیں آنے اور ہندوؤں کو نقصان پہنچانے لگیں سینکڑوں بہادر راجپوت مجروح ہو گئے پچاس سو تو ایسے شدید زخمی ہوئے کہ فوراً ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر راجپوتوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ان کے جسموں میں آگ سی لگ گئی۔ وہ جوش و غضب میں بھر کر نیچے اترنے لگے۔ ان کے افسروں نے دیکھ کر کہا۔ کہاں جاتے ہو۔

انہوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ مسلمانوں سے میدان میں مقابلہ کرنے۔

افسروں نے سمجھانے کے طور پر کہا۔ موت کے منہ میں نہ جاؤ۔ تم مسلمانوں کو نہیں جانتے ہو۔ یہیں رہو اور دیکھو کیا کرتے ہیں۔

وہ مجبور ہو کر واپس لوٹے اور انہوں نے پھر فلاخن سنبھال کر سنگباری شروع کر دی۔

لیکن اب راجپوت مسلمانوں کے تیروں سے ڈرنے لگے تھے۔ کیونکہ جو کوئی اہل عقیدہ ذرا بھی سر ابھارتا تھا۔ تیر اس کی پیشانی یا کھوپڑی میں ترازو ہو جاتا تھا اور وہ الٹ کر گر پڑتا اور چلانے لگتا تھا۔

جو مسلمان شدید طور پر زخمی ہوئے تھے۔ وہ نہایت ہوشیاری سے پچھلی صفوں میں پہنچا دیئے گئے تھے اور وہاں جراحوں اور ڈاکٹروں نے ان کی مرہم پٹی شروع کر دی تھی۔

مسلمانوں کی تیر افگنی کی وجہ سے راجپوتوں کی حشر انگیز سنگباری میں بڑی حد تک کمی ہو گئی تھی۔ اس سے مسلمانوں کو امن مل گیا تھا اور وہ نہایت اطمینان اور بڑی پھرتی سے تیروں کی باڑھوں پر باڑھیں مارنے اور قدم قدم بڑھنے لگے تھے۔

راجپوتوں کو یہ خوف ہوا کہ اگر وہ اسی طرح بڑھتے رہے تو فصیل کے نیچے آ جائیں گے اور پھر ان پر کوئی حربہ بھی کارگر نہ ہو سکے گا۔ اس لیے انہوں نے سنگباری موقوف کر کے چوڑے چوڑے کھانڈے جو دو دھارے تھے پھینکے اور تاک تاک کر مارنے شروع کیے۔

یہ کھانڈے جان لیوا ثابت ہوئے۔ جس چیز پر جا کر پڑتے اسے تنکے کی طرح کاٹ ڈالتے انہوں نے ڈھالوں میں شگاف ڈال دیئے گھوڑے یا انسان کے جس عضو پر پڑے اسے کاٹ ڈالا۔ ان سے بہت سے گھوڑے زخمی ہو کر تلف ہو گئے۔ بہت سے سوار زخمی ہو کر جا پڑے

راجپوتوں نے یہ کیفیت دیکھی۔ انہوں نے پر شور نعرے لگا لگا کر نہایت تیزی اور قوت سے ان حربوں کو پھینکنا شروع کیا۔ مسلمانوں نے صبر و استقلال سے انہیں بھی روکنا شروع کیا۔ مسلمانوں

Marfat.com

نے صبر و استقلال سے انہیں بھی روکنا شروع کیا۔ خود بھی ذرا اور تیزی سے تیروں کی بوچھاڑ مارنے لگے اور اس کثرت سے تیر افگنی کی کہ راجپوتوں کو چار دیواری کے پیچھے جھک کر پناہ لینی پڑی۔

اب مسلمانوں نے میدان صاف دیکھ کر گھوڑوں کو تیزی سے بڑھایا اور فصیل کے نیچے ان کی کئی صفیں جا پہنچیں۔ راجپوتوں نے یہ کیفیت دیکھ کر نہایت زور شور سے چلانا شروع کر دیا۔ مسلمان سمجھے کہ شاید ان کے لیے کسی طرف سے تازہ مدد آ گئی ہے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

پسپائی

جس وقت تونتاش اور امیر علی خویشاوند نے قلعہ پر دھاوا کیا تھا اس وقت ہارون اور برہان بندرگاہ کی طرف بڑھے تھے۔

ان دونوں کے ساتھ صرف پانچ ہزار جوانمرد سپاہی تھے۔ ہندو جو بندرگاہ اور کشتیوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ بیس ہزار سے کم نہ تھے۔

جوں ہی انہوں نے اسلامی لشکر کو اس طرف آتے دیکھا وہ بھی ساحل سمندر سے آگے بڑھ آئے۔ اور جلدی جلدی صفیں مرتب کر کے دور تک پھیل گئے۔

انہوں نے آگے پیچھے اپنے لشکر کی دس صفیں قائم کیں اور ہر صف میں دو ہزار سوار رکھے۔ ہارون نے اپنے دستہ کو پانچ صفوں میں ترتیب دیا۔ ہر صف میں ایک ہزار سوار تھے۔ لیکن انہیں اس طرح پھیلا دیا کہ یہ ایک ہزار سوار دشمنوں کے دو ہزار سواروں کے برابر پھیل گئے۔

ان راجپوتوں نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں کی تعداد ان سے چوتھائی ہے۔ اس لیے ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے بڑی بے خوفی سے ہارون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ہارون نے اپنا گھوڑا مجاہدین اسلام کی صفوں کے سامنے مشرق سے مغرب کی طرف اس لیے دوڑایا کہ وہ دیکھ لیں کہ ہر مسلمان پورے طور پر مسلح اور مستعد ہے یا نہیں۔

مسلمان شیروں کی طرح سینے تانے جنگ کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ہارون نے صف کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا۔

"اسلامی شیرو! دشمن تمہاری تھوڑی تعداد سمجھ کر تمہاری طرف یلغار کرتا بڑھا چلا آ رہا ہے اس میں شک نہیں تم اس سے بہت کم ہو لیکن تم مجاہد ہو اور جہاد کا شوق تمہیں کھینچ

Marfat.com

کر یہاں لایا ہے۔ شہادت سے بڑا کر مسلمان کی کوئی تمنا نہیں اور جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی اور ثواب کا کام نہیں۔

شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جنت کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔ حوریں استقبال کو آجاتی ہیں۔ شہادت قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے اور جو جہاد میں فتح یاب ہوتے ہیں۔ وہ غازی کہلاتے ہیں۔ جنت کے وہ بھی حقدار ہو جاتے ہیں۔ غرض جہاد میں شرکت کرنے سے مسلمان جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

مسلمان خوب جانتا ہے کہ موت کا وقت اور مقام مقرر کر دیا گیا ہے۔ ڈرو تب اس سے مفر نہیں اور نہ ڈرو تب کچھ نہیں موت مضبوط برجوں میں بھی جا پہنچتی ہے۔

مسلمان موت سے نہیں ڈرتا اور جب موت اٹل ہی ہے۔ پھر اس سے ڈرنا ہی کیا۔ جانبازی مسلمان کی خصوصیت ہے۔ جہاد مسلمان کی عبادت ہے۔

خوش قسمتی سے ہندو بڑھے چلے آرہے ہیں۔ دلیر و بڑھ کر ان پر پر جوش حملہ کرو اور ان کی اگلی صفوں کو پچھلی صفوں پر الٹ دو۔ اپنی شمشیر خارا شگاف کے وہ جوہر دکھاؤ جس کے تمہاری تلواریں مشہور ہیں اور اپنے قوت بازو کا سکہ دشمنوں پر بٹھا دو۔

صبر و استقلال سے کام لو۔ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

انہوں نے تقریر ختم کرتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس مبارک نعرہ کی تکرار کی اور ان کی پر شور آواز سے تمام میدان گونج اٹھا۔

ہارون کی تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش و ولولہ کا دریا موجزن کر دیا۔ انہوں نے تلواریں سونت لیں اور نعرہ لگاتے ہی نہایت جوش سے بڑھے۔

ہارون ان سے آگے اسلامی علم ہاتھ میں لیے بڑھ رہے تھے۔ جب وہ علم کو جھکا دیتے تھے۔ تو پھریرا عجیب انداز سے لہرانے لگتا تھا۔

اُدھر سے راجپوت بڑھے چلے آرہے تھے۔ ادھر سے مسلمانوں نے بڑھنا شروع کیا۔ مسلمانوں کو شمشیر برہنہ آتے دیکھ کر راجپوتوں نے بھی میانوں سے تلواریں کھینچ کر ہاتھوں میں لے لیں۔

مطلع صاف تھا۔ آفتاب نہایت آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ صاف و شفاف تلواریں شعاعیں پڑنے سے چمک رہی تھیں۔

بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ چونکہ دونوں فریق جوش میں بھرے

Marfat.com

ہوئے تھے۔ اس لیے زبردست تصادم ہوا اور ٹکر ہوتے ہی تلواریں چلنے اور ڈھالیں بلند ہونے لگیں۔

راجپوتوں نے بڑے جوش سے نہایت سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال سے اپنی لمبی لمبی سیاہ ڈھالوں پران کی تلواروں کو روکا اور جلدی سے خود بھی نہایت سختی سے حملہ آور ہوئے راجپوتوں نے بھی ان کی تلواریں اپنی ڈھالوں پر لیں۔ راجپوتوں کی ڈھالیں کسی سفید دھات کی تھیں مسلمانوں کی تلواریں ان مضبوط ڈھالوں پر پڑ کر اچٹ گئیں۔ کسی ڈھال میں خط تک بھی نہ آسکا۔
راجپوت بھی دلیر قوم ہے اور بڑی جنگجو بھی۔ انہوں نے مسلمانوں کی صفیں توڑنے کی کوشش شروع کر دی۔

لیکن مسلمان جٹ گئے اور انھوں نے راجپوتوں کو اپنی صفوں میں گھسنے سے روک دیا۔
راجپوت مسلمانوں پر اور مسلمان راجپوتوں پر زور حملے کر رہے تھے۔ تلواریں نہایت پھرتی سے بلند ہو رہی تھیں۔ ڈھالیں۔ جلد جلد اٹھ رہی تھیں۔ کھٹا کھٹ کے شور سے ہیبت ناک گونج پیدا ہو گئی تھی۔

مسلمان خاموش تھے۔ لیکن راجپوت چلا رہے تھے۔ متفرق قسم کے نعرے لگا رہے تھے۔ اور گھوڑوں کو بڑھا بڑھا کر پر زور حملے کر رہے تھے۔
مسلمان نہایت استقلال سے ان کے حملے روک روک کر خود بھی وار کر رہے تھے۔ جدال و قتال شروع ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ تلواریں کاٹ کرنے لگی تھیں۔ خون کے فوارے ابلنے لگے تھے۔ ہاتھ اور سر کٹ کٹ کر گرنے لگے تھے۔ سر گیند کی طرح اچھلنے اور دھڑ گھوڑوں سے نیچے گر گر کر تڑپنے لگے تھے۔

خون آلودہ تلواریں خون کی چھینٹیں برساتی ہوئی تیزی سے اٹھ رہی تھیں۔ ہندو مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے اور مسلمان ہندوؤں کا خاتمہ کرنے کے خیال سے نہایت پر زور حملے کر رہے تھے ہر راجپوت اور ہر مسلمان بڑے جوش و خروش سے لڑ رہا تھا۔ چونکہ دونوں جنگجو۔ دونوں بہادر۔ دونوں فنون جنگ کے ماہر تھے۔ اس لیے ایک ہی جگہ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی اور یہ جنگ پہلی ہی صف تک محدود تھی۔ ابھی دوسری صفوں تک اس کا زور نہ پہنچا تھا۔
لیکن راجپوت اسلامی لشکر کی صف میں اور مسلمان راجپوتوں کی صف میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ صفیں ٹوٹنے لگیں اور راجپوت مسلمان کی صفوں میں اور مسلمان راجپوتوں کی

Marfat.com

صفوں میں گھس آئے۔

جن صفوں میں جنگ کا اثر پہنچتا جاتا تھا۔ وہ ٹوٹتی جاتی تھیں اور جہاں تک لڑائی کا ہنگامہ بڑھتا جاتا تھا۔ وہاں تک تلواروں کا کھیت اگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

دونوں فریق نہایت جانبازی۔ بڑی جرأت اور کمال پھرتی سے لڑ رہے تھے۔ جوش میں آکر سختی سے حملے کرتے تھے۔

تلواروں پر تلواریں پڑ رہی تھیں۔ ڈھالوں پر ڈھالیں اٹھ رہی تھیں۔ لڑنے والے سروں کی بازیاں لگا چکے تھے۔ موت کا فرشتہ منڈلا رہا تھا اور زخمی ہونے والوں کی روحیں کھینچ رہا تھا۔

راجپوت نہایت سختی سے حملے کر کے مسلمانوں کو الٹ دینا چاہتے تھے اور مسلمان راجپوتوں کو مار ڈالنے یا پلٹ دینے کی کوشش میں مصروف تھے۔

یوں تو ہر مسلمان بڑے جوش اور نہایت دلیری سے لڑ رہا تھا لیکن ہارون جس جانبازی سے جنگ کر رہے تھے وہ ان کا ہی حصہ تھا۔ ان کے ایک ہاتھ میں علم تھا اور دوسرے میں تلوار۔ بائیں ہاتھ سے علم کو سنبھالتے ہوئے تھے اور داہنے ہاتھ سے پرزور حملے کر رہے تھے۔

جس راجپوت پر وہ حملہ کرتے تھے۔ اسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑتے تھے۔ جس گروہ پر جا کر ٹوٹتے تھے۔ اس کے دو چار آدمیوں کو قتل کر کے باقیوں کو منتشر کر دیتے تھے۔

انہوں نے پہلی صف کے بہت سے راجپوتوں کو موت کی گود میں پہنچا دیا تھا اور دوسری صف پر حملہ کر کے راجپوتوں کے ایک بہادر افسر کو میٹھی نیند سلا دیا تھا۔ تیسری صف کے بھی کئی راجپوتوں کو مار ڈالا تھا۔

غرض وہ صفوں کو چیرتے راجپوتوں کی گردنیں اڑاتے انہیں اپنے سامنے ہٹاتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

برہان ان سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ لیکن اس نے دیکھ لیا تھا کہ ہارون بڑی بے جگری سے جنگ کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے سر د پا کا ہوش نہیں رہا ہے۔ انہیں خوف ہوا کہ کہیں راجپوت ان کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام نہ کر دیں۔

اس لیے وہ گھوڑا کدا کر بڑھا کر اور نہایت جوش و خروش سے حملے کرتا ہوا ہارون کے پاس پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

راجپوتوں نے قدم قدم پر اسے روکنے کی کوشش کی لیکن برہان رکنے کے لیے نہ بڑھا

Marfat.com

تھا۔ جو راجپوت بھی اس کے سامنے آگیا۔ اس نے اس کا سر اڑا دیا۔ زخمی کر کے پیچھے ہٹا دیا۔

ہارون کو دشمنوں کے نرغہ میں دیکھ کر مسلمانوں کو جوش آگیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگا کر اس سختی سے حملہ کیا۔ کہ باوجود راجپوتوں کے حملہ روکنے کی انتہائی سعی کے انہیں مارتے کاٹتے اور ہٹاتے آگے بڑھ گئے۔

مسلمانوں کا یہ حملہ اس قدر سخت ہوا کہ راجپوت اسے روک ہی نہ سکے۔ سینکڑوں بہادر راجپوت کشتہ ہو کر گرتے۔ سینکڑوں زخمی ہو کر پیچھے دب گئے۔ سینکڑوں اسلامی شیروں کی تلواروں سے خائف ہو کر ادھر ادھر کترا گئے۔

مسلمانوں کے اس پرزور حملے سے راجپوتوں کی صفیں الٹ گئیں برہان نے بلند آواز سے کہا مسلمانو! تمہاری دلیری کا سکہ دشمن کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے۔ تم نے ان کی کئی صفیں الٹ دی ہیں۔ ایک حملہ اور ویسا ہی سخت اور پرزور کرو دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے پھر نعرہ تکبیر لگایا اور پھر نہایت سختی سے حملہ کیا اگرچہ اس حملہ کو بھی روکنے کے لیے راجپوتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن وہ مسلمانوں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ چونکہ یہ حملہ تمام مسلمانوں نے کیا تھا۔ اس لیے ہزاروں راجپوتوں کو چشم زدن میں کاٹ کر رکھ دیا۔ صفیں کی صفیں صاف کر دیں۔ لاشوں پر لاشیں ڈال دیں خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ راجپوتوں میں ابتری پھیل گئی وہ پشت دے کر بھاگے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ جس طرح بھیڑیے بھیڑوں کے گلوں میں جا پڑتے ہیں۔

راجپوت ہزیمت اٹھا کر بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کر رہے تھے اور مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کر رہے تھے۔ بہت سے راجپوت کشتیوں میں سوار ہونے کے لیے سمندر میں کود پڑے اور غرق ہو کر رہ گئے۔

عین اس وقت ایک شور بلند ہوا۔ مسلمانوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو انہیں انہلواڑہ کی طرف سے راجپوتوں کا لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ وہ جہاں تھے وہیں رک گئے اور اس آنے والے لشکر کو غور سے دیکھنے لگے۔

Marfat.com

چودھواں باب

ہزیمت

انہلواڑہ کی طرف تمام راستوں کی ناکہ بندی حاجب علی نے کر رکھی تھی۔ انہوں نے دور سے راجپوتوں کے ٹڈی دل لشکر کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور فوراً ہی اس نئے لشکر کی آمد کی اطلاع سلطان تک پہنچا دی تھی۔

سلطان نے اپنے لشکر سے دو ہزار جوانمرد سپاہیوں کو علیحدہ کر کے حاجب علیؒ کی مدد کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ خود سات ہزار مجاہدین کے ساتھ بیچ میدان میں کھڑے تینوں طرف نہایت غور بین نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

قارئین کرام اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ اس وقت مسلمان تین طرف متوجہ تھے۔ ایک مشرقی جانب قلعہ کے اوپر (قلعہ مسلمانوں کی فرودگاہ سے مشرق کی طرف واقع تھا) حملہ آور ہوئے تھے۔ دوسرے جنوبی سمت سمندر کے کنارہ بندرگاہ پر۔ تیسرے شمالی طرف انہلواڑہ کے راستہ پر۔ صرف ایک سمت مغربی باقی رہ گئی تھی۔ اس طرف دریائے عمان لہریں لے رہا تھا۔ اس لیے اس طرف مسلمانوں کو توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوئی۔

تھوڑے سے مسلمان تینوں طرف نہایت جانبازی اور سرفروشی سے حملہ آور ہوئے تھے۔ غازی سلطان بیچ میں کھڑے یہ دیکھ رہے تھے کہ کسی طرف والوں کو امداد کی ضرورت تو نہیں ہے۔

التونتاش اور خولیشاوند تو قلعہ کے نیچے پہنچ گئے تھے اور فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہارون اور برہان بندرگاہ کے قریب کھڑے کبھی انہلواڑہ کے راجپوتوں کو دیکھ لیتے تھے اور کبھی بندرگاہ کی طرف بھاگنے والوں راجپوتوں کو۔

سلطان نے اپنی دوربین نگاہوں سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ ان دونوں طرف مدد بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن انہلواڑہ کی طرف سے جو راجپوتوں کا سیلاب بہا آ رہا تھا۔ اسے روکنے

Marfat.com

کے لیے کچھ زیادہ لشکر کی ضرورت تھی۔ اس لیے اس طرف سلطان نے دو ہزار سوار اور بھیج دیئے تھے۔

انہلواڑہ کی طرف سے سکھدیو حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے باپ پرم دیو نے اسے سومنات کے مہاراجہ کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ دس ہزار لشکر تو وہ اپنا لایا تھا اور تقریباً دس ہزار بہادر راجپوتوں کے ساتھ آیا تھا۔

اگر اسے چندر موہنی کا خیال نہ ہوتا اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ کہیں ہارون اسے اڑا نہ لے جائے تو وہ ہرگز بھی اس معرکہ میں شریک نہ ہوتا۔ لیکن دل کی لگی نے اسے مجبور کر دیا اور وہ سومنات کے مہاراجہ یا سومنات کے مندر اور بت کی حفاظت و امداد کے لیے نہیں بلکہ چندر موہنی کی حفاظت و نگرانی کے لیے آیا تھا۔

مگر جب وہ اس میدان میں پہنچا جس میں مسلمان فروکش تھے اور حاجب علی نے اس کا مقابلہ کیا۔ تو افسوس ہوا کہ وہ کیوں اس راستہ سے آیا۔ اسے پہلے ہی خیال کر لینا چاہیے تھا کہ اس طرف مسلمانوں کا لشکر ہوگا اور وہ مزاحمت کرے گا۔ اسے جنگلوں کے درمیان سے گذر کر شہر سومنات میں داخل ہو جانا چاہیے تھا۔

لیکن اب وہ آسانی کے ساتھ واپس بھی نہیں لوٹ سکتا تھا کیونکہ حاجب علی نہ اسے آگے بڑھنے دینے پر تیار تھے اور نہ واپس لوٹ جانے کی اجازت دینے پر آمادہ تھے۔

چنانچہ سکھدیو نے بدرجہ مجبوری راجپوتوں کو للکار کر جوش دلایا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں لے جا ڈالا۔

مسلمانوں نے اِدھر اُدھر سے سمٹ کر صفیں مرتب کیں اور جوں ہی راجپوتوں نے ان پر یلغار کی وہ بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے اور بڑی پھرتی سے انہیں چیرنے پھاڑنے لگے۔

راجپوتوں نے بھی تلواروں سے نہایت شدید حملے کئے اور انہوں نے بھی مسلمانوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ مسلمان بھی زخمی اور قتل ہونے لگے۔

ادھر مسلمانوں نے بھی بڑے جوش و خروش سے دھاوا کیا۔ ان کی خون آشام کاٹ تلواروں نے راجپوتوں کو کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

خون آلودہ تلواریں بڑی پھرتی سے بلند ہونے لگیں۔ سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ ہاتھوں اور پیروں کے ڈھیر لگ گئے۔

دھڑوں پر دھڑ گر گئے۔ خون سبز سبز گھاس پر پانی کی طرح بہنے اور گھاس کو سرخ رنگ میں

Marfat.com

رنگنے لگا۔

ادھر زخمیوں اور مرنے والوں کے جسموں سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ ادھر خون آلودہ تلواریں خون برسا رہی تھیں۔ اس سے ہر طرف خون کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ ہر شخص جو لڑائی میں شریک تھا۔ خون میں نہا گیا تھا۔ راجپوتوں اور مسلمانوں کے جسموں لباسوں اور چہروں پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

راجپوتوں نے اس بات کو دیکھ لیا تھا کہ جو اسلامی لشکر ان کے مقابلہ میں تھا۔ ان سے بہت ہی کم تعداد میں تھا۔ اس لیے ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور وہ نہایت جوش و غضب میں آ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلواریں خاصا کاٹ کر رہی تھیں۔ ڈھالوں کو کاٹ کر مسلمانوں کو شہید اور زخمی کر رہی تھیں۔

لیکن مسلمان تھوڑے ہوتے ہوئے بھی اس بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ راجپوتوں کے دانت کھٹے ہو گئے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواریں اگر ڈھالوں پر پڑتی تھیں۔ تو ان کے سروں کو اڑا دیتی تھیں اور اگر انسانوں کے اعضا پر پڑتی تھیں تو انہیں نرم گھاس کی طرح کاٹ ڈالتی تھیں۔

مسلمانوں نے راجپوتوں کی کئی صفیں توڑ دی تھیں اور جو باقی صفیں رہ گئی تھیں۔ ان میں گھسنے اور انہیں زیر کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

راجپوت بھی مسلمانوں میں گھس گئے تھے اور ان میں سے جو بہادر بھی جس جگہ پہنچ گیا تھا۔ وہیں نہایت دلیری سے لڑ رہا تھا۔

لیکن مسلمان ایسے اکے دکے راجپوتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر رہے تھے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ جو راجپوت دلیری اور جسارت کر کے ان کے لشکر میں آ ئے ان سب کو ذبح کر ڈالیں۔ چنانچہ وہ بے دریغ انہیں قتل کر رہے تھے۔

راجپوت دلیری کے زعم میں جرأت کر کے اسلامی صفوں میں گھس تو آئے تھے۔ لیکن اب واپس جانا مشکل ہو گیا تھا۔ انہیں مدد نہ پہنچ رہی تھی اور بغیر مدد کے نہ وہ مقابلہ کر سکتے تھے۔ نہ پیچھے ہٹ کر اپنے لشکر میں جا سکتے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں نہایت اطمینان سے قتل کرنا شروع کر دیا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں ان کا صفایا کر ڈالا۔ ایک راجپوت بھی اسلامی لشکر میں زندہ اور باقی نہ رہا۔

جب مسلمانوں کو اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ جس قدر راجپوت بڑھ کر آئے تھے سب کام آ گئے تو اب انہوں نے جوش اور نئی امنگ کے ساتھ تازہ دم ہو کر نہایت سخت حملہ کیا۔

Marfat.com

راجپوتوں نے مسلمانوں کا یہ حملہ روکنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ لیکن وہ ان کے یلغار کو نہ روک سکے۔ مسلمان آندھی اور طوفان کی طرح بڑھے اور سیلاب کی طرح راجپوتوں کو بہالے گئے۔۔۔۔"

انھوں نے اس شدت سے جدال وقتال شروع کیا اور اس پھرتی سے خونریزی کی کہ قدم قدم پر راجپوتوں کی لاشیں بچھا دیں۔

زمین کے چپہ چپہ پر راجپوتوں کو مار مار کر الٹ دیا۔ جس طرف بھی نگاہ پڑتی تھی۔ لاشوں کے انبار نظر آتے تھے۔

سکھدیو ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھا یہ خونریز معرکہ اور ہیبت ناک منظر دیکھ رہا تھا۔ اسے جوش بھی آ رہا تھا اور اس پر خوف بھی چھاتا جا رہا تھا۔

اسے خود میدان جنگ میں کود پڑنے کی جرات نہ ہوئی دور ہی کھڑا جنگ کا تماشا دیکھتا رہا۔

لیکن حاجب علی جنگ میں شریک تھے اور وہ بڑی دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلوار بڑی پھرتی سے اٹھتی تھی اور جس شخص کے اوپر گرتی تھی اسے وہ ٹکڑے کر ڈالتی تھی۔ انھوں نے بہت سے راجپوتوں کو خاک پر الٹ دیا تھا۔ بہت سوں کو زخمی کر کے اپنے سامنے سے بھگا دیا تھا۔ راجپوت حیرت سے ان کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ جس گروہ پر حملہ کرتے اسے زیر و زبر کر ڈالتے۔ ان کے جسم اور لباس پر خون کے قطرے پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔ جو سیاہ ہو کر گوشت کے لوتھڑے معلوم ہونے لگے تھے۔

سکھدیو نے یہ سمجھ لیا کہ اگر اسی طرح راجپوت قتل ہوتے رہے تو جلد ہی گھنٹوں میں ان کا صفایا ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے لشکر کو واپسی کا اشارہ کیا۔ راجپوت گویا اسی اشارہ کے منتظر ہی تھے وہ نہایت تیزی سے پسپا ہوئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر انہیں قتل کرنا چاہا۔ لیکن حاجب علی نے مسلمانوں کو تعاقب کرنے سے روک دیا اور مسلمان وہیں ٹھٹک گئے۔ راجپوت جنگل میں گھس کر نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ آج مسلمانوں نے تینوں سمتوں میں حملہ کیا اور ہر طرف اپنی بہادری کی دھاک بٹھا کر دشمنوں کے دلوں پر سکہ قائم کر دیا۔

چونکہ دن بہت تھوڑا باقی رہ گیا تھا اور یہ امید باقی نہ رہی تھی کہ مسلمان فصیل پر چڑھ جائیں گے۔ یا بندرگاہ پر قبضہ کر سکیں گے۔ اس لیے سلطان نے اسلامی لشکروں کو واپسی کا اشارہ کیا اور مجاہدین

Marfat.com

اسلام ہر طرف سے اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگاتے ہوئے۔ واپس لوٹنے لگے۔

حیرت زدہ نازنین

سومنات کے مہاراجہ شاہی قصر کے قریب والے برج میں تمام دن بیٹھے رہ کر جنگ کا نظارہ غور سے کرتے رہے تھے۔ ان کے پاس درباریاں اور چند راجے بھی سارا دن ہی بیٹھے رہے تھے۔ ان سب نے مسلمانوں کی جرأت اور شجاعت دیکھی تھی۔ انہیں فکر لاحق ہو گیا تھا کہ اگر جنگ کی یہی صورت رہی تو خوف ہے کہیں مسلمان فتح یاب نہ ہو جائیں۔

اگرچہ ٹڈی دل راجپوت قلعہ شہر، مندر اور ان کے درمیان میدانوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں سے چھ گنا زیادہ تھے۔ لیکن ان کی یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ سب میدان میں نکل کر یکدم حملہ کریں۔

پچھلی رات گئے سکھدیو جنگلوں میں ہوتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا تھا اور مہاراجہ کو اس کے آنے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ انہیں اس کے آنے سے کچھ خوشی ہوئی تھی لیکن یہ تھوڑی سی خوشی بھی اسی وقت خاک میں مل گئی۔ جب مہاراجہ کو معلوم ہوا کہ دن بھر کی لڑائی میں تینوں محاذات پر تقریباً دس ہزار راجپوت مارے گئے ہیں۔

مہاراجہ نے حکم دیا کہ اس خبر کو مشتہر نہ کیا جائے کیونکہ اس سے جنگجو راجپوتوں کی ہمتیں پست ہو جانے اور عام ہندوؤں میں وہم زہر اس پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔

مہاراجہ نے وہ رات کرب و بے چینی میں کاٹی۔ دوسرے روز نکلتے ہی وہ پھر برج میں آ بیٹھے۔ ان کا اور دوسرے راجاؤں کا خیال تھا کہ مسلمان آج پھر بندرگاہ اور قلعہ پر دھاوا کریں گے۔

چونکہ بندرگاہ میں چھوٹی بڑی کشتیاں اور چھوٹے چھوٹے دخانی جہاز لنگر انداز تھے۔ اس لیے ان کی حفاظت کی اشد ضرورت تھی۔

چنانچہ مہاراجہ نے رات کے وقت بندرگاہ میں دس ہزار راجپوت سپاہی اور بھیج دیئے۔ قصر شاہی سے سمندر کی طرف ایک چور دروازہ کھلتا تھا۔ اس خفیہ دروازہ کو شاہی خاندان کے لوگ ہی جانتے تھے۔ اسی دروازہ کے ذریعہ سے نیا لشکر بھیجا گیا۔

دراصل سمندر کی جانب کی حفاظت اس لیے بھی ضروری تھی کہ اس طرف سے حملہ کر کے فصیلیں توڑ کر مسلمانوں کے گھس آنے کا اندیشہ تھا۔

Marfat.com

آج فصیل پر سنگ ریزے اس کثرت سے پہنچا دیئے گئے تھے کہ تمام فصیل ان سے پٹ گئی تھی۔ قادر انداز سنگ انداز بھی کثیر تعداد میں فصیل پر چڑھ گئے تھے۔ لیکن آج خلاف توقع مسلمانوں نے کمر بندی ہی نہیں کی اور راجپوتوں کو معلوم ہو گیا کہ آج مسلمانوں کا ارادہ حملہ کرنے کا نہیں ہے۔

چندر موہنی نے غسل کر کے لباس بدلا۔ مشاطاؤں نے اس کا سنگھار کیا۔ وہ پیکر نور بن کر باغیچہ میں نکل آئی۔ اس کے دم کے ساتھ سہیلیاں اور کنیزیں رہتی تھیں۔ وہ ان سرپاروں کے جھرمٹ میں روشوں پر گھوم رہی تھی۔ خوش رنگ اور عطر بیز پھولوں کو توڑ توڑ کر سہیلیوں کو دیتی جاتی تھی اور وہ انہیں اس کے سیاہ چمکیلے اور ریشم جیسے ملائم سر کے بالوں میں لگاتی جاتی تھیں۔

ان پھولوں نے نہ صرف اس کے حسن سراپا ہی کو دلفریب بنا دیا تھا بلکہ اس کا چاند سا چہرہ بھی دیدہ زیب ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت خوش تھی۔ اس کا مسرور چہرہ نہایت پیارا معلوم ہو رہا تھا۔

اس وقت سامنے سے دھرمپال آ گئے۔ چندر موہنی نے بڑھ کر ان کے پیروں کو چھوا۔ انہوں نے اسے دعا دے کر کہا "بیٹی! ایشور کا شکر ہے کہ تو اس وقت خوش ہے جبکہ سومنات کا ہر شخص متفکر پریشان اور غمگین ہے۔"

چندر موہنی فکر و پریشانی سے فائدہ ہی کیا ہے گرو جی!

دھرمپال کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے غم کو اور بڑھا لیا جائے۔ انسان کو ہر حالت میں خوش رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ غم انسان کو کھلا کر موت کے قریب پہنچا دیتا ہے اور خوشی موت کے آغوش سے باہر کھینچ لاتی ہے۔

چندر موہنی آج مسلمانوں کا ارادہ حملہ کرنے کا معلوم نہیں ہوتا۔

دھرمپال ہاں انہوں نے آج کمر بندی نہیں کی ہے۔ مگر ان کا حملہ نہ کرنا اور بھی تشویش کا باعث ہے۔ ایشور جانے وہ کیا سوچ رہے ہیں اور کیا کرنے والے ہیں۔

چندر موہنی وہ کچھ بھی کریں۔ لیکن ہمارا لشکر اتنا زیادہ ہے کہ وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

دھرمپال لشکر کی کثرت فتح کی ضامن نہیں ہوا کرتی۔ لڑائی میں جرأت ہمت اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے سپاہیوں میں ان باتوں کی کمی ہے ......"

نور چشمی! تجھے معلوم نہیں کہ یہ جنگ کیوں ہو رہی ہے۔

چندر موہنی میں نے تو یہ سنا ہے کہ سلطان محمود یہ سن کر سومنات میں بے حد دولت ہے حملہ آور ہوا ہے۔

Marfat.com

دھرمپال یہ بات نہیں ہے جنگ تیری وجہ سے ہو رہا ہے سلطان محمود تجھے طلب کر رہے ہیں۔

یہ دوسرا موقعہ تھا کہ چندر موہنی نے یہ سنا کہ جنگ اس کی وجہ سے ہو رہی ہے پہلے شوبھا دیوی نے کہا تھا اور آج اس کے گروجی دھرمپال نے کہا تھا۔ اسے کمال حیرت ہوئی۔ اس نے پوچھا۔ میری وجہ سے جنگ ہو رہی ہے۔

دھرمپال ہاں۔ سلطان تجھے حاصل کرنے کے لیے حملہ آور ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک چھٹی بھیج کر صاف طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک چندر موہنی ان کے حوالہ نہ کی جائے گی جنگ بند نہ ہوگی۔ اگر چندر موہنی انہیں دے دی جائے تو واپس لوٹ جائیں گے۔

چندر موہنی نے شرماتے ہوئے کہا۔ یہ مسلمان بادشاہ کتنے بڑے خیال کے ہوتے ہیں۔

دھرمپال اس میں ان کی بدنیتی نہیں ہے۔ چندر موہنی! تو نہیں جانتی کہ تیرے ساتھ ایک راز وابستہ ہے۔ وہ راز سلطان کو یہاں کھینچ کر لایا ہے۔ میں نے مہاراجہ کو اس وقت سمجھایا تھا جب سلطان کے غزنی سے روانہ ہونے کی خبر مشہور ہوئی تھی کہ وہ تجھے ان کے حوالہ کر دیں لیکن انہوں نے نہ مانا۔۔۔۔۔۔

چندر موہنی نے متحیر نگاہوں سے دھرمپال کو دیکھ کر کہا۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ میں سلطان کے حرم میں داخل ہو جاؤں۔

دھرمپال سلطان بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کی عمر اس وقت ستاون اٹھاون سال کی ہے۔ وہ تجھے اپنے حرم میں داخل کرنے کے لیے طلب نہیں کر رہے ہیں بلکہ۔۔۔۔۔۔۔ اوہ میں راز ہی کھولنے لگا۔ معاف کرنا بیٹی! میں بغیر مہاراجہ کے حکم اور اشارے کے راز کا پردہ نہیں اٹھا سکتا۔ دیکھ سکھدیو اور کامنی دونوں آ گئے ہیں۔ دونوں تجھ سے ناخوش اور تجھے نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا۔

چندر موہنی لیکن کیا گروجی آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کامنی نے نہیں ہارون (محض دل شکنی کے خیال سے رہا کرایا ہے۔

دھرمپال یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ خود اسے ہارون سے محبت ہو گئی ہے وہ یہاں اپنے بھائی کے ساتھ اس لیے آئی ہے۔ تاکہ تجھے اس کے جنگل میں پھنسا دے اور خود ہارون کے پاس چلی جائے اس سے ہوشیار رہنا۔ وہ نہایت خطرناک لڑکی ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔

Marfat.com

دھرمپال چلے گئے۔ چندر موہنی سوچنے لگی کہ سلطان اسے کیوں حاصل کرنا چاہتا ہے جب وہ اسے اپنے حرم میں بھی رکھنا نہیں چاہتا۔ تو پھر کیوں اتنی مسافت اور سفر کی تکلیفیں برداشت کر کے اسے بہ جبر حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔ وہ کیا راز ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ نہاراجہ کیوں اس راز کو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا۔

کامنی۔۔۔۔۔۔ کیا واقعی کامنی ہارون پر فریفتہ ہو گئی ہے کیا وہ پھر دھوکہ دینے کے لیے میرے قصر میں آئی ہے۔

ان خیالات سے اس کا چہرہ کچھ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے کچھ کھٹکا سنا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو کامنی سامنے سے آ رہی تھی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کامنی بھی نہایت حسین تھی اگرچہ اس کے چہرہ سے بڑی معصومیت ظاہر ہوتی تھی لیکن وہ جس قدر معصوم معلوم ہوتی تھی۔ اسی قدر چالاک بھی۔

کامنی نے چندر موہنی کو بڑے ادب سے سلام کیا۔ چندر موہنی نے اس کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ اس کی معصومیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے سوچا۔ نہیں۔ کامنی اب مجھے دھوکہ نہ دے گی۔

اس کی شرمسارانہ نگاہیں۔ بھولا چہرہ صاف بتا رہا ہے کہ وہ اب کوئی فریب نہ دے گی اور میں اس کے فریب میں آؤں گی۔ کیوں۔۔۔۔۔۔

کامنی اب مجھے دھوکہ نہ دے گی وہ خیالات میں ہی جا رہی تھی۔ کامنی نے کہا کیا ابھی تک مجھ سے ناخوش ہو راجکماری۔۔۔

اس کی آواز سے چندر موہنی کا سلسلہ خیال ٹوٹ گیا۔ اس نے کہا نہیں کامنی میں تجھ سے ناخوش نہیں ہوں۔

کامنی نے خوش ہو کر کہا۔ ایشور کا شکر ہے۔ راجکماری! میں شرمندہ ہوں کہ مجھ سے ایک دفعہ غلطی ہو گئی تھی۔ جس سے آپ کو کچھ پریشانی اٹھانی پڑی۔ لیکن اب میں نے اس کا بدل بھی کر دیا ہے۔ بھائی جان نے ہارون کو گرفتار کر لیا تھا۔ میں نے انہیں رہا کرا دیا۔ ماتا جی نے شاید آپ سے اس کا ذکر کیا ہو۔

چندر موہنی ہاں مجھ سے ماتا جی نے کہا تھا۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں کامنی۔

کامنی میں نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے راجکماری جی! بھائی سکھدیو کو بھی آپ

Marfat.com

کے ناراضی اور خفا ہو جانے کا بڑا ملال اور صدمہ ہے۔ وہ مہاراجہ کی مدد کے لیے محض آپ کو خوش کرنے کے لیے آئے ہیں)۔

چندر موہنی تب انہوں نے بڑی غلطی کی۔ انہیں خلوص دل سے دیوتا سومنات جی کی مدد کے لیے آنا چاہیے تھا۔

کامنی دیوتا سومنات جی ہی نے انہیں سپنے (خواب) میں یہاں آنے کے لیے کہا تھا۔

چندر موہنی تب انہوں نے اچھا کیا۔ اس وقت دھوپ میں گرمی آ گئی ہے آؤ آپ چلیں۔

کامنی چلیئے۔

چندر موہنی جس وقت دھرمپال سے گفتگو کرنے لگی تھی۔ تو تمام سہیلیاں اور ساری کنیزیں وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ اب جب کہ راجکماری نے واپس چلنے کا قصد کیا تو وہ سب آ گئیں اور اس کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہوئیں۔

Marfat.com

پندرھواں باب

شوخ انیسہ

اسلامی لشکر کچھ اس طرح مقیم ہوا تھا کہ اس نے میدان کی جو قلعہ سومنات کے سامنے واقع تھا حد بندی کر دی تھی یہ ۔ میدان تقریباً آٹھ میل چوڑا اور دس میل لمبا تھا۔ چوڑائی شرقاً غرباً تھی اور اور لمبائی شمالاً جنوباً۔

اس میدان کے مغربی سمت میں دریائے عمان شمال سے بہتا آتا ہوا جنوب میں گھوم کر سمندر میں گر جاتا تھا۔

دریائے عمان کے کنارہ پر ایک محفوظ مقام میں عورتوں کے لیے سراپردہ قائم کر دیا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے چھ پانچ سو سپاہی منتظر رہتے تھے۔ وہ سراپردہ سے ذرا فاصلہ پر خیمہ زن تھے۔ کوشش یہ کی گئی تھی کہ خواتین اور بچوں کی آزادی میں ...... فرق نہ آئے۔

چونکہ دریا نہایت عمیق و عریض تھا اس لیے اس طرف سے دشمن کے آنے کا اندیشہ نہ تھا۔ شمال کی طرف کئی میل کے فاصلہ پر حاجب علی انہلواڑہ کی طرف کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کیے ہوئے تھے۔ مشرق میں خود سلطان اور التونتاش اور امیر علی خویشاوند تھے۔

اس طرح سے مسلمانوں کے خیال میں سراپردہ بالکل محفوظ تھا اور لشکر سے الگ بھی تھا۔

خواتین کے خیمے دریا کے عین کنارہ پر ایک نشیبی سبزہ زار میں واقع تھے۔ دریا کے کنارہ کنارہ زمین سے ملی ہوئی سبزی مائل دھانی رنگ کی گھاس کھڑی تھی۔ دیکھنے میں یہ گھاس نہایت خوش نما معلوم ہوتی تھی۔ عورتیں اور بچے اور لڑکیاں اس قدرتی فرش کو اس قدر پسند کرتی تھیں کہ قالینوں کو چھوڑ کر اس پر بیٹھتی تھیں۔ اس پر نماز پڑھتی تھیں۔ اسی پر کھیلتی تھیں۔

جس روز مسلمانوں نے دھاوا کیا تھا۔ اس سے اگلے روز مغرب کی نماز کے بعد انیسہ کئی لڑکیوں کے ساتھ دریا کے کنارہ پر آئی اور پانی کی روانگی کا منظر دیکھنے لگی۔

Marfat.com

چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی ٹھنڈی دھوپ کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی تھی اور کائنات کا چپہ چپہ۔ پتہ پتہ۔ ذرہ ذرہ۔ تنکا تنکا نور میں نہا رہا تھا۔

ہر چیز چمک رہی تھی اور ہر شے بھلی معلوم ہو رہی تھی دریا کا سفید پانی موجیں لیتا کناروں سے ٹکراتا شور کرتا۔ نہایت آہستگی سے بہہ رہا تھا۔

انیسہ نے کہا۔ کیسا دلکش منظر ہے۔

ایک لڑکی نے کہا۔ یہ مقام جنت کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری لڑکی چاندنی نے ہر چیز کو نکھار دیا ہے۔ پانی سبزہ درخت درختوں کے پتے۔ میدان اور ٹیلے سب کیسے بھلے معلوم ہو رہے ہیں۔

تیسری لڑکی نے مسکرا کر کہا۔ آسمان کا چاند تو تم نے دیکھا لیکن زمین کا چاند نہیں دیکھا۔

سب لڑکیوں نے ایک زبان ہو کر پوچھا۔ زمین کا چاند کہاں ہے۔

اس لڑکی نے شوخی سے انیسہ کی طرف انگلی اٹھا کر تبسم ہو کر کہا۔ وہ ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ اس کے چہرے سے لمعات نور کی لہریں نکل نکل کر فضا میں پھیل کر چاندنی پر غالب آنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

حقیقت میں اس وقت انیسہ کے آتشناک چہرہ سے حسن کی شاخیں پھوٹ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے چاند اس کے حسین چہرہ سے کسب ضیا کر رہا ہو۔

تمام لڑکیوں نے ہنس کر کہا۔ بے شک پیکر حسن انیسہ کے چہرہ سے لمعات نور نکل نکل کر فضا میں بکھر رہے ہیں اور کائنات کو روشنی کر رہے ہیں۔

انیسہ بھی مسکرانے لگی۔ اس نے کہا۔ تم شرارت سے باز نہ آؤ گی۔ وہ یہ کہہ کر ان کی طرف جھپٹی تمام لڑکیاں ہنستی ہوئی بھاگ گئیں اور تنہا انیسہ ہی اسی جگہ کھڑی رہ گئی۔

وہ نہایت اطمینان سے کھڑی سیر میں مصروف تھی۔ لڑکیاں دور نکل گئی تھیں۔ اتنی دور کہ ان کی باتیں کرنے کی آواز بھی آنی بند ہو گئی تھی۔

وہ مصروف نظارہ تھی کہ اس نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ اس کی محویت اور مصروفیت دور ہو گئی۔ وہ دیکھنے لگی کہ اس وقت کون اور کس لیے آ رہا ہے۔

اسے دور سے ایک سفید پوش سوار آتا نظر آیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ کیا یہ برہان ہیں۔۔۔ دل تو یہی کہتا ہے۔ مگر۔۔۔۔ وہ اس وقت یہاں کیسے آتے وہ تو انہتائے

جنوب میں سمندر کے کنارہ پر دشمنوں کا راستہ روکے پڑے ہیں۔

سوار قریب آتا جا رہا تھا جب وہ بالکل پاس آگیا تو انیسہ نے پہچان لیا۔ وہ برہان ہی تھے انہیں دیکھتے ہی اس کا چہرہ چمکنے لگا۔

اشتیاق رخسار مے، انبیز گلابی رنگ میں ڈوب گئے۔ آنکھوں سے سحر خیز چمک خارج ہونے لگی۔

لیکن اس نے فوراً سوار کی طرف سے رخ پھیر لیا اور دریا کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑی ہوگئی۔ جیسے اس نے سوار کو دیکھا ہی نہیں۔

برہان نے جب انیسہ کے پاس آکر اسے محو نظارہ دیکھا تو ان کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ گھوڑے سے اترے اور سیم تن کی طرف بڑھے۔ جو تجاہل عارفانہ کیے کھڑی تھی۔

انہوں نے آہستہ سے کہا "انیسہ . . . . "

انیسہ ایک دم چونک کر اس طرح اچھل پڑی جیسے وہ ڈر گئی ہو۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ پیچھے کی طرف اس طرح جھکنے لگی جیسے گرنے ہی والی ہو۔

برہان نے گھوڑے کی باگ چھوڑ کر جلدی سے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔ انیسہ . . . انیسہ! میں ہوں تم ڈر گئیں۔

انیسہ نے انہیں حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر جلدی سے ان کی آغوش سے الگ ہو کر لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے کہا۔ اف تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔

برہان بیچارہ کو کیا خبر تھی کہ نعلہ رو انیسہ اداکاری کر رہی ہے۔ وہ انہیں آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ نہ ڈری ہے نہ حیرت زدہ ہے اس کی کیفیت مصنوعی ہے۔

وہ گھبرا بھی گئے اور نادم بھی ہوئے انہوں نے ندامت خیز لہجہ میں کہا۔ معاف کرو انیسہ! مجھ سے سخت حماقت ہوئی۔

انیسہ کو ہنسی آنے لگی لیکن اس نے ضبط کر کے کہا۔ تمہاری اس حرکت سے میرا دل اب تک دھڑک رہا ہے آخر تم نے ایسا کیوں کیا۔

برہان ایک مجرم کی طرح ندامت سے سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا۔ میں یہ نہیں سمجھا تھا کہ میرے آہستہ سے پکارنے سے بھی تم اس قدر ڈر جاؤ گی۔

انیسہ ہاں تم کیا سمجھنے لگے تھے۔ تمہیں تو اپنی بہادری پر زعم . . .

Marfat.com

برہان — میں نے تو کبھی کسی کے سامنے اپنی بہادری کا دعویٰ نہیں کیا۔

انیسہ — مگر یہ اس وقت تم یہاں آ کہاں سے گئے۔

برہان نے سادگی سے کہا۔ اپنے پڑاؤ سے۔

انیسہ — کیوں آئے۔

برہان — کیا کہہ دوں۔ مغرب کی نماز پڑھ کر کچھ طبیعت گھبرانے لگی۔ اور ایسی گھبرائی کہ میں پریشان ہو گیا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید انیسہ . . . لیکن تمہیں اس بات کا یقین کیوں آنے لگا۔

انیسہ — نہیں کہیے۔

برہان — تب سنو میرے دل نے کہا تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہو۔

انیسہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ خوب ہیں آپ اور خوب ہے آپ کا دل۔

برہان — میں نہ اچھا۔ نہ میرا دل اچھا۔ دل میں جو خیال آیا وہ غلط نکلا اور میں نے ناحق تمہیں ڈرا دیا۔

انیسہ — لیکن آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں اس طرف ہوں۔

برہان — یہ بھی دل نے رہنمائی کی۔

انیسہ — یا آپ اپنی ولایت کا سکہ مجھ پر بٹھانا چاہتے ہیں۔

برہان — تم پر کیا کسی حسین ساحرہ پر کسی ولی کا سکہ بیٹھ سکتا ہے۔

انیسہ — ہاں ان کا جو خود ساحرہ ہوتے ہیں۔

برہان — تب تم مجھے بھی سحر سکھا دو۔

انیسہ — جانتے ہو۔ سحر کیا چیز ہے۔

برہان — جانتا ہوں۔ حسن سے بڑھ کر سحر کوئی چیز نہیں۔

انیسہ نے ہوشربا تیز نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ گویا حسن سحر ہے۔

برہان — دیکھئے تمہاری تیز نگاہوں سے اس وقت سحر خیز چمک خارج ہونے لگی ہے۔

انیسہ — آپ کو باتیں بنانی خوب آتی ہیں۔

برہان — اور تمہیں باتوں میں اڑانا خوب آتا ہے۔

انیسہ — اگر اس وقت آپ کو یہاں کوئی دیکھ لے تو . . . ."

Marfat.com

برہان — یہی سمجھے کہ تم نے مجھے بلایا ہے۔

انیسہ — اچھا مہربانی کر کے ......"

برہان — میں چلا جاؤں۔

انیسہ — اس طرح بدنامی کا خوف ہے۔

برہان — انیسہ! آخر تم اس قدر سنگدل کیوں ہو۔

انیسہ — سنا یہ کیسی آواز آئی۔

اس وقت چپو چلانے کی آوازیں آئیں۔ برہان نے بھی سنی۔ انہوں نے کہا۔ دریا کی طرف دیکھا دریا میں کوئی کشتی آ رہی ہے۔ لیکن کس کی ہے مسلمانوں کے پاس تو کوئی کشتی ہے نہیں۔

انہوں نے دریا کی طرف دیکھا۔ دریا میں ایک نہیں کئی کشتیاں آ رہی تھیں۔ سمندر کی طرف دکھیا دریا کے چڑھاؤ کی طرف ہی آ رہی تھیں۔

برہان نے جلدی سے کہا۔ راجپوتوں نے سراپردہ پر یلغار کیا ہے۔ انیسہ دوڑ جاؤ سراپردہ میں پہنچ جاؤ۔ جاؤ جلدی کرو۔ دیکھو کشتیاں کنارہ سے آ لگی ہیں۔

انیسہ نے گھبرا کر برہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور آپ

برہان — میں انہیں روکوں گا۔

انیسہ — کیا تنہا ہی۔

برہان — ہاں تنہا ہی۔ تم میرا فکر نہ کرو۔ انیسہ! بھاگ جاؤ۔

یہاں سے بھاگ جاؤ۔ دیکھو کشتیاں باندھ دی گئی ہیں اور راجپوت ان میں سے اترنے لگے ہیں۔ وقت ضائع نہ کرو تمہاری موجودگی میں کچھ نہ کر سکوں گا۔

انیسہ نے ایک لمحہ کچھ سوچا۔ اس نے کہا۔ اچھا آپ ایک اقرار کریں۔

برہان — جلدی کہو کیا۔

انیسہ — جب تک راجپوت سراپردہ کے قریب نہ پہنچیں آپ نہ ان کے سامنے ہوں۔ نہ ان پر حملہ کریں۔

برہان — میں اقرار کرتا ہوں تم جاؤ۔

برہان نے انیسہ کو اپنے ہاتھوں سے دھکیل دیا۔ وہ دوڑ گئی اور برہان گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ٹیلہ کی آڑ میں کھڑے ہو کر راجپوتوں کی نقل و حرکت دیکھنے لگے۔

Marfat.com

خاموش فتح

راجپوت دس بارہ کشتیوں میں سوار ہو کر آئے تھے۔ جس جگہ انہوں نے کشتیاں کنارہ سے لگائیں وہ اونچے اونچے ٹیلوں کی آڑ میں تھی۔ سراپردہ وہاں سے فاصلہ پر تھا۔ اس طرف کوئی مسلم مرد و عورت نہ آتے جاتے تھے۔

راجپوت جلدی جلدی کشتیوں میں سے اتر کر ٹیلوں کے پیچھے چھپ گئے۔ برہان نے اندازہ لگایا کہ وہ ڈھائی سو کے قریب ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ ان کا ارادہ فوراً ہی حملہ کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ رات کو کسی وقت چھاپہ مارنے کی فکر میں ہے

پھر بھی وہ انہیں کھڑے دیکھتے رہے۔ وہ ایسے نشیب میں گھوڑے پر سوار کھڑے تھے کہ راجپوتوں نے انہیں نہیں دیکھا۔

جب برہان کو یہ اطمینان ہو گیا کہ راجپوت سر دست آگے بڑھنا نہیں چاہتے تو وہ آہستہ آہستہ چلے۔

اس بات کا انہوں نے خیال رکھا کہ راجپوت ان کی موجودگی سے خبردار نہ ہوں۔ وہ ایسے راستے پر ہو لئے جس کے دونوں طرف ٹیلے چٹانوں کی طرح اونچے اونچے ٹیلے تھے۔

راجپوتوں نے انہیں نہیں دیکھا اور وہ سراپردہ کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں انہیں انیسہ ملی۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ آپ آ گئے۔

برہان نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا تم یہاں کھڑی ہو۔ انیسہ۔۔۔۔ کس لیے۔

انیسہ نے بے ساختگی سے کہا۔ میں آپ کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے خوف تھا۔ کہیں آپ راجپوتوں پر حملہ نہ کر دیں۔

برہان نے شکر گذارانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ تم کو میرا خیال تو ہے۔

انیسہ شرما گئی دوشیزگی کی حیا نے اس کے چہرہ کو کمال دلفریب بنا دیا۔

برہان نے کہا۔ میں ضرور ان پر حملہ کر دیتا اگر وہ بس میں ہوتے۔۔۔۔۔ یا سراپردہ پر چھاپہ مارتے

انیسہ کس قدر ہیں وہ۔

برہان ڈھائی سو ہیں۔

انیسہ شاید وہ رات کو چھاپہ مارنے کی فکر میں ہیں۔

Marfat.com

برہان۔ ہاں۔ اس وقت وہ ٹیلوں کے پیچھے چھپ گئے ہیں۔ دیکھو عشاء کی اذان ہو رہی ہے تم اطمینان سے سراپردہ میں جاؤ۔ میں بھی جا رہا ہوں۔

انیسہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔

برہان میں محافظ دستہ میں جاکر نماز پڑھوں گا اور اس دستہ میں سے ڈھائی سو مجاہدین لے کر سراپردہ کے قریب چھپ جاؤں گا اور جب راجپوت چھاپہ مارنے کے لیے آویں گے۔ تب ان پر یکدم حملہ کر دوں گا۔

انیسہ نے خوش ہو کر کہا۔ تدبیر تو نہایت مناسب ہے۔ وہ چلی گئی۔ برہان گھوڑا بڑھا کر سراپردہ کے محافظ دستہ میں داخل ہوئے۔ اس دستہ کے تمام سپاہی نماز کی تیاری کر رہے تھے۔

برہان نے گھوڑا ایک خیمہ کی رسی سے باندھا۔ وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گئے۔ نماز پڑھ کر انہوں نے اس دستہ کے محافظ سے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ راجپوتوں کا ارادہ سراپردہ پر چھاپہ مارنے کا ہے۔

اس دستہ کے سردار کا نام خمار تاش تھا۔ وہ چونک پڑے۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔

برہان نے کشتیوں میں راجپوتوں کے آنے اور ٹیلوں کے پیچھے چھپ جانے کا تمام واقعہ سنایا خمار تاش نے کہا۔ تب اطمینان رکھو۔ ہم ان شاء اللہ انہیں سب کو اپنے قابو میں کر لیں گے۔

اس کے بعد دونوں افسروں میں کچھ دیر تک نہایت آہستگی سے باتیں ہوتی رہیں اور کچھ وقفہ کے بعد ڈھائی سو سپاہیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔

راجپوت کشتیوں میں سے اتر کر ٹیلوں کے پیچھے سبز سبز گھاس پر نہایت اطمینان سے بیٹھ گئے تھے۔ چونکہ کشتیوں کے ملاح بھی جنگ کے سپاہی تھے۔ اس لیے وہ بھی کشتیاں چھوڑ کر وہیں آ گئے تھے۔

یہ لوگ بالکل خاموش تھے۔ وقت گذر رہا تھا۔ چاند اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ جوں جوں رات زیادہ آتی جاتی تھی۔ خاموشی پھیلتی جاتی تھی۔ سراپردہ کی طرف سے جو مختلف آوازیں آ رہی تھیں۔ اب وہ بند ہو گئی تھیں۔ دور پر گیدڑ بول رہے تھے۔ اس وقت ایک راجپوت نے کہا۔ اب آدھی رات آ گئی ہے ہمیں تیار ہو جانا چاہیے۔

دوسرا بے شک وقت آ گیا ہے جس کا ہمیں انتظار تھا۔

Marfat.com

تیسرا — اگر ہمارا چھاپہ کامیاب ہوا اور ان ملیکش کی عورتیں اور بچے ہمارے قابو میں آگئے تو جو شرائط ہمارے مہاراجہ پیش کریں گے۔ سلطان محمود مجبور ہو کر انہیں قبول منظور کرے گا۔

پہلا — اسی لیے تو ہمیں اس خطرناک مہم پر بھیجا گیا ہے۔

دوسرا — سومنات جی کی کرپا (مہربانی) سے ہم یہاں تک تو آگئے ہیں۔ اب کامیاب چھاپہ مارنا ہی باقی ہے۔

تیسرا سومنات جی نے چاہا تو چھاپہ کامیاب ہوگا۔ اس طرف سے مسلمان بالکل غافل ہیں۔ وہ سمجھتے ہوں گے۔ کہ کسی طرف سے کوئی کھٹکا نہیں ہے اور صبح کو جب اپنی عورتیں اور بچوں کو غائب دیکھیں گے۔ تب حیران ہوں گے۔

چوتھا — کرتار سنگھ نے بڑی جرات کی کہ کل یہاں آکر تمام باتوں کی دیکھ بھال کر گئے۔

پانچواں — وہ اپنا کام کر گئے اب ہمیں اپنا کام کرنا باقی ہے۔

چھٹا — کوشش یہ کرنا کہ کسی کی آواز نہ نکلے۔ اگرچہ ان عورتوں کا محافظ دستہ ذرا فاصلہ پر مقیم ہے۔ لیکن خوف ہے کہ اگر اس کے سپاہیوں کو کچھ شبہ ہو گیا۔ تو وہ چڑھ دوڑیں گے اور پھر ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس دستہ کے افسر نے کہا۔ جو شخص جس عورت یا بچہ کو گرفتار کرے فوراً اس کا منہ باندھ دے۔ اگر کوئی ان میں چلانے کی کوشش کرے تو خنجر اس کے کلیجہ میں جھونک کر اسے خاموش کر دے ہر سپاہی کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام کرنا چاہیے۔

اب یہ لوگ نہایت آہستگی سے روانہ ہوئے اور ان ٹیلوں کے اوپر چڑھ گئے جن کے پیچھے مسلمان چھپے ہوئے تھے۔ یہ ٹیلے نہایت اونچے تھے۔ انہوں نے دیکھا ہر طرف میدان خالی تھا کوئی مسلمان کسی سمت بھی آتا جاتا نظر نہ آ رہا تھا۔ اس دستہ کے افسر نے کہا۔ دیوتا سومنات جی کی کرپا سے سب کام ٹھیک ہے کامیابی منہ دکھا رہی ہے۔ ذرا تیزی لیکن احتیاط اور خاموشی سے بڑھے چلو۔

فوراً یہ لوگ ٹیلوں کے دوسری طرف اترے اور قدرے قدم بڑھا کر لیکن بڑی احتیاط سے روانہ ہوئے۔

راستہ نہایت ناہموار تھا۔ بہت زیادہ نشیب و فراز تھے کہیں اونچے ٹیلے تھے۔ کہیں کھڈ تھے۔ یہ لوگ ان سب چیزوں کو عبور کرتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

Marfat.com

رات کا قدرتی سکوت ہر طرف طاری تھا۔ آسمان سے زمین تک خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ کہ دنیا سوئی ہوئی ہے۔ چاندنی خوب بکھری ہوئی تھی۔

راجپوت نہایت خرم و احتیاط سے نصف فاصلہ طے کر گئے اور اب وہ ایسے ٹیلوں کے قریب سے گزر رہے جو لمبے تھے۔ دراصل یہ دریا کی ڈھانگیں تھیں۔ جن میں پانی کے تھپیڑے شگاف پیدا کر دیئے تھے۔

کہیں تو یہ ڈھانگیں بالکل برہنہ۔ سات اور چٹیل تھیں اور کہیں ان میں جھاڑیاں۔ گھاس اور پولہ کھڑا تھا۔

جب راجپوتوں نے ان لمبے ٹیلوں کے پیچھے سے گزرنا شروع کیا۔ تو دفعتہً ان میں سے چند سپاہیوں کو ٹیلوں کے اوپر سے چند مسلمان۔۔۔ جھانکتے نظر آئے۔

ان راجپوتوں نے فوراً اشارہ سے دوسروں کو آگاہ کیا کہ دشمن کے کچھ سپاہی ٹیلوں پر موجود ہیں۔ جو ان کی نقل و حرکت دیکھ رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی تمام راجپوتوں نے گھبرا کر نگاہیں اٹھائیں اور اوپر دیکھنا شروع کیا۔

اول اول تو چند ہی مسلمان جھانکتے نظر آئے تھے۔ لیکن اب سینکڑوں سر نظر آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر راجپوتوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ان کے افسر نے کہا۔ یہ ہمت ہارنے اور گھبرانے کا وقت نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے محافظ دستہ نے تمہیں دیکھ لیا اور تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے تمہارے سر پر آ کھڑا ہوا ہے۔ جرأت کرو اور اس دستہ کا خاتمہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

ابھی وہ یہ تلقین کر ہی رہا تھا کہ اوپر سے تیروں کی باڑھ پڑی اور پندرہ بیس راجپوت بلبلا کر رہ گئے۔ چونکہ وہ زیادہ مجروح ہو گئے تھے۔ اس لیے چیخنے اور چلانے لگے۔

افسر نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کم بختو! چپ رہو۔ شور نہ کرو۔ میرا خیال ہے یہ مسلمان تھوڑے سے ہیں۔ ورنہ ضرور سامنے آکر مقابلہ کرتے اگر تم نے شور کیا تو ان کے لیے مدد پہنچ جائے گی تیزی سے بڑھ کر ان ٹیلوں کے درمیان سے نکل جاؤ اور دوسری طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دو۔

جو راجپوت زخمی ہوتے تھے۔ اس عرصہ میں وہ گر گئے تھے اور شدت کرب سے کراہ رہے تھے۔ ان زخمیوں کو ان کے ساتھیوں نے وہیں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا

Marfat.com

اور خونریزی سے آگے بڑھے۔

لیکن ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ چھپر اوپر سے تیروں کی باڑھ پڑی اور کئی راجپوت مجروح ہو کر چیخ اٹھے اور راستہ ہی میں ڈھیر ہو گئے۔

اس دستہ میں بقیہ سپاہی زخمیوں کو روندتے ہوئے برابر بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ گلی کی نکڑ پر جا پہنچے۔ لیکن جوں ہی انہوں نے گلی سے باہر نکلنا چاہا تو نگاہی ادھر ادھر سے مسلمان جھپٹ کر سامنے آگئے اور انہوں نے تلواروں سے ان بہادر راجپوتوں کا استقبال کیا۔

راجپوت جھک کر پیچھے ہٹے۔ لیکن ان کے ہٹتے ہی اوپر سے تیسری باڑھ تیروں کی پھر پڑی اور پھر بہت سے آدمی زخمی ہو کر گر گئے۔

اب راجپوت نہایت بدحواس ہو گئے تھے۔ سامنے سے گلی کی ناکہ بندی مسلمانوں نے کر رکھی تھی اور اوپر سے تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ اب ان کے لیے سوائے بھاگنے کے اور کوئی مفر نہ تھا۔

چنانچہ وہ پشت کی طرف بھاگے۔ جو مسلمان ناکہ بندی کیے ہوئے تھے۔ وہ تلواریں سونت کر ان کے پیچھے دوڑے اور بھاگتے ہوئے راجپوتوں کے پاس پہنچ کر انہیں تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔

نہایت پھرتی سے حملے کر کے ان کی لاشوں سے گلی کو پاٹنا شروع کر دیا۔

راجپوت اس قدر گھبرا گئے تھے کہ وہ لوٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بلکہ نہایت تیزی سے ٹیلوں کی درمیانی گلی سے نکلنے کی کوشش میں مصروف ہوئے۔ آخر وہ اس گلی سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن جوں ہی انہوں نے میدان میں قدم رکھا۔ ان کی نگاہیں ان مسلمانوں پر پڑیں۔ جو ٹیلوں کے نیچے ہی ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔

راجپوت یہ کیفیت دیکھ کر سہم گئے اور دم بخود ہو کر سکتہ کے عالم میں کھڑے رہ گئے۔ مسلمانوں نے فوراً ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور چشم زدن میں تقریباً سو راجپوتوں کا صفایا کر ڈالا۔

ادھر وہ مسلمان بھی آگئے جو ان کا تعاقب کیے چلے آرہے تھے اور انہوں نے پیچھے سے آکر پر زور حملہ کر کے ان کی کثیر تعداد کو مار کر ڈال دیا۔

Marfat.com

راجپوت بھی اب سنبھلے۔ لیکن اس وقت جب ان کے معدودے چند آدمی باقی رہ گئے انہوں نے بھی مسلمانوں پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن ان کی تعداد ہی کتنی باقی رہ گئی تھی۔ پھر وہ خوف زدہ اور ہراساں تھے۔ ان کے وار اوچھے پڑے۔

مسلمانوں نے ڈھال پر ان کے وار روک کر ان پر شدت سے حملہ کیا اور ایک ایک کر کے تمام راجپوتوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔ اس طرح راجپوتوں کے اس دستہ کا خاتمہ ہو گیا جو مسلمانوں کی مستورات کو گرفتار کرنے کے ارادہ سے آیا تھا۔

جب تمام راجپوت مارے چکے تب مسلمانوں نے بڑھ کر ان کی کشتیوں پر قبضہ کر لیا۔ برہان کی دانش مندی سے یہ خاموش فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اور اس سے راجپوتوں کو کافی نقصان پہنچا۔

Marfat.com

سولھواں باب

حیرتناک گفتگو

دھرمپال نے چندر موہنی کو متنبہ کر دیا تھا کہ وہ کامنی اور سکھدیو دونوں بہن بھائی سے ہوشیار رہے۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ سکھدیو سے تو ملے گی ہی نہیں اور کامنی کے ساتھ خواہ وہ کتنا بھی کہے کہیں نہ جائے گی اور یہ اسے اطمینان تھا کہ دونوں اس میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

لیکن ایک فکر اسے لاحق ہو گیا تھا اور وہ یہ کہ کامنی جیسی نازنین اور پری چہرہ لڑکی بنی ہارون پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ یہ وہ خوب جانتی تھی کہ کامنی اس سے زیادہ ہوشیار۔ زیادہ چالاک اور زیادہ بیباک ہے۔ اچھی خاصی حسین و شکیل بھی ہے۔

اسے یہ خیال تکلیف دینے لگا تھا کہ کہیں ہارون کامنی کے جال میں پھنس کر اسے نہ بھول جائے۔ لیکن اس نے خیال کیا کہ ہارون مسلمان ہے .... غیر کفو بلکہ ایک معمولی درجہ کا سردار اور وہ خود راجکماری ہے۔ مہاراجہ سومنات کی بیٹی۔ پھر حسین دجمیل مہ پارہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے؟ وہ اس کا خیال بھی دل میں نہ لاتے ....

...... مانا اس کی صورت اچھی ہے۔ لیکن سیرت کی کیا خبر۔ اس کے علاوہ وہ اس سلطان کے ساتھ ہے جو محض اسے حاصل کرنے کے لیے آیا ہے اور اس کی قوم سے جنگ کر رہا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی ایک دوسرا خیال اسے ستانے لگا وہ راجکماری نہیں ہے۔ اس کی ذات سے کوئی راز وابستہ ہے۔ سلطان کو وہ راز معلوم ہو گیا ہے اور اسی لیے وہ اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لیکن وہ راز کیا ہے۔ تمہارا راجہ کیوں اس راز کا انکشاف نہیں چاہتے۔ اس میں کیا مصلحت ہے۔ دیر تک وہ اس خیال میں غرق رہی۔ لیکن اس کے نازک و دماغ میں کوئی بات نہ آئی اور

Marfat.com

رفتہ رفتہ وہ پھر سب سے پہلے۔ خیال یعنی کامنی اور ہارون کی محبت کے معاملہ میں منہمک ہو گئی

کچھ دیر کے بعد ان خیالات سے تھک کر ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس نے دل میں کہا اوہ اگر کامنی کو ہارون سے محبت ہے۔ تو ہوا کرے ہارون بھی اس سے محبت کرنے لگے۔ تو مجھے کیا۔ میں کیوں پریشان ہوں۔ ہارون سے مجھے کیا غرض .... اس کا تو خیال بھی مجھے اپنے دل میں نہیں لانا چاہیے... وہ دشمن ہے میری قوم کا۔ میرے مذہب کا۔ میرے ایمان کا۔ میرے دیوتا کا ......"

"......" اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مسلمان ہے سنتی ہوں مسلمان غیر کفو کی لڑکیوں کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں۔ مجھے بھی وہ ذلیل سمجھتا ہو گا۔ پھر میں کیوں اس کا خیال کروں ....."

یہاں وہ رکی اور اس نے اپنے دل کا جائزہ لیا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس خیال سے اپنے دل کو فریب نہیں دے سکتی اس کے دل میں ہارون کی تصویر نقش ہے اور وہ آسانی سے اسے نہیں مٹا سکتی۔ بلکہ کوشش سے بھی اسے مٹا ڈالنا مشکل ہے۔

وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج ابھی تک وہ اپنی ماتا اور پتا کے سلام کو نہیں گئی تھی۔ چنانچہ ان کے پاس روانہ ہو گئی۔ اس کے رہنے کے کمرے اگرچہ قصر کے ایک جانب تھے۔ لیکن ان کمروں کا سلسلہ دور تک پھیلتا چلا گیا۔ جو مہارانی کے کمروں پر جا کر ختم ہوتا تھا۔

تمام کمرے نہایت درجہ آراستہ و پیراستہ تھے۔ وہ ان کمروں میں ہوتی ہوئی اس بڑے ہال میں داخل ہونے کے لیے دروازہ کی طرف بڑھی جس میں صبح کے وقت اس کی والدہ مہارانی بیٹھا کرتی تھی۔

اس نے مہاراجہ اور مہارانی کو باتیں کرنے کی آواز سنی۔ وہ ٹھٹک گئی اور واپس جانے کا خیال ہی کر رہی تھی۔ کہ اس نے اپنے متعلق ذکر ہوتے سنا وہ کھڑی رہ گئی۔ مہاراجہ کہہ رہے تھے۔ چندر موہنی کا راز سوائے چند آدمیوں کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ سلطان کو کیسے معلوم ہو گیا۔

مہارانی — مجھے بھی یہی تعجب ہو رہا ہے۔

مہاراجہ — میرے خیال میں سومنات کے اندر کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری جاسوسی کر رہا ہے اور سلطان کو اس نے خبر دی ہے۔

Marfat.com

مہارانی — یہ تو یقینی بات ہے۔ لیکن دیکھنا ہے کہ ایسا کون شخص ہو سکتا ہے۔

مہاراجہ — کوئی ہمارا ہی ہم قوم ہے۔ شاید سلطان نے اسے رشوت دی ہو۔

مہارانی — یا اس نے سلطان سے کوئی معاہدہ کر لیا ہو۔

مہاراجہ — ہاں ہو سکتا ہے۔ میں نے بہت سی راتیں اس غور و خوض میں گزار دی ہیں۔ لیکن میں اس معمہ کو حل نہیں کر سکا۔ یہ راز مجھے، تمہیں، دھرپال اور شوبھا دیوی چار آدمیوں ہی کو معلوم ہے اور یہ امید نہیں کہ ان چاروں میں سے کوئی بھی اس راز کو ظاہر کر سکتا۔ لیکن بارہ چودہ سال کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مہارانی نے جلدی سے کہا۔ ٹھہرو کوئی آ رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

دراصل چندر موہنی کا ہاتھ غلطی سے دروازہ کے کواڑوں پر پڑ گیا۔ جس سے کھٹکا ہوا اور مہاراجہ اور مہارانی دونوں خاموش ہو کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگے۔

چندر موہنی متاسف ہو کر کھڑی رہ گئی۔ مہارانی نے آواز سے پوچھا۔ "کون ہے؟"

اب چندر موہنی کو مناسب نہ معلوم ہوا کہ وہ چوروں کی طرح کھڑی رہے۔ وہ بڑھ کر وہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ مہاراجہ اور مہارانی دونوں اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔ دونوں کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مہارانی نے کہا۔ "آؤ بیٹی ۔ ۔ ۔ ۔"

مہاراجہ نے ناداستگی میں بے ساختہ پن سے کہا۔ آؤ نور چشمی اس وقت ہم دونوں تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے۔

چندر موہنی نے بڑھ کر دونوں کے پیر چھوئے اور ان کے برابر ہی زرنگار گدیلے پر جا بیٹھی اور ترنم خیز لہجہ میں بولی میرا کیا ذکر ہو رہا تھا۔

پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔

مہارانی نے معنی خیز نگاہوں سے مہاراجہ کو اور مہاراجہ نے مہارانی کو دیکھا۔ مہاراجہ نے کہا۔ یہی ذکر کہ تو آج اس وقت تک کیوں نہیں آئی۔

چندر موہنی نے بچپن کے پیار بھرے لہجہ میں کہا۔ کچھ اور بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ذکر تھا پتا جی۔

مہاراجہ — اور ذکر یہ تھا کہ معلوم ہوا ہے کہ سلطان تجھے حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہے۔

مہارانی نے جلدی سے کہا۔ یہ کیا کہنے لگے آپ۔

مہاراجہ نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے کہا۔ جو بات میں نہ کہنا چاہتا تھا۔ وہ آج ناداستگی سے نکل ہی گئی حالانکہ کئی مرتبہ ایسا کہ جب چندر موہنی میرے سامنے آئی میرے

دل نے تقاضا کیا کہ میں اسے یہ بات بتاؤں۔ لیکن ہر مرتبہ ضبط کر گیا۔ مگر آج کہہ ڈالی۔

چندر موہنی نے مصنوعی تعجب سے کہا سلطان مجھے حاصل کرنے کے لیے یہاں آیا ہے۔

مہاراجہ ہاں۔ اس کی ایک چٹھی بھی اس کے متعلق آچکی ہے۔ اس نے صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ اگر نوشابہ ...... یا چندر موہنی اسے دے دی جائے تو وہ واپس لوٹ جائے گا

چندر موہنی نے معصوم نگاہوں سے مہاراجہ کو دیکھ کر کہا ...

لیکن پتاجی ......"

مہاراجہ نے پدرانہ محبت بھرے لہجہ میں کہا۔ اطمینان رکھو نور چشمی! میں اپنی زندگی میں کبھی تجھے اس کے حوالہ نہ کروں گا۔

چندر موہنی نے سنبھل کر یہ بیٹھتے ہوئے کہا لیکن اگر پتاجی! ایک میری قربانی سے ملک اور قوم کے اوپر سے آفت مل جائے تو مجھے بھینٹ ..... پرچھا دیجئے .....

مہاراجہ اور مہارانی دونوں اس کا یہ ایثار دیکھ کر بہت متاثر ہوئے مہارانی نے اس کی چاند سی پیشانی چوم کر کہا۔ میں اپنی بیٹی کا بلیدان (قربانی) کبھی نہ ہوتے دوں گی۔

چندر موہنی مگر سوچیے ملک تباہی کے کنارہ پر کھڑا ہے قوم کی کشتی منجدھار میں آگئی ہے۔ ملیکش سلطان اپنی ضد پر ڈٹا ہوا ہے ایک ہی دن کی جنگ میں سینکڑوں استریاں (عورتیں) ودھوا (بیوہ) ہو گئی ہیں۔ سینکڑوں بالک (بچے) یتیم ہو گئے ہیں کل ایشور جانے کیا ہو۔

مہاراجہ فکر نہ کر بیٹی! ہزاروں نہیں لاکھوں راجپوت ملک اور قوم پر قربان ہونے کے لیے میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ راجپوتوں کی آن دنیا میں مشہور ہے میں بھی راجپوت ہوں۔ میں ہرگز بھی یہ ذلت گوارا نہیں کر سکتا کہ تجھے سلطان کے حوالہ کر دوں۔

چندر موہنی مگر ایشور نہ کرے ہمارے لشکر کو شکست ...... ہو گئی تو ......"

مہاراجہ تو ہم سب وہ کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔

ے راجپوتوں میں یہ رسم تھی کہ جب وہ یہ دیکھتے تھے کہ فتح کی امید کم ہے تو اپنی عورتوں اور معصوم بچوں کو زندہ آگ میں جلا ڈالتے تھے اور خود لڑ کر مر جاتے تھے۔ ستی کی ایک دوسری رسم بھی جاری تھی۔ وہ یہ تھی کہ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو بیوہ کو شوہر کی لاش کے ساتھ ہی جلا دیتے تھے۔

چندر موہنی یعنی .... ے

Marfat.com

مہاراجہ — یعنی تمام راجپوتنیاں ستی ہو جائیں گی اور سارے راجپوت لڑکر مر جائیں گے۔

چندر موہنی — سوچیے کس قدر ہولناک منظر ہو گا وہ۔

مہاراجہ — بہادروں کی شان یہی ہے بیٹی! لڑکر مرجائیں۔ لیکن اپنی خاندانی عظمت اور اپنی آن پر دھبہ نہ لگنے دیں۔

چندر موہنی — لیکن پتاجی! آخر سلطان مجھے کیوں طلب کرتا ہے۔

مہاراجہ — یہ ایک راز۔۔۔۔۔۔"

مہارانی نے جلدی ٹوکتے ہوئے کہا۔ کیسا راز۔۔۔۔۔۔؟

مہاراجہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ انہوں نے سنبھل کر کہا راز نہ ہی کیا۔ یہ مسلمان بادشاہ اچھے خیالات کے نہیں ہوتے بیٹی تو ان باتوں کو ابھی نہیں جانتی۔

چندر موہنی سمجھ گئی کہ مہاراجہ راز کا ذکر کر کے اسے ظاہر کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن مہارانی نے بروقت ٹوک کر انہیں منع کر دیا۔

اسے محسوس ہوا کہ مہارانی نہیں چاہتیں کہ یہ راز ظاہر ہو۔ حالانکہ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح راز کا پردہ اٹھ جائے اور اسے معلوم ہو جائے کہ درا صل وہ کون ہے اور کیوں سلطان اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لیکن اس کی الجھن میں کمی نہ ہوئی بلکہ اور اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ تیسرا موقعہ تھا کہ جو اس کے پتا مہاراجہ سومنات نے بھی اسے بتا دیا کہ سلطان محض اسے حاصل کرنے کے لیے جنگ کر رہا ہے۔

مہارانی نے کہا۔ جاؤ بیٹی! اب تم باغیچہ میں سیر کر آؤ۔

چندر موہنی بھی یہ سمجھ گئی کہ اب مزید اصرار فضول ہے اسے راز کے متعلق کچھ نہ بتایا جائے گا۔ اٹھی اور پرنام (ہاتھ جوڑ کر اسلام) کر کے چل کھڑی ہوئی۔

لہ لباس اور تمام زیورات پہنا کر زندہ آگ میں جلا ڈالا جاتا تھا۔ (صادق)

فرزندانِ توحید کی جرأت

جب صبح ہوئی تو سلطان کو معلوم ہو گیا کہ رات کو برہان کی ہوشیاری سے نہ صرف ڈھائی سو راجپوتوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔ بلکہ بہت سی کشتیاں بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئیں اس سے سلطان کو بڑی مسرت ہوئی اور یہ خیال ان کے دل سے دماغ تک بجلی کی طرح کوند گیا۔ کہ ان کشتیوں کے ذریعہ سے ساحل سمندر پر حملہ کر کے سب سے پہلے بندرگاہ پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔

چنانچہ انہوں نے التونتاش اور امیر علی خویشاوند سے جب مشورہ کیا تو ان دونوں افسروں نے سردست بندرگاہ پر حملہ کرنے کی تائید نہیں کی قلعہ ہی پر یورش کرنے کی ترغیب دی۔

سلطان نے بھی ان کی رائے تسلیم کر لی اور ان دونوں افسروں کو آج پھر قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا التونتاش اور امیر علی دونوں اپنے اپنے دستوں کو لے کر آہستہ آہستہ قلعے کی طرف بڑھے۔

راجپوت اسی وقت سے جب سے مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھی تھی۔ فصیل پر کھڑے ان کی نقل و حرکت کا بغور معائنہ کر رہے تھے۔

تمام بڑے بڑے افسران برجوں میں آ گئے تھے۔ یہ فصیلوں میں جگہ جگہ بنے ہوئے تھے۔ مہاراجہ سومنات بھی اپنے مخصوص برج میں آ بیٹھے تھے۔ دھرمپال اور رچند اور راجے اور سکھدیو بھی اسی برج میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔

دھرمپال نے کہا میرے خیال میں کل دن بھر مسلمان کچھ تیاریاں کرتے رہے ہیں اور آج قلعہ پر حملہ کا کوئی نیا طریقہ استعمال کریں گے۔

مہاراجہ — خیال تو میرا بھی یہی ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہماری سپاہ اور ہمارے افسر مسلمانوں کے برابر جفاکش مستقل مزاج، نڈر اور بہادر نہیں ہیں۔ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ راجپوتوں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے اور پھر ہم محصور ہیں۔ میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دھرمپال — مسلمان ایسی قوم نہیں ہے جس کا مقابلہ آسان ہو۔ اس قوم میں جہاد یعنی لڑائی بھی ثواب میں داخل ہے۔ سنا ہے کہ ہوشمند مسلمان پر نماز کسی وقت بھی معاف نہیں ہے۔ لیکن لڑائی کے وقت نماز بھی معاف ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت اور جگہ سب خدا نے مقرر کر دی ہے جو اپنے وقت پر اور اپنی جگہ ضرور آئے گی۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور جس کی موت نہیں ہے کوئی اسے مار نہیں سکتا۔

Marfat.com

اس لیے مسلمان دلیری سے لڑتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی موت آگئی ہے۔ تو رکے گی نہیں اور اگر موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے تو وہ مریں گے نہیں بلکہ ماریں گے۔ اس پر ان کا یہ خیال کہ جنگ میں شہید ہو گئے تو ان کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ انہیں مکتی (نجات) مل جائے گی اور وہ سورگ (فردوس) میں داخل ہو جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو سب سے زیادہ ثواب کے مستحق ہوں گے اور غازی کہلائیں گے۔ اس کے برعکس ہم ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ انسان نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کی سزا ضرور پائے گا۔ خواہ کوئی کام کیسا بھی کیا جائے۔ لیکن کرموں کی سزا ضرور ملے گی۔ ایشور ہرگز معاف نہ کرے گا اور یہ سزا مختلف جوانوں میں داخل ہو کر پیدا ہونے اور مرنے کے ذریعہ سے ملے گی۔ ہماری جنگ مذہبی جنگ نہیں ہے۔ کیونکہ لڑ کر مرنے سے بھی ہمارے اعمالوں میں تخفیف نہ ہوگی۔ اس لیے ہم لڑنے سے جی چراتے ہیں اور مسلمان بے دھڑک ہو کر لڑتے ہیں۔

مہاراجہ آپ نے درست فرمایا۔ لیکن کیا یہ ہمارے مذہب میں خامیاں ہیں۔

دھرمپال جب دانش مند لوگ غور و فکر کرتے ہیں۔ تو انہیں خامیاں ضرور نظر آتی ہیں۔ لیکن اس وقت ذکر کو جانے دیجئے۔ دیکھیے وہ مسلمانوں نے یلغار شروع کر دی۔

سب کی نگاہیں میدان جنگ کی طرف اٹھ گئیں۔ مسلمان نہایت ضبط و نظام کے ساتھ قلعہ کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ راجپوت فصیل پر کھڑے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے جب مسلمان زیادہ قریب آگئے۔ تو دفعتہً راجپوتوں نے شور کرنا شروع کیا۔ ان کے غل مچانے سے سومنات کے قلعہ، شہر اور مندر والوں کو معلوم ہو گیا کہ آج پھر مسلمانوں نے یورش کی ہے۔

پر امن شہری لوگ ہر حملہ کے وقت خوف و دہشت سے کانپنے لگتے۔ ان کا بیم و ہراس اس وجہ سے اور بڑھ جاتا تھا کہ انہیں راجپوتوں کی بہادری پر اطمینان نہیں تھا۔

اطمینان کیسے ہوتا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ راجپوت مسلمانوں سے چھ گنے ہیں۔ یعنی ایک مسلمان کے مقابلہ میں چھ راجپوت ہیں اور پھر ان میں اس قدر جرات نہیں ہے کہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دے کر بھگا دیں۔

راجپوتوں کا اتنا ٹڈی دل لشکر ہوتے ہوئے بھی وہ محصور ہیں۔ یہی بے اطمینانی اور یہی خوف کی وجہ تھی۔ انہیں خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ اگر کسی طرح سے مسلمان قلعہ کے اندر گھس

Marfat.com

آئے تو راجپوتوں کا صفایا کر ڈالیں گے اور جب قلعہ پر ان کا قبضہ ہو گیا تو شہر اور مندر کو فتح کر لینا کیا مشکل ہے۔

راجپوت شور و غل کر رہے تھے اور مسلمان آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ جب وہ اتنے قریب قلعہ کے پہنچ گئے کہ تیروں کی باڑھ فصیل والوں پر مار سکیں۔ تو رک گئے اور انہوں نے جلدی جلدی کمانیں شانوں پر سے اتار کر ہاتھوں پر لیں ترکشوں میں سے تیر نکال کر کمانوں میں چڑھائے اور چلے۔ دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے سارے تیر ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔

راجپوت فصیل کی چہار دیواری سے لگے کھڑے چلا رہے تھے۔ جوں ہی انہوں نے تیروں کی باڑھ آتے دیکھی فوراً جھک گئے۔ جو جھک گئے وہ تو بچ گئے۔ لیکن جو اجل رسیدہ کھڑے رہ گئے تیر ان کی پیشانیوں اور چہروں میں آ کر پیوست ہو گئے۔

انہوں نے خوفناک چیخیں ماریں اور الٹ کر گرے۔ کچھ راجپوت تو زخمیوں کو اٹھانے میں مصروف ہوئے۔ کچھ نالا انہوں نے گرز رکھ رکھ کر سنگباری کرنے لگے۔

راجپوتوں نے جوش اور غصہ میں آ کر نہایت پھرتی اور بڑی قوت سے سنگ اندازی شروع کر دی۔

آج مسلمان ایک ہی جگہ جمے تھے۔ پتھروں کو روکتے اور تیروں کی باڑھیں مارتے رہے دیر تک یہی سلسلہ جاری رہا۔

پتھروں اور تیروں سے راجپوت اور مسلمان دونوں ہی زخمی ہوتے رہے۔ لیکن بجز مسلمانوں کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا رہے تھے۔ جس قدر تیر راجپوتوں میں حشر انگیزی کر رہے تھے شروع میں تو مسلمانوں کے لشکر کی اگلی صفیں ہی تیر باری کرتی رہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ اور صفوں نے بھی تیر برسانے شروع کر دیئے اور کچھ ایسے پھرتی اور اس کثرت سے تیر افگنی کی کہ راجپوتوں کو فصیل پر کھڑا ہونا یا فصیل کی چار دیواری سے سر ابھارنا مشکل ہو گیا۔

جو شخص ذرا بھی سر اونچا کرتا تھا تیر اس کے سر میں ترازو ہو جاتا تھا۔ تمام راجپوت بیٹھ گئے۔ مسلمانوں کو یہ اچھا موقعہ مل گیا۔ وہ تیزی سے بڑھ کر فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔

لیکن کچھ مسلمان فصیل سے فاصلہ پر کھڑے برابر تیر برساتے رہے اور انہوں نے راجپوتوں کو اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ سر ابھار کر یہ دیکھ لیتے کہ مسلمان فصیل کے نیچے پہنچ گئے ہیں۔

آج مسلمان ریشم کی مضبوط کمندیں اور ریشمیں رسوں کی سیڑھیاں بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔

Marfat.com

وہ فصیل کی دیوار سے نیچے ہی نیچے پھیل گئے اور متعدد سواروں نے گھوڑوں پر کھڑے ہو کر کمندیں اور سیڑھیاں فصیل پر پھینکیں۔

چونکہ فصیل کی دیوار میں کنگورے نکلے ہوئے تھے اس لیے کئی کمندیں اور کئی سیڑھیاں کنگوروں میں پھنس گئیں اور جانباز مسلمانوں نے ڈھالیں سروں پر رکھ کر اور تلواریں منہ میں دبا کر کمندوں اور سیڑھیوں کے ذریعہ سے اوپر چڑھنا شروع کیا۔

راجپوتوں کو مسلمانوں کی اس کارروائی کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ابھی مسلمان قلعہ سے فاصلہ پر کھڑے تیر برسا رہے ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کے سروں پر رکھی ہوئی سیاہ ڈھالیں فصیل کی دیوار سے ابھرتی ہوئی معلوم ہوئیں تو پہلے تو وہ انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہوئے۔ بادی النظر میں سمجھ ہی نہ سکے کہ یہ کیا چیز ہیں ابھرتی چلی آ رہی ہیں لیکن جب مسلمانوں کے چہرے نظر آئے تو نہایت شور سے چلائے "مسلمان ملیکش۔ مسلمان ملیکش"۔

جو مسلمان کنگوروں سے سر ابھار چکے تھے وہ جلدی سے فصیل پر کود گئے اور اس طرح کودتے ہی انہوں نے منہ میں سے تلواریں نکال کر ہاتھوں میں لیں اور سروں پر سے ڈھالیں اتار کر سنبھالیں اور نہایت شدت سے حملہ آور ہوئے۔

انہیں اس طرح فصیل پر کود کر حملہ کرتے ہوئے دیکھ کر راجپوتوں کو بھی جوش اور غصہ آ گیا۔ وہ بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں نہایت پھرتی سے چلنے لگیں کھٹا کھٹ کی آواز سے فصیل گرج اٹھی۔

مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد فصیل پر پہنچی تھی۔ زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ آدمی ہی پہنچنے پائے تھے کہ راجپوت اُبل پڑے اور انہوں نے یہ بھی کوشش کی سیڑھیوں اور کمندوں کو کاٹ ڈالیں تاکہ مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ ہی بند ہو جائے۔

ہزاروں راجپوتوں کے مقابلہ میں گنتی کے چند مسلمان ڈٹ گئے تھے اور شیروں کی طرح ادھر ادھر اور سامنے کی جانب جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہے تھے اور ہر شخص ہر حملہ میں کم سے کم ایک راجپوت کو مار ڈالتا تھا۔

انہوں نے جب یہ بات دیکھی کہ راجپوت کمندوں اور سیڑھیوں کو کاٹنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ان کی طرف جھپٹے اور نہایت پرجوش حملے کر کے انہیں مار کاٹ کر یا تو گرا دیا یا ڈرا دھمکا کر

Marfat.com

پیچھے ہٹا دیا۔

اگر کمندیں یا سیڑھیاں کاٹ ڈالی جائیں تو وہ مسلمان جوان کے ذریعے سے چڑھتے پہلے آب بھی نیچے گر پڑتے اور چونکہ فصیل سطح زمین سے تقریباً پچاس ساٹھ فٹ بلند تھی۔ اس لیے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جاتیں۔

راجپوتوں کو پھر طرارہ آیا اور انہوں نے پھر پر جوش حملہ کر کے مسلمانوں کو دبانا اور پیچھے ہٹانا شروع کیا۔

مسلمان اپنی قوت و طاقت سے زیادہ جدوجہد سے لڑ رہے تھے وہ حملہ آوروں کو پیچھے ہٹانے یا مار ڈالنے کے لیے نہایت پر زور حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلواریں راجپوتوں کو برابر کاٹ رہی تھیں۔ لیکن افسوس ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اتنی کم کہ آٹے میں نمک کی مثال بھی نہیں کہی جا سکتی۔

اور چونکہ ابھی تک چند ہی سیڑھیاں اور کمندیں کنگوروں میں آ کر پھنسی تھیں۔ اس لیے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ ٹھیرا ہوا سی ہی تھا۔

اب بڑھتے بڑھتے وہ سو یا ڈیڑھ سو کے قریب ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی بے مثل جرأت سے راجپوتوں کو روک رکھا تھا اور ان کا مقابلہ نہایت دلیری سے کر رہے تھے۔

لیکن چونکہ ہزاروں راجپوت ان پر ٹوٹے پڑتے تھے اور ہر طرف سے ان پر تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔ وہ کیا بہادری دکھا سکتے تھے۔ پھر بھی کمال جوش و جرأت سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے پانچ سو راجپوتوں کو ہلاک کر ڈالا اور آٹھ سو کے قریب زخمی کر دیئے تھے۔

مسلمانوں میں سے بھی اکثر شدید طور پر مجروح ہو گئے تھے اور وہ اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ تلواریں چلانا تو درکنار حملے بھی روک سکیں ان میں سے کئی تو بیٹھ گئے تھے۔ کئی گر پڑے تھے اور کئی شہید ہو گئے تھے۔

اگر مسلمان زیادہ تعداد میں فصیل پر پہنچ جاتے تو قلعہ فتح ہو ہی گیا تھا۔ لیکن کوئی ذریعہ مسلمانوں کی تعداد۔۔۔۔ پہنچنے کا نہ تھا۔ اس لیے جو مسلمان فصیل پہنچ گئے تھے۔ وہ سب زخمی ہو گئے تھے اور جو دو دو چار چار پہنچتے جاتے تھے۔ وہ بھی زخمی ہوتے جاتے تھے۔

راجپوتوں کو یہ دیکھ دیکھ کر بڑی حرارت ... ہی تھی کہ گنتی کے چند مسلمان بھی ان کے قابو میں نہ آتے تھے اور ... پر جوش حملے کر کے ... نہیں بے دریغ قتل کر رہے تھے۔

Marfat.com

آخر انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے ان کا حملہ روکنے میں پوری قوت صرف کردی۔ لیکن ہزاروں راجپوتوں کے مقابلہ میں ان کی ایک بھی نہ چلی اور وہ پسپا ہوکر فصیل کی دیوار سے جا لگے۔

یہ خیال ہوگیا تھا کہ مسلمان عنقریب قتل کر ڈالے جائیں گے لیکن انہیں بھی طارہ آگیا اور انہوں نے غضب ناک شیروں کی طرح بڑھ کر ایک پرجوش حملہ کرکے بہت سے راجپوتوں کو مار ڈالا۔

مگر راجپوتوں نے بھی جوابی حملہ کرکے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ کچھ مسلمان مقابلہ کی تاب نہ لاکر کمندوں اور سیڑھیوں کے ذریعہ سے نیچے کود گئے۔

اس معرکے میں تقریباً ڈیڑھ سو مسلمان شہید ہوگئے اور راجپوت سترہ سو کے قریب مارے گئے اور دو ہزار کے قریب زخمی ہوگئے۔

شام کے وقت یہ مہم ناکامی پر ختم ہوگئی اور مسلمان واپس لوٹ گئے۔

Marfat.com

سترواں باب

پُراسرار سیاہ پوش

چندر موہنی نے ایک دوسے نہیں متعدد افراد سے یہ بات سنی تھی کہ اس کی ذات سے کوئی راز وابستہ ہے۔ لیکن کوئی بھی اس راز کو بتانے پر آمادہ نہ ہوا۔ اگر شوبھا دیوی نے انکشاف کا ارادہ بھی کیا تو ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہ ظاہر نہ کر سکی۔

چندر موہنی کی الجھن بڑھتی جاتی تھی خصوصاً اس وقت سے اس کی حیرت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ جب سے اس نے یہ سنا تھا کہ سلطان محض اس کی ہی وجہ سے سومنات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

چند روز سے کامنی چندر موہنی کی خدمت میں زیادہ حاضر باش رہنے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پچھلی غلطیوں کی تلافی کر رہی ہے۔

مگر چندر موہنی اس کی طرف سے کچھ کھٹکی ہوئی تھی دھرم پال کا یہ کہنا اس کے ذہن نشین ہو گیا تھا کہ کامنی اور سکھدیو دونوں سے ہوشیار رہے اس لیے وہ اس سے ہوشیار رہتی تھی۔

اگرچہ کامنی نے کوئی ایسی حرکت نہ کی تھی جس سے چندر موہنی کو مزید شبہ ہوتا۔ لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے مشکوک تھی۔

ایک روز دن چھپے کے قریب کامنی اور چندر موہنی دونوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ کامنی نے کہا۔ راجکماری تم نے ایک نئی بات بھی سنی ہے۔

چندر موہنی نے کہا جب سے یہ ملیکش سومنات کا محاصرہ کیے پڑے ہیں۔ اس وقت سے نت نئی باتیں سننے میں آتی ہیں۔ لیکن میں تو سمجھتی ہوں وہ زیادہ تر افواہیں ہوتی ہیں۔

کامنی — میں نے بھی اس افواہ کو افواہ ہی سمجھا تھا۔ لیکن رات اس کی تصدیق ہو گئی۔

چندر موہنی — کیا کوئی نئی افواہ مشہور ہوئی ہے؟

کامنی — جی ہاں۔

Marfat.com

چندر موہنی کیا
کامنی جب سے مسلمان فصیل پر چڑھ آئے تھے سنا تھا کچھ لوگ چھپ کر قلعہ میں رہ گئے . . . . .
چندر موہنی نے حیرت بھری نظروں سے کامنی کو دیکھتے ہوئے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟
کامنی جب میں نے سنا تھا تو مجھے بھی اس کا یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن . . . .
چندر موہنی لیکن کیا۔
کامنی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا پڑا۔
چندر موہنی تم نے کیا دیکھا۔
کامنی رات میں تمہارے پاس آرہی تھی چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ مجھے ایک سیاہ پوشش نظر آیا . . . . .
چندر موہنی سیاہ پوشش۔
کامنی جی ہاں۔ سر سے پاؤں تک سیاہ لبادہ میں لپٹا ہوا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ جو مسلمان قلعہ میں رہ گئے ہیں وہ سیاہ لباس میں ملبوس ہیں اور اندھیری رات میں ادھر ادھر گھومتے ہیں۔
چندر موہنی لیکن اس سے ان کا منشا کیا ہے۔
کامنی ان کا منشا تم نے اب تک نہیں سمجھا
چندر موہنی میں نے تو یہ افواہ ہی اس وقت تم سے سنی ہے۔
کامنی میں نے خیال کیا تھا کہ جس طرح یہ افواہ میں نے اور دوسری لڑکیوں سے سنی ہے تم بھی سن لی ہوگی۔
چندر موہنی مجھ سے آج تک بھی کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔
کامنی شاید اس وجہ سے نہ کیا ہو کہ مہاراجہ نے سب کو منع کر دیا تھا۔
چندر موہنی لیکن یہ ممانعت کیوں کی گئی۔
کامنی اس لیے کہ تم خوف زدہ نہ ہو جاؤ۔
چندر موہنی کیا ان سیاہ پوش مسلمانوں کا تعلق بھی میری ذات سے ہے؟
کامنی جی ہاں سنا یہ ہے کہ وہ تمہیں رات کو اٹھا لے جانا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

یہ بات سن کر چندر موہنی کچھ متفکر ہوگئی۔ اس نے کچھ وقفہ کے بعد کہا۔ مگر کیا مسلمان ایسی جرأت کر سکتے ہیں۔

کامنی ان سے کوئی بات بعید نہیں ہے۔

چندر موہنی اچھا جب تم نے اس سیاہ پوش کو دیکھا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کامنی میں ڈر گئی اور مجھ پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ گلا خشک ہوگیا۔ آواز نہ نکل سکی۔ جسم میں تھرتھری پڑ گئی۔

اس وقت دو اور لڑکیاں بھی آگئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ تم شاید سیاہ پوش مسلمان کا ذکر کر رہی ہو۔

کامنی ہاں تم نے بھی اس کے متعلق کچھ سنا ہے ؟

وہی لڑکی صرف اس قدر کہ کئی عورتوں میں زیادہ تر باندیاں ہیں۔ اس سیاہ پوش کو دیکھا تھا۔

کامنی بھلا کس وقت دیکھا تھا انہوں نے۔

وہی لڑکی آدھی رات تک مختلف اوقات میں دیکھا گیا تھا۔ نہایت دراز قد انسان تھا۔

کامنی بالکل سچ ہے۔ پہلی نظر میں تو میں اسے بھوت ہی سمجھتی تھی۔

وہی لڑکی سب نے اسے بھوت ہی سمجھا تھا۔ جب میں نے دن میں سنا تو خوف کی تھرتھری میرے جسم میں دوڑ گئی اور تم نے رات کے وقت اسے دیکھا تھا۔

کامنی اور اس وقت جب کہ میں تنہا تھی۔

چندر موہنی تم نے اسے کس طرف جاتے دیکھا تھا۔

کامنی اس نے شاید میرے پیروں کی چاپ سن لی تھی کیونکہ وہ میری طرف گھوما۔ سیاہ نقاب سے اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ میں خوف و دہشت سے لرز گئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ جھپٹ کر مجھ پر حملہ کرنے والا ہے۔ میری آنکھیں بند ہوگئیں اور جب کچھ وقفہ کے بعد ڈرتے ڈرتے میں نے آنکھیں کھولیں۔ تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

چندر موہنی کاش تم غل مچا دیتیں۔

کامنی اتنی ہمت اور طاقت ہی بدن میں باقی نہ رہی تھی۔

ایک لڑکی لیکن ان مسلمانوں کی جرأت تو دیکھو قلعہ کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ دن میں

Marfat.com

الشور جاتے کہاں رہتے ہیں۔ رات کو نکل آتے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ کھاتے کیا ہیں اور کہاں سے کھانے کے لیے لاتے ہیں۔

کامنی جب میں نے اس افواہ کو سنا تھا تو مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن رات کو جب سے دیکھا ہے بڑا خوف پیدا ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں مہاراجہ اور مہارانی نے کیا انتظام کیا ہے۔

دوسری لڑکی سنا ہے خاموشی سے انتظام کیا جا رہا ہے۔ چونکہ انہیں خیال ہے کہ کہیں راج کماری ڈر نہ جائیں، اس لیے انہوں نے سب کو ہدایت کر دی ہے کہ راج کماری سے اس کا ذکر نہ کیا جائے۔

کامنی میں نے یہ ذکر اس لیے کیا ہے کہ راج کماری رات کو ہوشیار رہا کریں دشمن ان کی تاک میں ہے اور قلعہ کے اندر موجود ہے۔

اس وقت دن چھپ گیا تھا اور کنیزوں نے تمام کمروں اور سارے صحن میں روشنی کر دی تھی۔

چندر موہنی نشست گاہ کے کمرہ میں بیٹھی تھی۔ اس کے دل پر سیاہ پوشوں کی ہیبت چھانے لگی۔ اس نے کہا۔ لیکن سیاہ پوش مجھے لے کر قلعہ سے باہر نہیں نکل سکتے۔

کامنی اس بھروسہ پر نہ رہنا۔ جس طرح وہ کمندیں اور ریشم کی ڈور کی سیڑھیاں قلعہ کے کنگوروں میں اٹکا کر نیچے سے اوپر آئے تھے۔ اسی طرح اوپر سے نیچے جانے میں کون سی بات مانع ہو سکتی ہے۔

دوسری لڑکی یہ مسلمان بڑے چنڈال ہیں۔ ان کی ساری باتیں حیرت ناک ہیں۔ اب یہی بات کیا کچھ کم تعجب خیز ہے کہ وہ قلعہ کے اندر موجود ہیں اور کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔

اس وقت ایک خادمہ آئی اس نے کہا۔ راج کماری جی! آپ کو مہارانی یاد فرما رہی ہیں۔

چندر موہنی میں خود ان سے ملنا چاہتی تھی۔ چلو۔

چندر موہنی اٹھی۔ کامنی نے التجائی نگاہوں سے اسے دیکھ کر کہا۔ کہیں سیاہ پوشوں کا ذکر ان سے نہ کر دیجیے گا۔"

چندر موہنی یہ ذکر تو میں ضرور کروں گی لیکن تم میں سے کسی کا نام نہ لوں گی۔

کامنی ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن بہتر تو یہی تھا کہ ذکر نہ کرتیں مگر خیر ذکر بھی کیجیے۔

Marfat.com

تو کسی کا نام نہ لیجئے گا، ورنہ ہم سب پر عتاب نازل ہو جائے گا۔

چندر موہنی　　اطمینان رکھو میں کسی کا نام نہ لوں گی۔

چندر موہنی چلی اور کنیزوں کے جھرمٹ میں مہارانی کے پاس پہنچی۔ اس نے حسب دستور دونوں ہاتھ جوڑ کر مہارانی کے پیر چھوئے۔ مہارانی نے خوش ہو کر اسے دعا دی اور اپنے پاس بٹھا کر کہا آج نہ معلوم کیوں میری طبیعت پریشان ہے جیسے کوئی افتاد پڑنے والی ہے جی چاہتا ہے تجھے آج خوب جی بھر کے پیار کروں۔

یہ کہتے ہی اس نے چندر موہنی کو اپنی آغوش میں کھینچ کر اس کی پیشانی چومی۔ چندر موہنی نے کہا۔ ماتا جی۔ آپ نے بھی سیاہ پوش مسلمانوں کا تذکرہ سنا ہے۔

مہارانی کے چہرے سے فکر و تشویش کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ اس نے پوچھا۔ کیا تو نے بھی کچھ سنا ہے؟

چندر موہنی　　جی ہاں سنا ہے۔ مگر مجھے یقین نہیں آیا۔

مہارانی　　ایسی افواہوں پر یقین بھی نہیں کرنا چاہیے۔ مگر تجھ سے کس نے کہا۔

چندر موہنی　　میرے خیال میں تو اس کی تمام کنیزوں کو یہ بات معلوم ہے ....

مہارانی　　عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔ وہ کسی بات کو سن کر ضبط نہیں کر سکتیں۔ بیٹی! سنا میں نے بھی ہے۔ لیکن دیکھا نہیں۔ اس لیے میں اس افواہ کا یقین نہیں کرتی۔ تو بھی یقین نہ کر۔

چندر موہنی سمجھ گئی کہ ضرور اس افواہ کی اصلیت ہے۔ اس نے کہا، آپ کنیزوں کو ہدایت کر دیجئے کہ رات کو زیادہ ہوشیار اور خبردار رہیں۔

مہارانی　　میں نے پہلے ہی سے ہدایت کر دی ہے۔ ساری رات پہرہ رہتا ہے دس دس اور پندرہ پندرہ کنیزوں کے غول بنا دیئے گئے ہیں اور وہ ہر کمرہ۔ ہر برآمدہ اور صحن کے ہر گوشہ میں گھومتی رہتی ہیں۔

چندر موہنی　　تب تو کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

مہارانی　　فکر نہ کر بیٹی! اندیشہ کیا ہوتا ہے۔

کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے چندر موہنی اپنے کمرہ میں آئی چونکہ کھانے کا وقت ہو گیا تھا اس لیے وہ اس کمرہ میں پہنچی جہاں کھانا کھایا کرتی تھی۔ کھانا کھا کر باغیچہ میں نکل گئی اور چاندنی رات

Marfat.com

میں روشوں پر گھومنے لگی اس کے ساتھ اس وقت بھی پندرہ بیس کنیزیں اور سہیلیاں تھیں۔

کچھ دیر چہل قدمی کرنے کے بعد واپس آئی اور خوابگاہ میں چلی گئی۔ کنیزوں نے شب خوابی کا لباس پہنایا اور وہ بستر پر دراز ہوگئی۔

روزانہ وہ رات کو پڑتے ہی سو جایا کرتی تھی۔ لیکن آج اس نے کچھ ایسی باتیں سنی تھیں۔ جس سے طبیعت یکسو نہ تھی۔ اس لیے نیند نہ آئی۔ دیر تک پڑی کروٹیں بدلتی رہی۔

اسے رہ رہ کر یہ خیال آرہا تھا کہ کہیں سیاہ پوش اسے اٹھا کر نہ لے جائیں۔ اسی خیال نے اس کی نیند اڑا دی تھی۔

لیکن آخر رفتہ رفتہ اسے نیند آنے لگی اور اس کی ہوش ربا آنکھیں بند ہونے لگیں۔ تقریباً نصف شب گزرتے پر وہ غافل ہو کر سو گئی۔

نہ معلوم کتنی دیر سوئی ہوگی کہ دفعتہً اس کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو ایک سیاہ پوش اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ خوف و دہشت سے اس کے جسم میں تھرتھری پیدا ہوگئی۔ آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں۔

کمرہ میں اس وقت بھی خاصی روشنی ہو رہی تھی اور روشنی ہی میں اس نے سیاہ پوش کو اپنے اوپر جھکے ہوئے دیکھا تھا۔ اسے حوصلہ نہ ہوا کہ وہ حرکت کرے یا غل مچائے۔

اسے سیاہ پوش کی مضبوط گرفت اپنے جسم پر محسوس ہوئی۔ جیسے وہ اسے اپنی گود میں اٹھا رہا ہو۔ اس نے ہلکی سی چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی۔

مہارانی کا اضطراب

صبح کو جب چندر موہنی کی کنیزیں بیدار ہوئیں تو حسب معمول خوابگاہ کے باہر کھڑی ہو کر انتظار کرنے لگیں کہ کب راج کماری بیدار ہو کر انہیں طلب کرتی ہے۔ وہ نہایت خاموشی سے کھڑی تھیں۔

آفتاب طلوع ہونے سے قبل چندر موہنی انہیں طلب کر لیا کرتی تھیں۔ کیونکہ اس کا معمول تھا کہ اٹھتے ہی شب خوابی کا لباس اتار کر ضروریات سے فراغت کرنے چلی جاتی تھی اور وہاں سے آتے غسل کیا کرتی تھی۔

لیکن آج سورج نکل آیا تھا اور راج کماری نے ابھی تک بھی انہیں طلب نہیں کیا تھا۔ چونکہ آج سے پہلے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس لیے تمام کنیزیں حیران ہو ہو کر ایک دوسری کا منہ تک

Marfat.com

رہی تھیں۔ گفتگو اس لیے نہ کر سکتی تھیں کہ کہیں راج کماری سو نہ رہی ہو اور ان کی آواز سن کر بیدار نہ ہو جائے۔ جس سے وہ معتوب ہو جائیں۔

انہیں کھڑے کھڑے کئی گھنٹے گزر گئے۔ سورج کافی اوپر آ گیا۔ دھوپ تمام قصر میں پھیل گئی۔ اب کنیزوں کو تشویش بڑھنے لگی۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہیں نصیب دشمناں کچھ طبیعت تو خراب نہیں ہو گئی ہے۔

دوسری — بولی ضرور کوئی خاص بات ہوئی ہے۔ ورنہ اب تک وہ کبھی کی بیدار ہو گئی ہوتیں

تیسری — کچھ کھٹکا کرنا چاہیئے۔

چوتھی — نہیں۔ ممکن ہے رات کو دیر میں نیند آئی ہو اور اب تک استراحت فرما رہی ہوں

پانچویں — لیکن ان کے مہارانی جی کو سلام کے لیے جانے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔ اگر وہ ان کے سلام کو نہ گئیں۔ تب کیا ہو گا۔

چھٹی — لیکن ہم انہیں بیدار کرنے کی جرات بھی تو نہیں کر سکتیں۔

غرض اس قسم کی گفتگو میں اور بھی وقت گزر گیا اور راج کماری نے انہیں اب بھی طلب نہ کیا اب تمام کنیزوں کو فکر ہوا اس وقت چند سہیلیاں وہاں آ گئیں۔ ان میں کامنی بھی تھی کامنی نے آتے ہی دریافت کیا کہ راج کماری کہاں ہیں؟

ایک کنیز نے لبوں پر انگشت شہادت رکھ کر آہستگی سے کہا۔ ابھی سو رہی ہیں۔

کامنی — ابھی سو رہی ہیں۔ تعجب ہے تم نے جا کر بیدار کیوں نہ کر دیا۔

دوسری کنیز — اس لیے کہ کہیں خفا نہ ہو جائیں۔

کامنی — ٹھہرو! میں اندر جا کر دیکھتی ہوں حیرت ہے۔ اب تک سونے کی کیا وجہ۔

کامنی نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ مہارانی آ گئی۔ سب اس کی تعظیم کے لیے جھک گئیں۔ مہارانی نے پوچھا۔ چندر موہنی کہاں ہے۔

کامنی نے جواب دیا۔ معلوم ہوتا ہے آج ابھی تک سو رہی ہیں۔ . . .

مہارانی نے حیران ہو کر کہا۔ ابھی تک سو رہی ہے کیوں؟

جی تو اچھا ہے۔

کامنی — ایشور ہی جانے۔

مہارانی — اور یہ کنیزیں یہاں کھڑی کیا کر رہی ہیں۔ انہوں نے کمرہ میں اندر جا کر کیوں

Marfat.com

نہیں دیکھا۔

ایک کنیز نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مہارانی جی! ہم میں سے کسی کو اندر جانے کی جراٴت نہیں ہوئی کہ کہیں راج کماری جی برہم نہ ہو جائیں۔

مہارانی تم سب احمق ہو۔

یہ کہتے ہی وہ بڑھ کر خواب گاہ میں داخل ہوئی۔ سب سے پہلے اس کی نظر چندر موہنی کے بستر پر پڑی۔ بستر خالی تھا۔ یہ دیکھ کر مہارانی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں وہ کنیزوں اور سہیلیوں کی طرف گھوم گئی۔ اس کے چہرے سے فکر و تشویش کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس نے تھراتے ہوئے لبوں سے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"یہاں کہاں ہے چندر موہنی؟"

کنیزوں اور سہیلیوں نے بھی پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا تھا۔ بستر خالی پڑا تھا اور کمرہ میں کوئی نہ تھا۔ وہ سب انگشت بدنداں رہ گئیں۔

مہارانی نے پھر کہا۔ کیا بہری ہو۔ تم نے سنا نہیں چندر موہنی کہاں ہے؟

کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ چندر موہنی کہاں ہے۔ جواب ہی کوئی اور کیا دیتا۔

لیکن کنیزوں کو کچھ نہ کچھ کہنا ضروری تھا۔ ایک کنیز بولی۔

حضور! ہم میں سے کسی کو بھی کچھ خبر نہیں ہے۔

مہارانی تم کب سے دروازہ سے باہر کھڑی تھیں۔

دوسری کنیز سورج نکلنے سے پہلے سے۔۔۔

مہارانی لیکن اگر وہ بیدار ہو جاتی ....

مہارانی کی نظر اس وقت اس سفید چاندنی پر پڑی جو کمرہ کے فرش پر بچھی ہوئی تھی۔ اسے اس پر مردانہ قدموں کے نشان نظر آئے وہ جلدی سے بڑھی اور اس نے جھک کر ان نشانوں کو دیکھا۔ ایک نامعلوم خوف اس پر طاری ہو گیا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا دیکھنا یہ پیروں کے نشان کیسے ہیں۔

تمام کنیزوں اور سہیلیوں کی فوج بڑھ کر جھکی اور بہ غور دیکھنے لگیں۔ پیروں کے نشان صاف تھے اور اس قدر بڑے تھے کہ چندر موہنی کے کسی طرح بھی نہیں کہے جا سکتے تھے۔

کامنی نے کہا۔ یہ نشانات مردانہ پیروں کے ہیں۔ کم بخت سیاہ پوش مسلمان تو آ پہ

Marfat.com

ارادہ میں کامیاب نہیں ہو گئے۔

مہارانی کا چہرہ سست ہو گیا۔ آنکھوں سے وحشت اور بشرہ سے پریشانی ٹپکنے لگی تھی۔ اس کا جسم تھرتھرا رہا تھا۔ ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ شاید۔۔۔۔۔ آہ شاید پاپی ملیکش ہی میری بچی کو لے گئے۔ پرماتما۔۔۔۔۔۔ پرماتما میری سہایتا (مدد) کرو۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ کہتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی۔ چندر موہنی کی سہیلیوں نے اسے بڑھ کر سنبھالا۔ لیکن وہ فرش پر دراز ہو گئی تھی۔

فوراً کنیزوں نے سہیلیوں کی مدد سے اسے اٹھا کر چندر موہنی کے بستر پر لٹایا اور اسے ہوش میں لانے کی فکر کرنے لگیں۔

جب کہ یہ عورتیں مہارانی کو ہوش میں لانے کی فکر کر رہی تھیں اس وقت مہاراجہ اور سکھدیو آ گئے۔ مہاراجہ نے خواب گاہ کے باہر ہی سے دریافت کیا۔ چندر موہنی کہاں ہے؟

ساری کنیزیں مہاراجہ کی آواز سنتے ہی جلدی سے باہر نکل آئیں۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ راج کماری غائب ہیں۔۔۔۔۔۔

مہاراجہ نہایت متعجب ہوئے۔ انہوں نے حیرت ناک لہجہ میں کہا۔ غائب ہے کب سے۔

کنیز۔ ان داتا اسے کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد کنیزوں اور سہیلیوں کے آنے اور راج کماری کے بیدار ہونے کے انتظار کرنے کا اور مہارانی کے آنے کا اور پیروں کے نشانات دیکھ کر بے ہوش ہو جانے کا سنایا۔ مہاراجہ۔ جلدی سے خواب گاہ میں گھس گئے۔ دیکھا تو مہارانی اس وقت تک بے ہوش پڑی تھی۔ وہ اس کی بالیں پر بیٹھ گئے اور متوحش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ کوئی جلدی سے ویدجی بلا کر فوراً لاؤ۔ چند کنیزیں دوڑ گئیں۔ سکھدیو نے کہا۔ میں نے اپنا شبہ پہلے ہی ظاہر کیا تھا۔ دیکھئے وہی ہوا۔

مہاراجہ لیکن تم نے سیاہ پوش کو کس وقت دیکھا تھا؟

سکھدیو تقریباً ایک تہائی رات گذر جانے پر۔

مہاراجہ کاش تم اس کا تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیتے۔

Marfat.com

سکھدیو: میں نے عرض کیا نہ کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ میری نگاہ نے دھوکا کھایا۔ چونکہ وہ جلدی سے غائب ہوگیا۔ اس لیے میں سمجھ کہ میں نے کوئی سایہ دیکھا تھا۔

مہاراجہ: مگر یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ سایہ کس کا ہو سکتا تھا۔

سکھدیو: جب میں اپنے بستر پر جاکر پڑا۔ تب یہ خیال ہوا چنانچہ میں فوراً واپس آیا اور میں نے قصر کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا۔ لیکن وہ نہ ملا۔ اب مجھے اور بھی یقین ہوگیا کہ ضرور وہ فریب نظر ہی تھا۔

اس عرصہ میں وید آگئے۔ یہ بزرگ صورت انسان تھے ان کی داڑھی سکھوں کی داڑھی کی طرح لمبی اور گاؤ دمی تھی۔ سن رسیدہ آدمی تھے۔ داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ البتہ بھوئیں سیاہ تھیں۔ چہرہ پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔

انہوں نے آتے ہی مہاراجہ کو سلام کیا۔ مہاراج نے کہا۔ وید جی! ذرا مہارانی کو دیکھیے!

وید جی مسہری کے نیچے چاندنی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے مہارانی کی نبض دیکھی اور پھر چہرہ بغور دیکھ کر کہا۔ کوئی قلبی صدمہ مہارانی کو پہنچا ہے۔

مہاراجہ   آپ نے درست فرمایا۔ راجکماری کو سیاہ پوش ملیکش اٹھا کر لے گئے مہارانی اس صدمہ سے بے ہوش ہوگئی ہیں۔

وید   دوا فوراً دینی چاہیے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہیں قلب کی حرکت بند نہ ہو جائے

مہاراجہ، سکھدیو، کنیزیں اور چندر موہنی کی سہیلیاں وید جی کی بات سن کر نہایت پریشان اور غمزدہ ہوئیں۔

اس وقت تھوڑی دیر کے لیے چندر موہنی کا خیال سب کے دلوں سے نکل گیا اور سب مہارانی کی تیمارداری میں مصروف ہوگئے۔

وید جی ایک جھولا لٹکائے ہوئے تھے۔ انہوں نے جھولا اتار کر چاندنی پر رکھا اور اس میں سے شیشیاں نکال نکال کر پھیلانے لگے۔

ایک چھوٹی شیشی انتخاب کرکے انہوں نے اٹھائی اور اس کی ڈاٹ کھول کر چند قطرے رقیق دوا کے مہارانی کے حلق میں ٹپکا دیئے اور شیشی بند کرکے علیحدہ رکھی اور مہارانی کے چہرہ کی طرف ٹکٹکی لگادی۔

مہاراجہ کبھی مہارانی کے چہرہ کو اور کبھی وید جی، کو دیکھ رہے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے ویدجی سے پوچھا۔ کہیے کیا خیال ہے۔ اب آپ کا، ویدجی۔ دوا رفتہ رفتہ اپنا کام کر رہی ہے۔ یقین ہے انہیں جلد ہوش آجائے گا۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔

مہاراجہ کو قدرے اطمینان ہوا اور وہ مہارانی کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔

Marfat.com

اٹھارواں باب

در پردہ الزام

تھوڑی دیر میں مہارانی کو ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور ادھر اُدھر تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ مہاراجہ، سکھدیو، ویدجی اور تمام لڑکیاں مہارانی کو ہوش میں دیکھ کر خوش ہو گئے۔

مہاراجہ نے مہارانی سے کچھ کہنا چاہا۔ ویدجی نے فوراً اشارہ سے منع کرتے ہوئے کہا ان داتا! ابھی مہارانی کے دماغ میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت پیدا نہیں ہوئی ہے۔ وہ بے مدعا اِدھر اُدھر دیکھ رہی ہیں۔ اتنی دیر توقف کیجئے کہ یہ خود کچھ بولیں۔

مہاراجہ خاموش ہو گئے۔ مہارانی کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے غم نے سارا خون چوس لیا ہو۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔ کچھ دیر وہ چند ماہ کے بچوں کی طرح بغیر نظر کسی چیز پر ٹھہرائے دیکھتی رہی۔ آخر رفتہ رفتہ اس کی نگاہ ٹھہرنے اور دماغ کام کرنے لگا کافی وقفہ کے بعد اس نے کراہنا شروع کیا۔ مہاراجہ بے چین ہونے لگے۔ ویدجی نے انکے چہرہ سے ان کے قلب کی کیفیت معلوم کر کے کہا۔ ان داتا! مطلق فکر نہ کیجئے۔ مہارانی کی طبعیت درست ہوتی جا رہی ہے۔ اب وہ بولنے ہی والی ہیں۔ لیکن انہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔

مہارانی ــــ کے لب کھلے۔ اس نے کہا میں کہاں ہوں۔

مہاراجہ ــــ تم اپنی ہتری (بیٹی) کی خواب گاہ میں ہو۔

دفعتہً مہارانی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے کہا میری چندر موہنی کہاں ہے۔

مہاراجہ ــــ وہ بخیریت ہے تم غم نہ کرو۔

مہارانی ــــ بخیریت ہے ...... لیکن ہے کہاں؟

مہاراجہ ــــ یہیں اس قصر میں۔

Marfat.com

مہارانی نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ بلاؤ۔ میری چندر موہنی کو بلاؤ۔ . . . . آہ مجھ سے اٹھا کیوں نہیں جاتا۔

مہاراجہ ــــ پران پیاری! ابھی اٹھنے کی کوشش نہ کرو جب تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تب . . . .

دفعتہً مہارانی کو سب کچھ یاد آ گیا۔ اس نے لمبی آہ بھر کر کہا۔ نہیں نہیں۔ وہ قصر میں نہیں ہے، اسے سیاہ پوش ملیکش لے گئے۔

پتنی دیو ــــ کیا میں اپنی پتری سے اب نہ مل سکوں گی۔ . . . . بولو جواب دو۔ مہاراجہ سوچ رہے تھے۔ اسے کیا جواب دیں۔ جب مہارانی کا اصرار دیکھا تو کہا۔ ضرور مل سکو گی ملیکش اسے نہیں لے جا سکتے میری اور تمہاری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا۔

مہارانی ــــ لیکن کون سورما اسے ان سے چھین کر لائے گا۔

مہاراجہ نے سکھدیو کی طرف دیکھا۔ گویا وہ مہارانی کی بات کا جواب اس سے چاہتے تھے۔

سکھدیو نے کہا۔ تمہارا یہ سیوک (خادم) لائیگا۔

مہارانی نے سکھدیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کون سکھدیو تم . . . . بیشک تم اسے لاسکتے ہو تم سورما ہو۔ دلیر اور نڈر ہو۔ وعدہ کرو کہ تم اسے لاؤ گے۔

سکھدیو ــــ مہارانی جی۔ میں چندر موہنی کو پاپی ملیکش سلطان سے چھین کر لانے میں اپنی جان کی بازی لگا دونگا۔

مہارانی ــــ وہ تمہاری منگیتر ہے سکھدیو اگر تم اسے نہ لا سکے تو خاندان مہاراجہ سومنات کی عزت تو خاک میں مل جائے گی۔ لیکن خاندان انہلواڑہ کی آبرو بھی جاتی رہے گی۔

سکھدیو ــــ میں ان باتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔

اب ویدجی نے ایک اور دوا مہارانی کو پلائی۔ اس کے پینے سے اس کے جسم میں توانائی آ گئی۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ کہ دھرم پال آ گئے۔ مہارانی نے جلدی سے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ مہا گروجی! آپ کی چندر موہنی کو ظالم ملیکش پکڑ کر لے گئے۔

دھرم پال نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں نے ابھی یہ واقعہ سنا ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان ایوان شاہی میں گھس کر چندر موہنی کو لے جاتے . . . . .

مہارانی نے دھرم پال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ نے یہ نہیں سنا تھا کہ کچھ سادھو

Marfat.com

مسلمان قلعہ میں گھس آئے ہیں۔

دھرم پال ـــ سُنا تھا۔ اور میں اس بات کی تفتیش میں لگا ہوا تھا۔

مہاراجہ اور مہارانی نے اشتیاق بھری نظروں سے دھرم پال کو دیکھا۔ مہاراجہ نے دریافت کیا۔ آپکی تفتیش کا کیا نتیجہ ہوا۔

دھرم پال ـــ ابھی تک میں صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہوں کیونکہ میری تفتیش نامکمل ہے لیکن یہ بات بڑی وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ قلعہ میں رہے اور نہ قصر شاہی میں آئے۔

مہاراجہ ـــ پھر یہ سیاہ پوش کون تھے جنہیں اکثر خادماؤں اور دوسرے لوگوں نے دیکھا ہے

دھرم پال ـــ میں بھی یہی بات عرض کر رہا ہوں۔ سیاہ پوش اور کوئی ہوں لیکن مسلمان نہیں ہو سکتے۔

مہاراجہ ـــ آپ یہ بات کس بنا پر کہتے ہیں۔

دھرم پال ـــ مسلمان کبھی کسی کی بہو بیٹی کو چوری چھپے سے اغوا کر کے نہیں لے جاتے یہ بات مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہے اور اسی بنا پر میں یہ کہہ رہا ہوں۔

مہاراجہ ـــ لیکن کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ سلطان محمود غزنی سے چندر موہنی کو حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔

دھرم پال ـــ مجھے معلوم ہے۔ میں اور آپ اس کی وجہ بھی جانتے ہیں۔ جو راز اس میں پنہاں ہے اسے بھی . . . .

مہاراجہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ راز کے ذکر کو رہنے دو۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جب کہ سلطان اتنی مسافت طے کر کے آیا ہے۔ تو کیوں اس کے آدمی چندر موہنی کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتے۔

دھرم پال ـــ اس لیے کہ وہ اس بات کو سخت معیوب سمجھتے ہیں۔ اگر اس طرح چوری سے سلطان چندر موہنی کو لے جانا چاہتے تو اپنے چند آدمی بھیج دیتے اور وہ اس خاموشی سے لے جاتے کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا۔

مہاراجہ ـــ مگر پھر آپ کا کیا خیال ہے۔

دھرم پال ـــ میرا خیال ہے . . . . لیکن نہیں ابھی میں اپنا خیال ظاہر کرنا مصلحت نہیں سمجھتا۔ میری تفتیش کی چند کڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔ جب وہ مل جائیں گی۔

Marfat.com

تب میں عرض کروں گا۔

سکھدیو —— لیکن مہاگروجی! اتنے آپ کی تحقیقات مکمل ہوگئی اتنے ظالم سلطان اسے لیکر چلا بھی جائیگا۔

دھرم پال —— پھر تمہارا کیا ارادہ ہے راج کمار۔

سکھدیو —— میں نے مہارانی جی سے وعدہ کیا ہے کہ میں راج کماری کو لاؤں گا...

دھرم پال —— اور وہ وعدہ کس طرح پورا کرنا چاہتے ہو۔

سکھدیو —— میری رائے ہے کہ کل صبح ہوتے ہی قلعہ اور شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔

دھرم پال —— لیکن جانتے ہو کہ مسلمان آسانی سے قابو میں آنے والے نہیں ہیں۔

سکھدیو —— میرا خیال ہے کہ اگر تمام لشکر ایک ساتھ حملہ کر دے تو یقیناً مسلمان شکست کھا کر فرار ہو جائیں گے

مہاراجہ —— تمہاری تجویز نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے۔میں آج تمام افسروں کو بلا کر اس کے متعلق مشورہ کروں گا۔

ویدجی —— مہارانی جی کو آرام کی ضرورت ہے یہ گفتگو یا یہ مشورہ اس وقت ملتوی رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔

مہاراجہ —— آپنے درست کہا۔اب ہم اس بحث کو بند کرتے ہیں۔

مہارانی —— نہیں آپ اس معاملہ کو ابھی طے کیجئے۔مجھے اس سے دلچسپی ہے۔میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری بچی کے لیے کیا تجویز کی جاتی ہے۔

مہاراجہ —— وہی کیا جائے گا جو تم چاہتی ہو۔

مہارانی —— کیا حملہ ......

مہاراجہ —— ہاں حملہ جوش اور غصہ میں آکر یہ سومنات کے مہاراجہ کی عزت کا سوال ہے۔راج کماری کو اس طرح سے چرا کرلے جانا کچھ ہنسی کھیل نہیں ہے۔راجپوت کا بچہ بچہ اپنے مہاراجہ کی حرمت پر اپنی قوم کے ناموس پر کٹ مرے گا۔

دھرم پال —— لیکن جو جوش آپ اپنی قوم .... یعنی ہندو جاتی میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔کہیں وہی جوش ان کی تباہی کا باعث نہ ہو جائے۔

Marfat.com

مہاراجہ —— کچھ پرواہ نہیں۔ گرو جی مہاراج۔ میرے سینہ میں جوشِ انتقام کی آگ دہک رہی ہے۔ میں خود اس حملہ میں شرکت کروں گا۔ اور یا تو چندر موہنی کو واپس لاؤں گا یا سلطان کا سر لے کر آؤں گا۔

دھرم پال —— لیکن مہاراج! چندر موہنی اسلامی کیمپ میں نہیں ہے۔ اسے باور کیجئے۔

مہاراجہ —— کیسے باور کروں۔ اور کون اسے یہاں سے لے جانے کی جرأت کر سکتا ہے

دھرم پال —— وہ جس کی اُمید ٹوٹ گئی ہو۔

مہاراجہ —— وہ کون ہو سکتا ہے۔

دھرم پال —— آپ غور کریں ممکن ہے آپ معلوم کر لیں۔

مہاراجہ —— میں نے غور کر لیا۔ میں نے سمجھ لیا۔ چندر موہنی سلطان کے پاس پہنچ گئی۔ وہ جیت گیا۔ مگر اسے یہ جیت بہت مہنگی پڑے گی۔

دھرم پال —— خیال کیجئے قوم کا کیا حال ہو گا۔ جنگ کی آگ بھڑکتے ہی ہزاروں سورما مارے جائیں گے۔ ہزاروں بچے یتیم ہو جائیں گے ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔

مہاراجہ —— میں جانتا ہوں آپکو یہی خیال جنگ سے روکتا ہے لیکن جبکہ سلطان آگیا ہے وہ بغیر لڑے بھڑے واپس نہ جائیگا ایک نہ ایک دن ضرور خونریز جنگ ہو گی۔ جب جنگ ہونی ہی ہے تو پھر کل ہی کیوں نہ ہو اور کل ہی کیا .... رات ہی کو کیوں نہ حملہ کیا جائے۔ سکھدیو تمہارا کیا خیال ہے؟

سکھدیو —— ان داتا! یہ تجویز نہایت ہی مناسب ہے رات کو جبکہ مسلمان راج کماری کو پکڑ لانے کی خوشی منا کر غفلت کی نیند سو جائیں۔ اس وقت ان پر حملہ کر کے انہیں کچل ڈالا جائے۔ ان کے ناپاک خون سے میدان کو سیراب کر دیا جائے۔

دھرم پال —— مگر میں کہتا ہوں کہ مسلمان ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں۔ ان پر شبخون مارنا مناسب نہ ہو گا۔ ممکن ہے تدابیر الٹ جائے۔ اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔

مہارانی —— نہیں مہا گورو جی! یہ تجویز ٹھیک نہ پڑے گی۔ رات کو راجپوتوں کا حملہ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گا۔

دھرم پال —— اور یا راجپوتوں کو خاموش کر دے گا۔

مہاراجہ —— آپ اندیشہ نہ کریں۔ مسلمان یہ بات جانتے ہوئے کہ ہم محصور ہیں۔

Marfat.com

کسی وقت بھی قلعہ سے باہر نہیں نکلتے۔ پہرہ چوکی کا معقول انتظام نہیں کرتے ہیں۔ ہمارا حملہ اچانک اور پرزور ہوگا۔ آپ صبح کو سن لیں گے کہ مسلمانوں کی لاشوں سے میدان پٹ گیا اور چند رمو پہنی آگئی۔

دھرم پال —— ایشور ایسا ہی کرے۔ اگر آپ نہیں مانتے تو نہ مانیئے۔ جو آپ نے سوچا ہے وہی کیجئے۔

مہاراجہ —— سکھدیو شبخون مارنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سکھدیو —— میں تیار ہوں۔

مہارانی کی طبیعت کیونکہ اب درست ہوگئی تھی۔ اس لیے مہاراجہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

مخبری

رات کا وقت تھا۔ چونکہ چاند پچھلی رات کو نکلنے والا تھا۔ اس لیے اس وقت ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اسلامی کیمپ میں خاموشی طاری تھی۔ اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اس لیے مجاہدین اسلام نہایت آرام اور اطمینان سے خیموں اور چھولداریوں میں پڑے سو رہے تھے۔

لیکن اسلامی لشکر میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ رات کو ایک دستہ لشکر کی محافظت پر متعین ہو کر ساری رات لشکرگاہ کے گرد گشت لگاتا رہتا ہے۔ اس لیے حسب دستور آج بھی ایک طلایہ گرد دست گشت کر رہا تھا۔

اس دستہ کا افسر التونتاش تھا۔ ڈھائی ہزار سواروں کا دستہ اس کے جلو میں تھا۔ چونکہ دشمن کے حملہ کا اندیشہ قلعہ کی جانب سے تھا۔ اس لیے یہ دستہ اسی طرف گھوم رہا تھا۔

ابھی تہائی رات ہی گزری تھی۔ اندھیرا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ زمین سے آسمان تک سیاہ چادر تنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ نیلگوں آسمان کا رنگ بھی آبنوسی ہو گیا تھا۔ اور ستارے اس میں اس کثرت سے جگمگا رہے تھے۔ جیسے طشت میں جواہرات انڈیل دیئے ہوں۔

چونکہ اسلامی لشکر وورتک فرو کش تھا اور التونتاش کے ذمہ سارے لشکر کی حفاظت تھی۔ اس لیے ڈھائی ہزار دستہ کے پانچ حصے کر کے ہر حصہ میں پانچسو سوار منقسم کر دیئے تھے اور انہیں اس طرح پھیلا دیا تھا۔ جس سے تمام لشکر کی حفاظت میں آسانی ہوگئی تھی۔

Marfat.com

التونتاش نہایت ہوشیار اور تجربہ کار افسر تھا۔ اسلام کا بہی خواہ مسلمانوں کا خیر طلب اور سلطان کا فرمانبردار تھا اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر قلعہ تک پہنچے۔ اور اگر ممکن ہو تو فصیل تک رسائی کرنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ وہ سو سواروں کو ساتھ لے کر آہستہ آہستہ قلعہ کی جانب چلا ابھی قلعہ دور تھا۔ کہ کسی کی آواز آئی "اس دستہ کا افسر کون ہے؟"

التونتاش نے گھوڑا بڑھا کر کہا۔ میں ہوں التونتاش۔

جب التونتاش بڑھ کر آواز دینے والے کے قریب پہنچا تو وہ ایک سادھو کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اسے اس وجہ سے اور بھی حیرت ہوئی کہ سادھو نے ترکی زبان میں گفتگو کی تھی۔

ابھی التونتاش حیران ہی ہو رہا تھا کہ سادھو نے کہنا شروع کیا "خوب ہوا مجھے آپ مل گئے ہیں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔

التونتاش —— مجھے حیرت ہے کہ آپ ہندی النسل سادھو ہوتے ہوئے ترکی کس روانی سے بول رہے ہیں۔

سادھو —— مجھے آپ نے پہچانا نہیں خیر ......

التونتاش —— ٹھہریئے۔ پہلے آپ اپنا نام بتایئے۔

سادھو —— میرا نام دھرم پال ہے۔

التونتاش —— اوہ میں سمجھ گیا۔ معاف کیجئے میں اندھیرے میں مطلق نہ پہچان سکا۔ یہ کہتے ہی وہ گھوڑے سے نیچے کود پڑا۔ اور بولا۔ فرمایئے کیا حکم ہے؟"

دھرم پال —— آپ سلطان کے ذی عزت افسر ہیں میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آیئے۔ میں ایک تارک الدنیا فقیر ہوں۔

التونتاش —— مگر فقیر بھی وہ جس کی عزت و عظمت خود سلطان کے دل میں ہے۔

دھرم پال —— یہ سلطان کی مہربانی ہے۔

التونتاش —— ہر مسلمان کو آپ سے محبت ہے۔

دھرم پال —— یہ مسلمان کا حسنِ اخلاق ہے۔

التونتاش —— کیا آپ اعلیٰ حضرت سے شرف ملاقات حاصل نہ کریں گے۔

Marfat.com

دھرم پال ــــ جی چاہتا ہے لیکن ابھی موقع نہیں ہے۔ میں اس وقت چھپ کر ایک نہایت ضروری اطلاع دینے آیا ہوں۔

التونتاش ــــ فرمائیے۔

دھرم پال ــــ پہلے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

التونتاس ــــ پوچھئے۔

دھرم پال ــــ کیا کچھ مسلمان قلعہ کے اندر رہ گئے ہیں یا پہنچا دیئے گئے ہیں۔

التونتاس ــــ میرے علم میں ایسا نہیں ہوا ہے۔

دھرم پال ــــ کیا جلالتمآب آپ کو ہر بات کی اطلاع دے دیتے ہیں۔

التونتاش ــــ نہیں۔ جو بات مشتہر کرنے کی نہیں ہوتی اس کی اطلاع کسی کو بھی نہیں کی جاتی۔

دھرم پال ــــ تب میرا خیال ہے کہ شاید سلطان نے اس بات کو چھپایا ہو۔

التونتاش ــــ میں سمجھا نہیں۔ کیا آپ اس بات کی کچھ وضاحت کریں گے۔

دھرم پال ــــ کچھ مضائقہ نہیں۔ قلعہ میں اور خصوصاً قصر شاہی کے اندر یہ بات مشہور رہی ہے کہ کچھ مسلمان قصر میں چھپے ہوئے ہیں اور وہ سیاہ لبادے پہن کر رات کو نکلتے ہیں۔

التونتاش ــــ مسلمان ایسا کیوں کرتے۔

دھرم پال ــــ قصر والوں کا یہ خیال ہے کہ راج کماری کو اٹھا لانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے

التونتاش ــــ یہ خیال نہایت مضحکہ خیز ہے۔ مسلمانوں کو قلعہ اور قصر کے اندر کی کمین گاہوں کا حال کیا معلوم اس کے علاوہ ہم ایسی بزدلانہ کارروائی کیوں کریں۔ ہم چندر موہنی کو بزور شمشیر حاصل کریں گے۔

دھرم پال ــــ لیکن ممکن ہے کہ جہاں پناہ نے قلعہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے کچھ جانباز مسلمان بھیج دیئے ہوں۔

التونتاش ــــ ہاں یہ بات ممکن ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے چندر موہنی کو اٹھا لانے کے لیے بھیجے ہوں۔

دھرم پال ــــ اگر مسلمان قلعہ کے اندر رہ گئے ہیں تو وہ ضرور چندر موہنی کو اٹھا لائے ہیں۔

Marfat.com

التونتاش ــــ کیا چندر مونی قصر میں سے غائب ہو گئی ہے؟

دھرم پال ــــ جی ہاں۔

التونتاش ــــ کب۔

دھرم پال ــــ گذشتہ رات کو میں نے اس معاملہ کی از خود تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ...... کئی روز سے آدھی رات کے وقت کچھ سیاہ پوش قصر میں منڈلاتے دیکھے گئے اور جب انہیں پکڑنے اور گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ تو وہ حیرتناک طریقہ پر غائب ہو گئے ایسا مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔

التونتاس ــــ آپ خوب جانتے ہیں کہ نہ مسلمان جادوگر ہیں۔ نہ انہیں کوئی ایسا علم آتا ہے جس سے وہ انسان سے بلی، چوہا، مکھی یا اور کچھ بن جائیں۔ پھر قلعہ میں اور قصر کے اندر جس کے چپے چپے سے راجپوت ہی واقف ہیں۔ اور مسلمان ناواقف ہیں۔ وہ کہاں چھپ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی بھید ہے۔

دھرم پال ــــ عقل حیران ہے۔ آخر کیا راز ہے۔ اگر راج کماری اسلامی کیمپ میں نہیں آئی تو کہاں گئی: کون لے گیا؟

التونتاش ــــ ہو سکتا ہے کہ خود مہاراجہ نے یہ چال کھیلی ہو۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کام لیا ہو۔ اور انہوں نے راج کماری کو کہیں چھپا دیا ہو۔ تاکہ جب مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جائے تو وہ ناامید اور دل شکستہ ہو کر واپس لوٹ جائیں۔

دھرم پال ــــ میرے خیال میں ایسا نہیں ہوا کیونکہ مہاراجہ اور مہارانی دونوں نہایت غمگین اور پریشان ہیں مہارانی کو تو غش آ گیا تھا۔ میں یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کم سے کم مہاراجہ اور مہارانی کو راج کماری کے غائب کرنے کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔

التونتاش ــــ تب کسی نے قصر کے اندر ہی سازش کا جال پھیلایا ہے۔

دھرم پال ــــ یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ اعلیٰ حضرت سے اس کے متعلق دریافت کریں۔

التونتاش ــــ ضرور دریافت کروں گا۔

دھرم پال ــــ اگر چندر مونی کیمپ میں آ گئی ہو تو اس کی حفاظت کی خاص طور پر تاکید کر دیجئے۔

التونتاس ــــ بہتر ہے کیا یہی اطلاع کرنے آئے تھے آپ؟

Marfat.com

دھرم پال ——— یہ بات تو مجھے آپ سے دریافت کرنی تھی۔ جو اطلاع میں دینے آیا ہوں وہ یہ ہے کہ آج رات آپ کو شبخون مارا جائے گا۔

التونتاش نے گھبرا کر پوچھا۔ کس وقت؟

دھرم پال ——— بہت ممکن ہے کہ قلعہ کا پھاٹک کھل گیا ہو۔ اور راجپوت سیلاب کی طرح بہے چلے آ رہے ہوں......

التونتاش ——— آپ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ۔ انشاءاللہ اب ہم انتظام کر لیں گے۔

دھرم پال ——— انتظام بھی ایسا کیجئے جس سے راجپوتوں کو..........

التونتاش ——— آپ اطمینان رکھیں۔ اگرچہ وقت کم ہے۔ لیکن پھر بھی جو کچھ کیا جا سکتا ہے کیا جائیگا۔

دھرم پال ——— اچھا اب میں رخصت ہوتا ہوں۔

التونتاش ——— میں ایک مرتبہ پھر تمام مسلمانوں کی طرف سے آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دھرم پال ——— شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔

التونتاش ——— فی امان اللہ۔ لیکن ایک بات سنتے جائیے۔

دھرم پال ——— کہیئے۔

التونتاس ——— اگر واقعی کچھ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے ہیں تو ان کی حفاظت کا انتظام ہو جانا چاہیئے۔

دھرم پال ——— میں ان کی تلاش میں ہوں۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

دھرم پال نے سلام کیا اور چلے گئے۔ التونتاس گھوڑے پر سوار ہو کر واپس لوٹے اور اپنے دستہ کے سواروں کو ساتھ لے کر بڑی عجلت سے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

انیسواں باب

ناکام شبخون

جس وقت دھرم پال قلعہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں باگوں اور ہتھیاروں کے کھٹکنے کی آواز سنی۔ وہ سمجھ گئے کہ راجپوتی رسالے قلعہ سے نکل رہے ہیں چونکہ اندھیرا اس قدر پھیلا ہوا تھا۔ کہ پاس کی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ اس لیے کوئی سوار بھی نظر نہ آ رہا تھا

دھرم پال نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انہیں دیکھے اس لیے وہ ایک ٹیلہ کی آڑ میں چھپ گئے۔ اور انہوں نے غور سے سامنے میدان میں دیکھنا شروع کیا۔

ہر چند آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن کچھ بھی نظر نہ آیا۔ البتہ مختلف آوازیں ضرور آ رہی تھیں۔ لیکن کسی انسان کے بولنے کی آواز نہ آ رہی تھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ سوار خاموشی سے چلے جا رہے ہیں۔

دیر تک دھرم پال چھپے رہے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ اس شبخون مارنے والے لشکر کا جب آخری سپاہی بھی گذر جائے تب وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر روانہ ہوں۔

آخر کچھ عرصہ کے بعد قلعہ کی طرف سے آوازیں آنی بند ہو گئیں اور یہ آوازیں اسلامی کیمپ کی طرف بڑھتی اور دور ہوتی گئیں

جب دھرم پال کو یہ اطمینان ہو گیا۔ کہ لشکر دُور نکل گیا ہے۔ تب وہ ٹیلہ کی آڑ سے نکلے اور قلعہ کی طرف چلے۔ لیکن چند ہی قدم چل کر کچھ سوچا اور پھر واپس لوٹ پڑے۔

انہوں نے پھر اسلامی کیمپ کی طرف چلنا شروع کر دیا اس وقت بے چین اور مضطرب ہو گئے تھے۔ تیزی سے قدم بڑھائے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس جانے والے لشکر کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ گھوڑوں کے ٹاپوں۔ باگوں کے کھڑکھڑانے اور ہتھیاروں

Marfat.com

کے ٹکرانے کی آوازیں صاف طور پر سنائی دینے لگیں اب انہوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ لشکر کے قریب پہنچ گئے ہیں، اپنی رفتار کم دی۔

حقیقت میں وہ راجپوت سواروں کے قریب پہنچ گئے تھے اس قدر قریب کہ اگر وہ کسی کو آواز دیتے تو فوراً ان کی آواز سن لی جاتی۔ لیکن اندھیرا اس غضب کا پھیلا ہوا تھا کہ انہیں نظر کچھ نہ آتا تھا۔

اگرچہ ہزاروں راجپوت سوار چند ہی قدم کے فاصلہ سے جا رہے تھے لیکن نظر ایک سوار بھی نہ آ رہا تھا۔ تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور دھرم پال ان پردوں کو چاک کرتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔

راجپوت کا لشکر نہایت اطمینان سے بڑھا چلا جا رہا تھا اس نے بہ عافیت تمام وہ میدان طے کر لیا تھا جو قلعہ اور اسلامی کیمپ کے درمیان واقع تھا۔

اگرچہ دھرم پال کو معلوم نہ تھا کہ راجپوت اسلامی لشکر سے کتنے فاصلہ پر رہ گیا ہے لیکن وہ یہ ضرور سمجھ رہے تھے کہ ان کا ہر قدم انہیں اسلامی لشکر کے قریب بنے جا رہا ہے اور چونکہ مسلمانوں کے جاگنے اور بیدار ہونے کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ اس لیے دھرم پال کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ انہیں خیال ہی نہیں، بلکہ یقین ہو گیا تھا کہ راجپوتوں کا شبخون کامیاب رہے گا۔۔۔۔ وہ مسلمانوں پر اچانک جا پڑیں گے اور انہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔

نہ معلوم کیوں انہیں اس خیال سے بڑی تکلیف ہو رہی تھی، وہ چاہتے تھے کہ اڑ کر مسلمانوں کے کیمپ میں پہنچ جائیں۔ اور انہیں بیدار کر کے دشمنوں کے آنے کی اطلاع کر دیں۔

لیکن اب یہ بات ناممکن ہو گئی تھی۔ کہ وہ راجپوتوں کے رسالوں کو چیر کر اسلامی لشکر گاہ میں پہنچ سکیں۔ انہیں حیرت تھی کہ التونتاش کہاں گئے۔ اور انہوں نے دشمنوں کی مدافعت کا کوئی انتظام کیوں نہیں کیا۔ کیوں اسلامی لشکر میں جمود و سکون طاری ہے کیا التونتاش کسی اور طرف نکل گئے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے۔ کہ ان کے قریب ہی: اللہ اکبر کی پرشور اور دل ہلا دینے والی آواز آئی۔ وہ اس آواز کو سن کر مسکرائے اور قلعہ کی طرف واپس لوٹے۔ ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ سکھدیو گھوڑے پر سوار آتا ہوا ملا۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا۔ آپ ہیں گرو جی مہاراج! دھرم پال نے کہا۔ ہاں میں ہوں۔

Marfat.com

سکھدیو ـــــ میں جانتا تھا آپ یہاں آئیں گے۔

وہ چلا گیا۔ دھرم پال بھی چل دیئے۔

راجپوت اسلامی لشکر میں داخل ہو چکے تھے۔ اور چونکہ اسلامی لشکرگاہ میں سناٹا طاری تھا۔ اس لیے وہ خاموش تھے۔ اور سمجھ رہے تھے کہ غافل اور سونے والے مسلمانوں پر اچانک یلغار کر کے انہیں سوتے ہی ہلاک کر ڈالیں گے۔

لیکن جب انہوں نے اپنے پشت کی طرف اللہ اکبر کی پرزور آواز خلاف توقع سنی تو گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

التونتاش نے دھرم پال سے رخصت ہوتے ہی اپنے دستہ کے سواروں کو بیدار کرا دیا تھا اور امیر علی خویشاوند کو بھی اطلاع کرا دی تھی۔ امیر علی کا دستہ بھی مستعد ہو گیا تھا۔ اور امیر علی نے کئی سوار دوڑا کر سلطان کو خبر کرا دی تھی۔

اتنے راجپوت اسلامی لشکر کے قریب آئیں اتنے ایک طرف التونتاش اور دوسری طرف امیر علی خویشاوند اپنے اپنے لشکر سے کر کھڑے ہو گئے تھے۔ انہوں نے میدان خالی چھوڑ دیا تھا۔ جو لشکرگاہ اور قیام کے درمیان واقع تھا۔

گویا اسلامی لشکر راجپوتوں کے لشکر کے بازوؤں پر پھیل گیا تھا۔ اور جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں، کہ اندھیرا ہونے کی وجہ سے نظر کچھ نہ آتا تھا مسلمانوں کو بھی راجپوتوں کے رسالے نظر نہ آ رہے تھے البتہ لشکر کے کوچ کی آواز ضرور سن رہے تھے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ راجپوتوں کا لشکر ان سے آگے بڑھ گیا ہے تو انہوں نے بازوؤں سے بڑھ کر راجپوتوں کے پیچھے پھیلنا شروع کر دیا اور جب راجپوت اسلامی فرودگاہ میں داخل ہوئے تو دفعتًہ مسلمانوں نے انہیں خبردار متنبہ کرنے کے لیے پرشور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

راجپوت یا تو آگے بڑھے چلے جا رہے تھے یا رک گئے تھے اور پشت کی طرف گردنیں پھیر پھیر کر دیکھنے لگے۔ لیکن چھائے ہوئے اندھیرے کی وجہ سے انہیں کچھ بھی نظر نہ آیا۔

ابھی وہ خائف و ترساں دیکھ ہی رہے تھے کہ پھر اللہ اکبر کی پرشور آواز آئی اور ساتھ ہی برق وش تلواریں چمکیں۔

راجپوتوں کی پچھلی صف اپنے پشت کی طرف پلٹ گئی مسلمان ان کے سروں پر جا پہنچے تھے۔ راجپوتوں کے گھومتے ہی مسلمانوں نے پرزور حملہ کیا۔

Marfat.com

راجپوتوں نے ڈھالوں پر ان کے وار کو روکا۔ لیکن مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ تلواروں نے ڈھالوں کو پھاڑ ڈالا۔ اور ڈھالوں سے گذر کر سروں پر پڑیں۔ بہت سے راجپوتوں کے بھنڈارے کھل گئے بہت سواروں کے سر کٹ کر دور جا پڑے۔

راجپوتوں نے بھی نہایت سختی سے حملہ کیا۔ ان کے بھی کھانڈوں اور چوڑی چوڑی تلواروں نے مسلمانوں کی ڈھالیں کاٹ ڈالیں اور اکثر مجاہدین کو زخمی کر دیا۔

اب راجپوت مسلمانوں پر اور مسلمان راجپوتوں پر ٹوٹ پڑے نہایت زور شور سے جنگ شروع ہو گئی تلواریں تیزی اور قوت سے چلنے لگیں۔ سر و تن کے فیصلے ہونے لگے ہاتھ اور پیر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دھڑ زمین پر گر گر کر گھوڑوں کے ٹاپوں میں روندے جانے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔

لیکن خلاف معمول آج راجپوت بھی مسلمانوں کی طرح خاموشی سے مصروف وغا تھے جنگ نہایت خاموش مگر بڑی سختی سے ہو رہی تھی۔ راجپوت مسلمانوں کی صفوں میں اور مسلمان راجپوتوں کی صفوں میں گھس گئے تھے۔ اور ہر فریق بڑی جانبازی سے لڑ رہا تھا۔

رات کی خوفناک خاموشی ہتھیاروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ پکار سے دور ہو گئی تھی۔

اندھیرا ہونے کی وجہ سے نہ راجپوتوں کو معلوم تھا کہ کس قدر مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا ہے اور نہ مسلمانوں کو علم تھا کہ کس قدر راجپوت ان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ متخاصمین تاریکی کی چادر میں لپٹے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوش و خروش سے جنگ کر رہے تھے۔

ہندوستان میں راجپوتوں کی قوم بڑی جنگ جو ہے وہ لڑتے ہیں اور جی توڑ کر لڑتے ہیں۔ چنانچہ بڑی بے باکی سے جنگ کر رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کی صفوں کو چیر کر باہر نکل جائیں مگر مسلمان ایسے کب تھے جو آسانی سے نکل جانے دیتے۔ وہ قدم قدم پر انہیں روک رہے تھے۔ ان کی تلواریں نہایت پھرتی سے اٹھ رہی تھیں بڑی تیزی سے جدال و قتال میں مصروف تھیں۔ سروں پر سر اچھل رہے تھے۔ دھڑوں پر دھڑ گر رہے تھے۔ خون کے فوارے ابل رہے تھے۔

مسلمان سد سکندری کی طرح جم گئے تھے۔ ہٹنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ راجپوتوں کے جان لیوا حملے بڑے استقلال اور نہایت دلیری سے روک رہے تھے۔

بیس ہزار راجپوتوں نے یہ حملہ کیا تھا جن مسلمانوں نے ان کے پشت کی طرف سے

Marfat.com

آکر حملہ کیا۔ وہ التونتاش کے دستے کے سپاہی تھے اور ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔
رفتہ رفتہ تمام راجپوت پلٹ کر ان پانچ ہزار مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اور وہ نہایت سختی سے حملوں پر حملے کر رہے تھے۔

اب چاند افق مشرق سے جھانکنے لگا تھا۔ اندھیرے کی چادر سے جھلملاتا ہوا اجالا بڑھنے لگا تھا۔ جوں جوں چاند اونچا ہوتا جاتا تھا چاندنی پھیلتی اور بکھرتی جاتی تھی۔
چاند کی روشنی میں لڑنیوالوں کی صورتیں اور ان کے خوفناک ہتھیار صاف نظر آنے لگے تھے۔

راجپوتوں نے اب نگاہیں اٹھا کر دیکھا انہیں مٹھی بھر مسلمان نظر آئے۔ وہ دلیر ہو گئے۔ اور انہوں نے جوش میں آکر نہایت سخت حملہ کیا۔ اس قدر سخت کہ مسلمان گھبرا گئے اور پیچھے کی جانب ہٹنے لگے۔
التونتاش نے دیکھا۔ وہ خود بھی نہایت خونریز حملے کر رہا تھا۔ اس نے للکار کر کہا۔
"مسلمانو! یہ کیا دون ہمتی ہے۔ تم پیچھے ہٹ کر اپنی شہرت کے دامن پر ہزیمت کا بدنما دھبہ لگانا چاہتے ہو۔ مسلمان کی یہ شان نہیں ہے مر جانا یا مار ڈالنا مسلمان کا کام ہے۔"
ان کی آواز سنتے ہی مسلمان سنبھل گئے۔ اور سنبھلتے ہی نہایت پرزور حملہ کر کے راجپوتوں کو دبانے اور بڑھنے لگے۔ ان کی آبدار تلواروں نے دشمنوں کا ستھراؤ کرنا شروع کر دیا۔

لیکن راجپوت بھی غضب کے جیالے تھے کٹ رہے تھے مر رہے تھے اور مرنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ اور بڑھ بڑھ کر مسلمانوں پر حملے کر کے انہیں جام مرگ پلا رہے تھے۔
جب کہ اس طرف خونریز ہنگامہ برپا تھا۔ اس وقت اسلامی لشکر کی طرف سے پھر دل ہلا دینے والی اللہ اکبر کی صدا آئی۔

اب چاند کافی اونچا ہو گیا تھا۔ چاندنی میدان پر چھٹکنے لگی تھی۔ اندھیرے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ چاندنی میں دور تک کی چیزیں صاف نظر آنے لگی تھیں۔
راجپوتوں نے جب نگاہ دوڑائی تو انہیں مجاہدین اسلام شمشیر بکف گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے۔
راجپوت انہیں دیکھ کر خائف ہو گئے۔ ان تازہ دم مسلمانوں نے آتے ہی تلواروں

کی دھاروں پر راجپوتوں کو روک لیا۔ اور اس شدت سے حملہ کیا کہ راجپوتوں کی صفیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں۔

یہ امیر علی خویشاوند کے پانچ ہزار آزمودہ کار صف شکن سوار تھے انہوں نے جوش میں آکر حملہ کیا تھا۔ ان کی خارا شگاف تلواروں نے راجپوتوں کو نرم لکڑیوں کی طرح کاٹنا اور چھانٹنا شروع کیا۔

راجپوتوں کی کچھ صفیں ان جانباز مسلمانوں کی طرف بھی لوٹ گئیں۔ اور اس طرف بھی خون آشام جنگ ہونے لگی۔

ایک طرف سے التونتاش کے سواروں نے اور دوسری طرف سے امیر علی خویشاوند کے دلیر سپاہیوں نے راجپوتوں کو دبانا اور مارنا شروع کیا۔ اور کچھ اس پھرتی سے قتل و خونریزی کا بازار گرم کیا کہ لاشوں پر لاشیں ڈال دیں۔

ہر دستہ کا ہر مسلمان بڑی پھرتی سے جنگ میں مصروف ہو گیا۔ اور تیزی سے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگا کہ راجپوتوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ سمجھ گئے کہ اگر تھوڑی دیر اور یہی عالم رہا تو شاید ایک راجپوت بھی زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

اب تک راجپوت اس فکر میں تھے کہ وہ التونتاش کے ہمراہیوں کو پیچھے کر ڈالیں لیکن امیر علی کی تازہ دم فوج دیکھ کر ان کے حواس جاتے رہے۔ انہوں نے فرار پر قرار کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہ ادھر ادھر بازوؤں کی جانب ہٹنے اور بچنے لگے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے نرغہ میں سے نکل آئے ہیں تو سر پر پیر رکھ کر بھاگے اس بدحواسی میں اور بے ترتیبی سے ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی نہ کوئی نظام اور ضابطہ باقی رہا۔ جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ پڑا۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ہر طرف ان پر یورش شروع کر دی۔ اور بے دریغ انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

جس طرف بھی راجپوت بھاگے مسلمان پیچھے دوڑے اور ہر طرف راجپوتوں کی لاشوں سے میدان پاٹ دیا۔

آخر بہت تھوڑی تعداد زخمیوں اور دوسرے سواروں کی جان بچا کر قلعہ کی طرف

Marfat.com

دوڑی۔ اور بے تحاشہ قلعہ میں گھس گئی کچھ لوگ جنگل میں گھس گئے اور اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

اس معرکہ میں گیارہ ہزار راجپوت مارے گئے۔ اور چھ سو مسلمان شہید ہوئے۔ تعاقب کنندہ مسلمان فتح کے نعرے لگاتے ہوئے واپس لوٹے اس طرح یہ شبخون ناکامی پر ختم ہوا۔

انیسہ کی حیرت

غازی سلطان محمود کو اس شبخون کی اطلاع رات ہی کو ہو گئی تھی لیکن التونتاش یا امیر علی خویشاوند نے انہیں اطلاع نہیں دی تھی۔ بلکہ شور و غل کی آواز اس طلایہ گرد دستہ نے سنی جو شاہی دستہ کی محافظت کر رہا تھا۔ اور چونکہ سلطان نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جس وقت بھی کوئی نئی بات سنو فوراً اطلاع دو۔ اس لیے اس محافظ دستہ کے افسر نے سلطان کو اطلاع کرا دی۔

سلطان خواب گاہ میں استراحت فرما رہے تھے۔ لیکن جوں ہی انہیں شور و غل کی اطلاع ہوئی۔ وہ اٹھ کر شب خوابی ہی کے لباس میں خیمہ سے باہر نکل آئے۔ اور نصف لشکر کو مسلح ہونے کا حکم دے کر لباس تبدیل کرنے چلے گئے۔

شاہی خیمہ کے محافظوں نے فوراً افسروں کو مطلع کیا اور افسروں نے اپنے اپنے دستہ کو تیار کر لیا جس وقت سلطان مسلح ہو کر برآمد ہوئے آدھا لشکر تیار ہو کر میدان میں پھیل گیا تھا۔ سلطان بھی گھوڑے پر سوار ہو کر باڈی گارڈ کے ہمراہ میدان میں آ گئے۔ اور قلعہ کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔

اس وقت سپیدہ سحر نمودار ہو چلا تھا۔ چاندنی پھیکی پڑ گئی تھی۔ اور مشرق کے افق میں ایسا معلوم ہونے لگا تھا۔ جیسے افق کے پار شعلے بلند ہوں۔ اور ان کا عکس آسمان پر پڑ رہا ہو۔

سلطان نے جب التونتاش کے کیمپ سے آگے بڑھے تو انہوں نے میدان کو لاشوں سے پٹا ہوا پایا۔ انہوں نے تاسف آمیز لہجہ میں کہا۔ افسوس ہے ہم دیر میں پہنچے۔ یہاں زبردست جنگ ہوئی ہے۔ اگرچہ لاشیں کافروں کی زیادہ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن مسلمان بھی شہید ہوئے ہیں۔ خدا مجھے معاف کرے میں آرام و اطمینان سے سوتا رہا اور مسلمانوں کی طرف سے غافل اور لاپرواہ ہو گیا۔

Marfat.com

عین اسی وقت التونتاش اور امیر علی خویشاوند کے فوجی دستے فتح وظفر کے نعرے لگاتے ہوئے واپس لوٹے۔ جب وہ سلطانی لشکر کے قریب آئے اور سلطان پر ان کی نگاہیں پڑیں۔ تو ہر شخص نے پر زور نعرے لگائے "غازی سلطان محمود زندہ باد" اور سلطنت غزنوی کے شیر دل فرمانروا کی عمر دراز" حامی "دین متین فرخندہ باد"

ان نعروں سے تمام میدان گونج اٹھا۔ التونتاش اور امیر علی خویشاوند سلطان کے پاس آئے۔

انہوں نے دیکھا کہ سلطان کے چہرے سے افسوس و ملال کی علامتیں ظاہر ہیں۔ ان دونوں افسروں نے بڑھ کر سلطان کو مبارک باد دی۔ سلطان نے کہا: "میرے وفادار بہادر رفیقو! مجھے یہ دیکھ کر تو مسرت ہوئی کہ خدا نے تمہیں مظفر و منصور کیا۔ لیکن اس بات سے رنج ہوا۔ کہ تم نے اس شبخون کی اطلاع مجھے فوراً ہی نہیں کرا دی۔

التونتاش نے سر ادب سے خم کر کے کہا۔ جہاں پناہ! یہ غلطی یا فروگذاشت مجھ سے ہوئی۔ دشمن اچانک آ گیا۔ اور میں جلدی میں صرف بھائی خویشاوند کو اطلاع دے سکا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔

سلطان ــــــ نے معاف کیا۔ اس میں خطا تنہا تمہاری ہی نہیں ہے بلکہ خود میرا قصور بھی ہے۔ میں تمہاری طرف سے غافل رہا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ لیکن تمہیں ان کافروں کے شبخون کی عین وقت پر اطلاع کیسے ہو گئی۔

التونتاش ــــــ مجھے دھرم پال جی نے اطلاع دی۔

اس کے بعد التونتاش نے دھرم پال کے اتفاقیہ ملنے اور خبر دینے کا تمام واقعہ کہہ سنایا۔ سلطان نے کہا خدا ہمارا حامی مددگار ہے۔ یہ اسی کی مہربانی ہے کہ دشمنوں میں دوست موجود ہے ...... وہ صبح ہو گئی ہے فجر کی نماز کا وقت آ گیا ہے۔ سب سے پہلے نماز کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

یہ کہتے ہی سلطان گھوڑے سے نیچے اتر پڑے۔ ان کے اترتے ہی تمام لشکر پیدل ہو گیا۔ سواروں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا۔ اور وفادار اور سمجھدار گھوڑے خود ہی قطار در قطار کھڑے ہو گئے۔

مسلمانوں نے وضو کرنا شروع کیا۔ چند خوش گلو مسلمانوں نے وضو کر کے نہایت خوش الحانی

Marfat.com

سے اذان دینی شروع کی۔ ان کی پر کیف آواز سے ایک عجیب دلکش سماں بندھ گیا۔ ہر مسلمان ساکت و صامت ہو گیا۔ طائران خوش الحان بھی جو نغمہ سنجی کر رہے تھے خاموش ہو کر اذان سننے لگے۔

آذان ختم ہوتے ہی سب نے اول سنتیں پڑھیں۔ اور پھر فرض جماعت کے ساتھ ادا کے لیے صفیں مرتب کیں۔ سلطان نے خود امامت کی۔ اور صبح کی نماز ادا کی گئی۔ نماز سے فراغت کر کے سلطان نے شہیدوں کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور کافروں کی لاشوں کو اٹھا کر جنگل میں پھینکنے اور ان کے ہتھیار جمع کرنے کے احکام جاری کئے۔

بہت جلد یہ سب کام انجام دیئے گئے۔ راجپوتوں کی لاشیں جنگل میں ڈال کر ان پر لکڑیاں چن کر آگ لگا دی گئی۔ اور مسلمانوں کی لاشیں جمع کر کے ان پر جنازہ کی نماز پڑھ کر انہیں دفن کر دیا گیا۔

سلطان اپنے فرودگاہ میں لوٹ گئے۔ اور سالتو ناش اور امیر علی خویشاوند اپنے اپنے کیمپوں میں چلے گئے۔

اس وقت سورج کافی اونچا ہو گیا تھا۔ اور دھوپ ہر طرف پھیل گئی تھی۔ سراپردہ میں خواتین اسلام قرآن خوانی سے فارغ ہو چکی تھیں۔ جس جگہ رات لڑائی ہوئی اس جگہ سے یہ جگہ اتنی دور تھی کہ ان عورتوں کو شبخون کی بابت کوئی اطلاع نہ ہو سکی۔

اسلامی دوشیزاؤں کا یہ دستور تھا۔ کہ وہ تمام کاموں سے فراغت کر کے سراپردہ کے دوسری طرف دریائے عمان کی جانب ٹیلوں کی آڑ میں چلی جاتیں اور نیزہ اندازی اور شمشیر زنی کی مشق کیا کرتیں۔

چنانچہ آج بھی کمسن لڑکے اور لڑکیاں اس میدان میں گئے۔ اور تھوڑی دیر مشق کر کے واپس لوٹ آئے لیکن انیسہ وہیں رہ گئی تنہا۔ وہ شمشیر ہاتھ میں لے کر آزمودہ کار جنگ جوؤں کی طرح تلوار کے ہاتھ نکالنے لگی۔

ایک تو آفتاب کی حرارت سے دوسرے جسمانی مشقت کرنے کی وجہ سے انیسہ کو پسینہ آ گیا۔ اور اس کے گلابی رخسار تیز شہابی ہو کر ایسے معلوم ہونے لگے۔ جیسے گلاب کے پھول شبنم پڑنے سے شاداب ہو جاتے ہیں۔ اس کے لب لعلیں احمری بن گئے۔ وہ رک گئی اور کھڑی ہو کر سانس لینے لگی۔ اس کی نگاہ دریا کی طرف تھی۔ جو اس سے فاصلہ پر قدرے نشیب

Marfat.com

میں بہہ رہا تھا۔ اور آفتاب میں اس کا سفید پانی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا نہایت آہنگی سے رواں تھا۔

وہ بے خبری کے عالم میں شمشیر بکف کھڑی تھی۔ اس کے خوبصورت سر سے دوپٹہ کا آنچل کھسک کر پشت پر جا پڑا تھا۔ اور زلف شبگوں اور اس میں مانگ نکلی ہوئی جاذب نظر بن گئی تھیں۔

چونکہ اس نے کافی مشق کی تھی اس لیے سانس تیزی سے لے رہی تھی اس کا سینہ عجب دلکش طریقہ پر ابھر اور دب رہا تھا۔ اور سینہ کا یہ زیر و بم قیامت ڈھا رہا تھا۔

اس نے دفعتہً کسی کی آواز سنی۔ جو کہہ رہی تھی۔ پیاری لڑکی مجھے ایک بات بتاؤ گی۔

اس نے حیران ہو کر اس طرف نگاہ کی جس طرف سے آواز آئی تھی وہ جوگن کو اپنے سامنے کھڑی دیکھ کر حیرت و استعجاب میں غرق ہو گئی۔

یہ جوگن شو بھادیوی تھی۔ اس کے چہرہ سے عظمت و جلال ظاہر ہو رہا تھا۔ انیسہ حشر خرامی سے لچکتی اور بل کھاتی اس کی طرف بڑھی اور اس کے قریب پہنچ کر نہایت شیریں لہجہ میں بولی۔ آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ آپ ہندو جوگن معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ترکی صاف بول رہی ہیں یہ کیا بات ہے۔

شو بھادیوی —— بیٹی! میں نے ترکی زبان حاصل کی ہے اس میں حیرت کی کیا بات ہے

انیسہ —— کیا سومنات کی اور عورتیں بھی ترکی زبان سے واقف ہیں؟

شو بھادیوی —— نہیں۔

انیسہ —— پھر تم نے کس سے ترکی زبان سیکھی۔

شو بھادیوی —— پیاری بیٹی! تم بڑی فرزانہ معلوم ہوتی ہو یہ بات کہ میں نے ترکی زبان کہاں، کب اور کس سے سیکھی شاید تمہیں ایک راز معلوم ہو جائے۔

انیسہ —— اب کیوں نہیں بتا دیتی ہو۔

شو بھادیوی —— یہ میرا راز ہے اور میں اس راز کو اس وقت ظاہر کروں گی جب اس کا وقت آ جائے گا۔

انیسہ —— اور وہ وقت کب آئے گا۔

شو بھادیوی —— جب سومنات فتح ہو جائے گا۔

Marfat.com

انیسہ ـــــ کیا آپ کو یقین ہے کہ سومنات فتح ہو جائیگا۔

شوبھا دیوی ـــــ ہاں مجھے یقین ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غازی سلطان محمود نے کسی ملک یا شہر یا قلعہ پر حملہ کیا ہو اور اسے بغیر فتح کئے چھوڑ دیا ہو۔

انیسہ ـــــ بیشک۔ اچھا آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہیں

شوبھا دیوی ـــــ کیا چندر موہنی کو مسلمان اٹھا لائے ہیں۔

چندر موہنی کا نام تمام مسلم عورتوں، مردوں حتیٰ کہ بچوں تک نے سنا تھا انیسہ بھی جانتی تھی۔ اس نے کہا۔ نہیں چندر موہنی کو مسلمان اٹھا کر نہیں لائے۔

شوبھا دیوی ـــــ اور اگر لاتے تو سرا پردہ میں ہی لے کر آتے۔

انیسہ ـــــ بے شک۔ لیکن کیا چندر موہنی قلعہ میں سے غائب ہو گئی ہے؟

شوبھا دیوی ـــــ ہاں۔ نہایت پراسرار طریقہ پر۔

انیسہ ـــــ اور تم اس کی تلاش میں ہو۔

شوبھا دیوی ـــــ میں نے اسے قلعہ میں، شہر میں، مندر میں۔ غرض ہر جگہ تلاش کیا۔ جب وہ وہاں نہیں ملی تب اسلامی لشکر میں ڈھونڈنے آئی ہوں۔

انیسہ ـــــ لیکن میں اطمینان دلاتی ہوں۔ وہ اسلامی لشکر میں نہیں لائی گئی۔

شوبھا دیوی ـــــ مجھے اطمینان ہو گیا۔ اچھا بچی خدا حافظ پھر آؤں گی اور پھر ملوں گی۔

شوبھا دیوی چلی گئی اور انیسہ اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

Marfat.com

بیسواں باب

شریر حسینہ

انیسہ شو بھا دیوی کو اس وقت تک دیکھتی رہی، جب تک وہ نظر آتی رہی۔ جب ٹیلوں کی آڑ میں غائب ہو گئی تو اس نے اپنے دل میں کہا کس قدر نڈر اور جری ہے یہ جو گن بے دھڑک اسلامی لشکر میں چلی آئی۔ اس کا چہرہ کس قدر خوشنما اور پر جلال معلوم ہو رہا تھا اس کی زبان کس قدر صفائی اور روانی سے بول رہی تھی۔ تلفظ کتنا درست تھا...... ایک غیر مسلم عورت اور اس شگفتگی سے بولے تعجب ہے.... جیند صنی کو دریافت کرتی تھی۔ وہ غائب ہو گئی ہے۔ اس کا شبہ مسلمانوں پر ہے...... سنا ہے اکثر ہندو عورتیں جادوگر ہوتی ہیں.... کہیں یہ جادوگرنی تو نہ تھی؟"

وہ کچھ خوف زدہ ہو کر دیکھنے لگی جس طرف شو بھا دیوی گئی تھی۔ لیکن اس کا پتہ نہ تھا۔ پھر اس نے خود ہی کہا "میں کس قدر ڈرپوک ہوں۔ جادو کا نام آتے ہی سے خوفزدہ ہو گئی۔ اول تو جادو کوئی چیز ہی نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو قرآن شریف کی آیتیں اور حدیثیں پڑھنے سے باطل ہو جاتا ہے"......

وہ خیالات کے سمندر میں بہی جا رہی تھی۔ کہ کسی نے پکارا انیسہ! کیا کھڑی سوچ رہی ہو۔ وہ چونکی اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو برہان سامنے کھڑے تھے وہ شوخی سے ان کی طرف گھوم گئی۔ برہان آہستہ آہستہ اس زندفام کی طرف بڑھے۔ انیسہ کے ہاتھ میں اب بھی تلوار تھی۔ برہان نے کہا "شمشیر زنی کی مشق ہو رہی ہے"

انیسہ نے متبسم ہو کر کہا "جی ہاں..... آپ اس وقت یہاں آ نکلے۔"

برہان —— اس سیم تن کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور للچائی ہوئی نگاہوں سے اس کے رخ زیبا کو دیکھتے ہوئے بولے "اتفاقیہ آ نکلا"۔

Marfat.com

انیسہ نے تبسم کے پھول برساتے ہوئے کہا۔ اور اتفاق دیکھئے کہ آپ ہمیشہ اتفاقیاً ہی آنکلتے ہیں۔ اس روز بھی اتفاقیہ ہی آگئے تھے جس روز۔۔۔۔۔۔ لیکن خیر۔

اس کی ناز بھری چتون سے شرارت اور ہوش ربا آنکھوں سے شوخی ٹپکنے لگی۔ لب لعلیں پر تبسم کھیلنے لگا۔ سرخ و سفید عارض پر حسن کی لہر دوڑ گئی۔

برہان۔۔۔۔۔۔ اس حسنِ بے دا اماں دوشیزہ کو محبت پاس نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہئے کہئے کس روز میں اتفاقیاً آنکلا تھا۔

انیسہ ـــــ جس روز کفار نے کشتیوں کے ذریعہ سے حملہ کرنے کا قصد کیا تھا۔ وہ تو حسنِ اتفاق سے آپ آئے ورنہ۔۔۔۔۔۔

برہان ـــــ ورنہ وہ تمہیں پکڑ کر لے جاتے انیسہ۔

انیسہ ـــــ نہ صرف مجھے بلکہ تمام لڑکیوں اور ساری خواتین کو سب آپ کی بہت زیادہ مشکور ہیں۔ اکثر آپ کا تذکرہ سرا پردہ میں ہوتا رہتا ہے۔

برہان ـــــ مگر مجھے اس سے کیا۔

انیسہ ـــــ تب آپ کیا چاہتے ہیں۔

برہان ـــــ وہ بت سنگدل ہی میرا تذکرہ کرے جو میری خوابوں کی دنیا ہے۔

انیسہ نے ہنس کر دریافت کیا۔ اور وہ کون ہے۔

برہان ـــــ وہ تم ہو انیسہ۔ جب تک جاگتا رہتا ہوں۔ تمہارے خیال میں پڑا رہتا ہوں اور جب سو جاتا ہوں تو خواب میں دیکھتا ہوں۔ انیسہ شرما گئی۔ اس کی بڑی بڑی رسیلی آنکھیں جھک گئیں۔ برہان نے کہا۔ تو تم تو شرما گئیں۔ اس میں شرمانے کی کیا بات تھی۔

انیسہ نے شرمیلی نظروں سے برہان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ اس قسم کا تذکرہ کیوں کرتے ہیں۔

برہان ـــــ اس لیے تاکہ تمہیں میری کیفیت معلوم ہوتی رہے۔

انیسہ ـــــ مہربانی کر کے اس قسم کا ذکر۔۔۔۔۔۔

برہان نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ نہ کیا کروں۔۔۔۔۔۔ بہت چاہتا ہوں کہ ضبط کروں۔ حال دل نہ کہوں۔ لیکن نہیں رہا جاتا۔ اگر تم اسے پسند نہیں کرتی ہو تو۔۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

انیسہ ـــــ اس میں پسند اور ناپسند کا سوال نہیں ہے بلکہ بدنامی کا خوف ہے...
انیسہ نہیں چاہتی تھی کہ برہان یہ اقرار کرے کہ وہ اپنی کیفیت کا اظہار اس پہ نہ کیا کرے گا۔ چونکہ اس کو بھی دل لگاؤ تھا۔ وہ بھی اس ذکر سے محفوظ ہو جایا کرتی تھی۔ اور راسی پہ کیا منحصر ہے۔ ہر لڑکی اور ہر عورت اپنی تعریف سن کر خوش ہو جایا کرتی ہے۔ اور اکثر خود غرض اور بے کار مرد بھولی بھالی اور معصوم لڑکیوں اور عورتوں کو ان کی تعریفیں کر کے اپنی ہوس رانیوں کا شکار بنا لیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتیں فساد کی جڑ ہیں۔ جیسا بہادر شاہ نے جن کا تخلص ظفر تھا کہا ہے ؎

نہ ہو جہاں میں ظفر کوئی مفسد پیدا
نہ ہوں زمین و زن و زر اگر فساد کی جڑ

اگرچہ ان کا یہ مفہوم نہ تھا کہ عورت فساد کی جڑ ہے بلکہ ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ زمین عورت اور دولت پر فساد ہوتے ہیں۔ اگر سچ پوچھیئے تو مرد فسادی ہے۔ وہ خود بھی ڈوبتا ہے اور اپنے ساتھ عورت کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ عورت معصوم ہوتی ہے۔ لیکن بے کار مرد اسے بھی گناہگار بنا دیتا ہے عورتوں اور خصوصاً نوخیز لڑکیوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کے دام فریب میں نہ آئیں۔ مرد کو معلوم ہے کہ عورت میں سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ مبالغہ آمیز تعریفیں کر کے اسے مکر کے جال میں پھانس لیتا ہے۔

عورت کائنات کا دلکش پھول ہے۔ دنیا کی معصوم اور محبوب تزین ہستی ہے مرد کی دنیا کا راحت آفریں خواب ہے۔ پیکر عصمت اور مجسمہ ناز ہے۔ وہ نگہت ہے جس سے دنیا جہاں معطر ہے۔

لیکن اس کا اصلی جوہر۔ اس کی اصلی خوبصورتی اس کی عصمت ہے۔ بے عصمت عورت وہ کانٹا ہے جسے نکال کر پھینک دینا ہی بہتر ہے۔ اور عصمت مآب خاتون وہ دلکش پھول ہے جسے سر آنکھوں پر چڑھانا زیبا ہے۔

برہان نے کہا۔ بدنامی اس وقت ہو سکتی ہے جب میں تمہارا تذکرہ کسی اور سے کروں۔
انیسہ ـــــ اگر آپ دانستہ ایسا نہ کریں۔ تو نادانستگی میں ہو سکتی ہے۔
برہان ـــــ اس وقت جب میں اپنے ہوش و حواس میں نہ رہوں۔

Marfat.com

انیسہ نے بات ٹالنے کے لیے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس روز آپ نے خوب کام کیا۔ کشتی والے راجپوتوں کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ ادھر آپ نے ان کے لیے جال بچھا دیا۔ پھر ایسا جال جس میں سب ہی بیچارے پھنس کر رہ گئے۔

برہان — اگر تم میری اس ادنیٰ خدمت کی اس قدر مداح ہو تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

انیسہ نے شوخی سے کہا: میں تعریف نہیں کر رہی ہوں کہیں آپ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ برہان نے کہا۔ انیسہ! آخر تم کیا ہو۔

انیسہ — ایک مسلم دوشیزہ ہوں۔

برہان — نہیں بلکہ شوخ و شریر حسینہ ہو۔ حسین و جمیل حور ہو۔ گلشن عصمت کی عفت مآب کلی ہو۔

انیسہ — آپ نے یہ نہیں پوچھا میں خاموش کھڑی کیا دیکھ رہی تھی۔

برہان — دیکھ نہیں بلکہ تم کچھ سوچ رہی تھیں۔

انیسہ — ہاں سوچ رہی تھی۔ مگر کیا؟

برہان — یہی کہ جب شادی ہو جائے گی تو یہ آزادی۔ اور آزادانہ کود پھاند ۔ ۔ ۔

انیسہ نے برا سا منہ بنا کر کہا چھی چھی۔ کیا واہیات خیال ہوا ہے آپ کا۔

برہان — پھر کیا سوچ رہی تھیں تم!

انیسہ — آپ کے آنے سے چند لمحہ پہلے ایک ہندو جوگن یہاں آئی تھی۔

برہان نے متحیر ہو کر اس گل تر کی طرف دیکھ کر کہا۔ جوگن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ بھی ہندو جوگن یہاں آتی تھی۔ بچی رہنا انیسہ ان جادوگرنیوں سے وہ ضرور تمہاری فکر میں آئی ہو گی تمہیں قلعہ یا شہر میں لے جانے کے لیے یا ور شاید چندر موہنی سے تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے۔

انیسہ — وہ چندر موہنی ہی کا پوچھنے آئی تھی۔ راج کماری غائب ہو گئی ہے۔ اس جوگن کا خیال تھا۔ کہ مسلمان اسے اٹھا لائے ہیں۔

برہان — چندر موہنی غائب ہو گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کہاں جا سکتی ہے۔ اسے کون اٹھا کر لے جا سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہ کچھ سوچنے لگے۔ اور کچھ وقفہ کے بعد بولے میں سمجھ گیا۔ اس میں مہاراجہ سومنات اور ان کے مشیروں کی چال ہے۔ چندر موہنی کہیں نہیں گئی۔ وہ قصر میں ہے۔ اس کے غائب ہونے

Marfat.com

کی خبر اس لیے مشہور کی گئی ہے۔ تاکہ سلطان محمود اس کے ملنے سے ناامید ہو کر واپس لوٹ جائیں یہ ان کافر یب ہے۔ یہ ان کی چال ہے۔ لیکن اس طرح وہ مسلمانوں اور سلطان کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

انیسہ برہان کی صورت تک رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئے تو اس نے کہا۔ آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ ضرور مہاراجہ سومنات نے چندر موہنی کو کہیں چھپا دیا ہے۔ اور یہ مشہور کرایا ہے کہ وہ غائب ہو گئی ہے۔ یہ بات اگر میری سمجھ میں اس وقت آجاتی جب جوگن یہاں تھی۔ تو میں اس سے کہہ دیتی۔

برہان :۔۔۔ اس سے مہاراجہ کے دو مقاصد معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمان سن کر واپس لوٹ جائیں۔ اور دوسرا یہ کہ راجپوتوں میں چندر موہنی کی گم شدگی کی خبر مشہور کر کے اور انہیں یہ کہہ کر کہ مسلمان اسے پکڑ کر لے گئے۔ ان میں جوش و غضب پیدا کر دینا تاکہ وہ ٹوٹ کر لڑیں۔

انیسہ ۔۔۔ آپ کے دونوں خیال درست ہیں۔

برہان ۔۔۔ مجھے خوف ہے کہیں راجپوت اچانک مسلمانوں پہ نہ آپڑیں۔

برہان کو شبخون کا واقعہ معلوم نہ ہوا تھا۔ وہ سمندر کے کنارے پر اتنے فاصلہ پر مقیم تھے کہ جنگ کا شور بھی ان تک نہ پہنچ سکا تھا۔ انہوں نے کہا۔ انیسہ اب دھوپ تیز ہو گئی ہے تم واپس سراپردہ میں جاؤ۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تنہا نہ آیا کرو۔ لیکن تم نہیں سمجھتی ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی فساد پڑ جائے۔

انیسہ ۔۔۔ اب میں زیادہ دور نہیں جاتی ہوں۔ آئندہ اور بھی احتیاط رکھوں گی۔

وہ سراپردہ کی طرف چل پڑی۔ برہان اسے دیکھتے رہے۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو وہ بھی ساحل سمندر کی طرف چل پڑے۔

دھرم پال کی گرفتاری

راجپوتوں کا شبخون ناکامیاب رہا تھا۔ انہیں زبردست ہزیمت ہوئی تھی۔ ہزاروں راجپوت قتل و زخمی ہو گئے تھے۔ ہزاروں جنگل میں گھس کر بھاگ گئے تھے۔ بہت کم سپاہی ایسے تھے۔ جو صحیح اور سالم قلعہ میں واپس آئے تھے۔ ان میں سکھدیو بھی تھا۔

Marfat.com

سکھدیو جنگ میں شریک ہی نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ جب وہ دھرم پال سے گفتگو کر کے بڑھا۔ تو مسلمانوں نے اچانک راجپوتوں پر حملہ کر کے۔ انہیں نرغہ میں لے لیا تھا۔ اور اسی لیئے سکھدیو مسلمانوں سے اس طرف قلعہ کی جانب خاموش کھڑا ہو کر جنگ گاہ کی طرف دیکھنے کی ناکام کوشش کرتا رہا تھا۔

جب چاند نکل آیا تھا تو وہ چاندنی میں ہولناک جنگ ہوتے دیکھتا رہا۔ اور جب صبح کے وقت راجپوت شکست کھا کر تتر بتر ہوئے تو سب سے پہلے وہی بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوا تھا۔ اور اس نے ہی ان قلعہ والوں کو جو جاگ رہے تھے۔ اور شبخون کا نتیجہ معلوم کرنے کے منتظر تھے۔ یہ بد خبر سنائی تھی کہ راجپوتوں کو شکست فاش ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے اور شبخون ناکامی پر ختم ہو گیا۔

اس خبر کو سن کر راجپوتوں میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ ان کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اور وہ یہ سمجھ گئے۔ کہ اگر جنگ کا یہی حال رہا تو مسلمان ضرور ایک دن سومنات کے قلعہ، شہر اور مندر پر قابض ہو جائیں گے۔

جب دن نکل آیا تو مہاراجہ سومنات قصر سے بر آمد ہو کر دربار خاص کے کمرہ میں آ بیٹھے انہیں راجپوتوں کی ہزیمت کا حال ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ خوشخبری سننے کے منتظر تھے۔ کہ سکھدیو آیا اور نہایت ادب اور تعظیم سے سلام کر کے بیٹھ گیا۔

مہاراجہ نے اس کی صورت دیکھی۔ اس کے چہرہ سے مایوسی اور رنج وغصہ کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ مہاراجہ نے بھانپ لیا کہ معاملہ شاید نوع دگر ہو گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کہیے شبخون کا کیا حشر ہوا۔

سکھدیو گویا بھرا بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔ ناکامی ہوئی راجپوتوں کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔

مہاراجہ کو اس خبر کے سننے سے ملال ہوا۔ انہوں نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ مہادیو سومنات جی دیکھ رہے ہیں کہ پاپی ملیکش ان کے پوتر دپاک) استھان (جگہ) کو نجس کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ان کے پجاریوں کو قتل و برباد کر رہے ہیں لیکن وہ ان کا ناس نہیں کرتے۔ اپنے سیوکوں کو ان کے ظالم ہاتھوں سے نہیں بچاتے .... ہاں کس قدر لشکر نے شبخون مارا تھا۔

سکھدیو بیس ہزار راجپوتوں نے حملہ کیا تھا میرا خیال تھا۔ کہ ہمارا خونخوار لشکر

Marfat.com

لشکر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دے گا۔ لیکن افسوس یہ تمام لشکر تباہ ہو گیا۔

مہاراجہ کو دلی صدمہ ہوا۔ انہوں نے کہا۔ بیس ہزار راجپوت تباہ و برباد ہو گئے۔ اتنی عظیم تعداد فنا ہو گئی۔ یہ کیسے ہوا ....

سکھدیو ـــــ اب اگر میں یہ بیان کروں کہ شبخون کیوں ناکامیاب ہوا۔ اتنا عظیم الشان لشکر کیسے برباد ہو گیا۔ تو شاید حضور کو یقین نہ آئے گا۔

سکھدیو کو دھرم پال سے کد ہو گئی تھی۔ یہ عداوت اس وقت سے اور بھی بڑھ گئی تھی جب سے اسے معلوم ہوا تھا کہ دھرم پال نے چندر موہنی سے اس کے عقد کی مخالفت کر کے شادی کے معاملہ کو کھٹائی میں ڈلوا دیا ہے۔ وہ اب تک اس دشمنی کو دل میں لیے رہا اور آج اس مخاصمت کو نکالنے پر آمادہ ہو گیا۔

مہاراجہ نے دریافت کیا۔ مجھے یقین کیوں نہ آئے گا۔ کیا میں نہیں جانتا کہ تم ملک و قوم کے بہی خواہ ہو۔ سومنات جی کے پجاری ہو میرے اور میری قوم کے خیر اندیش ہو۔

سکھدیو ـــــ یہ درست ہے۔ حضور یہ سب باتیں جانتے ہیں۔ لیکن جن کی شکایت میں کرنے لگا ہوں۔ شاید آپ .... ایک لفظ بھی ان کے خلاف سننا پسند نہ کریں گے

مہاراجہ کو ملال بھی تھا اور غصہ بھی۔ انہوں نے کہا۔ تم کہو سب کچھ کہو۔ میں سنوں گا۔

.... میں سننا چاہتا ہوں کس نے غداری کی۔ کس نے ہندو جاتی کو نقصان پہنچایا۔

سکھدیو ـــــ تو سنیئے۔ انہوں سے غداری کی کبھی امید نہیں کی جا سکتی۔ جو ملک و قوم کے بہی خواہ سمجھے جاتے ہیں۔ جن کا احترام نہ صرف حضور ہی کرتے ہیں۔ بلکہ ساری ہندو قوم ان کی تعظیم کرتی ہے۔

مہاراجہ ـــــ معموں میں باتیں نہ کہو۔ صاف صاف کہو وہ کون ہے۔

سکھدیو ـــــ وہ دھرم پال ہیں۔ مہاگرو جی ....

مہاراجہ کی آنکھیں اور منہ فرط حیرت سے کھلے رہ گئے۔ چند لمحے تو ان کی باتیں کرنے کی قوت ہی جاتی رہی۔ کچھ توقف کے بعد انہوں نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔ کیا دھرم پال نے غداری کی؟

سکھدیو ـــــ میں سنی ہوئی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسلامی لشکر کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا ....

Marfat.com

مہاراجہ ـــــ وہ اسلامی لشکر میں کیوں گئے تھے۔

سکھدیو ـــــ مسلمانوں کو شب خون کی اطلاع دینے۔ اور ان کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ دیکھئے حضور کو یقین نہیں آیا۔ میں نے پہلے ہی اس بات کو کہا تھا۔

مہاراجہ ـــــ یقین آنے والی بات ہی نہیں ہے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا۔ تو گویا خود میں نے ایسا کیا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ ساری قوم ان کا احترام کرتی ہے۔ وہ ہندوؤں کے ہمدرد اور ہندوستان کے بھی خواہ ہیں۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔

سکھدیو نے مسکرا کر کہا۔ لیکن انہوں نے ضرور ایسا کیا۔ آپ بلا کر دریافت کر لیں۔ وہ سچ بولتے ہیں ممکن ہے اقبال کر لیں۔

مہاراجہ ـــــ میں ابھی انہیں بلواتا ہوں۔

مہاراجہ نے دستک دی۔ ایک چوبدار حاضر ہوا۔ مہاراجہ نے کہا۔ مہا گروجی کو حاضر کرو۔ چوبدار چلا گیا۔ سکھدیو نے کہا۔ ان داتا کو یاد ہو گا کہ جب شبخون مارنے کی تجویز کی جا رہی تھی تو گروجی نے مخالفت کی تھی۔

سکھدیو ـــــ اور یہ بات بھی حضور نے سُنی ہو گی کہ جب راجکماری مہا گروجی سے ملنے گئی تھی تو دو ترک گروجی سے ملنے آئے تھے۔

مہاراجہ ـــــ یہ بھی سُنا تھا۔

سکھدیو ـــــ اور گروجی نے راجکماری کو ملیکش سلطان کے حوالے کر دینے کا مشورہ بھی دیا تھا۔

مہاراجہ ـــــ بیشک مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے ایسا مشورہ دیا تھا۔

سکھدیو ـــــ کیا ان تمام باتوں کو ملا کر غور کرنے سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی ہے کہ وہ دشمنوں سے ساز کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ راجکماری کو غائب کرنے میں بھی ان کا ہی ہاتھ ہے۔

مہاراجہ ـــــ تم نے سچ کہا سکھدیو! اس وقت کی تمہاری گفتگو سے میرے دل اور آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ اٹھ گیا ہے۔ میں اب تک مغالطہ میں رہا۔ میں نے انہیں۔۔۔۔

۔۔۔۔ اس وقت چوبدار نے حاضر ہو کر مہا گروجی کی باریابی کی اطلاع دی۔ مہاراج نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔ دھرم پال نے آ کر سلام کیا۔ انہوں نے پہلے ہی

Marfat.com

نظر میں پہچان لیا۔ کہ مہاراج کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ وہ ایک طرف بیٹھ گئے۔ سکھدیو نے دھرم پال سے مخاطب ہو کر کہا۔ گرو جی مہاراجہ! آپ ہمیشہ سچ بولتے رہے ہیں۔ یقین ہے جو کچھ کہوں گا۔ آپ سچ سچ جواب دیں گے۔

دھرم پال ــــ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ ہمیشہ سچ بولتا رہا ہوں آئندہ بھی سچ بولوں گا۔

سکھدیو ــــ آپ رات اسلامی لشکر میں گئے تھے۔

دھرم پال ــــ ہاں گیا تھا۔

مہاراج چونک پڑا۔ اور حیرت سے دھرم پال کو دیکھنے لگے۔ لیکن دھرم پال نے ان کی یہ کیفیت نہیں دیکھی۔ وہ سکھدیو کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سکھدیو نے کہا۔ اور آپ نے مسلمانوں کو راجپوتوں کے شبخون مارنے کی اطلاع دی۔

دھرم پال نے دلیری سے کہا۔ جی ہاں میں نے انہیں اطلاع دی مہاراجہ کو سخت ناگوار گذرا۔ انہیں غصہ آگیا۔ انہوں نے غضب ناک لہجہ میں کہا۔ آپ نے اطلاع دی۔ آپ نے غداری کی۔

دھرم پال ــــ بے شک میں نے ایسا کیا۔ میں شبخون مارنے کو اس لیے ناپسند کرتا تھا۔ کہ یہ بزدلی کی بات تھی۔ راجپوت اس دغابازی کی جنگ کو کبھی پسند نہیں کرتا۔

مہاراج ــــ لیکن لڑائی میں دھوکہ دینا اور رقیب کو نا ہر مذہب میں جائز و درست ہے۔

دھرم پال ــــ مگر بہادر آدمی اسے کبھی پسند نہیں کر سکتا۔

مہاراج ــــ افسوس گرو جی! تم نے بیس ہزار راجپوتوں کو برباد کرا کے قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیا .... لیکن میں آپ کی اس نازیبا حرکت اور ناقابل معافی تصور سے چشم پوشی کر لوں گا۔ بشرطیکہ آپ چندر موہنی کو مجھے دے دیں۔

دھرم پال ــــ مگر چندر موہنی میرے پاس ہے کہاں۔

مہاراج ــــ اسے آپ نے غائب کرایا ہے۔ آپ ہی کا یہ کام ہے کہ اسے میرے پاس لے آئیں۔

دھرم پال ــــ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کہ چندر موہنی کو میں نے غائب کرایا۔ آپ نہیں جانتے کہ مجھے اس سے کیوں اور کس قدر محبت ہے۔ میرے خیال میں اس کے راز کھلنے کا وقت آگیا ہے ....

Marfat.com

مہاراجہ —— آپ راز کھلنے کی دھمکی دیکر مجھے چپ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر ضرورت پڑی تو میں خود ہی ایک دن اس راز کو سب پہ ظاہر کر دوں گا ......

دھرم پال —— لیکن آپ جس راز کو سمجھے ہیں اس کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں اپنے متعلق کہہ رہا ہوں۔ میری ذات سے بھی ایک راز تعلق رکھتا ہے۔

مہاراجہ —— مجھے آپ کے راز سے کوئی سروکار نہیں۔ میں چندر موہنی کو چاہتا ہوں اسے میرے حوالے کر دیجئے۔

دھرم پال —— میں سچ کہتا ہوں کہ چندر موہنی میرے پاس نہیں ہے میں سراغ لگا رہا ہوں کہ اسے کس نے غائب کیا ہے۔

مہاراجہ —— کیا گرو جی آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ سختی کروں؟

دھرم پال —— میرے ساتھ سختی کرنا ملک اور قوم کو تباہ کر دے گا۔

مہاراجہ —— آپ دھمکیاں دینے لگے ہیں ....

مہاراجہ کو طیش آگیا۔ انہوں نے دستک دی۔ چوبدار حاضر ہوا۔ مہاراجہ نے کہا۔ چند سپاہیوں کو بلاؤ۔

چوبدار چلا گیا۔ دھرم پال نے کہا۔ دیکھئے غصہ برا ہوتا ہے۔ غضبناک ہو کر ایسی حرکت نہ کیجئے۔ جس سے بعد میں پچھتانا پڑے۔

مہاراجہ —— میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ اسے خوب سمجھتا ہوں۔

اسی وقت چند سپاہی حاضر ہوئے مہاراجہ نے حکم دیا کہ گرو جی دھرم پال کو گرفتار کر لو سپاہی دھرم پال کو گرفتار کرنے کے لیے بڑھے۔ سکھدیو کی آنکھوں سے فتح مندانہ مکاری کی چمک ظاہر ہوئی۔ دھرم پال نے دیکھ لیا۔ انہوں نے کہا سکھدیو! تم نے آج فساد کا جو بیج بو دیا ہے۔ وہ زہر بلا پھل لائے گا سومنات تباہ ہو جائے گا۔ میں اس فکر میں تھا کہ صلح و آشتی ہو جائے ملک برباد نہ ہو لیکن ....

مہاراجہ نے غصہ بھرے لہجہ میں کہا۔ جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ لیکن ایک غدار کو اس کی غداری کی سزا ضرور دی جائے گی۔

دھرم پال نے سنجیدگی سے کہا۔ اب میں ایک لفظ بھی نہ کہوں گا لیکن میری بے گناہی ضرور ایک دن ظاہر ہو کر رہے گی۔
مہاراجہ نے سپاہیوں کو کچھ اشارہ کیا۔ اور وہ دھرم پال کو پابجولاں کر کے لے گئے۔

Marfat.com

اکیسواں باب

ایک مخبر سادھو

جب انیسہ پرہان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ تو وہ بندرگاہ کی طرف، اپنے دستہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ سوچتے جاتے تھے کہ کیا واقعی چندر موہنی غائب ہوگئی ہے یا مہاراجہ نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت غازی الملت عالم پناہ سلطان محمود کو دھوکہ میں ڈالنے کے لیے یہ بات مشہور کی ہے۔

ان کا دل یہ گواہی دیتا تھا کہ وہ غائب نہیں ہوئی بلکہ اس کی مفقود الخبری کی خبر غلط دی گئی ہے۔

اسی غور و خوض میں وہ سمندر کے ساحل پر جا پہنچے۔ لیکن وہ کچھ ایسے خیالات میں محو و منہمک تھے۔ کہ انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ کس طرف نکل آئے ہیں۔

نہ معلوم وہ کب تک اور بغیر کسی خیال رہتے۔ کہ انہوں نے ایسی آواز سنی جیسے کوئی پانی میں تیر رہا ہے۔ اس آواز کے سننے سے ان کا سلسلہ خیال ٹوٹ گیا۔ اور انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

سامنے سمندر تھا۔ نیلگوں پانی حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے دل میں کہا۔ کیا غلطی کی ہے میں نے۔ یہ میں کہاں چلا آیا .... دشمنوں کے عین سامنے۔ اگر وہ دیکھ کر حملہ کر دیں تو .... اوہ حملہ کر دیں۔ کرنے دو۔ جہاد ہی تو کرنے کے لیے میں آیا ہوں۔ شہادت میری عین تمنا ہے۔ ...... لیکن تیرنے کی آواز کس کی آئی تھی۔

انہوں نے پھر نگاہ اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ بائیں جانب قصر شاہی کے مضبوط برج تھے جو ان سے قدرے فاصلہ پر تھے۔ دونوں برج سمندر میں واقع تھے۔ بحر بیکراں کا پانی برجوں کی پابوسی کر رہا تھا۔

Marfat.com

کی پا بوسی کر رہا تھا۔

ان دونوں برجوں میں تقریباً ساٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ اور اس درمیانی فاصلہ میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہر سیڑھی نو فٹ چوڑی تھی۔

برہان سمجھ گئے کہ قلعہ یا قصر شاہی سے آنیوالوں کے لیے برج بنائے گئے ہیں۔ اور سیڑھیاں اس لیے ہیں تاکہ جب کشتی یا جہاز میں کوئی سوار ہونا چاہے۔ تو ان سیڑھیوں کے ذریعہ سے پانی تک پہنچ جائے۔

دونوں برجوں سے متصل سیڑھیوں کے اختتام پر ناریل کے درختوں کے جھنڈ تھے اسی طرف کشتیاں اور جہاز سمندر میں پڑے ہوئے تھے۔ اور راجپوت ان کی محافظت کر رہے تھے لیکن ان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک جٹا دھاری سادھو پانی سے نکل کر ساحل پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انھوں نے حیرت سے سادھو کو دیکھا۔

ابھی وہ اسے دیکھ ہی رہے تھے۔ کہ پانی کی زبردست موج نے سادھو کو ساحل سے دور سمندر میں پھینک دیا۔

برہان کی نگاہ سادھو کی طرف تھی۔ مطلع صاف تھا۔ اور سورج نہایت تیزی سے چمک رہا تھا۔ قدرے ہوا چل رہی تھی۔ سمندر میں موجیں اٹھ رہی تھیں اور بڑھ بڑھ کر ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔

برہان نے دیکھا کہ سادھو پھر اپنی پوری قوت سے تیرتا ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے جب وہ کنارے سے آ لگا تو پھر موج نے اسے ہٹانا چاہا۔ برہان سمجھ گئے کہ سادھو کی طاقت جواب دے چکی ہے اگر پھر کوئی لہر کھینچ کر اسے سمندر میں لے گئی تو وہ ڈوب جائیگا۔

انھوں نے جلدی سے اپنا عمامہ اتار کر آواز دی "خبردار! گھبراؤ نہیں۔ لو میرا عمامہ پکڑ لو"

یہ کہتے ہی انھوں نے صافہ پھینکا۔ اتفاق سے اس کا پلہ سادھو تک پہنچ گیا۔ جسے سادھو نے جلدی سے پکڑ لیا۔ اور اس کے سہارے سے ساحل پر آ گیا۔

جب وہ سمندر سے نکل کر کھڑا ہوا تو پانی میں تر تھا۔ اس نے مشکور نظروں سے برہان کو دیکھتے ہوئے ترکی زبان میں کہا "میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ آج آپکی وجہ سے میری جان بچ گئی۔"

Marfat.com

برہان نے حیرت ناک نظروں سے دیکھ کر کہا، شکریہ کی ضرورت نہیں۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ انسان کو بچانے کی کوشش کرے۔ لیکن تم ترکی زبان کیسے جانتے ہو۔؟

سادھو ـــــ اس کی نہ پوچھو۔ ہم سادھو ہیں، اکثر زبانیں جانتے ہیں تمہارا نام کیا ہے جوان؟

برہان ـــــ مجھے برہان کہتے ہیں۔

سادھو ـــــ آپ کوئی افسر معلوم ہوتے ہیں۔

برہان ـــــ ہاں ایک دستہ میرے تحت بھی ہے۔

سادھو ـــــ میں ایسے ہی شخص کی تلاش میں تھا سنو! میں سلطان تک ایک خبر پہنچانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اقرار کرتے ہیں۔ کہ جو میں آپ سے کہوں گا۔ آپ سلطان تک پہنچا دیں گے۔؟

برہان کی حیرت بڑھتی جاتی تھی۔ انہوں نے کہا۔ اطمینان رکھو۔ جو کچھ تم کہو گے میں سلطان تک پہنچا دوں گا۔

سادھو ـــــ تم ان سے کہدو کہ دھرمپال کو مہاراجہ نے قید کر دیا ہے۔ برہان کو یہ بات سن کر بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے کہا۔ دھرمپال کو قید کر دیا۔ کیوں؟

سادھو ـــــ ان پر مسلمانوں سے سازباز کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔ اندیشہ ہے کہیں انہیں قتل نہ کر دیا جائے۔

برہان ـــــ غالباً تم یہ چاہتے ہو کہ سلطان حملہ میں عجلت کریں۔

سادھو ـــــ ہاں میرا یہی مطلب ہے حملہ کی سختی کو دیکھ کر راجپوت اور مہاراجہ سب لڑائی کی طرف متوجہ رہیں گے۔ دھرمپال کے متعلق کوئی فیصلہ جلد نہ کر سکیں گے۔

برہان ـــــ یقین ہے سلطان اس خبر کو سنتے ہی سختی سے حملہ کر دیں گے۔

سادھو ـــــ اب آپ مجھ پر حملہ کریں تاکہ وہ راجپوت جو مجھے اور آپ کو باتیں کرتے دیکھ رہے ہیں مشکوک ہو کر مجھے بھی گرفتار نہ کر لیں۔

برہان ـــــ لیکن تم اب قلعہ میں جاتے ہی کیوں ہو۔

سادھو ـــــ میرا واپس جانا ضروری ہے میں دھرم پال کی رہائی کی ترکیب سوچوں۔

برہان ـــــ اچھا ایک بات اور بتا دیجئے۔

Marfat.com

سادھو ـــــ کیا ؟

برہان ـــــ کیا چندر موہنی غائب ہو گئی ہے ؟

سادھو ـــــ ہاں پر اسرار طریقہ پر غائب ہو گئی ہے۔ تمام راجپوتوں کا یہ خیال ہے کہ مسلمان اسے اٹھا کر لے گئے ہیں۔

برہان ـــــ لیکن وہ اسلامی لشکر میں نہیں لائی گئی۔

سادھو ـــــ مجھے اور دھرمپال جی کو اس کا یقین پہلے ہی سے ہے اچھا اب آپ مجھ پر حملہ کریں۔

برہان نے تلوار کھینچ لی سادھو زقند لگا کر پیچھے کودا۔ برہان نے بڑھ کر تلوار کا ہاتھ مارا۔ سادھو پینترا بدل کر پھر کودا اور سمندر میں جا پڑا برہان نے بھی پائنچے چڑھائے۔ اور کچھ دور تک پانی میں بڑھے لیکن اس عرصہ میں سادھو تیر کر دور تک نکل گیا۔ اللہ برہان بلند آواز سے کہتے جھکتے پانی سے نکل آئے۔ اور اپنے لشکر کی طرف پہنچے۔

اب وہ دھرمپال کے قید ہو جانے کے متعلق سوچنے لگے۔ سوچتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ کہ کسی نے پکارا۔ خوب آپ اس طرف سے کہاں سے آ رہے ہو۔

برہان چونک پڑے۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ تو ہارون سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ برہان نے کہا۔ دوست آج عجیب باتیں معلوم ہوئی ہیں۔

ہارون ـــــ میں باتیں پھر سنوں گا پہلے یہ بتاؤ کہ صبح سے تھے کہاں ؟

برہان ـــــ میں ذرا سرپردہ کی طرف چلا گیا تھا......

ہارون نے ہنس کر کہا۔ اللہ رے اضطرا۔ اللہ رے شوق و دید ضبط نہ ہوا۔ اچھا دیدار بھی ہوا یا نہیں۔

برہان ـــــ ہوا۔ دوست آپ کے لیے ایک کیا دو خبریں لایا ہوں۔ پہلی تو یہ کہ چندر موہنی قصر شاہی سے غائب ہو گئی۔

ہارون کو یہ سن کر ملال ہوا۔ انہوں نے پوچھا۔ کچھ معلوم ہوا کہاں گئی۔

برہان نے انیسہ کے جوگن سے ملنے اور جوگن کے باتیں کرنے کی تمام روئیداد سنا دی۔

ہارون غور سے سنتے رہے۔ انہوں نے کہا۔ میں سمجھ گیا۔ چندر موہنی کو سکھدیو نے غائب کیا ہے۔

Marfat.com

برہان نے چندر موہنی جتنے خیالات قائم کئے تھے۔ ہارون کا خیال ان سب سے جدا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کا یہ خیال کیوں ہے۔

ہارون ــــ سکھدیو کو غالباً یہ خیال ہوا کہ چندر موہنی کی شادی اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ غرض وجہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اسے غائب کس مکار نے کیا ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اسے چندر موہنی کو دینا ہوگا۔ ورنہ اس کا سر کچل ڈالوں گا۔

ہارون کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا۔ فرط غیظ سے آنکھوں سے چنگاریاں جھڑنے لگیں برہان نے کہا۔ طبیعت پر قابو حاصل کیجئے۔ ضبط ہر حالت میں اچھا ہوتا ہے۔

ہارون ــــ برہان میں ضبط کروں گا۔ اچھا دوسری خبر کیا ہے۔

برہان ــــ مہاراجہ نے دھرمپال کو مسلمانوں سے سازش کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔

اس کے بعد برہان نے سادھو کی تمام گفتگو سنا دی۔ اب ہارون کو فکر و تشویش ہوئی انہوں نے کہا۔ یہ برا ہوا۔ بہت برا۔ ہمیں فوراً یہ خبر سلطان کے گوش گذار کرنی چاہیئے۔

برہان ــــ میں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔

ہارون ــــ بس تو ایک لمحہ ضائع نہ کرو۔ فوراً چلو۔ کیا تیار ہو؟

برہان ــــ آؤ ابھی چلیں۔

دونوں دوست اسی وقت شاہی لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

سلطانی احکامات

ہارون اور برہان دونوں شاہی خیمہ کے سامنے جا کر رکے انہیں دیکھتے ہی خیمہ کے محافظ دستہ نے سلام کیا۔ اس دستہ کے افسر نے بڑھ کر کہا۔ آپ کو جہاں پناہ یاد فرما رہے تھے۔

ہارون ــــ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت سے اطلاع کر دو۔ افسر خیمہ کی طرف بڑھا برہان نے اسے روک کر پوچھا۔ کیا۔ اس وقت جہاں پناہ تنہا ہیں۔

افسر ــــ تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ التونتاش اور امیر علی خویشاوند بھی موجود ہیں۔

ہارون ــــ یہ دونوں کب آئے ہیں؟

افسر ــــ ابھی آپ کے تشریف لانے سے چند لمحے ہی پہلے۔

Marfat.com

ہارون ـــــ اچھا تم اطلاع کرو۔

افسر خیمہ کے اندر داخل ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر بولا۔ چلیئے جہاں پناہ آپ کے منتظر ہیں

ہارون اور برہان دونوں عالیشان خیمہ میں داخل ہوئے۔ اس خیمہ میں چاروں طرف کشادہ برآمدے تھے۔ اور برآمدوں کے درمیان نہایت وسیع اور خوشنما ہال تھا۔ جب یہ دونوں دوست برآمدہ کو طے کر کے ہال میں پہنچے۔ تو ان کی نگاہیں سلطان پر پڑیں اس وقت سلطان کے چہرہ سے غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ ہوش و جلال ٹپک رہا تھا۔ یہ دونوں نہایت ادب سے سلام کر کے ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گئے۔

سلطان نے سلام کا جواب کچھ سرسری طور پر دیا۔ ہارون نے دیکھا کہ سلطان کے سامنے وہی بدرنگا خط کھلا پڑا ہے جسے وہ ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔ اور جس کے متعلق سلطان نے فرمایا تھا کہ اس خط سے وابستہ کوئی راز ہے۔

ہارون کو حیرت ہوئی کہ یہ خط کس کا ہے اس سے کیا تعلق ہے سلطان اسے اکثر کیوں اپنے سامنے کھول کر رکھ لیتے ہیں۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے۔ کہ سلطان نے سر اٹھا کر کہا۔ تمہیں معلوم ہوا ہارون! کہ چندر موہنی قلعہ کے اندر سے غائب کر دی گئی ہے۔

ہارون نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ عالم پناہ میں نے بھی ابھی سنا ہے اور یہی اطلاع دینے اس وقت حاضر خدمت اقدس ہوا ہوں۔

سلطان ـــــ تو تمہیں بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ تم نے کس سے سنا؟

ہارون ـــــ اپنے دوست برہان سے۔

سلطان نے برہان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ تمہیں برہان کس سے معلوم ہوا۔؟

اب برہان کشمکش و پنج میں پڑ گئے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ چندر موہنی کی گم شدگی کا حال انیسہ کی زبان سے سنا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ انیسہ کا ذکر کریں۔ لیکن جھوٹ بھی نہیں بول سکتے تھے وہ کچھ غوطے میں آ گئے۔

سلطان ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے چند لمحے انتظار کرنے کے بعد کہا۔ کیا تم اس کا نام لینا نہیں چاہتے جس سے یہ ذکر سنا ہے۔

Marfat.com

التونتاش وہاں موجود تھے۔ اور انیسہ التونتاش کی چہیتی بیٹی تھی۔ وہ کیسے اس کا نام لے دیتے۔ لیکن سلطان دریافت کر رہے تھے۔ اور نام بتانا ضروری تھا۔ انہوں نے کہا۔ عالم پناہ مجھے نام بتانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جہاں پناہ نے سُنا ہو گا۔ کہ ایک شب کو میں سراپردہ کے اس طرف دریائے عمان کے کنارہ پہ جا نکلا تھا۔ ادھر سے کشتیاں آ رہی تھیں میں نے دیکھ لیا تھا۔

سلطان نے کہا۔ "ہاں ہم یہ روئیداد سُن چکے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس وقت کوئی لڑکی بھی دریا کے کنارہ پر موجود تھی۔

برہان ـــ جہاں پناہ نے درست سُنا تھا جب سے وہ واقعہ پیش آیا تھا میں اکثر جب بھی مجھے شائع ملتا ہے سراپردہ کے دوسری جانب نکل جاتا ہوں۔ اتفاق سے آج بھی چلا گیا۔ دیکھا تو وہی لڑکی جو اس شب کو دریا کے کنارہ پر کھڑی ملی تھی۔ جب میں نے کشتیاں اور راجپوتوں کو گرفتار کرایا تھا۔ کچھ سراسیمہ اور پریشان وہاں کھڑی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے اس سے دریافت کیا کیا واقعہ ہوا وہ کیوں متعجب اور پریشان ہے تو اس نے بتایا کہ ابھی ایک جوگن وہاں آئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سلطان ـــ کیا ہندو جوگن؟

برہان ـــ جی ہاں ہندو جوگن اس نے انیسہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لڑکی کو بتایا۔

برہان کی زبان سے اتفاقیہ انیسہ کا نام نکل گیا۔ التونتاش نے چونک کر برہان کو دیکھا۔

سلطان نے پوچھا۔ کیا اس لڑکی کا نام انیسہ ہے؟

برہان ـــ جی ہاں یہی نام بتایا تھا مجھے۔

سلطان ـــ تم شاید نہیں جانتے کہ انیسہ کس کی لڑکی ہے ہم بتاتے ہیں۔ ہم بتاتے ہیں ہم سے سنو۔ انیسہ التونتاش کی بیٹی ہے۔

برہان خود اس بات سے واقف تھے۔ انہوں نے کہا۔ جی انیسہ سے جوگن نے کہا کہ چندر موہنی قلعہ کے اندر اور قصر شاہی کے درمیان سے پراسرار طریقہ سے غائب ہو گئی ہے جوگن اس کی تلاش میں آئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سلطان ـــ جوگن وہی خاتون ہو گی۔ ضرور وہی ہو گی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔

برہان اور ہارون دونوں حیران رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ سلطان کس خاتون کا ذکر کر رہے ہیں اور جوگن اور خاتون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کیسے ممکن ہے خاتون

Marfat.com

کوئی مسلمان عورت ہو سکتی ہے۔ اور جوگن ہندو تھی۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے، کہ سلطان نے جوش میں آکر کہا۔ کاش اسے روک لیا جاتا۔ اب جانب کوئی خبر کر دی جاتی۔

ہارون نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ عالم پناہ! وہ کون خاتون تھی۔ سلطان سنبھل کر بولے "تم نہیں جانتے ہارون! سومنات کی فتح پر ایک راز کھلے گا۔ جس کا کئی شخصیتوں سے تعلق ہے۔ اور جسے سن کر سننے والے حیران رہ جائیں گے۔ یہ خط تم دیکھ رہے ہو؟"

سلطان نے اسی بدرنگ کاغذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جسے ہارون نے آج دوسری مرتبہ دیکھا تھا۔ ہارون نے کہا دیکھ رہا ہوں سرکار عالم!"

سلطان — اس خط میں وہ راز ہے جو مجھے یہاں تک لانے کا باعث ہوا ہے لیکن اس کے اظہار کا ابھی وقت نہیں آیا۔ ہاں تو جوگن چندر موہنی کو تلاش کرنے آئی تھی وہ غائب ہو گئی یا غائب کر دی گئی ہے۔

برہان — غالباً غائب کر دی گئی ہے۔

سلطان — یہ کچھ نہیں۔ مہاراجہ کی چال ہے۔ وہ ہمیں مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے اس کی گم شدگی محض ایک فریب ہے۔

برہان — لیکن ایسا نہیں ہے عالم پناہ۔

سلطان — کیا تمہیں کوئی اور بات معلوم ہے۔

برہان — مجھے اسی وقت ایک سادھو سمندر کے کنارے پر ملا تھا۔ اس نے بتایا کہ چندر موہنی واقعی گم ہو گئی ہے۔

سلطان — اگر اس طرح اس کی گم شدگی کی تشہیر نہ کی جاتی، تو لوگوں کو یقین کیسے آتا اور ہم تک اطلاع ہوتی۔

برہان — لیکن وہ سادھو ایک خبر اور بھی سنا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چندر موہنی کی مفقود الخبری کی کچھ اصلیت ضرور ہے۔

سلطان — وہ کیا خبر ہے۔

برہان — مہاراجہ نے دھرمپال کو قید کر لیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سلطان کے چہرہ سے تردد پریشانی کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے کہا "یہ کب ہوا؟"

Marfat.com

برہان ـــــ میں سادھو سے یہ دریافت نہ کر سکا۔

سلطان ـــــ میں اس سادھو کو بھی سمجھ گیا ہوں۔ مگر تم نے اسے روک کیوں نہ لیا۔

برہان ـــــ وہ دھرمپال کی بہبودی کے لیے قلعہ میں واپس چلا گیا ہے۔

سلطان ـــــ افسوس یہ تو بہت برا ہوا۔ کہ میری تمام محنت غارت ہونے والی ہے۔ (آسمان کی طرف دیکھ کر) خدایا تو کیا میں نامراد رہوں گا۔ کیا تیرے دوستوں پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ میرے مولا! میرے آقا! میری مدد کر۔ مجھے شاد کام کر اور اپنے ان بندوں کی جو عرصہ سے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ اعانت کر!

سب سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان نے دعا مانگ کر دریافت کیا۔ کچھ اور کہا تھا۔ اس سادھو نے۔

ہارون نے جواب دیا۔ جی ہاں یہ کہا تھا۔ کہ اعلیٰ حضرت کو آج ہی اس سانحہ کی اطلاع کر کے عرض کر دو کہ وہ فوراً یورش کر دیں۔ ایسی سخت یورش جس سے مہاراجہ کی تمام توجہ سمجھانے کی طرف لگ جائے۔ اور وہ دھرمپال کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

سلطان ـــــ شاید مہاراجہ کو کچھ تصدیق کرنا ہے۔ اگر اسے اصلیت معلوم ہو گئی تو وہ ضروری بلکہ فرض ہے۔ میں ضرور کروں گا۔ فوراً ہی اور اس قدر سخت حملہ جس سے راجپوت سراسیمہ ہو جائیں۔ اور مہاراجہ خود پریشانی میں ڈوب جائے۔ التونتاش! تم نے تمام بات سن لی ہے کل صبح ہوتے ہی اس شدت سے حملہ کرو۔ جس سے دشمن بدحواس ہو جائے۔

التونتاش نے قدرے خم ہو کر کہا۔ عالم پناہ یہ خانہ زاد سلطانی حکم کی تعمیل کرے گا۔

سلطان ـــــ اور امیر علی خویشاوند تم التونتاش کے ساتھ رہو۔ میں تمہارے عقب میں رہوں گا۔ اور ہارون تم اور برہان دونوں بندرگاہ پر حملہ کر دو۔ اس قرارداد میں سرمو فرق نہ آئے۔ ہمیں دھرمپال کو بچانا ہے۔

ہارون ـــــ اعلیٰ حضرت کل اس احقر کی کارگذاری کے متعلق سن لیں گے۔

سلطان ـــــ ابھی سے جا کر تیاریاں شروع کر دو۔ خدا سے فتح و نصرت کی دعا مانگو۔ میں بھی پاک پروردگار سے التجا کروں گا۔

اس وقت تمام حاضرین اٹھ کر خیمہ سے نکلے اور اپنے اپنے کیمپ کی جانب روانہ ہو گئے۔ سلطان سجدہ میں گئے۔ اور خدا سے نہایت عاجزی خلوص اور خضوع سے دعا مانگنے لگے۔

Marfat.com

بائیسواں باب

شدید حملہ

چونکہ اگلے روز قلعہ پر حملہ کرنے کی اطلاع تمام اسلامی لشکر میں پہنچ گئی تھی۔ اس لیے مجاہدین اسلام نے رات ہی سے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

صبح جب ہر دستہ نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز ادا کر لی تو مسلح ہو ہو کر میدان جنگ میں آنے اور صفیں مرتب کرنے لگے۔

جب ان راجپوتوں نے جو فصیل پر کھڑے تھے مسلمانوں کو مسلح اور صف بستہ ہوتے دیکھا۔ تو وہ سمجھ گئے۔ کہ آج ان کا ارادہ دھاوا کرنے کا ہے۔

انہوں نے فوراً سنکھ پھونکا اور جب اس کی پر شور آواز قلعہ میں گونجی تو ہر ہندو کو معلوم ہو گیا۔ کہ آج پھر مسلمان قلعہ پر یورش کرنے والے ہیں۔

فوراً افسر فصیل پر آگئے اور راجپوتوں کے فوجی دستے تمام قلعہ میں نقل و حرکت کرنے لگے وہ تمام راجہ اور مہاراجہ جو سومنات کو مسلمانوں سے بچانے کے لیے مع لشکروں کے آئے تھے برجوں میں بیٹھے۔ سومنات کا مہاراجہ بھی مخصوص شاہی برج میں آکر متمکن ہو گئے۔

فوجی افسروں نے فصیل پر چل پھر کر یہ دیکھ لیا کہ تیروں کے گٹھے اور سنگریزوں کے انبار کافی تعداد میں موجود ہیں یا نہیں جس طرف کمی معلوم ہوئی۔ اس طرف اور منگوا کر ڈھیر کر دیئے گئے۔

تمام اہل قلعہ فصیل کے جھروکوں اور دیوار کے اوپر سے جھانک کر مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔

جب آفتاب طلوع ہو کر افق مشرق سے قدرے بلند ہو گیا اور اس کی ترچھی شعاعیں سرزمین سومنات میں پھیلنے لگیں۔ تو مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔

Marfat.com

یہ نعرہ اس زور سے لگایا گیا کہ باوجود یہ کہ مسلمان قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھے لیکن راجپوتوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے قلعہ کے نیچے ہی سے نعرہ کی آواز بلند ہوئی ہے۔

اب اسلامی دستے آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ راجپوتوں نے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھتے ہی جے کارے لگانے شروع کئے ان کے جے کاروں کی آواز گونجتے ہی مندروں میں سنکھ اور گھڑیال بجائے جانے لگے۔ ان مختلف آوازوں سے تمام قلعہ کے قرب وجوار گونج اٹھے راجپوت نہایت خشم آلودہ نگاہوں سے مسلمانوں کو قلعہ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں سے کینہ اور غصہ ٹپکا پڑتا تھا۔ اگر ان کا بس ہوتا تو وہ فصیل سے کود کود کر مسلمانوں کا تیا پانچا کر ڈالتے۔ لیکن جانتے تھے کہ مسلمان میدان جنگ میں خونخوار شیر بن جاتے ہیں۔ اس لیے فصیل پر ہی کھڑے اظہار غیظ و غضب کر رہے تھے۔

مسلمان نہایت اطمینان سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے انسانوں کے مجمع میں لہریں اٹھ رہی ہیں۔

قلعہ سے کچھ فاصلہ پر آکر اسلامی دستے رک گئے۔ اور مسلمانوں نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ شانوں پر سے کمانیں اتاریں۔ ترکشوں میں سے تیر نکالے۔ تیروں کو چلوں میں جوڑا اور اپنے سردار کے حکم کے منتظر ہو گئے۔

سب سے آگے التونتاش کا دستہ تھا۔ التونتاش دستہ کے وسط میں تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے تیر افگنی کا حکم دیا۔ فوراً مسلمانوں نے اس طرح تیر چھوڑے جیسے ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔

تیر ہوا کو چیرکر سنسناتے ہوئے فضا میں تیرتے فصیل کی اونچی دیواروں سے جا ٹکرائے۔ راجپوت جو دیوار کے اوپر سے جھانک رہے تھے، جلدی سے نیچے بیٹھ گئے۔ چند تیر دیوار کو پھلانگ کر فصیل پر آ گرے۔

راجپوتوں نے بھی فصیل کے سوراخوں میں سے تیروں کی باڑھ ماری۔ لیکن یہ تیر مسلمانوں تک نہ پہنچے بلکہ راستہ ہی میں گرے۔

اب مسلمانوں نے قدم قدم بڑھنا شروع کیا اور جگہ جگہ رک رک کر تیر برسانے لگے۔ ان کے تیر یا تو فصیل سے جا ٹکراتے تھے۔ اور یا فصیل کی قد آدم دیوار سے گذر کر فصیل پر جا پڑتے تھے اگر کوئی آفت رسیدہ راجپوت سپاہی ان تیروں کی زد پر آ جاتا تھا تو زخمی ہو کر چلانے

Marfat.com

اور مسلمانوں کو گالیاں دینے لگتا تھا۔

ایک طرف میدان کی جانب سے مسلمان تیر چلا رہے تھے۔ اور دوسری طرف قلعہ کے اوپر سے راجپوت تیر برسا رہے تھے۔ اور یہ تیر اس کثرت سے چلائے جا رہے تھے کہ بعض اوقات آفتاب کو ڈھک لیتے تھے۔

چونکہ آج راجپوتوں کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ فصیل کی دیوار کے اوپر سے تیر افگنی کریں بلکہ دیوار کے سوراخوں میں تیر برسا رہے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے تیروں سے کوئی قابل تذکرہ نقصان نہ پہنچ رہا تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کے تیروں سے بھی راجپوتوں پر زیادہ زیادہ زد نہ پڑ رہی تھی۔

لیکن مسلمانوں کو پیش قدمی کا موقعہ مل رہا تھا۔ اور وہ بڑھتے جا رہے تھے۔

التونتاش نے آج اس طرح صف بندی کی تھی۔ کہ ایک صف سے دوسری صف میں گز پیچھے تھی۔ اس جہت سے کہ لشکر کی تعداد اصل سے دگنی معلوم ہونے لگی تھی۔

التونتاش کے دستے کے پیچھے امیر علی خویشاوند کا دستہ تھا۔ اور اس دستہ کی صفیں بھی برابر بڑھتی چلی آ رہی تھیں۔

امیر علی کے دستہ کے عقب میں کچھ فاصلہ پر شاہی فوج کے رسالے جوش و غضب میں بھرے ہوئے چلے آ رہے تھے۔

گویا آج مسلمانوں نے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ وہ قلعہ پر سختی سے حملہ کر کے یا تو اسے فتح کر لیں گے یا اس کی فتح میں جانیں لڑا دیں گے۔

اسلامی دستے نہایت ضبط و انتظام کے ساتھ بڑھ رہے تھے لیکن ان کی رفتار اس قدر دھیمی تھی۔ کہ وہ بہت دیر تک قلعہ کے قریب پہنچ سکے۔

راجپوتوں نے انہیں زد پر دیکھ کر ایک دم سنگ اندازی شروع کر دی۔ خاردار پتھروں کے ٹکڑے اولوں کی طرح برسنے لگے۔ ان سنگریزوں سے مسلمان زخمی ہونے اور گھوڑے چٹیل ہو ہو کر بھڑکنے لگے۔

مسلمان اس سے دوگونہ مصیبتوں میں پھنس گئے۔ ایک سنگریزے انہیں زخمی کرنے لگے دوسرے ان کے گھوڑے ان کے قابو سے باہر ہونے لگے۔

انہوں نے حیرت انگیز چابکدستی سے اپنی بڑی بڑی سیاہ ڈھالیں اٹھائیں اور انہیں اپنے

Marfat.com

سروں پر گھوڑوں کے سامنے اس طرح پھیلا دیا کہ وہ انسانوں اور جانوروں کے بے بس بن گئے۔ ساتھ ہی گھوڑوں کی باگیں اٹھا دیں اور وفادار جانور تیزی سے قلعہ کی طرف بڑھنے لگے۔

راجپوتوں نے یہ کیفیت دیکھ کر شور کرنا اور نہایت پھرتی سے سنگ ریزے پھینکنے شروع کر دیئے۔ چونکہ اب مسلمانوں کی طرف سے تیر افگنی میں متنبد بہ کمی آ گئی تھی۔ اس لیے راجپوت فصیل کی دیوار کے اوپر سے جھانک جھانک اور تاک تاک کر پتھر پھینکنے اور تیر مارنے لگے تھے۔

ان تیروں اور پتھروں کی زد التونتاش کے رسالہ پر پڑ رہی تھی جس سے مجاہدین اسلام زخمی ہوتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن ان میں کچھ ایسا جوش اور ایسا استقلال تھا کہ زخمی ہونے کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

امیر علی نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنے رسالہ کی سب سے اگلی دو صفوں کو تیر افگنی کا حکم دیا۔ اور انہوں نے جوں ہی تیروں کی باڑھ تاک کر ماری سینکڑوں وہ راجپوت جو دیوار پر چڑھے جھانک رہے تھے زخمی ہو ہو کر قلعہ کے نیچے گر پڑے اور چونکہ قلعہ کی دیوار ساٹھ فٹ سے بھی بلند تھی۔ اس لیے زمین پر گرتے ہی ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

دو تین ہی باڑھیں مارنے پر دیوار راجپوتوں سے خالی ہو گئی یا تو ہندی سپاہی زخمی ہو کر قلعہ کے نیچے جا پڑے یا کود کود کر فصیل پر اتر گئے۔

اب سنگ باری کی شدت میں کمی ہو گئی۔ اور مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ وہ تیزی سے بڑھے اور فصیل کے نیچے جا پہنچے۔

آج مسلمان اپنے ساتھ نقب لگانے اور دیوار توڑ ڈالنے کے آلے بھی لائے تھے کمندیں اور ریشم کی ڈوروں کی مضبوط سیڑھیاں بھی ان کے ساتھ تھیں۔

کچھ لوگ تو گھوڑوں پر کھڑے ہو کر کمندیں اور سیڑھیاں فصیل کے کنگوروں کی طرف پھینکنے لگے۔ اور کچھ گھوڑوں کو دیوار سے ملا کر دیوار توڑنے اور نقب لگانے لگے۔

راجپوت سوراخوں سے جھانک کر ان کی یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں پر رعب ڈالنے کیلئے زور شور سے چلا رہے تھے۔ اور فصیل پر کھڑے ہوئے بڑی پھرتی سے تیر اور نوکیلے پتھروں کے ٹکڑے برسا رہے تھے سنکھ اور گھڑیال اب تک بج رہے تھے شور و غل سے تمام میدان گونج رہا تھا۔

کچھ کمندیں اور چند سیڑھیاں کنگوروں میں پھنس گئی تھیں اور مسلمانوں نے ان پر چڑھنا

Marfat.com

شروع کر دیا تھا۔ بعض جیالے راجپوتوں نے دیواروں پر چڑھ کر کئی کمندوں اور سیڑھیوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اور ان کے ذریعہ سے جو مسلمان چڑھ رہے تھے۔ وہ نیچے گر پڑے تھے جس سے ان کی ہڈیاں اور پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں

لیکن جن راجپوتوں نے ان کمندوں اور سیڑھیوں کو کاٹا تھا۔ ان کو مسلمانوں نے تیروں سے زخمی کر کے نیچے گرا دیا تھا۔ اور وہ بھی مسلمانوں کی طرح نشانۂ اجل بن گئے تھے۔

آخر کچھ مسلمان کنگوروں کے برابر جا پہنچے۔ امیر علی کے دستہ نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ اور چونکہ اب ان کی تیر افگنی سے ان مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ اس لیے انہوں نے تیر برسانے بند کر دیئے۔

مسلمان دیوار پر چڑھ کر فصیل پر کود گئے۔ اور تلواریں سونت سونت کر راجپوتوں پر اس طرح جا ٹوٹے جس طرح بھیڑیئے بھیڑوں کے گلوں پر جا پڑتے ہیں۔

ان کی خارا شگاف تلواروں نے راجپوتوں کو نرم گھاس کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ فصیل کے اوپر قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔

راجپوت بھی پل پڑے انہوں نے بھی چوڑے چوڑے کھانڈے کھینچ لیے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آکر جرأت و ہمت سے لڑنے لگے۔

اول تو مسلمان بہت ہی کم تعداد میں فصیل پر پہنچے تھے۔ دوسرے ان کی آمد بڑی مدہم تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ چند ہی کمندیں اور سیڑھیاں کنگوروں میں پھنسی تھیں جن کے ذریعہ سے وہ چڑھ کر فصیل پر کود رہے تھے۔ اور راجپوت فصیل پر بے شمار تھے اس لیے جو مسلمان پر فصیل پر پہنچ جاتے تھے۔ وہ داد جوانمردی دے کر اور پانچ پانچ سات سات راجپوتوں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو جاتے تھے۔

لیکن چونکہ ان کی آمد برابر جاری تھی۔ اس لیے راجپوتوں کے قتل اور مسلمانوں کی شہادت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔

راجپوت مسلمانوں کو فصیل پر آتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور فصیل توڑے جانے کی آواز بھی سن رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی قوت اور ان کی بہادری کے قائل ہوتے جاتے تھے۔ دن اس قدر ڈھل گیا تھا کہ تیسرا پہر آگیا تھا۔ آج مسلمان فجر کی نماز ادا نہ کر سکے تھے وہ ایسے لڑائی میں مصروف تھے اور قلعہ میں داخل ہونے کی جد و جہد میں کچھ ایسے مشغول تھے

Marfat.com

کہ انہیں وقت کا خیال ہی نہ ہوا۔ ان کے مدنظر قلعہ پر قبضہ کرلینا تھا۔ اور اسی کوشش میں لگے تھے۔

یہ مسلمانوں کی ہی جرأت و ہمت تھی کہ سومنات کے لوہالاٹ قلعہ کی فصیل کو توڑ رہے تھے۔ اور اس کی سربفلک چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور اس لیے ان حیرت انگیز کاموں میں مصروف تھے۔ جس کی جرأت ان سے پہلے کسی کو نہ ہوئی تھی

چونکہ راجپوت بہادر قوم ہے اس لیے وہ مسلمانوں کو جی داری دلیری اور جرأت پر عش عش کر رہی تھی۔

مسلمان برابر فصیل پر کود رہے تھے۔ اور نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے فصیل پر خون کے پرنالے بہا دیئے تھے لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ راجپوتوں کی صفوں کی صفیں الٹ دی تھیں۔ لیکن خود مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہو رہا تھا۔ جو مسلمان فصیل پر پہنچ جاتا تھا اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی تھی

لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ مرنا اور مارنا ہی ان کا نصب العین ہے اس لیے بے دھڑک جنگ کر کے دشمنوں کو اس وقت تک قتل کرتے رہتے تھے۔ جب تک ان کے ہاتھ میں تلوار اور جسم میں لڑنے کی طاقت باقی رہتی تھی۔ اور جب شدید طور پر مجروح ہو جاتے تھے۔ تو گر پڑتے تھے۔ اور ان بے بس مسلمانوں کو راجپوت قیمہ کر ڈالتے تھے۔

غرض جنگ اسی اسلوب پر ہو رہی تھی۔ کہ رفتہ رفتہ آفتاب حجلہ مغرب کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس کی آخری کرنیں سمٹ سمٹ کر غائب ہونے لگیں۔ مشرق کی طرف سے اندھیرا بڑھ کر پھیلنے لگا۔ اس وقت سلطان نے مسلمانوں کو واپس لوٹ آنے کا اشارہ کیا۔ التونتاش نے فوراً مجاہدین کو واپس آنے کی اطلاع کرادی۔ اور مسلمان فصیل سے نیچے اتر اتر کر جلد گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ سب نے ملکہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور واپس لوٹے۔

راجپوتوں نے ان پر پھر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ لیکن مسلمان کسی نہ کسی طرح انکے نرغے سے نکل ہی آئے۔ اسطرح یہ شدید حملہ کچھ کامیاب نہ ہوا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ راجپوتوں پر مسلمانوں کی دھاک قائم ہوگئی اور وہ ان کی بہادری اور جرأت کے قائل ہوگئے۔

اس جنگ میں پانچ ہزار راجپوت اور ساڑھے تین سو مسلمان مارے گئے۔

Marfat.com

سفاک انسان

اور راجاؤں اور مہاراجاؤں کے ساتھ سکھدیو بھی ایک برج میں بیٹھا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب دن چھپ گیا۔ اور مسلمان واپس لوٹ گئے۔ تب اوروں کے ساتھ وہ بھی اٹھا۔ اور اپنی قیام گاہ کی جانب روانہ ہوا۔

اس وقت رات ہو گئی تھی۔ اور ہر طرف اندھیرا پھیل گیا تھا۔ وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ کسی کے قدموں کی چاپ ہوئی۔ آواز اس کے پشت کی طرف سے آئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ایک آدمی نہایت احتیاط سے دبے قدموں چلا آرہا تھا۔ سکھدیو نے للکار کر پوچھا "کون ہے"۔

آنیوالے نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ جس آہستگی سے آرہا تھا۔ آتا رہا۔

سکھدیو کو خیال ہوا کہ شاید کوئی راہ رو ہے یا سرکاری ملازم ہے اور قصر شاہی میں جا رہا ہے وہ راستہ سے ایک طرف ہٹ کر ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا۔ جہاں دور کی روشنی کا عکس پڑ رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ جب آنے والا بڑھ جائے گا۔ تب وہ چلے گا۔ لیکن آنیوالا سیدھا اس کی طرف آیا۔ اور سامنے کھڑا ہو کر بولا "آپ مجھ سے کتراتے ہیں"۔

سکھدیو اس کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا "۔ او ہ تم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

آنیوالے نے سنجیدگی سے کہا "بلمل ہمیں ا پہچان لیا مجھے آپنے۔

سکھدیو ـــــ آواز ہی سے پہچان لیا۔

سکھدیو کے چہرہ پر روشنی کا عکس پڑ رہا تھا۔ اور نوارد کا چہرہ اندھیرے میں تھا۔ نوارد نے کہا۔ اسی لیے آپ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سکھدیو نے قدرے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ میرا چہرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر نہیں میرا چہرہ زرد پڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔

نوارد ـــــ نہیں۔ میں تو نہیں ہوں نہ ملک الموت ہوں۔ ایک انسان ہوں۔ وہ انسان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سکھدیو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اس بات کا ذکر نہ کرو تو اچھا ہے۔

نوارد ـــــ شاید اس تذکرہ سے آپکے دل کو تکلیف پہنچتی ہے۔

سکھدیو ـــــ ہاں۔

نوارد نے جوش و غضب کے لہجہ میں کہا۔ سنگدل اور دغاباز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیرے دل کو

Marfat.com

تکلیف پہنچ سکتی ہے .... تو .... سکھدیو نے عاجزی سے کہا۔ موہن سنگھ سنبھلو سوچو! یہ عام راستہ ہے یہاں لوگوں کی آمد و رفت ہے ایسے مقام پر اور ایسی گفتگو .... نوارد نے ذرا تیز لہجہ میں کہا۔ کیا میں تیری عزت کا پاس کروں ایک سفاک۔ بے رحم اور ظالم کی عزت کا۔ ادھر دیکھ میری طرف .... بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ سکھدیو نے ہاتھ جوڑ کر کہا شور نہ کرو۔ میری ایک بات ٹھنڈے دل سے سن لو!

موہن —— کہہ ڈال۔

سکھدیو —— یہاں نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔

موہن —— کہاں چلوں۔ تیرے جائے قیام پر تاکہ تو ....

سکھدیو —— نہیں میرے جائے قیام پر نہیں۔ میں جانتا ہوں اب تمہیں میری کسی بات کا یقین نہ آئیگا۔

موہن —— پھر کہاں۔

سکھدیو —— شاہی باغیچہ میں۔

موہن —— تاکہ تم مجھے وہاں پکڑوا دو۔ اور شاہی باغیچہ میں گھسنے کا الزام لگا کر مجھے پھانسی پر لٹکوا دو۔

سکھدیو —— سوچو کیا میں ایسی جرأت کر سکتا ہوں۔ اگر میں تمہیں پکڑوا دوں۔ تو تمہاری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ مجھے تباہ کرا سکتا ہے۔
تمہارے تختۂ دار پر لٹکنے سے پہلے جلاد کی تلوار میرے سر کا فیصلہ کر ڈالے گی۔

نوارد —— میں سمجھتا ہوں۔

سکھدیو —— پھر یہ بے اعتباری کیوں ہے؟

نوارد —— اس لیے کہ شاید تم نے کوئی اور فریب سوچا ہے۔

سکھدیو —— میں اور تم وہاں دو ہی آدمی ہوں گے تیسرا کوئی نہ ہوگا۔ اسی لیے میں نے اس جگہ کو پسند کیا ہے۔ بولو چلتے ہو۔

موہن —— مگر تمہیں کہنا کیا ہے۔

سکھدیو —— تمہاری غلط فہمی دور کرنی ہے۔

Marfat.com

موہن نے پھر غصہ میں آکر کہا۔ غلط فہمی، دغا باز کتے! میں فریب کا شکار ہوا تھا۔

سکھدیو نے پھر انتہائی عاجزی سے کہا۔ موہن سنگھ پرماتما کے لیے غل نہ مچاؤ۔ تمہارا غصہ اگر برباد کردے گا۔ تو تمہیں بھی کورا نہ چھوڑے گا۔ اگر میں گرفتار ہو گیا تو تم بھی گرفتار ہو جاؤ گے۔ میرے جرم میں تم بھی تو شریک تھے۔ جو سزا مجھے ملیگی وہی تمہیں بھی ملے گی۔ سنجیدگی سے غور کرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں یا غلط۔

موہن کچھ نرم پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ نہیں تم غلط نہیں۔ تم غلط نہیں سچ کہہ رہے..... ہو...... اچھا چلو۔

دونوں خاموشی سے روانہ ہوئے۔ لیکن چونکہ دونوں ایک دوسرے سے خائف تھے اس لیے کوئی کسی کو پیچھے نہ ہونے دیتا تھا۔ نہ کوئی کسی کے آگے چلتا تھا۔ دونوں برابر برابر ایک دوسرے کو دزدیدہ نظروں سے دیکھتے اور تلواروں کے قبضوں پر اس طرح ہاتھ رکھے کہ ضرورت کے وقت فوراً انہیں نکال کر کام میں لاسکیں چل رہے تھے۔

دونوں ایک خفیہ دروازہ سے شاہی باغیچہ میں داخل ہوئے سکھدیو نے کہا۔ یہ جگہ امن کی ہے اب اطمینان سے باتیں ہم کریں گے۔

موہن سنگھ کا لہجہ پھر تیز ہو چلا۔ اس نے درشتی سے کہا امن اور اطمینان کی ضرورت نہیں ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں.......!

سکھدیو نے بظاہر اطمینان سے قہقہہ لگایا۔ حالانکہ اس کی آواز میں لرزش تھی اور کہا۔ دشمن....... نہیں ہم دشمن نہیں ہیں۔

موہن سنگھ —— کیا یہ دشمنی کی دلیل نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے خوف زدہ ہیں ہم دونوں نے ہاتھ تلواروں کے قبضہ پر رکھے ہوئے ہیں۔

سکھدیو نے تلوار کے قبضہ پر سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ تم نے سچ کہا لیکن اب ہمیں دشمنوں کی طرح نہیں بلکہ دوستوں کی طرح باتیں کرنی چاہئیں۔

موہن سنگھ —— لیکن مجھے زیادہ باتیں کرنے کی فرصت نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ جب کہ میں نے تمہارے کہنے کے بموجب....... سکھدیو نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ پرماتما کے لیے چپ رہو۔ جس واقعہ نے راز کی صورت اختیار کر لی ہے اسے اپنی زبان سے نہ کھولو۔

Marfat.com

موہن سنگھ — تب مجھے بتاؤ کیوں تم نے میرے ساتھ فریب کیا۔ کیوں مجھے جلادوں کے سپرد کیا گیا۔ اور کیوں میری جان لینے کی کوشش کی گئی۔

سکھدیو — تم جانتے ہو کہ میرے ایک خادم کا نام بھی موہن سنگھ ہے۔

موہن سنگھ — ہاں جانتا ہوں۔

یہ دونوں گفتگو کرتے ہوئے سمندر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ اس باغیچہ کا کچھ حصہ سمندر کے کنارے پر واقع تھا لیکن وہ سطح سمندر سے بیس اکیس فٹ بلند تھا۔

سکھدیو — تب سنو اور سمجھو کہ میں نے اپنے خادم کے قتل کا حکم دیا تھا لیکن بیہودہ، بدتمیز اور بدعقل ملازموں نے اس کے بجائے تمہیں پکڑ لیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں تمہیں زندہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا ....

موہن سنگھ نے غضبناک ہو کر کہا۔ خوش ...... خوشی تو تمہارے چہرے ہی سے ٹپک پڑی تھی میری آواز سنتے ہی تمہارا منہ فق پڑ گیا تھا۔

سکھدیو — یہ سچ ہے۔ میں دفعتہ اس لیے گھبرا گیا تھا کہ تم جو بیگناہ اور بغیر میرے حکم منشاء کو سمجھے ہوئے لیجائے گئے تھے۔ جب مجھ پر الزام لگاؤ گے تو میں اس کا کیا جواب دونگا ......

موہن سنگھ۔ ذرا خیال کرو اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تمہارے سپرد وہ کام کیوں کرتا۔ جس کی وجہ سے میری عزت اور زندگی خطرہ میں تھی۔ یہ میرے ملازموں کا قصور ہے ان کی خطا ہے۔ میں انہیں سزا دوں گا۔ نہایت سخت اور بڑی عبرتناک سزا۔

اب یہ دونوں لوہے کے پھاٹک پر آ کر رکے اس پھاٹک میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ شاہی خاندان کے افراد اکثر یہاں آ کر لوہے کی سلاخوں میں سے جھانک کر سمندر کی سیر کا لطف اٹھایا کرتے تھے۔

اس پھاٹک کی سلاخیں لوہے والی تھیں۔ جب چاہتے اوپر کے حصہ کو نیچے گرا سکتے تھے۔ سکھدیو نے سمندر کی طرف دیکھ کر کہا۔ اف کس قدر اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔ سمندر سے آسمان تک سیاہ چادر تنی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہوا کیسی خوشگوار آ رہی ہے۔ ٹھہرو میں سلاخیں جھکا دوں۔

یہ کہتے ہی اس نے اندھیرے میں کوئی کل دبائی اور پھاٹک کے اوپر کی سلاخیں نیچے گئیں۔ صرف ناف تک جنگلہ باقی رہ گیا۔

موہن نے کہا۔ سکھدیو مجھے یقین نہیں آتا تم نے میری جان لینے کی کوشش کی تھی۔

Marfat.com

اورسانس لیے۔ ...... میں تمہیں آج ہرگز بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔

سکھدیو ــــ آخر تمہیں دنیا میں کسی کا یقین بھی ہے ...... ہاں خوب یاد آیا کامنی کی بات کا تم یقین کرتے ہو۔

موہن سنگھ کو سکھدیو کی بہن کامنی سے محبت تھی۔ اس نے کہا بیشک دنیا میں ایک ہی ہستی ایسی ہے۔ جس کا میں یقین کر سکتا ہوں۔

سکھدیو ــــ تب ہم دونوں اس کے پاس چلیں گے اور وہ تمہارا اطمینان کردیگی۔

موہن سنگھ ــــ مجھے منظور ہے۔

سکھدیو ــــ دیکھو کیسی فرحت بخش ہوا آرہی ہے۔

اس نے جنگلہ سے جھانک کر دیکھا اور دفعتہً بولا۔ ایں یہ سرخ سرخ کیا چیز چمک رہی ہے۔ کہیں مسلمان تو کوئی کشتی لے کر اس طرف نہیں آگئے۔

موہن سنگھ نے بھی جھانک کر دیکھا۔ سکھدیو نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ موہن سنگھ کو اٹھا کر سمندر میں دھکیل دیا۔ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ موہن کے پانی میں گرنے کی آواز آئی۔

سکھدیو نے فاتحانہ قہقہہ لگا کر کہا۔ اس وقت نہیں مرا تھا تو اب مر۔ یہ کہتے ہی اس نے پھر کل دبائی۔ اور پھاٹک کے نیچے گری ہوئی سلاخیں پھر اپنی جگہ پہ آگئیں۔ سکھدیو فوراً اس جگہ سے نہایت خاموشی اور آہستگی کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

Marfat.com

تیسواں باب

چالاک بھائی بہن

سکھدیو نہایت خوش تھا۔ ایسا خوش جیسے اس نے کسی بڑے دشمن کو ٹھکانے لگا دیا ہو۔ وہ باغیچہ سے نکل کر اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ جوں ہی وہ اپنے خاص کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کی نگاہ کامنی پر پڑی۔ کامنی نے بھی اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔

چونکہ کمرہ میں تیز روشنی ہو رہی تھی۔ اس لیے ایک نے دوسرے کے چہرہ کو دیکھ کر اس کی حالت کو بھانپ لیا۔ کامنی کچھ افسردہ تھی۔ اور سکھدیو خرم و مسرور تھا۔

کامنی نے کہا۔ تم آ گئے بھیا۔

سکھدیو نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ہاں میں آ گیا۔

کامنی —— بڑے خوش ہو۔ کیا بات ہے۔ کیا ہاتھ آ گیا۔

سکھدیو —— تم جیسی بہن کو بھی دیکھ کر خوش نہ ہوں کامنی۔ لیکن تم کچھ دل گرفتہ معلوم ہوتی ہو کیا وجہ ہے۔

کامنی —— میں .... ہاں میں ملول و حزیں ہوں۔ شاید دل گرفتگی میری قسمت ہی میں لکھی ہے۔

سکھدیو —— آخر کیوں؟

کامنی —— جب سے تمہاری سازش میں شریک ہوئی ....

سکھدیو —— سازش کے ذکر کو رہنے دو۔ کیا سنا نہیں کہ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔

کامنی —— سنا ہے اور جانتی ہوں مگر تمہیں سمجھانے کے لیے ....

سکھدیو —— صرف اشارہ ہی کافی ہے۔ کیا کوئی نئی بات ہو گئی ہے!

کامنی —— ہاں۔

Marfat.com

سکھدیو ــــ کیا؟

کامنی ــــ تم تو کہتے تھے بھیّا کہ موہن سنگھ کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

سکھدیو ــــ مجھے ایسی ہی اطلاع ملی تھی۔

کامنی ــــ لیکن وہ زندہ ہے۔

سکھدیو ــــ مجھے بھی آج ہی ایسی ہی اطلاع ملی ہے

کامنی ــــ اس نے مجھے دھمکی دی ہے۔

سکھدیو ــــ کیا!

کامنی ــــ یا تو میں اس کی بات مانوں ورنہ وہ مجھے اور تمہیں دونوں کو گرفتار کرا دے گا۔

سکھدیو نے غضب ناک ہو کر کہا۔ ذلیل اور نمک حرام کتا!

کامنی ــــ آپ نے اس پر اعتماد کیوں کیا؟

سکھدیو ــــ سچ ہے کامنی میں نہ جانتا تھا کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے ......

کامنی شرما گئی۔ اس کی بھولی بھالی نگاہوں میں حیا گھل گئی۔ سکھدیو نے بات کو ٹالنے کے لیے کہا۔ لیکن اب کوئی اندیشہ نہیں رہا ہے:

کامنی نے پرشوق نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا وہ رضامند کر لیا گیا ہے۔

سکھدیو ــــ نہیں بلکہ اس کی زبان بندی کر دی گئی ہے۔

کامنی ــــ آخر کس طرح؟

سکھدیو ــــ اس وقت یہ بات بتانی مناسب نہیں ہے۔ ایک دن از خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

کامنی ــــ لیکن میں اس سے ڈرنے لگی ہوں بھیّا۔ اس کا سامنا ہوتے ہی میں کانپ گئی تھی۔

سکھدیو ــــ اطمینان رکھو اب وہ تمہارے سامنے نہ پڑے گا۔

کامنی ــــ مسلمانوں نے آج بھی غضب کا حملہ کیا۔

سکھدیو ــــ بیشک انہوں نے جان لڑا دی۔ وہ قلعہ پر چڑھ ہی آئے تھے۔ وہ تو ہماری جمعیت فصیل پر بہت کافی تھی۔ اس لیے وہ مجبور ہو گئے۔

Marfat.com

کامنی ـــــ نہیں بلکہ دن چھپ گیا اس لیے واپس لوٹ گئے۔

سکھدیو ـــــ بات یہ بھی ہوئی مسلمانوں کی قوم نہایت جنگجو اور بڑی بہادر ہے کمبخت ایسا جی توڑ کر لڑتے ہیں کہ ان کا مقابلہ دشوار ہو جاتا ہے۔

کامنی ـــــ اس ہنگامہ میں تم نے ہارون کو تو نہیں دیکھا تھا۔

سکھدیو ـــــ میں نے بڑا غور کیا۔ خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ لیکن وہ نظر نہیں آیا۔ شاید سلطان کے ساتھ ہوگا۔

کامنی ـــــ سنا ہے کہ سلطان کو اس سے بڑی محبت ہے۔

سکھدیو ـــــ میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے۔

کامنی نے از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ وہ ہے بھی اس قابل سکھدیو نے حیرت اور غصہ بھری نگاہوں سے کامنی کو دیکھا۔ کامنی سمجھ گئی کہ اس سے سخت غلطی ہو گئی ہے ایک راعیت کے سامنے ایک مسلمان کی تعریف کرنا نہایت ہی نامناسب بات ہے۔ اس نے کہا۔ لیکن اس کا زندہ رہنا خطرناک ہے۔

سکھدیو ـــــ نہایت خطرناک۔ لیکن یہ بھی فکر ہے کہ اس تک دسترس کیسے ہو۔

کامنی ـــــ اگر دوران جنگ نہ ہوتا تو اس کا پھانس لینا کیا بڑی بات تھی۔

سکھدیو ـــــ کس طرح ؟

کامنی ـــــ کسی حسین و جمیل چھوکری کو بھیج دیا جاتا۔ اور وہ اسے فریب دے کر لے آتی۔

سکھدیو ـــــ بات تو معقول ہے۔ دیکھو اس امر پہ غور کروں گا۔

کامنی ـــــ لیکن اگر وہ تمہارے ہاتھ آ گیا۔ تو تم کیا کرو گے۔

سکھدیو ـــــ فوراً قتل کرا دوں گا۔

کامنی کے دل پر چوٹ سی لگی۔ اور اس کا چہرہ فق پڑ گیا لیکن اس نے فوراً ہی کہا۔ چاہیئے تو ایسا ہی۔ لیکن جب تک سلطان واپس نہ چلا جائے۔ اس وقت تک اس کا قتل کرنا بھی نامناسب ہوگا۔

سکھدیو ـــــ مگر کامنی! وہ میرے ہاتھ آسانی سے آنے ہی کیوں لگا۔ جبکہ وہ سلطان کو منظور نظر اور مسلمانوں کا محبوب ہے کس طرح وہ ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے

کامنی ـــــ ابھی چند روز توقف کرو۔ پھر میں اس کی کوئی تدبیر سوچوں گی۔

Marfat.com

سکھدیو ــــ اب اگر کسی طرح سلطان واپس لوٹ جائے۔ یا ہزیمت اٹھا کر بھاگ جائے۔ تو سب کام درست ہو جائیں۔

کامنی ــــ مگر سنتی ہوں سلطان دھن کا پورا ہے۔ یوں تو وہ واپس لوٹے گا نہیں۔ اور اگر اسے شکست ہو گئی تو پھر انتقام لینے کے لیے حملہ کرے گا۔

سکھدیو ــــ یہ ابھی اگر ایک دفعہ یہاں سے شکست کھا کر بھاگ جائے تو پھر اسطرف آنے کا حوصلہ ہی نہ ہو گا۔ تم نہیں جانتی ہو راستہ کس قدر دشوار گذار ہے۔ مجھے یہ بھی حیرت ہے کہ وہ ڈیڑھ سو میل کے لق و دق میدان کو کیسے طے کر کے آیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا اب تم جاؤ کامنی۔

کامنی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور بس موہن سنگھ کی طرف سے بالکل مطمئن رہوں۔

سکھدیو ــــ ہاں مطمئن رہو۔ اب وہ تمہیں یا مجھے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

کامنی چلی گئی۔ سکھدیو نے آہستہ سے کہا ؛ میں کامنی کو بڑی سیدھی بھولی اور معصوم سمجھتا تھا۔ لیکن اس میں تو بڑی چالاکی آ گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہارون کو بچانا چاہتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میں وجہ سمجھتا ہوں اگر وہ میرے ہاتھ آ گیا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اس نے دانت پیس کر کہا ؛ میں اس کے فوراً ہی ٹکڑے اڑا دوں گا۔ نہ معلوم اس میں کیا خوبی ہے۔ جو ہر وہ لڑکی جو اسے دیکھتی ہے اس پہ فدا ہو جاتی ہے۔ چندر موہنی اسے چاہتی تھی۔ کامنی بھی اس کی طرف مائل ہے کیا ایک راجپوت کا خون کھولانے کے لیے یہ کچھ کم بات ہے۔

ابھی وہ اسی قدر سوچنے اور کہنے پایا تھا کہ ایک خادم نے حاضر ہو کر کہا۔ بلبیر چندر حاضری کی اگیا (اجازت) چاہتا ہے۔

سکھدیو نے نظر اٹھا کر خادم کو دیکھتے ہوئے کہا کہ خادم چلا گیا۔ اور ایک جوان العمر جسیم آدمی کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کا نام بلبیر چندر تھا۔ اس نے آتے ہی نہایت ادب سے سکھدیو کو سلام کیا۔ سکھدیو نے کہا بیٹھو بلبیر چندر تمہارے چہرہ سے وحشت برس رہی ہے آخر کیوں۔

بلبیر چندر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ حضور وہ فرار ہو گیا۔

سکھدیو ــــ کون موہن سنگھ۔

بلبیر چندر ــــ جی ہاں۔

Marfat.com

سکھدیو ـــ تم نے کیا اس کی نگرانی کی۔

بلبیر چندر ـــ نگرانی کی نہ پوچھئے۔ بڑا سخت پہرہ تھا۔

سکھدیو ـــ پھر کیسے وہ فرار ہوا۔

بلبیر چندر ـــ پرماتما ہی جانے۔ میں بڑا فکرمند ہوں۔

سکھدیو ـــ فکر نہ کرو۔ وہ میرے پاس آیا تھا۔

بلبیر چندر ـــ کب۔

سکھدیو ـــ ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔

بلبیر چندر ـــ غضب ہوگیا۔ کیا حضور نے پھر اسے گرفتار کر لیا۔

سکھدیو ـــ نہیں۔

بلبیر چندر ـــ پھر کہاں گیا وہ؟

سکھدیو ـــ وہاں جہاں اسے جانا چاہیئے تھا۔

بلبیر چندر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا آخر کہاں گیا۔

سکھدیو ـــ موت کی گود میں۔

بلبیر چندر ـــ کیسے۔

سکھدیو نے تمام روئیداد سنادی۔ بلبیر چندر کی پژمردگی اور وحشت دور ہوگئی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا اور خوش ہوکر کہا بہت خوب کیا آپ نے۔ ورنہ وہ نہ معلوم کس کس کو نقصان پہنچاتا۔ کسے کسے گرفتار اور قتل کرا دیتا۔ اب ایک خطرہ اور رہ گیا ہے۔

سکھدیو ـــ وہ کس کا؟

بلبیر چندر ـــ دھرمپال کا۔

سکھدیو ـــ مگر وہ تو گرفتار ہے۔

بلبیر چندر ـــ اور جس وجہ سے وہ گرفتار ہے اسے بھی آپ جانتے ہیں۔

سکھدیو ـــ جانتا ہوں۔

بلبیر چندر ـــ اور یہ بات بھی آپ کو معلوم ہے کہ وہ بڑا جوتشی اور نجومی ہے۔

سکھدیو ـــ ہاں معلوم ہے۔

بلبیر چندر ـــ تب وہ اپنے علم سے کچھ معلوم کر کے مہاراجہ کو بتا دے گا۔ اور مہاراجہ۔۔

Marfat.com

سکھدیو نے مضطرب ہو کر کہا۔ اوہ اس بات کا مجھے خیال ہی نہیں ہوا تھا۔ پھر کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس کے محافظوں سے مل کر اسے قتل کرا دوں۔

بلبیر چندر ـــــ یہ بات ناممکن ہے۔ اس کے محافظوں کو اس سے اس قدر ہمدردی ہے۔ کہ وہ ہرگز بھی کسی لالچ میں نہ آئیں گے۔

سکھدیو نے استفہامیہ نظروں سے بلبیر چندر کو دیکھتے ہوئے کہا:

"تب ...."

بلبیر چندر ـــــ صرف ایک ہی بات میرے ذہن میں آئی ہے۔

سکھدیو ـــــ کیا؟

بلبیر چندر ـــــ مہاراجہ اس سے سخت ناخوش ہو گئے ہیں۔ انہیں اس کی جانب سے اور مشکوک کر کے اسے قتل کرنے کا حکم حاصل کر لیجیے۔

سکھدیو ـــــ یہ ذرا مشکل امر ہے۔

بلبیر چندر ـــــ کوشش تو کیجیے۔

سکھدیو ـــــ میں اسی وقت مہاراجہ سے ملوں گا۔

بلبیر چندر ـــــ تب یقین ہے یہ کانٹا بھی نکل جائے گا۔

بلبیر چندر چلا گیا۔ اور سکھدیو مہاراجہ کے پاس جانے کی تیاری میں مصروف ہوا۔

راجپوتوں کا عزم

مہاراجہ سومنات تمام دن برج میں بیٹھے جنگ کا نظارہ کرتے رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ کس جوش سے مسلمانوں نے حملہ کیا تھا اور کس استقلال سے تیروں اور پتھروں کی بارش میں جمے رہے تھے۔ اور نہ صرف جمے رہے تھے بلکہ آگے بڑھ کر فصیل کے نیچے پہنچ گئے تھے۔ اور آلات نقب زنی کے ذریعہ سے فصیل توڑنے لگے تھے۔ پھر کچھ جیالے کمندیں اور ریشمین سوت کی سیڑھیاں کنگوروں میں پھنسا کر اوپر چڑھ گئے تھے اور کس جرأت و دلیری سے لڑے تھے۔

وہ نہایت غور سے ان واقعات کو دیکھتے رہے تھے۔ جب دن چھپنے کے بعد انہیں خبر دی گئی کہ آج کی جنگ میں پانچ ہزار راجپوت مارے گئے۔ اور دو ڈھائی ہزار زخمی ہوئے تو انہیں بڑا افسوس اور ملال ہوا۔ ساتھ ہی جب انہوں نے یہ بھی سنا کہ مسلمان کل ساڑھے تین

Marfat.com

سو ہی قتل ہوئے ہیں تو اسے بھی رنج وفکر ہوا۔ اس قدر غم واندوہ ہوا کہ بھوک نہ لگی کھانا بھی نہ کھایا۔

کچھ رات گئے انہوں۔ نے تمام راجاؤں اور مہاراجاؤں کو دربار خاص میں طلب کر لیا۔ مہاراجہ سومنات اکثر رات ہی کو دربار کیا کرتے تھے۔ رات ہی کو کچہری کرتے تھے اور ہر معمولی یا غیر معمولی یا ضروری دربار اور کچہری دربار خاص میں ہی اس وقت ہوتی تھی۔ جب سومنات کے بت کو غسل دیا جاتا تھا۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ روزانہ گنگا کا پانی آتا تھا۔ اور دن چھپنے کے کچھ عرصہ کے بعد سومنات کو غسل دیا جاتا تھا۔

چنانچہ آج بھی جب سومنات کو غسل دیا جا چکا تب دربار خاص منعقد ہوا۔ اور جب وہ راجہ اور مہاراجہ آ گئے۔ جنہیں مدعو کیا گیا تھا تو مہاراجہ سومنات نے کہا۔

۰ آج آپ سب اصحاب نے دیکھا ہوگا۔ کہ مسلمانوں نے کس جیالے پن، کس دلیری اور کس جوش سے حملہ کیا اور کس استقلال سے مرد میدان بنے۔ تیروں اور پتھروں کی بارش میں ڈٹے رہے کس طرح بڑھ کر فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ اور کس طرح فصیل توڑنے کی کوشش کی۔ اگر فصیل مضبوط نہ ہوتی تو وہ ضرور اس میں اس قدر شگاف پیدا کر لیتے۔ جس میں سے کم سے کم ایک گھوڑا سوار بہ آسانی گذر سکے لیکن فصیل کی مضبوطی نے قلعہ کو فتح ہونے سے بچا لیا۔ پھر جس بیباکی اور ہمت سے وہ فصیل پر پہنچے اور لڑے سچ پوچھو تو وہ انہیں کا حصہ تھا۔

سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ آج پانچ ہزار جوانمرد راجپوت مارے گئے اور سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ مسلمان صرف ساڑھے تین سو ہی کام آئے۔

اگر یہی لیل و نہار رہے، اگر جنگ اسی طرح ہوتی رہی اور بہادر راجپوت اسی طرح قتل ہوتے رہے۔ تو یقیناً مسلمان فتح یاب ہو جائیں گے اور مقدس مقام جو ہندوستان بھر کے ہندوؤں کا تیرتھ گاہ ہے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائیگا۔

آپ نے سنا ہوگا۔ سلطان محمود جس مقام کو فتح کرتا ہے اسے تاراج کر ڈالتا ہے یہ قلعہ۔ شہر اور مندر بھی تاراج کر ڈالے جائیں گے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ہمارا دیوتا بھی باقی رکھا جائیگا یا ملکش سلطان کا گرز اس کے ٹکڑے اڑا دے گا!

Marfat.com

یہاں پہنچ کر مہاراجہ کی آواز بھاری ہو گئی۔ رنج و قلق نے اس کا گلا دبا دیا۔ اور وہ آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ ایک مہاراجہ نے اٹھ کر پر جوش لہجہ میں کہا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ظالم و پاپی سلطان قلعہ کو فتح کرے شہر کو ویران کر دے۔ مندر کو تاراج کر ڈالے اور ہمارے محترم و معظم اور با عظمت و جلال دیوتا سومنات جی کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ یقین جانیے ایسا ہونے سے پہلے دیوتا سومنات جی مسلمانوں کو بھسم کر ڈالیں گے۔

مہاراجہ نے یاس بھرے لہجہ میں کہا۔ میں بھی ایسا ہی سمجھ رہا ہوں لیکن اب کچھ ناامیدی ہونے لگی ہے۔ یا تو ہمارے اعتقادات میں فرق آ گیا ہے۔ یا دیوتاؤں میں وہ عظمت و جلال باقی نہیں رہے جن کا تذکرہ پرانوں، مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔"

دوسرا مہاراجہ یہ بات نہیں ہے ہم وہی ہیں ہمارے اعتقادات وہی ہیں۔ دیوتا وہی ہیں۔ ان کے عظمت و جلال وہی ہیں۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ جب دیوتا سومنات جی کو اپنا جلال ظاہر کرنے کا موقعہ ملے۔

مہاراجہ سومنات ـــــ وہ کب آئے گا۔ کیا مسلمان ہم پر حملے نہیں کر رہے ہیں۔ کیا دیوتا سومنات جی کے عقیدت مند مارے نہیں جا رہے کیا عورتیں بیوہ نہیں ہو رہی ہیں کیا بچے یتیم نہیں ہو رہے ہیں۔ یہی وقت تو ہماری سہاتیا (مدد) کرنے کا ہے۔

ایک راجہ ـــــ سہاتیا (مدد) ہوگی اور ضرور ہوگی۔ لیکن ابھی ہمارا امتحان لیا جا رہا ہے ہمارے صبر و ضبط کا ہمارے ہمت و استقلال کا۔ جب ہم امتحان میں پورے اتر جائیں گے۔ تب دیوتا ہماری مدد کریں گے۔

مہاراجہ سومنات ـــــ میں بھی یہی کہنے والا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم تعداد میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن جرأت و ہمت اور ضبط و استقلال میں ان سے کہیں کم ہیں۔ ہماری دون ہمتی یہ ہے کہ ہم زیادہ تعداد میں ہوتے ہوئے کم تعداد مسلمانوں سے ڈرے اور سہمے ہوئے قلعہ بند ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ میدان میں نکل کر حملہ کرتے اور فتح یا شکست سے ہم کنار ہو جاتے۔

دوسرا راجہ ـــــ یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا میرے بھائی نے بھی ٹھیک کہا کہ ہمارا امتحان لیا جا رہا ہے۔ لیکن ہم امتحان میں پورے نہیں اترے۔ بلکہ ہم نے محصور ہو کر اپنی بہادری، نیک نامی اور شہرت پر بدنما دھبہ لگا لیا ہے۔ بات تو جب ہی تھی۔ جب مسلمانوں

Marfat.com

کے آنے ہی قلعہ سے باہر نکل کر ان کے سامنے قیام کرتے اور ان سے کلہ بہ کلہ لڑتے۔

تیسرا راجہ —— اب بھی کیا بگڑا ہے ہمارے پاس اب بھی کافی لشکر ہے ہم اب بھی میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

مہاراجہ سومنات —— یہ کیسے ممکن ہے جب کہ راجکماری چندر موہنی کو مسلمان اٹھا کر لے گئے۔ اور راجپوتوں کے خون میں حرارت نہ آئی۔ انہوں نے اس قومی بے عزتی کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیا۔ اگر ان میں ذرا بھی عزت۔ تھوڑی بھی ہمت اور برائے نام بھی جرأت ہوتی تو میرے روکنے پر بھی نہ رکتے۔ اور مسلمانوں پر جا ٹوٹتے ان کی ہڈیاں توڑ ڈالتے۔ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دیتے۔ ان کا وجود مٹا دیتے اور یا پھر خود مٹ جاتے۔ خود مسلمانوں کی تلواروں سے ذبح ہو جاتے۔

ایک مہاراجہ —— آپ یہ صحیح فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ کو معلوم نہیں ہے کہ راجپوتوں کو کس قدر رنج ہے۔ ان میں کس قدر جوش ہے لیکن وہ مجبور ہیں اپنے جوش کو اس لیے دبا رہے ہیں کہ انہیں قلعہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

مہاراجہ سومنات —— مگر مجھ سے آج تک کسی نے یہ بات نہیں کہی۔

دوسرا مہاراجہ —— دراصل ہم سب آپ کی طرف دیکھتے رہے ہم سب آپ کی مدد کرنے آئے ہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کہنا یا کرنا نہیں چاہتے۔ آپ ہمیں حکم دیں پھر دیکھیں ہم کس طرح میدان میں نکل کر کس جوش سے مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں۔

مہاراجہ سومنات نے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا آپ سب میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔

ہر شخص نے بلند آواز سے کہا۔ جی ہاں ہم سب تیار ہیں۔

مہاراجہ سومنات —— اچھا اب آپ یہ غور کر لیں کہ کیا قلعہ سے باہر نکل کر حملہ کرنا مناسب ہے۔

ایک راجہ —— میرے خیال میں نامناسب بھی نہیں ہے۔

دوسرا راجہ —— اگر سچ پوچھو تو مسلمانوں کی ہمت اسی وجہ سے بڑھی ہوئی ہے کہ ہم انہیں دیکھ کر کچھوا بل میں گھس جاتا ہے۔ اگر ہم میدان میں نکل کر ان پر حملہ کر دیں تو وہ

Marfat.com

دب جائیں۔ پھر یا تو ان شرائط پر صلح کریں جو ہم پیش کریں۔ یا ڈر کر بھاگ جائیں۔

تیسرا راجہ ——— آپ نے یہ باتیں میری زبان سے چھین لیں میں بھی یہی کہنے والا تھا۔ ہمیں ضرور قلعہ سے نکل کر حملہ کرنا چاہیئے۔

پھر سب نے کہا یہی رائے ان سب کی ہے۔ میدان میں نکل کر حملہ کرنا ہی مناسب ہے"

مہاراجہ سومنات ——— تب تم سب آج رات کو تیاری کر لو۔ میرا ارادہ صبح سویرے ہی حملہ کرنے کا ہے۔ آپ سب اپنے اپنے لشکر لے کر قلعہ کے دروازہ پر آ جائیں۔

سب نے کہا۔ ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے۔

مہاراجہ سومنات ——— اچھا تو اب جائیے اور ہر سپاہی سے کہہ دیجیئے کہ مارنے یا مرنے کے لیے میدان میں نکلے۔ یا تو کل غروب والے آفتاب کی کرنیں مسلمانوں کی لاشوں پر پڑیں گی یا مردہ راجپوتوں پر۔ جنگ کا فیصلہ کل ہی کرنا ہوگا۔

سب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ دیوتاجی نے چاہا تو کل مسلمانوں ہی کی لاشوں پر سورج کی آخری کرنیں پڑیں گی۔

سب راجہ اور مہاراجہ رخصت ہو کر چلنے لگے۔ جب یہ لوگ جا رہے تھے اسوقت سکھدیو آ رہا تھا۔ وہ واقف کار راجاؤں مہاراجاؤں سے ملتا اور سلام کرتا مہاراجہ سومنات کے حضور میں پہنچا۔ اور نہایت ادب سے . . . . انہیں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

مہاراجہ نے کہا۔ خوب وقت پر آئے سکھدیو۔ آج کونسل نے یہ طے کر دیا ہے کہ صبح قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔

سکھدیو نے اظہار خوشی کر کے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "نہایت مناسب فیصلہ کیا ہے۔ میں بھی اس وقت یہی عرض کرنے حاضر ہوا تھا۔

مہاراجہ ——— بس تو تم بھی اپنا لشکر لے کر دن نکلنے سے پہلے دروازہ پر پہنچ جاؤ۔

سکھدیو ——— ایسا ہی ہوگا۔ میں ایک اور بات بھی عرض کرنے آیا تھا۔ مہاراجہ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کہو"

سکھدیو ——— مجھے اور تمام راجاؤں اور مہاراجاؤں کو دھرمپال پر بڑا غصہ ہے سب یہ چاہتے ہیں کہ اسے اس کی غداری کی کل ہی سزا ملے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے قتل کرنے کے بعد حملہ کیا جائے۔

Marfat.com

مہاراجہ نے انقطاعی لہجہ میں کہا۔ ابھی نہیں اسے الزام اس پر لگانے کے بعد جوابدہی کرنے اور صفائی دینے کا موقع دیا جائے گا۔ اور یہ بات جنگ کے فیصلہ کے بعد ہو گی۔

سکھدلیہ کو اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مہاراجہ اٹھ کر چلے گئے۔ وہ بھی بادلِ نخواستہ چلا آیا۔

Marfat.com

چوبیسواں باب

سلطانی تجویز

سلطان غازی محمود بھی اسلامی علم کے نیچے کھڑے شیرانِ اسلام کو تیروں اور پتھروں کی بے پناہ بارش میں سینہ سپر ہوتے اور موت کی پرواہ نہ کر کے بڑھتے اور فصیل پر چڑھ کر لڑتے دیکھ چکے تھے۔

مسلمانوں کا جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت دیکھ کر ان کے دل میں بھی حرارت پیدا ہو رہی تھی۔ وہ خود بھی یورش کر کے قلعہ کی فصیل پر پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں ان کے لشکر کے افسر جو سلطان کے سچے جان نثار اور ان کے پسینہ کی جگہ خون گرانے والے تھے انہیں روک رہے تھے۔

پھر بھی ایک مرتبہ جب فصیل پر چڑھے ہوئے مسلمانوں پر راجپوتوں نے یورش کی تھی تو انہیں ایسا جوش آ گیا تھا کہ وہ صفوں کو چیر کر بڑھنے لگے تھے۔ لیکن جانثارانِ خاص نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ "اعلیٰ حضرت ذرا توقف فرمائیں۔ شاہی خدام اور سلطانی جانثاروں کی دلیری دیکھ لیں۔ پُر جوش مجاہدین کو جانبازی کا موقع دیں۔ ابھی سلطان کے یورش کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔"

سلطان نے فرمایا تھا۔ راجپوت مسلمانوں پر یورش کر رہے ہیں۔ میرا خون میرے جسم میں جوشِ حرارت سے کھول رہا ہے میں کیسے اس بات کو گوارا کروں۔ کہ مسلمان شہید ہوں اور میں کھڑا تماشہ دیکھتا رہوں۔

حقیقت میں سلطان کو بڑا جوش آ گیا تھا۔ انہیں مسلمانوں سے بڑی ہمدردی اور محبت تھی۔ وہ حقیقی معنوں میں انہیں اپنی اولاد یا اپنا بھائی سمجھتے تھے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھی مجاہدین کے ساتھ فصیل پر چڑھ جائیں۔ اور راجپوتوں سے لڑ کر دادِ شجاعت دیں۔

Marfat.com

لیکن سلطانی خیر اندیشوں نے انہیں سمجھا بجھا کر ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور حملہ کرنے سے روک دیا۔

سلطان کا جوش و خروش دیکھ کر سلطان کے لشکر اور رسالہ خاص کے سواروں کو بھی جوش و غصہ آ گیا تھا۔ وہ بھی سر بکف ہو کر بڑھنا اور بڑھ کر فصیل پر پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن افسروں نے انہیں بھی اس کی اجازت نہ دی۔

دراصل سلطانی لشکر کے افسر یہ چاہتے تھے کہ التونتاش اور امیر علی خویشاوند کے دستے مصروف پیکار رہیں اور سلطانی لشکر الگ کھڑا رہے جس سے راجپوتوں کو خیال رہے کہ ابھی تو تھوڑے سے مسلمان ہی جنگ میں کود کر ان کا قافیہ تنگ کر رہے ہیں اگر کسی وقت سارا لشکر حملہ آور ہو گیا تو ان کو عافیت معلوم ہو جائے گی۔

ان کی یہ تدبیر نہایت مناسب رہی۔ راجپوت جو فصیل پر تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ بہت تھوڑے سے مجاہدین نے قلعہ پر دھاوا کیا تھا۔ اور باقی تمام لشکر پرا جمائے خاموش کھڑا تھا۔ وہ ان تھوڑے سے مسلمانوں کی بہادری اور جرأت دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ ان کے دلوں پر مسلمانوں کی دلیری کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔ کہ اگر سارا اسلامی لشکر قلعہ پر ٹوٹ پڑا تو ان کے ہاتھوں سے اس کا بچانا ناممکن ہو جائے گا۔

شام کے وقت جب جنگ بند ہوئی اور اسلامی دستے واپس لوٹے تو سلطان نے حکم دیا کہ آج تمام لشکر ایک ہی جگہ مغرب کی نماز ادا کرے۔

اس سے پہلے پانچ جگہ جماعت ہوتی تھی۔ ایک حاجب علی کے دستہ میں دوسری طرطان اور برطان کے دستہ میں۔ تیسری امیر علی خویشاوند کے دستہ میں۔ چوتھی التونتاش کے دستے میں اور پانچویں خود سلطان کے لشکر میں۔

چونکہ آج التونتاش امیر علی خویشاوند اور سلطانی لشکر مل گئے تھے۔ اس لیے ان تینوں لشکروں کے سپاہیوں نے دن چھپتے ہی گھوڑوں سے اتر کر وضو کیے۔ چند خوش الحان مجاہدوں نے مل کر پرزور آواز سے اذان دی تو ان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی سنانیان اسلام صف در صف خدائے بے نیاز کے دربار میں ہاتھ باندھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ غازی سلطان محمود اور ان کے لشکر کا ہر سپاہی حنفی مذہب کا پیرو تھا۔

Marfat.com

افسروں نے بڑھ کر صفیں ایسی سیدھی کر دیں کہ کہیں نام کو بھی خم نہ رہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمیشہ نماز کے وقت جماعت میں کسی صف میں ذرا سا بھی خم نہ ہے چنانچہ مسلمان اس بات کا خاص طور پر خیال اور لحاظ رکھتے تھے۔ لیکن اس زمانہ کے ہم مسلمان اس امر کا بھی لحاظ نہیں رکھتے ہیں۔

جمعۃ الوداع یا عیدین کی نماز میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ صفیں اس درجہ ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کہ ایک صف دوسری سے جا ملتی ہے لیکن کسی اللہ کے بندہ کو اس کا خیال نہیں ہوتا۔ اور اگر اس طرف لوگوں کو توجہ دلائی جاتی ہے تو وہ کاہل وجودی کے باعث اٹھ کر صفیں سیدھی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

مسلمان سن رکھیں یہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اور جو مسلمان اللہ اور اللہ کے رسول صلعم کی عدول حکمی کرتا ہے۔ اس کا ایمان کمل نہیں ہے مسلمان تو وہ ہے جو خدا اور خدا کے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کرے۔

مسلمانوں کی شان امتیازہی یہ ہے کہ وہ خدا اور خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کرے جس طرح انسان اشرف المخلوقات ہے اسی طرح مسلمان اشرف الامت ہے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ (مسلم) یعنی نماز میں صفوں کو سیدھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دیگا۔

تعجب ہے کہ اس صاف و صریح حدیث پاک کے ہوتے ہوئے مسلمان صفوں کو سیدھا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ضرورت ہے کہ ہر شخص صفیں سیدھی کرنے کی کوشش کرے۔ خدا ایسے لوگوں کو ثواب دے گا۔

غرض صفیں سیدھی ہو گئیں اور خود سلطان نے امام بن کر مغرب کی نماز پڑھائی۔

نماز پڑھ کر ہر دستہ اپنے اپنے جائے قیام پر پہنچ کر کھانے کے انتظام میں مصروف ہوا۔ چونکہ آج تمام دن مسلمان یا تو لڑتے رہے تھے یا کمر بستہ کھڑے رہے تھے۔ اس لیے انہیں دوپہر کا کھانا نصیب نہ ہوا تھا۔ ہر شخص کو بھوک لگ رہی تھی۔ اور ہر سپاہی چاہتا تھا کہ کھانا تیار مل جائے۔ تو وہ کھالے مگر جب کہ ہر شخص میدان جنگ میں پہنچ گیا تھا تو کون اور کس کس کے لیے کھانا تیار کرتا۔

Marfat.com

آخر سب نے خود ہی کھانا تیار کیا اور کئی کئی آدمیوں نے مل مل کر کھایا۔

عشا کی نماز کے بعد سلطان نے مشہور افسروں کو طلب کر کے کہا اس میں شک نہیں کہ آج مسلمانوں نے بڑی جی داری اور نہایت سرفروشی سے کام لیا۔ لیکن قلعہ پر رسائی پھر بھی نہ ہوئی۔ اگر اسی طرح جنگ ہوتی رہی تو بہت طول پکڑے گی اور ہم لڑائی کو طول دینا پسند نہیں کرتے۔ ایک تو رسد کی طرف سے فکر ہے۔ کہیں رسد ختم نہ ہو جائے اور مجاہدوں کو فاقہ کشی کرنی پڑے۔ دوسرے ہمارا دارالسلطنت سے زیادہ عرصہ تک دور اور غیر حاضر رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ کہیں سرحدی لوگ جو کافر ہیں پایہ تخت کو خالی دیکھ کر نہ چڑھ دوڑیں۔ تیسرے جوں جوں دیر ہوتی جاتی ہے۔ سومنات کے محصورین کو مدد پہنچتی جاتی ہے۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اس جنگ کا فیصلہ ہو جائے۔

التونتاش نے کہا۔ عالم پناہ نے جس بات کو آج ظاہر فرمایا ہے ہم خدامان سلطانی نے اسے پہلے ہی سے سوچ اور سمجھ لیا تھا۔ ہم سب اپنی مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں لیکن آج معلوم ہو گیا کہ فصیل اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا توڑنا آسان اور ہنسی کھیل نہیں۔ تقریباً ایک پہر کامل جوانمردوں نے اسے توڑ ڈالنے کی کوشش کی لیکن اتنا بھی رخنہ پیدا نہ کر سکے۔ جس میں بلی بھی گذر جائے۔ اور چونکہ کمندوں، اور سیڑھیوں کے ذریعہ سے تمام لشکر کا فصیل پر پہنچ جانا ممکن ہے اس لیے یہ طریقہ بھی کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔

امیر علی ـــــ میں دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں نے قلعہ پر رسائی حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت و مشقت کی۔ مگر کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

سلطان ـــــ یہ بات مابدولت بھی دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں کی جرأت و ہمت قابل داد تھی۔ لیکن سوچنا تو یہ ہے کہ کیا تدبیر کی جائے۔ جس سے قلعہ پر چڑھائی ممکن ہو۔"

التونتاش ـــــ اگر روغن نفت مل جائے تو قلعہ پر چھڑک کر آگ لگا دی جائے

سلطان ـــــ مگر مابدولت اسے پسند نہیں کرتے قلعہ مضبوط اور عمدہ ہے۔ اسے جلا ڈالنا انسانیت نہیں ہے۔ پھر ہم یہاں رہنے اور اس سرزمین پر سلطنت کرنے نہیں آئے۔ ہمارا مدعا چندر موہنی کو حاصل کرنا ہے۔ اس کے لیے قلعہ اور شہر کو برباد کر دینا بڑا ظلم ہے۔

امیر علی ـــــ تب ہم سب مل کر کل پورے جوش و خروش سے حملہ کریں گے۔ اور قلعہ کے تینوں اطراف سے یورش کر کے راجپوتوں کی توبہ ہٹا کر کسی نہ کسی سمت سے اوپر چڑھنے

Marfat.com

ہیں کامیابی حاصل کریں گے۔

التونتاس ــــ بہتر ہے کل اسی طرح کیا جائے گا۔

سلطان ــــ مجاہدین کو اس بات پہ آمادہ کرو۔ کہ جس طرح بھی ہے وہ قلعہ پر چڑھنے یا فصیل توڑ ڈالنے کی جدوجہد کریں۔

امیر علی ــــ ایسا ہی کیا جائے گا۔

سلطان ــــ احباب تخفیف تصدیعہ کیجئے۔

سب لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے اور ہر سپہ سالار نے اپنے ماتحت افسروں نے سلطانی فرمان سنا کر اس کی تعمیل کی ہدایت کر دی۔

اور ہر افسر نے ہر سپاہی تک یہ فرمان پہنچا دیا۔ مسلمان رات کو نہایت اطمینان اور آرام سے سوئے اور صبح ہوتے ہی اذان کی آواز سن کر اٹھے۔ ضروریات سے فراغت کی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی

ابھی دعا مانگ کر مسلمان فارغ ہی ہوئے تھے اور میدان میں قدرے اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ پھاٹک کھلنے کی آواز آئی۔

جوں ہی مسلمانوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ انہیں راجپوتوں کے رسالوں کا سیلاب قلعہ سے نکل نکل کر میدان کی طرف بہتا ہوا نظر آیا۔

رفتہ رفتہ اندھیرا چھٹنے لگا۔ اور روشنی پھیلنے لگی۔ اور اب مسلمانوں نے پورے طور پر دیکھا کہ بہادر راجپوتوں کا ٹڈی دل لشکر قلعہ سے نکل کر بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے

تمام مسلم افسروں اور سپہ سالاروں نے مسلمانوں کو جلدی سے مسلح ہو کر میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔

مسلمان اپنے خیموں کی طرف دوڑے اور جلد جلد مسلح ہو کر میدان جنگ میں پہنچنے اور صف بستہ ہونے لگے۔

پُر جوش حملہ

راجپوتوں کے رسالے نہایت تیزی سے قلعہ سے نکل نکل کر میدان میں پھیلتے جاتے تھے۔ انہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سومنات کا ہر شخص فوج میں بھرتی ہو کر نکل آیا ہے۔ ان کی کثرت سے میلوں لمبا چوڑا میدان پٹ گیا تھا۔

Marfat.com

مسلمان بھی تیزی اور پھرتی سے میدان میں بڑھ بڑھ کر صف بستہ ہونے لگے تھے ان سے کچھ دور کے فاصلہ پر راجپوتوں نے صفیں مرتب کرنی شروع کر دی تھیں۔

اسلامی لشکر کے میسرہ میں التونتاش، میمنہ میں امیر علی خولشیاوند اور قلب میں خود سلطان تھے۔ اور ہر دستہ میں متعدد چھوٹے بڑے افسر تھے۔

راجپوتوں نے بھی مسلمانوں کی طرح میمنہ، میسرہ اور قلب قائم کر لیا تھا۔ اور چونکہ ان میں راجہ اور مہاراجہ کثرت سے تھے۔ اس لیے ہر دستہ میں وہی افسر مقرر کئے گئے تھے۔ مہاراجہ سومنات قلب کی پشت پر تھے۔ ان کے ساتھ ہی سکھدیو تھا۔

جب مسلمانوں نے راجپوتوں کی طرف دیکھا، تو انہیں ہر طرف ان کے دستے پھیلے اور تمام میدان ان سے لبریز نظر آیا۔

سلطان نے اپنے خادم خاص سے آہستہ سے کہا۔ جاؤ سے اور خرقہ جناب شیخ ابوالحسن خرکانی کا لے آئے۔

خادم چلا گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں خرقہ لے کر آ گیا سلطان کو اسلامی بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے خرقہ جناب شیخ ابوالحسن خرقانی کا لے لیا اسے چوما اور گھوڑے سے اترے۔

خادم نے [illegible] سے مصلیٰ بچھا دیا۔ سلطان نے خرقہ اوڑھ کر نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی۔

"پاک پروردگار! مسلمان تیری امداد کے بھروسہ پر وطن سے دور دشمنوں کے ملک میں کافروں سے جہاد کرنے آئے ہیں۔ ان کی کثرت سے میدان بھر گیا ہے۔ میرے مولا مسلمانوں کی مدد کر۔ اگر تیرے پرستاروں کو شکست ہو گئی۔ تو مجھ گنہگار کی وجہ سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچے گا اور مسلمانوں کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ اللہ العالمین!!! رسولؐ پاک کے صدقہ میں اور اپنے حبیب ولی کامل حضرت شیخ ابوالحسن خرکانیؒ کے طفیل میں مسلمانوں کی مدد کر۔ اسلام کو رسوا اور مسلمانوں کو ذلیل ہونے سے بچا لے۔ تو بڑا کارساز اور زبردست مدد کرنیوالا ہے شیخ کے اس خرقہ کی لاج رکھ لے۔ اپنے گنہگار بندہ محمود کی لاج رکھ لے!!"

لہ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۸۹

Marfat.com

سلطان دعا مانگتے جاتے تھے۔ اور آنسوؤں کا سیلاب بہاتے جاتے تھے۔ وہ اس قدر روئے اور اس قدر ان کے آنسو جاری ہوئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔

کچھ دیر کے بعد سلطان کے قلب کو سکون ہو گیا۔ وہ اٹھے ان کے دل میں جوش کا دریا امنڈ آیا۔ فکر و تردد دور ہو گئے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بڑھے اور سب سے آگے صفوں کے سامنے جا کر میمنہ اور میسرہ کی طرف چلے۔

انہیں دیکھتے ہی مسلمانوں نے ادب و تعظیم سے سر جھکا دیئے سلطان نے پورا چکر لگایا اور پھر درمیان میں ٹھہر کر پر جوش لہجہ میں بولے "مسلمانو! اس بات سے اندیشہ نہ کرنا کہ تم تھوڑے اور بہت ہی تھوڑے اور دشمن زیادہ ہے بہت ہی زیادہ۔ مسلمان ہمیشہ خدا کے بھروسہ پر لڑتا رہا ہے۔ اور خدا نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ انشاء اللہ آج بھی وہ ہماری مدد کرے گا مسلمانوں کی شان ہی یہ رکھی ہے کہ تھوڑے ہو کر بھی کثیر التعداد دشمنوں سے لڑے اور فتح یاب ہوئے ہیں۔ تم خدائے واحد و بزرگ کے پرستار ہو۔ خدا نے مسلمانوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ جنت شمشیر کے سایہ میں ہے۔ اور شہادت جہاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لڑو اور جی کھول کر لڑو۔ اس طرح لڑو جو تمہاری روایات دیرینہ کو تازہ کر دے جو لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں، پتھروں، درختوں، جانوروں، دریاؤں اور دوسری چیزوں کو پوجتے ہیں۔ قدرتی طور پر وہ بہادر نہیں ہو سکتے۔ تمہارے شدید حملے انہیں پسپا کر دیں گے۔"

اس تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش و دلیری کی لہریں اٹھا دیں۔ وہ سرفروشی کے لیے تیار ہو گئے۔

راجپوتوں کے لشکر میں نقارے بجائے جانے اور سنکھ پھونکے جانے لگے۔ چونکہ ہر دستہ میں فوجی باجے بجنے لگے تھے۔ اس لیے تمام میدان گونج اٹھا تھا۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے لشکروں میں ایک تیر سے زیادہ کا فاصلہ تھا دونوں فوجیں کیل کانٹے سے لیس بڑھنے حملہ کرنے اور لڑنے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں راجپوتوں نے جے کارے لگائے۔ اور ان کے رسالے آہستہ آہستہ مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ اس طرح کمان کی قسم کے دائرہ میں بڑھ رہے تھے جیسے مسلمانوں کے گرد چھا جائیں گے۔ اور انہیں گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالیں گے۔

تمام تاریخوں میں لکھا ہے کہ راجپوتوں کے اس پرزور حملہ کو دیکھ کر سلطان محمود غازی

Marfat.com

اضطراب و سناٹے کے عالم میں کھڑے تھے۔ بار بار کبھی ہندوؤں کے ٹڈی دل لشکر کی طرف دیکھتے اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ لیتے تھے۔

راجپوتوں کا تمام لشکر حرکت میں تھا میمنہ سے قلب اور قلب سے میسرہ تک پرجوش راجپوتوں کے دستے دریا کی لہروں کی طرح بڑھ رہے تھے۔

دفعۃً سلطان سنبھلے اور انہوں نے اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا مسلمان جو عالم خود رفتگی میں کھڑے تھے چونکے۔ اور انہوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ زمین لرز گئی۔ فضا تھرا گئی۔ اور راجپوتوں کے نقاروں کی آواز اس زور و شور میں مدغم ہو کر رہ گئی۔

اب عساکر اسلامیہ نے حرکت کی۔ اسلامی رسالے بھی شان و دبدبہ کے ساتھ بڑھنے اور دشمنوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے لگے۔ ان کے سفید لباس اور چمکتے ہتھیار آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جگمگا رہے تھے۔

راجپوتوں نے تیر افگنی شروع کی۔ مسلمانوں نے بھی کمانیں سنبھالیں اور تیروں کی باڑھ ماری۔

دونوں فریقوں نے اس کثرت سے تیر چلانے شروع کیے کہ بسا اوقات آفتاب تیروں کے پیچھے چھپ جاتا تھا۔ بالکل اس طرح جیسے ہلکا ابر چھا گیا ہو۔

ان جان لیوا تیروں نے مردِ میدان سرفروشوں کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ جس جانور یا جس انسان کے جس جگہ جا کر لگتے تھے جسم کے اسی حصہ میں پیوست ہو جاتے تھے۔ زخمی گھوڑے نو الف ہو کر کودنے لگتے تھے۔ اور مجروح انسان گھوڑوں سے گر کر یا تو سموں سے روندے جاتے تھے یا تڑپنے اور تلملانے لگتے تھے۔

چونکہ تیر نہایت کثرت سے برسائے جا رہے تھے اس لیے فریقین کے رسالے ان تیروں کو ڈھالوں پر روکتے ہوئے قدم بقدم بڑھ رہے تھے۔ اور چونکہ ایک فریق دوسرے کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اس لیے متخاصمین کا فاصلہ ہر لحظہ کم ہوتا جاتا تھا۔ پھر بھی ابھی ایک لشکر دوسرے لشکر سے کافی دوری پر تھا۔ اکثر تیر جو پوری قوت سے نہیں چھوڑے جاتے تھے۔ درمیان ہی میں گر پڑتے تھے اور ایسے تیر زیادہ تر راجپوتوں کی طرف سے چلائے جاتے تھے یا تو وہ مہلت میں پوری قوت سے کمان کھینچ کر تیر چھوڑتے تھے۔ یا ان کے بازوؤں میں اس قدر طاقت ہی نہ تھی۔ کہ وہ زور سے چلہ کھینچ کر تیر چھوڑتے اور وہ زد پہ جا کر لگتا۔

Marfat.com

اس کے علاوہ راجپوتوں کے تیر بے ترتیبی سے چل رہے تھے۔ بہر حال ان کے تیر آگے پیچھے دور تک رہتے تھے۔ اس سے مسلمانوں کو ان سے بچنے کا کافی موقع مل جاتا تھا۔ اور وہ ڈھالوں پر انہیں روک کر گرا دیتے تھے۔

لیکن مسلمان پوری قوت سے کمان کھینچتے تھے۔ نہایت طاقت سے تیر پھینکتے تھے۔ اور اس طرح باڑھیں مارتے تھے۔ کہ تمام تیر برابر برابر فضا کو چیرتے ہوئے دشمنوں پر جا کر گرتے تھے جب کوئی باڑھ راجپوتوں پر جا کر پڑتی تھی۔ تو اکثر و بیشتر سواروں کو مجروح کر کے گھوڑوں سے نیچے گرا دیتی تھی۔ اور جو راجپوت زخمی ہو کر گر پڑتے تھے وہ چلاتے اور مسلمانوں کو گالیاں دینے لگتے تھے لیکن فوراً ہی ان مجروح سپاہیوں کو یا تو ان کے ہی گھوڑے روند ڈالتے تھے یا پچھلی صفوں کے سوار آگے بڑھ کر انہیں مسل دیتے تھے۔

اس تیروں کی لڑائی میں مسلمانوں سے زیادہ راجپوتوں کا نقصان ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جس ڈھنگ اور جس طریقے سے مسلمان تیر چلاتے تھے راجپوت اس سے ہرگز واقف نہ تھے۔ اگرچہ راجپوتوں کے تیر بڑے پھل چوڑے اور پر تیز تھے۔ برعکس اس کے مسلمانوں کے تیر تنکے کی طرح چھوٹے پھل معمولی اور مضحکہ خیز نظر آتے تھے۔ لیکن راجپوتوں کے تیروں سے کہیں زیادہ مسلمانوں کے تیر کارگر ہو رہے تھے۔

راجپوتوں کے تیر پھل بڑے ہونے کی وجہ سے زخم تو چوڑا لگاتے تھے لیکن جسم کے اندر زیادہ دور تک نہ جاتے تھے اور مسلمانوں کے تیر جس عضو پر پڑتے تھے اس کے اندر جاتے تھے۔ لبا اوقات ہڈیوں تک میں ترازو ہو جاتے تھے۔

اس لیے اس تیر افگنی سے مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ راجپوت زخم کھا کر گرتے تھے۔ اور ان کے گھوڑے گھبرائے ہوئے دولتیاں جھاڑتے پھر رہے تھے۔ اکثر یہ گھوڑے جب تیر کھا کر زخمی ہوئے تھے۔ تو بے تحاشا اپنے ہی سواروں کی صفوں میں گھس کر ابتری پھیلا دیتے تھے۔ مجبوراً راجپوتوں کو ان بے سوار گھوڑوں کو قتل کر کے ان کے شر سے محفوظ ہونا پڑتا تھا۔

چونکہ دونوں فریق جوش و غضب میں بھرے ہوئے جان لیوا تیروں کی پرواہ نہ کرتے برابر بڑھ رہے تھے۔ اس لیے اب انکی صفیں ٹکرا گئیں۔ اور کچھ اس زور و قوت سے ٹکرائیں۔ کہ بہادروں

Marfat.com

پچیسواں باب

آتشِ جنگ

جوں ہی مسلمانوں اور راجپوتوں کی صفیں ایک دوسرے سے ہم آغوش ہوئیں۔ فوراً ہی فریقین نے کمانیں شانوں پر ڈالیں اور راجپوتوں نے اپنے چوڑے چوڑے کھانڈے سنبھالے اور مسلمانوں نے لچکدار سمرقندی تلواریں اٹھائیں۔

کھانڈے اور تلواریں اتنی شفاف اور چمکدار تھیں کہ سورج کی کرنیں پڑنے سے آئینہ کی طرح جگمگانے لگیں۔

مسلمانوں کی ڈھالیں یا تو سیاہ دھات کی تھیں اور یا گینڈوں کی کھالوں کی تھیں۔ اور وہ بھی کالی تھیں۔ لیکن راجپوتوں کی ڈھالیں کسی سفید دھات کی تھیں جو نزدیک سے بھی چاندی کی معلوم ہوتی تھیں۔ دھوپ پڑنے کی وجہ سفید سفید چمک رہی تھیں۔

چونکہ دونوں فریق جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لیے کھانڈے اور تلواریں سونت سونت کر ایک دوسرے پر بڑے زور سے حملہ آور ہو رہے تھے۔

ان کھانڈوں اور تلواروں سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے اپنی سپریں اور ہندوؤں نے سفید ڈھالیں اٹھالیں۔

اس وقت عجیب منظر ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کی سیاہ ڈھالیں اور راجپوتوں کی سفید ڈھالیں ادھر مسلمانوں کی نازک اور لچکدار تلواریں اور راجپوتوں کے چوڑے چوڑے کھانڈے نہایت ہولناک نظارہ پیش کر رہے تھے۔

راجپوت مسلمانوں پر پل پڑے تھے۔ اور مسلمان راجپوتوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ کہیں کھانڈوں سے تلواریں تلواروں سے کھانڈے ٹکرا رہے تھے اور کہیں کھانڈے ڈھالوں پر اور تلواریں سپروں پر پڑ رہی تھیں۔

Marfat.com

جنگ شروع ہوگئی۔ موت کے فرشتے سرفروش جانبازوں کے سروں پر منڈلانے لگے تھے سروتن کے فیصلے ہونے لگے تھے۔ ہاتھ پیر سردھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے تھے۔ خون کی بارش ہونے اور خون کے پرنالے بہنے لگے تھے

چونکہ میمنہ سے قلب اور قلب سے میسرہ تک ایک ساتھ ہی جنگ ہوگئی تھی۔ اور میمنہ سے میسرہ کئی میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس لیے اتنی دوری میں تلواروں کا کھیت اگا ہوا نظر آتا تھا کہ ادھر سے تلواریں اتنی جلدی جلدی اٹھ رہی تھیں کہ دیکھنے والوں کو یہ دھوکا ہوتا تھا۔ کہ لوگ انہیں دست بقبضہ کھڑے ہیں یا ان سے جدال وقتال کر رہے ہیں۔

راجپوتوں نے حسب عادت زور زور سے چلانا اور شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ اور فوجی باجے بھی تیزی سے بجانے اور شنکھ زور زور سے پھونکنے لگے تھے۔ ان مختلف آوازوں سے نہ صرف تمام میدانِ جنگ ہی گونجنے لگا تھا۔ بلکہ اس شور کی آواز میلوں دور جا رہی تھی۔

راجپوت غضب ناک ہو کر مسلمانوں کی صفوں میں گھس گئے تھے اور مسلمانوں نے جوش میں آکر راجپوتوں کی صفوں کو الٹ دیا تھا۔ نہایت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی موت بڑی سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ سروں پر سر اچھل اچھل کر گر رہے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گرتی جاتی تھیں۔ ہاتھ اور پیر بھی بے شمار کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کے فوارے اس طرح ابل رہے تھے۔ جیسے زمین سے خون کی دھاریں بلند ہونے لگی ہوں۔

جوں جوں خونریزی بڑھتی جاتی تھی۔ صف شکن بہادروں کا جوش و خروش بھی بڑھتا جاتا تھا۔ راجپوت بھی قتل ہو رہے تھے اور مسلمان بھی شہید ہو ہو کر گر رہے تھے۔ لڑائی کی چکی دونوں فریقوں کو پیس رہی تھی۔ اور آتش جنگ مسلمانوں اور ہندوؤں کو بڑی تیزی سے جلا رہی تھی۔

چونکہ راجپوتوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں حد درجہ کم ہے۔ اس لیے وہ بڑھ بڑھ کر . . . . پرجوش حملے کر رہے تھے۔ ان کی بے پناہ تلواریں بے دریغ ہندوؤں کو قتل کر رہی تھیں۔

ہر مسلمان کچھ ایسا جنگ و پیکار میں منہمک تھا کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی مطلق بھی خبر نہ تھی۔ ہر مجاہد اپنے حال میں گرفتار تھا لیکن ہر مسلم جانباز بڑی دلیری اور جرأت سے لڑائی کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ تمام صفیں مصروف جنگ ہوگئی تھیں۔ نہ راجپوتوں کی کوئی صف سالم باقی رہی تھی اور نہ مسلمانوں کی۔ مسلمان راجپوتوں کی صفوں کو درہم برہم کر کے ان میں رخنے ڈال کر گھس

Marfat.com

گئے تھے۔

جوں جوں دن چڑھتا جاتا تھا جنگ کی آگ بھڑکتی اور شعلے تیز سے تیز تر ہوتے جاتے تھے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے پر اس بے جگری سے حملے کر رہے تھے۔ کہ حیرت ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے انہوں نے تہیہ کر لیا ہے۔ یا تو دشمن فنا کر دیں گے یا خود مٹ جائیں گے۔

راجپوت مسلمانوں کو نہایت حقارت اور کینہ پرور نگاہوں سے دیکھ کر بڑے جوش سے حملے کرتے تھے۔ ان کے تیغے خب بلند ہوتے تھے تو بہت چھا جاتی تھی۔ بڑے خوفناک معلوم ہوتے تھے۔ اور جب وہ مسلمانوں کے سروں پر جھکتے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ ڈھالوں کو پھاڑ کر مسلمانوں کے سروں کی پھانکیں کھول دیں گے۔

لیکن یہ عجیب اور حیرتناک بات تھی کہ مسلمان انہیں دیکھ کر خوف و تشویش نہ ہوتے تھے بلکہ نہایت بے باکی اور بے خوفی سے ان کے پر زور وار کو ڈھالوں پر بڑی آسانی سے روک لیتے تھے۔ اور کچھ اس ترکیب سے کہ ڈھالوں پر خط تک نہ آتا تھا۔ البتہ جس مجاہد کی نگاہ جھپک جاتی تھی کھانڈا اس کے سرو تن کا فیصلہ کر دیتا تھا۔

لیکن راجہ اور مہاراجہ دور کھڑے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے ان میں سے کوئی بھی جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ خصوصاً سومنات کے مہاراجہ اپنے رسالہ خاص کے جھرمٹ میں جنگ گاہ سے ایک میل کے فاصلہ پر قلعہ کے نزدیک پھاٹک کے سامنے ایک بلند ٹیلہ پر کھڑے تھے۔

وہ ایک نہایت قوی ہیکل گھوڑے پر سوار تھے۔ گھوڑے کا تمام ساز چاندی کا تھا جس میں سونے سے پچیکاری ہو رہی تھی۔

ساز کے علاوہ گھوڑے کی گردن میں جو ہنکل پڑی ہوئی تھی۔ وہ خالص سونے کی اور نہایت بیش قیمت تھی ہنکل کے دانوں میں بیچے موتیوں کی جھالریں تھیں جو جھلمل جھلمل کر رہی تھیں۔

خود مہاراجہ بیش قیمت موتیوں اور سنہرے زیورات سے ملبوس تھے گلے سے ناف تک کے برہنہ جسم کو چھوٹے بڑے ہاروں کے ذریعہ سے چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔

یہ تمام ہار بیش قیمت سنہرے موتیوں اور جواہرات کے تھے۔ برہنہ بازوؤں پر سونے کی آستینیں کہنیوں تک تھیں۔ کانوں میں بندے تھے جن میں دونوں طرف ایک ایک لعل پڑا تھا۔ سر پر مکٹ تھا اور اس میں ہیرے، جواہرات اور متعدد لعل بڑی کاریگری سے جڑے ہوئے تھے

Marfat.com

صرف ایک ریشمی وصدری کسے ہوئے تھے۔ جس کی کناری چوڑی اور زرد رنگ کے ریشم کی تھی۔
مہاراجہ کے زیورات آفتاب کی ضو پڑنے سے اس قدر جگمگا رہے تھے کہ ان کی طرف دیکھنا دشوار تھا۔

چونکہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ اور ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون فریق غالب اور کون مغلوب ہو جائے گا۔ اس لیے مہاراجہ کچھ افسردہ خاطر اور متفکر تھے۔

مسلمان نہایت دلیری اور بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ ہر مجاہد پیکر جوش و غضب بنا ہوا تھا۔ اپنی ہستی کو بھولا ہوا بڑے جوش و خروش سے لڑ رہا تھا۔

مجاہدوں نے گویا تہیہ کر لیا تھا کہ یا تو دشمنوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ یا خود شہید ہو جائیں گے وہ نگاہیں اٹھا کر کسی طرف بھی نہ دیکھتے تھے۔ کہ ان کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ یا تو دشمن کے حملے روکنے میں مشغول تھے اور یا خود حملے کر رہے تھے

ان کے بے پناہ اور خارا شگاف تلواریں ڈھالوں کے پرزے اڑا کر دشمنوں کے سروں کی پھانکیں کھول رہی تھیں۔ یا شہ رگیں کاٹ کر سینہ میں اتر جاتی تھیں۔ اور پسلیوں کو کھول کر رکھ دیتی تھیں۔

اسلامی لشکر کے افسر بھی نہایت دلیری اور بڑی جرأت سے لڑ رہے تھے۔ وہ بھی عام مسلمانوں کی طرح خاموش تھے اور نہایت خاموشی سے جنگ کر رہے تھے۔ اور کچھ اس درجہ منہمک تھے۔ کہ کسی طرف بھی آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

ان کا ہر حملہ نہایت زور و قوت سے ہوتا تھا اور ہر حملہ میں دو چار راجپوتوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔

جب وہ جوش میں آ کر دشمنوں کے گروہ میں گھس جاتے تھے اور راجپوت انہیں نرغہ میں لے کر چاروں طرف سے ان پر تلواروں کا مینہ برساتے تھے۔ تو وہ ایسی پھرتی سے چو مکھا ہاتھ چلاتے تھے۔ کہ دشمنوں کے حوصلے ڈھیلے پڑ جاتے تھے۔ اور وہ خود انہیں راستہ دے کر نکل جانے کا موقعہ دے دیتے تھے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عام مجاہدین اپنے افسروں کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر اس زور سے حملہ کر دیتے تھے کہ لاشوں پر لاشیں ڈال کر انہیں منتشر کر دیتے تھے۔

التونتاش اور امیر علی خویشاوند دونوں بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔

Marfat.com

ان کی تلواریں اس پھرتی سے اٹھ کر دشمنوں کی ڈھالوں اور سروں پر پڑتی تھیں۔ جیسے ان کے ہاتھوں میں بہت سی تلواریں ہوں۔

وہ دشمنوں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ راجپوتوں پر ان کی ہیبت چھا گئی تھی۔ اور ان کے سامنے سے کترا کر ادھر ادھر ہٹ یا دب جاتے تھے۔

غازی سلطان محمود ابھی تک جنگ سے الگ تھلگ تھے وہ نہایت غور بین نگاہوں سے جنگ کی رفتار کو دیکھ رہے تھے۔ مجاہدین اسلام کی بے نظیر جرأت و ہمت دیکھ دیکھ کر مسرور ہو رہے تھے۔ ان کے جلو میں اس وقت پانچ سو دلیران صف شکن کا رسالہ تھا۔ اگرچہ اتنی جمعیت کسی شمار قطار میں نہ تھی۔ لیکن وہ ایسے دلاور تھے۔ جو کہ ہزاروں پر بھاری تھے۔ سلطان کو ان پر بڑا بھروسہ تھا۔ وہ ان کے ساتھ حملہ کرنے کے لیے وقت اور موقع کا انتظار کر رہے تھے۔

سلطان نے دفعتہً کچھ سوچا اور ایک سوار سے مخاطب ہو کر کہا تم دوڑ کر حاجب علی کے پاس چلے جاؤ کہنا وہ اپنا دستہ لے کر جلد اس طرف آجائیں۔

سوار اس تیزی سے چلا کر تھوڑی ہی دیر میں سوائے گھوڑے کی گرد کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔

سلطان اس طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے گرد بھی غائب ہو گئی۔ سلطان نے کہا بڑا چست و چالاک سوار ہے۔ غالباً اب واپس آنیوالا ہو گا۔

ان کے اتنا کہتے ہی گرد پھر نمودار ہوئی۔ اور بڑھتے بڑھتے اس میں سے سوار دکھائی دینے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں سوار قریب آیا۔ اس نے کہا "عالم پناہ! اس طرف سے بھی راجپوتوں کا لشکر آرہا ہے۔

سلطان کو حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی ہوا انہوں نے کہا اس طرف سے کون آرہا ہے۔

سوار ـــــ معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ انہلواڑہ آرہا ہے۔

سلطان ـــــ کس قدر لشکر ہے اس کے ساتھ؟

سوار ـــــ اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔

سلطان ـــــ اچھا تم ہارون کو جا کر اطلاع کرو کہ وہ اپنا دستہ لے کر حاجب علی کی مدد کو چلا جائے اور برہان بندرگاہ کی طرف نگاہ رکھے۔

"بہتر ہے" سوار نے کہا اور نہایت تیزی سے روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

ایک فتح

جبکہ اس طرف یہ ہنگامہ دار و گیر برپا تھا۔ اس وقت مہاراجہ انہلواڑہ اپنی جمعیت لے کر آ گیا تھا۔ حاجب علی نے دور ہی سے اس لشکر کو دیکھ کر اپنے دستہ کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ و مستعد کر لیا تھا۔

مہاراجہ انہلواڑہ کے ساتھ دس بارہ ہزار آزمودہ کار سوار تھے اگرچہ اس کا بیٹا سکمدیو اس سے پہلے ہی سومنات کے مہاراجہ کی مدد کے لیے آ گیا تھا۔ لیکن چونکہ ابھی تک اس جنگ کے واقعات اسے معلوم نہ ہو سکے تھے۔ اس لیے اب وہ خود بھی چلا آیا تھا۔

جب اس نے دور سے حاجب علی کا دستہ دیکھا اور اسے اسکی تعداد بہت کم معلوم ہوئی تو اس نے سبقت کی اور اپنے سواروں سے کہا "پرماتما نے ان تھوڑے سے ملیکش کو تمہارے مقابلہ میں لا ڈالا ہے۔ ان کا خاتمہ کر کے راستہ صاف کرو۔

چونکہ راجپوت جنگجو قوم ہے۔ اس لیے تمام فوجی جوان تیار ہو گئے انہوں نے اپنے ہتھیاروں کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لی۔ اور دور ہی پرے جما کر نہایت شان سے بڑھنے لگے۔

حاجب علی نے بھی راجپوتوں کے اس لشکر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ آنے والا لشکر راستہ نکالنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے دستہ کو ترتیب دے لیا تھا۔

عین اسی وقت سلطان کا قاصد اس کے پاس پہنچا تھا اس نے قاصد سے کہہ دیا تھا کہ غالباً ادھر سے مہاراجہ انہلواڑہ آ رہا ہے۔ میں اپنے محاذ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

چنانچہ قاصد واپس آ گیا تھا اور حاجب علی راجپوتوں کو روکنے اور مقابلہ کرنے کی تجاویز سوچنے لگا تھا۔

مہاراجہ انہلواڑہ نے اسلامی لشکر کے پاس پہنچ کر اپنے دستوں کو آگے بڑھایا اور خود قلب لشکر میں ٹھہر گیا۔

راجپوتوں نے مسلمانوں پر نہایت سختی سے حملہ کر دیا۔ اس شدت سے کہ یہ یقین ہو چلا تھا کہ ان کا پہلا حملہ ہی مسلمانوں کو پسپا کر دے گا۔

لیکن مسلمانوں کا استقلال اور مسلمانوں کی ہمت قابل صد ہزار تحسین تھی انہوں نے اس پرزور حملہ کو نہایت جوانمردی اور بڑے ضبط سے روکا خود راجپوتوں کو بھی انکے ضبط و استقلال

ؔ از تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ

پر تعجب ہوا۔

تلواریں تڑپ کر میانوں سے نکل آئی تھیں۔ اور ڈھالیں ان کے استقبال کے لیے بلند ہو گئی تھیں۔ ہنگامہ دار و گیر شروع ہو گیا تھا۔ مسلمان راجپوتوں کی صفیں اور راجپوت مسلمانوں کی صفیں توڑنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اور آتش پیکار کے شعلے دُور تک پہنچ گئے تھے۔

صاف و شفاف تلواریں جانبازوں کے خون میں نہا کر سرخ ہونے لگی تھیں۔ ہاتھ پیر، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے تھے۔ خون جہاں تہاں بہنے لگا تھا۔ خون کی چھینٹیں سرفروشوں کے کپڑوں اور جسموں کو رنگ رنگ کر گلنار کرنے لگی تھیں۔

صف شکن جانباز خون کی ہولی کھیلنے لگے تھے۔ موت نے اپنے ڈیرے خیمے لگائے تھے اور نام اور نام پر جانیں فدا کرنے لگے تھے۔

یکے بعد دیگرے صفیں ٹوٹتی جاتی تھیں۔ مسلمان راجپوتوں کی صفوں میں گھس گئے تھے۔ اور مسلمانوں کی صفوں میں راجپوت در آئے تھے۔

جنگ اس زور شور سے ہو رہی تھی کہ ہر شخص فنافی الجنگ ہو گیا تھا۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں ڈھال لیے تلوار سے حملے کر رہا تھا اور ڈھال سے حملوں کو روک رہا تھا۔

مہاراجہ انہلواڑہ اپنے جانبازوں کو للکار للکار کر شہ دے رہا تھا۔ اور راجپوت اس کی آواز پر جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔

چونکہ مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ اس لیے راجپوتوں کے مقابلہ میں ان کا شمار بھی کچھ نہ تھا۔ اس وجہ سے راجپوت مسلمانوں پر پلے پڑتے تھے۔ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیں۔

لیکن مسلمان کچھ ایسے جوش و خروش اور جرأت و استقلال سے لڑ رہے تھے۔ کہ راجپوتوں سے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ ان کے پرزور حملے رد کر دیئے جاتے تھے۔ اور جو لوگ جوش میں آ کر بڑھتے تھے۔ ان میں سے بہت کچھ موت کی آغوش میں پہنچ جاتے تھے۔

یہ کیفیت دیکھ کر راجپوتوں کو جوش آتا تھا۔ اور وہ پھر حملہ کرتے تھے۔ لیکن مسلمان سد سکندری کی طرح جم گئے تھے۔ وہ ہر حملہ کو روک کر خود بھی کوشش کیا کرتے تھے۔ اور حملہ آور راجپوتوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیتے تھے۔

Marfat.com

جنگ اسی اسلوب سے ہو رہی تھی۔ کہ کہیں راجپوت حملہ کر کے مسلمانوں پر جا گرتے تھے۔ اور کبھی مسلمان انہیں ہٹا کر راجپوتوں پر جا ٹوٹتے تھے۔

ہر حملہ میں مسلمان اور راجپوت دونوں ہی کافی مارے جاتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ کہ تلواریں دوست اور دشمن کا امتیاز کئے بغیر برابر کاٹ کر رہی ہیں۔ جو بھی ان کی زد میں آجاتا تھا۔ نقد جان گنوا کر لمبا لیٹ جاتا ہے۔ لیکن ان کے جوش میں کمی نہ آتی تھی۔ وہ مر رہے تھے اور مرنے والوں کی جگہ زندہ لیکر نہایت جوش و خروش سے جنگ کو جاری رکھے ہوئے تھے

مسلمان نہایت پھرتی اور چابک دستی سے تلواریں چلا رہے تھے اور پینترے بدل بدل کر حملے کر رہے تھے جو پیدل تھے۔ وہ اس طرح لڑ رہے تھے اور جو سوار تھے۔ وہ گھوڑوں کو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کاوے دے کر نہایت جوش اور بڑی قوت سے حملہ کر رہے تھے۔

آبدار تلواریں ڈھالوں کو کاٹ ڈالتی تھیں۔ لوہے کی ٹوپیوں کو پچکا دیتی تھیں۔ اور جب گردن پر پڑتی تھیں۔ تو اس طرح کاٹ جاتی تھیں جس طرح چاقو ککڑی سے گذر جاتا ہے۔

حاجب علی بھی تلوار سے نہایت ثابت سے حملے کر رہا تھا۔ اس کی تلوار آبدار نے ان گنت راجپوتوں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تھا۔ مرنے والوں کے خون کی چھینٹیں پڑ پڑ کر ان کے کپڑوں اور جسم کے اعضاء پر جم گئی تھیں۔

چونکہ وہ اسی دستہ کے سردار تھے۔ اس لئے ہر مجاہد کی خبر رکھنا اور اس کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ وہ گھوڑے کو تیزی سے دوڑا کر نہایت پر زور حملے کر رہے تھے۔ جس بھی مسلمان پر نرغہ دیکھتے تھے اسی طرف حملہ کر کے راجپوتوں کو مار کاٹ کر مسلمانوں سے دور کر دیتے تھے۔

راجپوت دانت پیس پیس کر ان پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن وہ ان کے قابو میں نہ آتے تھے۔ آگے پیچھے ادھر ادھر اس طریقہ سے حملے کر رہے تھے۔ کہ راجپوت ان تک پہنچنے ہی نہ پاتے تھے۔

ان کا گھوڑا پسینہ میں شرابور ہو گیا تھا۔ اس کے منہ سے کف نکلنے لگا تھا۔ خود حاجب علی کے بازو بھی مارتے کاٹتے شل ہو چلے تھے۔ اور نہ صرف حاجب علی کے بازو بلکہ ہر مسلمان اپنی قوت میں کمزوری محسوس کرنے لگا تھا۔

لیکن اس پر بھی ہر شخص اب بھی نہایت جوش و خروش سے لڑ رہا تھا اور بڑی پھرتی اور چابکدستی سے حملوں پر حملے کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔

مگر راجپوتوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مسلمانوں کی طاقت جواب دینے لگی ہے۔ انہوں

Marfat.com

نے حملوں میں اور بھی شدت کر دی تھی۔ اب مسلمان دبنے اور پیچھے ہٹنے لگے تھے۔

یہ کیفیت دیکھ کر راجپوتوں کے ولولے تازہ ہو گئے اور حوصلے اس قدر بڑھ گئے کہ وہ برابر مسلمانوں کو دباتے پیچھے ہٹاتے بڑھنے لگے۔

اس وقت دفعتاً اللہ اکبر کے پرشور نعرہ کی آواز آئی۔ راجپوتوں اور مسلمانوں دونوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا انہیں مسلمانوں کے رسالے گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے مسلمان انہیں دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔ انہوں نے سنبھل کر نعرۂ تکبیر لگایا۔ اور اس جوش سے حملہ کیا۔ جیسے وہ سستا کر تازہ دم ہو گئے ہوں۔

راجپوتوں نے مسلمانوں کی جرأت و جسارت دیکھی۔ وہ حیران و خوف زدہ ہو گئے۔ مہاراجہ انہلواڑہ پرم دیو بھی کچھ متاسف نظر آنے لگا۔

یہ آنیوالے رسالے ہارون کے تھے۔ مجاہدین اسلام گھوڑے دوڑائے اس تیزی سے بھاگم بھاگ چلے آرہے تھے۔ جیسے مال غنیمت لوٹنے کے لیے چلے آرہے ہوں۔

انہوں نے آتے ہی اپنی صفوں کو کھول دیا اور ادھر ادھر پھیل کر نہایت جوش اور زور سے راجپوتوں پر حملہ کیا اور اس نے پہلے ہی حملہ میں ان کے سواروں کو الٹ دیا۔ بیشمار دشمنوں کو گھاس اور ترکاری کی طرح کاٹ کر ڈال دیا۔

راجپوتوں نے ہر چند قدم جما کر ان کا مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن وہ جم ہی نہ سکے یا یہ کہیے کہ مسلمانوں نے انہیں جمنے ہی نہ دیا۔ جوں ہی وہ ٹھٹکے اور رکے فوراً ہی دوسرا حملہ کیا۔ اور یہ حملہ پہلے حملہ سے بھی سخت ہوا۔ بہت سے راجپوت قتل و مجروح ہو ہو کر گرے بہت سے شدید زخمی ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

پرم دیو نے یہ کیفیت دیکھی۔ وہ سمجھ گیا کہ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ فتح شکست سے بدلنے والی ہے تازہ دم مسلمان راجپوتوں کا ستھراؤ کر ڈالیں گے۔ اسی لیے اس نے اپنے لشکر کو واپسی کا اشارہ کیا۔

جوں ہی راجپوتوں نے یہ اشارہ دیکھا وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے اتنے راجپوت مار ڈالے جتنے جنگ شروع ہونے سے اب تک بھی نہ مارے گئے تھے۔

Marfat.com

پرم دیو نے لشکر کو واپسی کا اشارہ کر کے بڑی غلطی کی اس نے اپنی اس حرکت سے بے شمار جوانوں کو موت کی گود میں بھیج دیا تھا۔

مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ اور جب وہ ان کی دسترس سے باہر نکل گئے تب وہ لوٹے ۔ اور مردہ راجپوتوں کے ہتھیاروں اور رسد کے ذخائر پر قبضہ کرنے لگے۔

کچھ مسلمانوں نے گھوڑوں سے اتر کر شہیدوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور پھر سب نے مل کر جنازہ کی نماز پڑھی اور انہیں ان کے اس لباس میں جسے پہن کر وہ شہید ہوئے تھے دفن کر دیا۔

انہوں نے شمار کیا۔ تو پتہ چلا تین سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اور تین ہزار کے قریب راجپوت مارے گئے۔

پرم دیو پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ اس نے جنگل کے راستہ سے بھی سومنات میں پہنچنے کی کوشش نہیں کی ۔ بلکہ سیدھا انہلواڑہ کی طرف واپس لوٹ گیا۔

مسلمانوں کو یہ نمایاں کامیابی نصیب ہوئی ۔ اور مال غنیمت بھی کافی ملا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر ہارون اپنے رسالے کو لے کر اپنے جائے قیام کی طرف لوٹ گئے۔

Marfat.com

چھبیسواں باب

حشر خیز جنگ

قلعہ کے سامنے سلطانی لشکر سے ابھی تک جنگ ہو رہی تھی۔ راجپوت جی توڑ کر لڑ رہے تھے انہیں اپنی فتح یابی کا پورا یقین تھا۔

یوں تو ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک ہزاروں جنگیں ہوئی تھیں۔ اور ان میں ہزاروں ہی مشہور اور قابل تذکرہ بھی تھیں۔ لیکن یہ جنگ بھی اس نوعیت کے لحاظ سے خاص جنگ تھی۔ اور بعد میں اس قدر مشہور ہوئی۔ کہ آج تک سینکڑوں برس گذر جانے پر بھی ہندو اور مسلمانوں کی زبانوں پر اس کا ذکر ہے۔

ہندو اپنے دیوتا سومنات کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ انہوں نے گویا طے کر لیا تھا کہ یا تو مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔ یا ان کا قلع قمع کر کے ہی دم لیں گے۔

اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ یا تو ہم شہید ہو جائیں گے یا راجپوتوں کو مار ڈالیں گے یا انہیں شکست دے کر قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔

جبکہ دونوں فریقوں نے اس قسم کے ارادے کر لیے تھے تو یہ بات لازمی تھی کہ سروں کی بازیاں لگا دی تھیں موت اور زندگی کی پرواہ کی جاتی۔

چنانچہ یہی ہو رہا تھا۔ نہ مسلمان موت سے ڈر رہے تھے۔ نہ راجپوت اس کی پرواہ کر رہے تھے۔ دونوں فریق پورے جوش و خروش اور پورے عزم و استقلال سے لڑ رہے تھے۔

خون آلودہ تلواریں اور خون میں نہائے ہوئے کھانڈے نہایت تیزی سے اور اس پھرتی سے اٹھ اٹھ کر جھک رہے تھے کہ اٹھے ہوئے تو معلوم ہوتے تھے۔ اور جھکتے نظر نہ آتے تھے۔

Marfat.com

مار دھاڑ بڑے زور شور سے ہو رہی تھی سر کٹ کٹ کر اولوں کی طرح برس رہے تھے دھڑوں پر دھڑ گرتے جاتے تھے اور دھڑوں میں سے اس طرح خون نکل نکل کر بہہ رہا تھا جس طرح سوراخوں میں سے پانی نکل کر بہا کرتا ہے۔

جتنی دوری میں جنگ ہو رہی تھی اتنی دوری میں میدان لاشوں سے پٹ گیا تھا۔ اور مردوں کے جسموں کو لڑنے والوں کے گھوڑے روند رہے تھے۔

عربوں میں مرنے والوں کی لاشوں کو پامال کرنا یعنی گھوڑوں کے سموں سے کچل دینا بڑا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ترک اور راجپوت اس وقت بلا اس امتیاز کے کہ وہ کس کی لاشوں کو پامال کر رہے ہیں۔ مردوں کو کچل رہے تھے۔

دراصل وہ مجبور تھے کیونکہ لڑائی اسی جگہ ہو رہی تھی۔ جس جگہ لاشیں گرتی جاتی تھیں۔ اور لاشوں کی حرمت کا خیال کر کے ان سے بچ کر لڑنا ناممکن تھا۔

جو لوگ زندہ تھے اور لڑ رہے تھے۔ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے زندہ رہنے کی امید نہ تھی۔ کیونکہ تلواریں اور کھانڈے نہایت تیزی سے چل رہے تھے۔ اور بہت پھرتی سے کاٹ رہے اور چونکہ ہر شخص لڑائی میں مشغول تھا۔ اسلئے اگر تلوار کسی کا سر اڑا دیتی تھی تو کسی کا کھانڈا کسی کا سینہ کھول دیتا تھا۔

غرض نہایت ہی حشر خیز جنگ ہو رہی تھی۔ اور ایسی قیامت برپا تھی کہ ان جنگجو بہادروں کے لیے آج ہی محشر بپا ہو چکا تھا۔ انہیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ساری دنیا جنگ میں مبتلا ہو گئی ہے اور اب کوئی دم میں موت کے گھاٹ اترنے والی ہے۔ قیامت یا جگ پرلو کا منظر ان کے سامنے تھا۔

حقیقت میں جو شخص جب مرتا ہے اس کے لیے تو وہی وقت قیامت کا وقت ہے یا جو مرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ قیامت آگئی ہے ساری دنیا فنا ہو رہی ہے۔

جو لوگ خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ وہ قیامت کے بھی منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ دنیا اور دنیا کا نظام، کائنات اور کائنات کی دلچسپیاں ہمیشہ سے اسی طرح قائم ہیں۔ اور ہمیشہ قائم رہیں گی۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہمیشہ کسے کہتے ہیں۔ ہمیشہ اور دائم میں فرق ہے۔ جو چیز ازل سے ہے وہ ابد تک سوائے ذات باری کے ہرگز نہ رہے گی۔ نہ ہمیشہ کوئی چیز رہی ہے اور

Marfat.com

نہ رہ سکتی ہے۔

یہ دنیا اور اس دنیا کی تمام دلچسپیاں فانی ہیں۔ اور ایک دن فنا ہو کر رہیں گی۔ قدرت اکثر قیامت کا نظارہ زلزلوں سے آبادیوں کو مٹا کر دکھا دیتی ہے۔ لیکن مغرور خود سر انسان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔

لوگ اس لیے قیامت کی طرف سے اور بھی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی آبادی روز بہ روز بڑھ رہی ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ یہی دنیا کے فنا ہونے کی دلیل ہے۔ چونکہ ان تمام روحوں کو جنہیں خدا نے پیدا کیا ہے۔ دنیا میں آنا ضروری ہے اور قیامت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس لیے انسان کثرت سے پیدا ہونے لگے ہیں۔

قیامت یقینی ہے۔ پروردگار عالم نے قرآن شریف میں متعدد جگہ اس کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ قیامت کس طرح آئے گی۔ مثلاً سورۃ المومنون (جو بیسویں پارہ میں) ارشاد ہوتا ہے "اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡہَا وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ؕ" یعنی "قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے۔

اسی طرح یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ جب قیامت آئے گی۔ تو آسمان روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ زمین شق ہو جائے گی۔ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔ غرض کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔

وہ قومیں جو خدا کو جانتی اور مانتی ہیں۔ قیامت کی بھی قائل ہیں۔ اور مسلمان تو اس کے آنے سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جس مقدس کتاب قرآن شریف پر اس کا ایمان ہے اور جسے وہ منزل من اللہ (اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی) سمجھتا ہے اس میں متعدد جگہ قیامت کے آنے کا ذکر ہے۔

دراصل قیامت یوم حساب ہے انسان نے جو کچھ اپنی زندگی میں برائی بھلائی کی اسکا اس روز حساب ہو گا۔ اور گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا بھگتنے کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور نیکوں اور معصوموں کو نیک اعمال کرنے کی بدولت جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا دن نہایت ہی سخت، بڑا صبر آزما اور نہایت پریشان کن ہو گا۔ خدا کے وہ بندے جو خدا کی اطاعت کرتے رہے ہیں۔ اس وقت بھی خوش ہونگے اور خدا کی نافرمانی کرنے والے اس دن نہایت غمناک اور رانده و غمگین ہوں گے۔

Marfat.com

مسلمانو! خدا کے لیے اس عذاب کے دن سے ڈرو۔ خدا کی نافرمانی چھوڑ دو۔ اس کی اطاعت کرو۔ وہ ایسا دن سخت ہو گا۔ کہ بھائی کے بھائی، باپ کے بیٹا اور میاں کے بیوی کام نہ آئے گی۔ ہر شخص اپنے حال میں اس طرح گرفتار ہو گا۔ جس طرح دنیا میں کسی کو کوئی مرض لاحق ہو جاتا ہے اور اس کی تکلیف کو کوئی بٹا نہیں سکتا۔

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم قیامت کا حال ذرا مفصل لکھیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے نہ لکھ سکے۔

غرض جنگ ہو رہی تھی نہایت خونریز اور بڑی قیامت خیز، نہ کسی کی زندگی محفوظ تھی۔ نہ کوئی زندگی کی حفاظت کر سکتا تھا۔ تلواریں نہایت تیزی سے انسانی کھیتی کاٹ رہی تھیں۔ جنگجو بڑی پھرتی سے کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

منظر نہایت ہولناک ہو گیا تھا۔ جہاں تہاں لاشیں روندی پڑی تھیں اور گھوڑوں نے انہیں کچل کر ایسا بدہیئت کر دیا تھا۔ کہ ان کا شناخت ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ سر ٹھوکریں کھا رہے تھے خون کے چکڑے جگہ جگہ جم کر گوشت کی ہیئت میں منتقل ہو گئے تھے۔

ادھر لڑائی برابر جاری تھی اور زندہ لوگ برابر موت سے ہمکنار ہو ہو کر گر رہے تھے۔ خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں۔ اور بارش کی طرح برس رہی تھیں۔

جانباز بہادر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ اور سرفروش سر کٹوا رہے تھے۔

اس وقت سلطان نے دیکھا۔ اس نے دل میں کہا۔ مجھ پر حیف ہے میں کھڑا ہوں۔ اور مسلمان جانیں دے رہے ہیں۔ ..... اگر قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ تو موت سے ڈرا اور سہما کھڑا رہا اور مسلمان شہید ہوتے رہے تو کیا جواب دوں گا۔ کیا عذر پیش کروں گا۔ کیا میری جان مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ میں بھی مجاہد ہوں۔ مجھے بھی لڑنا چاہیئے۔

یہ کہتے ہی انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ان کے رسالہ نے اس مبارک نعرہ کی پرشور آواز میں تکرار کی۔

سلطان نے اپنے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ رسالہ والوں نے بھی گھوڑے چھوڑ دیئے اور وہ شیروں کی طرح راجپوتوں پر جا ٹوٹے۔

خود سلطان نے تلوار علم کی اور نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ یعنی فتح اللہ کی طرف سے ہے اور وہ قریب ہے" کا نعرہ لگایا۔ اور نہایت شدت سے حملہ کیا۔

Marfat.com

اگرچہ سلطان ضعیف العمر تھے۔ لیکن ان کے قوی بڑے مضبوط تھے۔ انہوں نے پھرتی سے حملے کر کے دشمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور اس تیزی سے کہ جیسے تمام راجپوتوں کو خود ہی مار ڈالنا چاہتے تھے۔

ان کے رسالہ کا ہر سوار بھی انہیں کی سی جرأت و دلیری سے لڑنے لگا اس رسالہ نے دشمنوں کی جمعیتوں کو درہم و برہم کر دیا۔ چشم زدن میں ہزاروں راجپوتوں کو کاٹ کر ڈال دیا کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ خون کے دریا بہا دیے۔

سلطان کا یہ حملہ ایسا سخت ہوا۔ کہ راجپوت گھبرا کر پیچھے ہٹنے لگے۔

جب عام مسلمانوں نے خود سلطان کو شریک جنگ ہو کر لڑتے دیکھا۔ تو ان میں جوش و ولولہ کی لہر اٹھی۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔

اس وقت ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا۔ اور ہر مجاہد اپنی پوری طاقت بلکہ اپنے کس بل سے زیادہ محنت و مشقت کرنے لگا۔

جنگ کی آگ کے شعلے دفعتہً بھڑک اٹھے اور ایسے تیز ہو گئے کہ اس سے پہلے اب تک نہ ہوئے تھے۔

راجپوت بھی جم گئے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں پر وار کر کے انہیں ٹھکانے لگانا شروع کر دیا۔ لیکن مسلمانوں میں جو جوش سلطان کے شریک جنگ ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ان میں نہ تھا۔ اس لیے تھوڑی ہی دیر میں ان کی جرأت و ہمت جواب دے گئی۔ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔

جوں ہی انہوں نے پشت دکھائی۔ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے پرزور حملے کر کے انہیں تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔

راجپوت آگے آگے بھاگے جا رہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے انہیں قتل و گرفتار کرتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ تمام میدان میں کچھ عجیب قسم کی ابتری پھیل گئی تھی جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ سوار گھوڑے دوڑاتے بھاگتے نظر آتے تھے

راجپوتوں پر مسلمانوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ کہ ان کا ہر سوار جو میدان جنگ سے پشت دکھا کر بھاگا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ تمام اسلامی لشکر اس کے پیچھے اسے قتل یا گرفتار کرنے کے لیے دوڑ رہا ہے۔ اور اس لیے وہ گھوڑوں کی پسلیوں میں مہمیزیں گھسیڑے دیتے

Marfat.com

تھے۔ تاکہ وہ اپنی پوری قوت سے دوڑیں۔ اور انہیں مسلمانوں کے نرغہ میں سے نکال کر لے جائیں۔ ان کے گھوڑے صبا رفتار بن گئے تھے۔ نہایت تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ بعض گھوڑے تو بے حال ہو کر گر پڑے اور انہوں نے سواروں کو بھی گرا کر ان کی ہڈی پسلیاں توڑ دیں۔ بعض بدحواسی میں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اور پہلے سوار گرے اور پھر گھوڑے ان کے اوپر جا پڑے۔ بعض راکبوں کو گھوڑوں نے الٹ دیا۔ اور وہ ان کے سموں سے روندے گئے۔

ادھر مسلمان تفضل لیے سر کی طرح ان کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ اور .....

..... برابر راجپوتوں کو گرفتار کر رہے تھے۔

مہاراجہ سومنات یہ ابتری اور اپنے لشکر کی ہزیمت دیکھ کر پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور سیدھے قلعہ میں جا کر رکے۔ ان کے بھاگتے ہی اور راجہ اور مہاراجہ بھی بھاگ نکلے۔ اور انہوں نے بھی قلعہ کے اندر ہی جا کر دم لیا۔ ان کے پیچھے ہی شکست خوردہ لشکر داخل ہونا شروع ہوا۔

اب آفتاب غروب ہونے لگا تھا۔ جھٹپٹا وقت ہو گیا تھا۔ سلطان نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان تمام دن بے آب و دانہ بڑے جوش اور بڑی قوت سے لڑتے رہے ہیں۔ انہیں واپس لوٹنے کا حکم دیا۔ جن مسلمانوں نے اس حکم کو سن لیا؛ وہ تو رک کر لوٹ گئے۔ لیکن جو مجاہدین نہ سن سکے وہ بڑھ کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اور انہوں نے قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔

مگر جب نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ اور بہت کم مسلمان وہاں نظر آئے تو وہ باہر ہی رک گئے۔ اور مزید مسلمانوں کو بلانے کے لیے آوازیں دینے اور نعرے لگانے لگے۔

راجپوتوں نے اس خوف سے کہ کہیں مسلمان قلعہ کے اندر راجپوتوں کے ریلے کے ساتھ نہ گھس آئیں۔ جلدی سے پھاٹک بند کر لیا اور یہ مطلق خیال نہ کیا کہ ابھی ان کے سینکڑوں بہادر قلعہ کے باہر ہی رہ گئے ہیں۔

جو راجپوت باہر رہ گئے تھے۔ ان پر وہ مسلمان ٹوٹ پڑے۔ جو قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے تھے۔ اور انہوں نے جلدی ہی پر زور حملے کر کے ان سب کو قتل کر ڈالا۔

جب دن چھپ گیا اور اندھیرا پھیل گیا تب یہ حملہ آور مسلمان بھی اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے۔

اگرچہ آج راجپوتوں نے نہایت بہادری اور بڑے حوصلہ سے حملہ کیا تھا۔ اور سارا دن بڑی جانبازی اور بے جگری سے لڑتے رہے تھے لیکن بالآخر ہزیمت اٹھا کر نہایت

Marfat.com

بدحواسی سے پسپا ہوئے۔

اس معرکہ میں پانچ ہزار راجپوتوں سے زیادہ مارے گئے اور دو ہزار کے قریب گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کو کامیابی اور فتح یابی کی بالکل بھی امید نہ تھی۔ لیکن ہر مسلمان نے خشوع اور خضوع سے خدائے آمرزگار سے نصرت کی دعا مانگی تھی بخصوصاً غازی سلطان محمود نے خرقہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا اوڑھ کر نہایت عاجزی سے زاری کرتے ہوئے فتح کی دعا کی تھی خدا نے جو مسلمانوں کا حامی کار ہے انہیں مدد دی۔ اور اس کی نصرت و مدد سے مجاہدین اسلام کو دونوں محاذات پر یعنی انہلواڑہ کے مہاراجہ کے مقابلہ میں اور مہاراجہ سومنات کے مقابلہ میں فتح عظیم حاصل ہوئی۔

غازیان اسلام نے میدان جنگ سے ہٹتے ہی مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کی درگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا۔ نماز پڑھ کر جو لوگ زخمی ہوئے تھے۔ ان کی مرہم پٹی کی گئی۔ کچھ آدمیوں کو سلطان نے مشعلیں دے کر میدان جنگ میں بھیجا تاکہ اگر کچھ مسلمان زخمی وہاں پڑے رہ گئے ہوں تو انہیں اٹھا لائیں۔ چنانچہ ساٹھ ستر زخمی مسلمان غشی کی حالت میں ملے فوراً ان کو لا کر ان کی دوا دوش کی گئی۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد مسلمانوں نے کھانا تیار کرنا شروع کیا۔

حیرتناک خبر

مہاراجہ سومنات کو اس شکست کا بڑا ہی رنج و قلق ہوا۔ صبح جب ان کا پر جوش اور ٹڈی دل لشکر میدان میں نکلا تھا۔ تو انہیں توقع تھی کہ وہ مسلمانوں کو پیس کر رکھ دے گا۔ دوپہر تک راجپوت نہایت دلیری اور بڑے حوصلے سے لڑتے رہے تھے۔ جس سے ان کا پلہ بھاری نظر آتا تھا۔ اس سے مہاراجہ سومنات کو کامیابی کی امید اور بھی بڑھ گئی تھی اور انہیں یہ صاف نظر آنے لگا تھا۔ کہ شام تک مسلمانوں کا صفایا ہو جائے گا۔

لیکن جوں جوں دن ڈھلنا شروع ہوا۔ راجپوت دبنے اور مسلمان ابھرنے لگے تھے۔ اس سے مہاراجہ سومنات کو اضطراب و اضطرار لاحق ہو گیا تھا۔ اور وہ تذبذب میں پڑ گئے تھے۔

پھر بھی جب کبھی راجپوت کسی گوشہ میں مسلمانوں کو چیر کر آگے بڑھ جاتے تھے

Marfat.com

تو پھر مہاراجہ کو فتح کی امید ہونے لگتی تھی۔ اور جب مسلمان راجپوتوں کو دبا کر ہٹا دیتے تھے تو ان کی امید ٹوٹ جاتی تھی۔

غرض اسی طرح امید وبیم کا عالم طاری تھا۔ لیکن چار گھڑی دن باقی تھا۔ اس وقت سے مہاراجہ کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ اور انہیں فتح کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔

وہ دیکھ رہے تھے۔ کہ آفتاب کے ڈھلنے کے ساتھ ہی راجپوتوں کی جرأت وہمت اور ان کے اقبال کا آفتاب بھی ڈھلتا جاتا تھا۔ آخر سورج کے غروب ہوتے ہی شکست ہوگئی۔

مہاراجہ کو اس ہزیمت کا اس درجہ رنج وقلق ہوا کہ وہ سیدھے، قصر شاہی میں پہنچ کر اپنے کمرہ خاص میں داخل ہو کر بستر پر نیم جان ہو کر جا پڑے۔

داسیوں نے کمرہ میں روشنی کا انتظام پہلے ہی کر دیا تھا۔ اس وقت مہاراجاؤں تک کے محلوں میں شمعیں یا جھاڑ فانوس روشن نہ ہوتے تھے۔ نہ یہ چیزیں ہندوستان میں آئی تھیں۔ نہ ہندو انہیں جانتے تھے۔

عام ہندوؤں کے گھروں میں تو مٹی کے دیئے جلتے تھے اور وہ اس صورت وشکل کے ہوتے تھے۔ جیسے آج بھی دیوالی کے موقعہ پر دیکھے جاتے ہیں عام طور پر سرسوں کا تیل جلایا جاتا تھا۔ لیکن امیروں، رئیسوں، راجاؤں اور مہاراجاؤں کے محلات میں پیتل کے بڑے چراغ ہوتے تھے۔ جو لکڑیوں یا کسی دھات کے ڈیوڑیوں پر رکھے جاتے تھے۔ روشنی زیادہ کرنے کے لیے ان میں کئی کئی بتیاں لگا دی جاتی تھیں۔

ان میں تیل ڈالنے کے لیے بن کی طرح کی کپیاں ہوتی تھیں۔ ان میں تیل بھر کر چراغوں میں تیلی دھار سے ڈالا جاتا تھا۔ اس قسم کی کپیاں آج بھی ان نائیوں کے پاس دیکھی جاتی ہیں جو دیہات میں مشعلیں روشن کر کے کسی تقریب میں شریک ہوتے ہیں۔

زنانخانوں میں دائیاں اس خدمت پر مامور ہوتی تھیں۔ کہ وہ چراغوں میں کپیوں سے تیل ڈالتی رہیں۔ تاکہ چراغ بجھنے نہ پائیں اور مردانوں میں مرد اس کام کو سرانجام دیتے رہتے تھے غرض قصر شاہی میں ہزاروں چراغ روشن تھے۔ جو دور سے دیکھنے پر دیوالی کا منظر پیش کرتے تھے۔ گویا وہاں روز ہی دیوالی ہوتی تھی۔

اور خاص خاص کمروں میں کئی کئی چراغ روشن کیے جاتے تھے۔ مہاراجہ سومنات

Marfat.com

نہایت اندوہ و ملال کے عالم میں پڑے تھے۔ کہ مہارانی آئیں۔ اسوقت وہ گھومدار ریشمی کپڑے کا لہنگا اور ناف تک لمبا شلوکا پہنے تھیں۔ لہنگے کے حاشیہ اور شلوکا کے کناروں پر سنہری لیس ٹکی ہوئی تھیں۔ جو تین انگشت چوڑی تھی۔ اور اس لیس میں سچے موتیوں اور ہیرے اور زمرد کی دلفریب جھالر لگی ہوئی تھی۔

مہارانی بھی غمگین و حزیں تھی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ ناتھ! آپ غمگین کیوں ہو۔

مہاراجہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اس لیے کہ قسمت کا ستارہ گردش میں آگیا ہے۔ تقدیر پھوٹ گئی ہے۔

مہارانی ـــ آخر ہوا کیا۔ مجھے بھی تو کچھ بتایئے۔

مہاراجہ ـــ ہوا وہ جس کا یقین نہ تھا۔

مہارانی ـــ میں بھی تو سنوں۔

مہاراجہ ـــ کیا تم سن نہیں چکیں کہ راجپوت شکست کھا کر آئے ہیں۔

مہارانی ـــ سن چکی ہوں۔

مہاراجہ ـــ کیا یہ بات شرم و ملال کی نہیں۔

مہارانی ـــ ضرور ہے۔ لیکن سنتی ہوں۔ مسلمان تعداد میں زیادہ تھے۔

مہاراجہ ـــ یہ تم نے غلط سنا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان راجپوتوں سے اتنے کم تھے کہ اگر راجپوت ان کے اوپر جا پڑتے تو انہیں مسل کر رکھ دیتے۔

مہارانی ـــ تب کیا راجپوتوں نے بزدلی دکھائی بہادری سے نہیں لڑے۔

مہاراجہ ـــ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہوں نے خوب خوب دادِ شجاعت دی جی توڑ کر لڑے۔ مگر ان کی ایک بھی پیش نہ گئی۔

مہارانی ـــ تو حقیقت میں مسلمان بہادر ہیں۔

مہاراجہ ـــ میں نے ان کی بہادری کے افسانے سنے تھے۔ لیکن یقین نہ آتا تھا۔ مگر آج ان کے جو حیرتناک کارنامے دیکھے ہیں ان سے ان کی دلیری کا قائل ہونا پڑا ہے۔ کمبخت ایسی قوم ہے جو مرنا جانتی ہی نہیں۔

مہارانی ـــ عجیب بات ہے یہ تو۔

مہاراجہ ـــ اور عجیب تر تو یہ ہے کہ ان کی نازک نازک لچکتی اور چھوٹی چھوٹی تلواریں

Marfat.com

اس غضب کی کاٹ کرتی ہیں کہ لوہے اور پتھر تک کو کاٹ ڈالتی ہیں۔ انسانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

مہارانی ــــ جیسا مشہور ہے یہ لوگ حقیقت میں جادوگر تو نہیں ہیں۔

مہاراجہ ــــ کیا کہا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے بدبخت جادو بھی جانتے ہوں گے۔ اگر آج مہاراجہ انہلواڑہ حسب وعدہ آجاتے۔ تو شاید ہمیں ہزیمت نہ ہوتی۔

مہارانی ــــ لیکن انہیں تو آجانا چاہیئے تھا۔

مہاراجہ ــــ مجھے زیادہ رنج و قلق یہی ہے کہ اس دیس کے راجہ اور مہاراجہ بھی مسلمانوں سے ڈرنے لگے ہیں۔ وہ بھی ڈر ہی گئے۔

اس وقت سکھدیو داخل ہوا۔ اس نے کہا۔ ان داتا! انہیں وہ ڈرے نہیں۔

مہاراجہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر آئے کیوں نہیں۔

سکھدیو نے غالیچہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ آئے اور مسلمانوں سے لڑے لیکن بدبخت مسلمانوں نے انہیں راستہ ہی نہ دیا اور وہ واپس لوٹ گئے۔

مہاراجہ نے حیرت اور خوف بھرے لہجہ میں کہا۔ واپس لوٹ گئے ...... کیا انہیں بھی شکست ہوئی۔

سکھدیو ــــ جی ہاں۔

مہاراجہ ــــ یہ خبر اور بھی اندوہناک ہے۔ افسوس۔ میں کس خیال میں تھا۔ اور ہوا کیا۔ ...... لیکن تمہیں یہ کیسے بات معلوم ہوئی۔

سکھدیو ــــ ابھی ایک سوار جنگل کے راستہ سے آیا ہے اس نے یہ بات بیان کی ہے۔

مہاراجہ ــــ مگر وہ بھی جنگل کے ذریعہ سے یہاں کیوں نہ آگئے۔

سکھدیو ــــ مسلمانوں نے ان کا تعاقب اس حد تک کیا۔ کہ وہ جنگل میں بھی داخل نہ ہو سکے۔

مہاراجہ ــــ تب مسلمانوں کی بہادری میں کوئی شک نہیں ہے اگر ایک طرف وہ ہم سے لڑ رہے ہے تو دوسری طرف مہاراجہ انہلواڑہ سے جنگ کرتے رہے۔ کس قدر حیرتناک بات ہے۔

سکھدیو ــــ سنا ہے۔ بندرگاہ کی طرف سے جب ہمارے سپاہیوں نے حملہ کیا۔ تو

Marfat.com

اس طرف بھی مسلمانوں کے ایک دستہ نے انہیں روک دیا۔

مہاراجہ —— سلطان محمود بڑا تجربہ کار جنگجو ہے اس نے اس طرح ناکہ بندی کر دی ہے کہ ہمارا تعلق بیرونی دنیا سے منقطع ہو گیا ہے اگر یہی کیفیت اور چند دن رہی تو رسد کا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ اور لوگ بھوکے مرنے لگیں گے۔

سکھدیو —— اس میں شک نہیں ہے۔ بازار میں ہر چیز کا نرخ اس قدر گراں ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کہ غریب آدمی بے چین ہونے لگے ہیں۔ تعجب نہیں جو قلعہ اور شہر میں غدر ہو جائے۔

مہاراجہ —— یہ خبر اور بھی غم ربا اور تشویشناک ہے۔ معلوم نہیں کیوں ، مہادیو سومنات جی ہم سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ کیوں وہ ملیکشوں کا خاتمہ نہیں کر ڈالتے۔

"اس لیے کہ ان کی پوجا سچے دل سے نہیں کی جاتی" ایک آواز آئی۔ مہاراجہ، مہارانی اور سکھدیو نے جب نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو سومنات کا مہا پجاری آ رہا تھا۔ وہ بھی آ کر مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ گیا۔ مہاراجہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا، یہ میرے کرموں کا پھل ہے۔

پجاری —— میں عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ لوگوں کو پوجا کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ لیکن کوئی نہیں سنتا۔ سب عیش و عشرت میں غرق ہیں۔

مہاراجہ —— اور اسی لیے ملک و قوم پر نحوست کی گھٹا چھا گئی ہے۔ اچھا میں اعلان کرائے دیتا ہوں۔ کہ کل صبح کے وقت سومنات کا ہر باشندہ اور ہر لشکر کے آدھے جوان پوجا میں شریک ہو کر دیوتا سومنات جی کو راضی کریں۔ اور پرارتھنا کریں۔ کہ ہمیں فتح عطا فرمائے۔ اور بقیہ آدھا لشکر رات کو غسل کے بعد پوجا میں شریک ہو کر دعا مانگے۔ تمام چھوٹے بڑے افسر، سردار، سپہ سالار اور راجہ مہاراجہ صبح کی پوجا میں شرکت کریں۔ میں خود بھی صبح کی ہی پوجا میں شریک ہوں گا۔

پجاری —— میں بھی اس وقت اسی لیے آیا تھا۔ کہ پوجا کے لیے حکم حاصل کروں۔

مہاراجہ —— سکھدیو! تم جا کر منتری جی (وزیر اعظم) تک ہمارا حکم ابھی پہنچا دو۔

سکھدیو نے اٹھتے ہوئے کہا، بہت اچھا، اور چلا گیا۔ پجاری بھی تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ اب مہارانی نے کہا، میری بچی کا پتہ نہیں چلا۔

مہاراجہ —— پتہ تو جب چلتا جب ان پاپی ملیکشوں کو شکست دے کر بھگا دیا جاتا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا جاتا۔

مہارانی —— مگر مجھے آج ایک بات بڑی حیرت کی معلوم ہوئی ہے۔

Marfat.com

مہاراجہ ـــــ کیا؟

مہارانی ـــــ چندر موہنی مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔

مہاراجہ ـــــ پھر کہاں ہے۔

مہارانی ـــــ یہیں قلعہ ہی میں۔

مہاراجہ چونک کر اٹھ بیٹھے، فرط حیرت سے ان کا منہ کھلا اور آنکھیں پھٹی رہ گئیں، انہیں اپنی سماعت پر شبہ ہوا، اور اس لیے انہوں نے تصدیق کے لیے پھر پوچھا "کیا یہیں قلعہ میں؟"

مہارانی نے سنجیدگی سے کہا "جی ہاں قلعہ میں"

مہاراجہ ـــــ یقین نہیں آتا۔

مہارانی ـــــ مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا، لیکن اس کی فوراً ہی تصدیق ہو گئی۔

مہاراجہ ـــــ کس طرح ذرا مفصل سناؤ۔

مہارانی ـــــ ایک شرط ہے۔

مہاراجہ ـــــ کیا مجھ سے کوئی وچن (اقرار) لینا چاہتی ہو۔

مہارانی ـــــ میں آپ کی داسی ہوں، اور اس لیے ناتھ! مجھے یہ حق تو نہیں ہے۔ لیکن سوامی! میں ملک و قوم کی بہتری کے لیے وچن لینا چاہتی ہوں۔

مہاراجہ ـــــ اچھا کیا وچن لینا چاہتی ہو!

مہارانی ـــــ جب تک پاپی ملیکش سلطان بھاگ نہ جائے، یا مارا نہ جائے آپ اس وقت تک مشتبہ شخص پر کوئی سختی نہ کریں گے۔ نہ اسے اس بات سے آگاہ ہونے دیں گے کہ آپ کو اس کی کرتوتوں کا علم ہو گیا ہے۔

مہاراجہ ـــــ تو کیا چندر موہنی واپس آجائے گی۔

مہارانی ـــــ نہیں جب ہم الزام لگانے ہی کو تیار نہیں تو چندر موہنی کیسے آجائے گی۔

مہاراجہ ـــــ اور تم صبر کر لوگی۔

مہارانی نے آوارگی کے لہجہ میں کہا "صبر کرنا ہی پڑے گا، ایک طرف ممتا، محبت ہے اور دوسری طرف ملک کی محبت اور مذہب کی حرمت کا خیال ..... میں ضبط و صبر کروں گی سوامی۔"

رانی نے استقلال سے مگر منہ لبورتے ہوئے کہا، مہاراجہ نے پوچھا "مگر وہ ہے کون چنڈال؟"

Marfat.com

مہارانی ـــــ سب بتا دوں گی۔ پہلے آپ وچن دے دیں۔

مہاراجہ ـــــ اچھا میں وچن دیتا ہوں۔ کہ ملزم سے اس وقت تک کوئی باز پرس نہ کروں گا۔ جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے گا۔ اب مفصل حال سناؤ۔

مہارانی ـــــ ملزم خود سکھدیو ہے۔

مہاراجہ اچھل پڑے۔ انہوں نے کہا سکھدیو .... جسے میں اپنا بچہ سمجھنے لگا تھا وہی مار آستین نکلا۔

مہارانی ـــــ ہاں وہی۔ اسی نے مجھے اور تمہیں دونوں کو روحانی صدمہ پہنچایا ہے اسی نے چندر موہنی کو زبردستی اس کی خوابگاہ سے اٹھوا لیا۔

مہاراجہ کو اس قدر غصہ آیا تھا۔ کہ اگر وچن دیا نہ ہوتا تو یقیناً وہ اسی وقت سکھدیو کو طلب کر کے اس کا سر اڑوا دیتے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور آنکھیں خون کبوتر بن گئی تھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ مگر یہ حقیقت کھلی کس طرح؟

مہارانی ـــــ آج میرے پاس چمپا آئی۔ چمپا موہن سنگھ کی نوجوان بہن ہے اور موہن سنگھ سکھدیو کا نجی ملازم ہے۔ چمپا نے مجھے سارا حال سنایا۔ وہ شاید ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالتی۔ کیونکہ موہن سنگھ خود اس جرم میں شریک تھا۔ لیکن سکھدیو نے اس راز کو چھپانے کے لیے یا تو موہن سنگھ کو قتل کر دیا ہے۔ یا کہیں تہ خانہ میں چھپا دیا ہے۔ جب چمپا کو یقین ہو گیا۔ کہ اس کا بھائی مارا گیا ہے تب اس نے آج مجھ سے آ کر سارا حال اس طرح بیان کیا کہ سکھدیو کو یہ شک ہو گیا تھا۔ کہ چندر موہنی اس کے ساتھ اس لیے شادی کرنے پر راضی نہیں ہے کہ اسے کسی ملیکش سے محبت ہو گئی ہے ....

مہاراجہ نے جوش میں آ کر کہا۔ یہ جھوٹ ہے قطعی جھوٹ۔

مہارانی ـــــ میں بھی اس بات کا یقین نہیں کرتی۔ لیکن سکھدیو کو کسی طرح یہ شبہ ہو گیا اسلیئے اس نے موہن سنگھ کو آمادہ کر کے چندر موہنی کو اٹھوا لیا۔ اب اس فکر میں وہ ہے کہ اگر موقعہ مل جائے تو اسے انہلواڑہ میں لے جائے۔ مہاراجہ اس وقت سوچ رہے تھے کہ سکھدیو نے کس طرح آ کر اظہار ہمدردی کر کے یہ بات بتائی تھی کہ مسلمان چندر موہنی کو اٹھا کر لے گئے۔ کس طرح اس نے شبخون مارنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا ضرور یہ سکھدیو ہی کی حرکت ہے۔ اب مجھے یقین آ گیا (دانت پیس کر) ذرا جنگ کا فیصلہ ہو جائے۔ اسے

Marfat.com

اور اس کے باپ کو وہ سزا دی جائے گی جس سے دوسروں کو بھی عبرت ہو۔

مہارانی ـــــ درست ہے۔

مہاراجہ ـــــ خیر یہ تو اطمینان ہو گیا کہ چندر موہنی مسلمانوں کے پاس نہیں ہے بلکہ یہیں قلعہ میں ہی ہے

مہارانی ـــــ سکندر کو کوئی شبہ نہ ہو۔

مہاراجہ ـــــ اطمینان رکھو۔

مہارانی ـــــ اب کچھ لیجئے۔

مہاراجہ ـــــ کیا کھاؤں۔ اس وقت میری یہ حالت ہے سے

دل ہے غذائے رنج جگر ہے غذائے رنج
راحت کے نام سے نہیں واقف سوائے رنج

مہارانی ـــــ بغیر کھائے گذارہ نہیں۔

مہاراجہ ـــــ آج راجپوتوں نے جو بزدلی کی ہے اس کا بڑا رنج ہے۔

مہارانی ـــــ نہیں راجپوت بڑی دلیری سے لڑے لیکن مسلمان انسان نہیں بھوت ہیں۔

مہاراجہ ـــــ تب اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔

مہارانی ـــــ سومنات جی بہتر کریں گے۔

مہاراجہ ـــــ میں نے حکم دے دیا ہے کہ کل سارے سومنات کے باشی مہادیو جی کی پوجا کریں۔

مہارانی ـــــ یہ بہت اچھا کیا آپ نے۔ اچھا میں کھانا منگواتی ہوں۔

مہارانی نے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ اٹھ کر چلی گئی اور تھوڑی ہی دیر میں کھانا لے کر آگئی۔ دونوں الگ الگ بیٹھ گئے۔ اور دونوں کے سامنے کئی تھال رکھ دیئے گئے دونوں نے کھانا کھانا شروع کیا۔

ستائیسواں باب

طنزیہ قہقہہ

کامنی ایک شاندار کمرہ میں نہایت اطمینان سے ایک زرنگار مسند پر بڑی شان و تمکنت سے بیٹھی تھی۔ اس نے اس وقت گلابی رنگ کا شلوکہ پہن رکھا تھا۔ اور نارنجی رنگ کی ریشمین ساڑھی اوڑھ رکھی تھی۔ اس ساڑھی کے حاشیوں پر چوڑی سنہری لیس ٹکی ہوئی تھی۔ اور لیس میں موتیوں کی جھالر لگی ہوئی تھی۔ بقیہ تمام ساڑھی میں روپہلے ستارے ٹنکے ہوئے تھے جو روشنی میں جھلملا رہے تھے۔ جب وہ حرکت کرتی تھی۔ تو ستارے ایسے جگمگانے لگتے تھے۔ کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔

کامنی حسین تھی۔ بہت زیادہ حسین اس وقت اس لباس میں اور بھی بیحد حسن معلوم ہو رہی تھی۔ وہ کسی گہرے خیال میں غرق تھی۔ کچھ سوچ رہی تھی۔ کچھ وقفہ کے بعد آہستہ سے بولی۔ چندر موہنی کو میرے بھیا سے شادی کرنی ہی پڑے گی۔ اب تو وہ بھیا کے بس میں ہے انکار بھی کرے تو کوئی نتیجہ نہیں۔ بھیا اس پر بری طرح لٹو ہو رہے ہیں۔ میں بھیا کی سازش میں اسی لیے تو شریک ہوئی ہوں کہ .... چھوڑو۔ اس ذکر کو۔ .... آہ ہارون .... جانتی ہوں تو ملیکش ہے تو میرے مذہب میری قوم میرے ملک کا دشمن ہے۔ میرا بھی دشمن ہوگا۔ لیکن میں .... تیری پریمی ہوں تجھے چاہتی ہوں روح کی گہرائیوں کے ساتھ۔ دنیا کے دیوتا سومنات جی ہیں، لیکن میرے دیوتا .... تم ہو۔ ہائے کس طرح تمہیں اپنا دل چیر کر دکھاؤں۔ میرے من (دل) مندر کی مورتی تم ہو۔ میں تمہاری پوجا کرتی ہوں۔ مگر جب میں سوچتی ہوں کہ تم چندر موہنی کا بت ہو۔ تو سینہ سے شعلہ اٹھ کر انگ انگ (عضو عضو) میں آگ بھڑکا دیتا ہے .... میں تمہارے پاس آؤں گی۔ تمہیں اپنانے کے لیے اپنا حال سنا کر اپنا بنانے کے لیے ....!

Marfat.com

"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں میں خود ہی آگیا" ایک آواز آئی، جس نے کامنی کا سلسلۂ خیال درہم برہم کر دیا۔ اس نے رسیلی آنکھیں اٹھا کر نرم نگاہوں سے دیکھا، سامنے موہن سنگھ کھڑا تھا۔

اسے دیکھتے ہی کامنی کا چہرہ فق پڑ گیا۔ اور بے ساختہ اس کی زبان سے ہلکی چیخ نکل گئی۔ موہن سنگھ دبے قدموں بڑھ کر کامنی کے پاس آکھڑا ہوا۔ کامنی کا جسم اس طرح تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جیسے اسے جاڑہ لگ گیا ہو۔

موہن سنگھ نے کہا۔ کامنی! مجھ سے نہ ڈرو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میرے ہر وقت دل ہی میں نہیں بلکہ نس نس میں تم بسی ہو۔ دنیا کسی کو پوجے مگر میں تمہیں پوجتا ہوں۔

وہ خاموش ہو گیا۔ کامنی سہمی جا رہی تھی۔ اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ زبان سے لحظے کی قوت سلب ہو گئی تھی۔ چاہتی تھی کہ چیخ مار کر کسی کو بلائے لیکن آواز ہی نہ نکلی تھی وہ لب لعلیں جو ہر وقت تر رہتے تھے اس وقت سوکھ گئے تھے۔ اور ان پر پیڑیاں جم گئی تھیں۔

بہ ہزار دشواری اس نے بولنے کے لئے لب کھولے اور صرف اتنا کہہ سکی "تم.....

موہن سنگھ ——— ہاں میں۔ کیا تجھے یقین نہیں آیا کامنی۔ اگر تو حکم دے تو میں اپنا سر کاٹ کر تیرے قدموں میں ڈال دوں۔

کامنی ——— مگر بھیا.......

موہن سنگھ ——— وہ تمہارے بھیا کی مجھے پرواہ نہیں ہے وہ بڑا دغا باز ہے۔ اس نے دو مرتبہ مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر مرتبہ ایشور نے مجھے بچا لیا۔ وہ وار کر چکا اب میرے وار کرنے کی باری ہے۔ میں تو زندہ رہ گیا۔ لیکن اسے زندہ نہ رہنے دوں گا۔

اب کامنی کچھ سنبھل گئی۔ اس نے کہا۔ وہ یہاں آنے والے ہیں.......!

موہن سنگھ ——— میں جانتا ہوں۔ اور اسی لیے میں جا رہا ہوں۔ اس پاپی سے کہہ دینا کہ ہوشیار رہے۔ مگر تم.......... مجھ سے ہرگز نہ ڈرو کامنی۔ میں تمہارا داس ہوں۔ پجاری ہوں۔ تم میری دیوی ہو.......... وہ کھٹکا ہوا۔ شاید کوئی آرہا ہے۔ اچھا پھر ملوں گا۔

Marfat.com

یہ کہتے ہی موہن سنگھ بھاگ گیا۔ اب کامنی کا خوف دور ہوا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور آہستہ سے کہا۔ اف پرماتما! یہ کہاں سے آگیا تھا۔ جتنا میں اس سے بچتی ہوں اتنا ہی یہ میرے سامنے آجاتا ہے۔ مجھے اس سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت سکھدیو کمرہ میں داخل ہوا۔ وہ معمولی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ کس کا ذکر کر رہی ہے۔ تو کس سے ڈرتی ہے۔

سکھدیو کو دیکھ کر کامنی کے چہرہ پر رونق آگئی۔ اس نے کہا۔ اچھے وقت پر آئے بھیا!

سکھدیو کامنی کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ ہاں ابھی فرصت ملی ہے۔ جنگی لباس اتار کر سیدھا تیرے پاس آرہا ہوں۔

کامنی —— کاش تم ذرا اور پہلے چلے آتے۔

سکھدیو —— تب کیا ہوتا؟

کامنی —— تم اس سے مل لیتے جس سے میں ڈرتی ہوں۔

سکھدیو —— مگر وہ ہے کون؟

کامنی —— موہن سنگھ۔

موہن سنگھ کا نام سن کر سکھدیو اچھل پڑا۔ اس نے کہا۔ موہن سنگھ کیا اسے تو نے دیکھا۔

کامنی —— ہاں۔

سکھدیو —— کب؟

کامنی —— ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔

سکھدیو —— وہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی لاش تو مچھلیوں یا گھڑیالوں نے کھالی ہوگی۔

کامنی —— مگر وہ موجود تھا۔

سکھدیو —— اس کا بھوت ہوگا۔

کامنی —— بھوت ....

سکھدیو —— ہاں بھوت۔ میں نے اسی روز تجھے اس لیے نہیں بتایا تھا۔ کامنی کہ کہیں تو ڈر نہ جائے۔ اب سن میں نے اسے باغیچہ میں لے جا کر سمندر میں دھکیل دیا تھا۔ اس نے اس وقت ایک خوفناک چیخ ماری تھی۔ اور اس کے پانی میں گرنے کی آواز میں نے سنی تھی۔

کامنی —— لیکن وہ آیا تھا بھیا۔

Marfat.com

سکھدیو ــــ میں شرط بدتا ہوں کہ وہ زندہ نہیں ہے۔

کامنی ــــ اب میں کیسے تمہیں یقین دلاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا...

سکھدیو ــــ اسی لیے تو کہتا ہوں کہ اس کا بھوت دیکھا ہوگا۔

کامنی ــــ کیا بھیا بھوت بولتے بھی ہیں۔

سکھدیو ــــ نہیں۔

کامنی ــــ تب سنو۔ کہ اس نے مجھ سے باتیں کیں۔

سکھدیو حیران رہ گیا۔ اس نے کہا۔ باتیں کیں.........

کامنی ــــ ہاں۔

سکھدیو ــــ کیا باتیں کیں۔

کامنی نے شرم سے سر جھکا کر کہا۔ وہی باتیں جو وہ کیا کرتا ہے سکھدیو نے دانت پیس کر کہا۔ نمک حرام کتا......۔ کیا کسی طرح بچ تو نہیں نکلا۔

کامنی ــــ ضرور بچ نکلا۔ اب تم یہاں سے انہلواڑہ چلے جاتے تو اچھا ہے ورنہ وہ تم سے انتقام لے گا۔

سکھدیو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ انہلواڑہ چلا جاؤں.......؟

کامنی ــــ ہاں اور چندر موہنی کو بھی لے جاؤ۔

سکھدیو نے برہم ہو کر کہا۔ کیا بری عادت ہے تیری کامنی تجھے کتنی مرتبہ کہا کہ اس طرح کا ذکر نہ کیا کر۔ کوئی سن لے گا تو کیا ہوگا۔ مگر تو ہے کہ مانتی ہی نہیں۔

کامنی نے سفید آبدار موتیوں جیسے دانتوں میں زبان دبا کر اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے کہا۔ بڑی بھول ہوئی بھیا۔ اب احتیاط رکھوں گی۔

سکھدیو ــــ سچ یہ ہے کہ عورت کو کسی راز میں شریک کرنا نہیں چاہیئے۔ بزرگوں کا یہی مقولہ ہے۔ عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں۔

کامنی ــــ میری تو یہ ہے۔ اب میں اس کے متعلق کچھ نہ کہوں گی... لیکن تم اسے لے ہی جاؤ۔

سکھدیو ــــ کیسے لے جاؤں۔

کامنی ــــ جس طرح بھی ہو۔

Marfat.com

سکھدیو — پاپی مسلمانوں نے تمام راستے جو روک رکھے ہیں۔

کامنی — لاؤ لشکر کے ساتھ جاؤ گے تو مسلمان ضرور دیکھ لیں گے۔ دو چار آدمیوں کو لے جاؤ۔

سکھدیو — لیکن اسے .... قلعہ سے باہر کیسے لے جاؤں۔

کامنی — کوئی تدبیر سوچو۔

سکھدیو — سوچوں گا۔ کیا تو بھی چلے گی۔

کامنی — نہیں میرا ابھی جانا مناسب نہیں ہے۔ تم اسے لے جاؤ۔ اور پہنچاتے ہی اس سے پھیرے پھروا دو۔

سکھدیو — یہ تو ہم نے سوچ ہی رکھا ہے۔ دیکھو دو چار روز میں اس کا بندوبست کروں گا۔

کامنی — دو چار روز نہیں آج کرو۔

سکھدیو — یہ کیسے ممکن ہے .... اور ایسی جلدی بھی کیا ہے۔

کامنی — وہ دھمکی دے گیا ہے کہ تمہارے بھیا کے دو وار ہو چکے اب میرا وار ہوگا اور میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

سکھدیو ڈر گیا۔ اس نے کہا۔ تب معلوم ہوتا ہے۔ وہ ضرور بچ نکلا۔ لیکن جانا کہاں ہے...
اس وقت کسی کے قہقہہ کی آواز آئی۔ کامنی ڈر کر اچھل پڑی۔ سکھدیو بھی کچھ خوف زدہ ہوا کامنی نے کہا۔ یہ اسی نے قہقہہ لگایا ہے۔

سکھدیو جلدی سے اٹھا۔ اور لپک کر دوسرے کمرہ میں آیا۔ اس کمرہ میں آیا۔ اس میں کافی روشنی ہو رہی تھی۔ سکھدیو نے خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا وہاں کوئی بھی نظر نہ آیا کمرہ بالکل خالی تھا۔

وہ اس کمرہ میں سے تیسرے میں اور وہاں سے برآمدہ میں آیا۔ سب جگہ اچھی طرح دیکھا لیکن ہر طرف سنسان تھی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر کے وہ واپس لوٹ آیا۔ اس نے کہا۔ وہ کہیں چھپ گیا۔ چھپنے دو۔ میرے پنجے سے بچ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔

کامنی اب تک کانپ رہی تھی۔ وہ سکھدیو سے لپٹ گئی۔ اس نے کہا بھیا یہاں مجھے بڑا خوف معلوم ہونے لگا ہے۔

Marfat.com

سکھدیو نے تسلی دہ لہجہ میں کہا مت ڈر۔ کامنی۔ تو آرام اور اطمینان سے بیٹھ۔ میں تیرے پاس چند داسیوں کو بھیجے دیتا ہوں۔ رات کو اپنے کمرہ میں انہیں سلا لینا۔

وہ چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر میں چند کنیزیں آگئیں۔ ان کے آنے سے کامنی کو بڑی تسلی ہوئی اور وہ ان سے لایعنی باتیں کرنے لگی۔

حیرتناک اور غم ربا واقعات

مہارانی کو موہن سنگھ کی بہن چپانے بالکل صحیح اطلاع دی تھی۔ چندر موہنی کی طرف سے جب سکھدیو کو مایوسی ہوگئی اور سراس نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اس سے عقد کرنے پر تیار نہیں ہے تو اسے خوف ہوا کہ کہیں مہاراجہ بھی اس کے انکار کرنے پر مجبور ہو کر خود بھی انکار نہ کر دیں۔ اس لیے اس نے اپنے دو تین معتمد وفاداروں کو ترغیب دی کہ وہ سیاہ لبادے پہن کر لوگوں کو ڈرا دیں۔ اور پھر موقع پا کر چندر موہنی کو اٹھا لاویں۔ اس سازش میں کامنی کو بھی شریک کیا گیا۔ اور موہن سنگھ کو راجکماری کو اٹھا لانے پر مامور کیا۔

موہن سنگھ کو کامنی سے محبت تھی۔ وہ اس لیے اس خطرناک کام کو انجام دینے پر آمادہ ہوگیا کہ اس سے سکھدیو کے دینے اور کامنی سے عقد ہو جانے کی امید تھی

شہرت یہ کر دی گئی کہ چند مسلمان قلعہ میں رہ گئے ہیں اور سیاہ پوش ہو کر رات کو گھومتے ہیں۔ جب چندر موہنی اٹھائے جائی گئی۔ تو مہاراجہ کو یہ یقین دلا دیا گیا۔ کہ اسے مسلمان اسے اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس چالاکی سے مقصد یہ تھا کہ قلعہ میں اس کی تلاش نہ کی جائے۔ اور سب یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے یہ فعل کیا ہے۔ ان کی ہی طرف متوجہ رہیں۔ بلکہ جوش اور غصہ میں آکر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ اور موقعہ پا کر چندر موہنی کو نکال لے جائے۔

لیکن بدقسمتی سے اسے یہ موقعہ ہی نصیب نہ ہوا۔ کہ راجکماری کو نکال لے جاتا۔ البتہ وہ اس بات کی فکر ضرور کر رہا تھا۔ کہ موہن سنگھ نے دباؤ ڈالنا۔ اور کامنی کے ساتھ عقد کرا دینے کی سعی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

موہن سنگھ معمولی آدمی تھا۔ سکھدیو کتنا بھی برا ہو لیکن یہ بات کیسے منظور کر لیتا کہ اس کی شادی موہن کے ساتھ ہو جائے۔ لیکن وہ یہ بھی خود جانتا تھا۔ کہ موہن کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ اسے گرفتار و قتل کرا دینے کے لیے کافی ہے۔ اس لیے اس نے اپنے ایک ملازم

Marfat.com

خاص بلبیر چندر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ موہن سنگھ کو گرفتار کرے اور موقعہ پاکر اسے قتل کر ڈالے۔

بلبیر چندر کو موہن سنگھ کی بہن چمپا سے محبت تھی۔ وہ اس لیے اس کام پر آسانی سے آمادہ ہو گیا۔ کہ اس میں ایک پنتھ دو کاج والا معاملہ تھا۔ موہن سنگھ کے قتل سے سکھدیو پر اثر قائم ہوتا تھا اور چمپا پر ڈورے ڈالے جا سکتے تھے۔

چنانچہ بلبیر چندر نے موہن سنگھ کو گرفتار کر لیا۔ لیکن وہ اسے قتل کر ڈالنے کا موقعہ نہ نکال سکا۔ اور موہن سنگھ اپنی عیاری سے اپنے محافظوں کو جل دے کر فرار ہو گیا۔ اتفاق سے وہ سکھدیو کے پھر ہتھے چڑھ گیا۔ اور اس نے اسے سمندر میں لے جا ڈالا۔

چندر موہنی کو غائب کرنے کی سازش میں جتنے لوگ بھی شریک تھے وہ سب کسی نہ کسی خود غرضی کو لیے ہوئے تھے۔ سب محبت کے مرض میں گرفتار تھے۔ اور سچ پوچھیے تو محبت کسی کو بھی نہ تھی۔ ابو الہوس البتہ کہہ سکتے ہیں۔

کامنی اس فکر میں تھی کہ چندر موہنی کا عقد سکھدیو سے ہو جائے تو وہ ہارون کو حاصل کر سکے۔ موہن سنگھ کامنی کو اپنانے اور اڑا لے جانے کی کوشش میں تھا۔ اور بلبیر چندر چمپا کو اڑا لیجانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

سکھدیو کو کامنی کی یہ صلاح بہت پسند آئی۔ کہ جس طرح بھی ہو چندر موہنی کو اغوا کرا لے جایا جائے۔ آج کی جنگ میں اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ راجپوتوں کا مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دینا مشکل ہے اس لیے اس نے یہ اور بھی مناسب سمجھا کہ چندر موہنی کو آج ہی قلعہ سے نکال لے جائے۔

چنانچہ جب وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ تو اس نے خلاف معمول دو تین آدمیوں کو اپنا منتظر پایا۔ یہ لوگ سومنات کے معزز باشندے تھے وہ انہیں اکثر مہاراجہ کے پاس دیکھ چکا تھا۔

چونکہ وہ آج سے پہلے اس کے پاس نہ آئے تھے۔ اس لیے اس کو کچھ کھٹکا ہوا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ مہاراجہ کو اس کے اوپر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے دل کو تسلی دے لی۔

اسے کیا معلوم تھا۔ کہ مہاراجہ کو اس کی کرتوت کی اطلاع ہو چکی ہے اور یہ لوگ اس کی نگرانی پر مامور کیئے گئے ہیں۔

سکھدیو ان سے بڑے تپاک سے ملا۔ ان لوگوں نے بھی جنگ کی باتیں کر کے یہ

Marfat.com

یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ محض جنگی حالات پر تبادلہ خیالات کرنے کے لیے آئے ہیں۔
کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد وہ رخصت ہو کر چلے گئے۔ سکھدیو نے بلبیر چندر کو طلب کر کے آہستہ سے پوچھا۔ بلبیر چندر! چندر موہنی کیسی ہے۔

بلبیر چندر نے جواب دیا اچھی ہے۔

سکھدیو ـــــ کیا وہ سفر کر سکتی ہے۔

بلبیر ـــــ اپنی خوشی سے تو وہ ہرگز بھی آمادہ نہ ہو گی۔

سکھدیو ـــــ لیکن کسی نہ کسی طرح اسے آج قلعہ سے باہر لے جانا ضروری ہے۔

بلبیر چندر ـــــ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح اسے لے جایا جا سکے گا۔

سکھدیو ـــــ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ....

بلبیر چندر ـــــ لیکن اگر قلعہ کے پہرہ والوں نے لے جاتے دیکھ لیا تو ....

سکھدیو ـــــ ہم اسے گاڑی میں ڈال لیں گے۔

بلبیر چندر ـــــ ایک طرح یہ بات ممکن ہے۔

سکھدیو ـــــ کس طرح؟

بلبیر چندر ـــــ اگر کامنی اور چمپا دونوں کو ساتھ لے جایا جائے۔

سکھدیو کو یہ بات تو معلوم ہو گئی تھی کہ موہن سنگھ کو اس کی بہن کامنی سے محبت ہے۔ لیکن یہ علم نہ ہوا تھا کہ بلبیر چندر چمپا کو چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ کامنی تو چلی چلے گی لیکن چمپا .... بلبیر چندر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ چمپا کو کامنی آمادہ کر لیں گی۔ اگر یہ دونوں لڑکیاں اس گاڑی میں ہوں گی۔ جس میں چندر موہنی کو اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ڈالا جائے گا۔ تو پہرہ والے کچھ زیادہ چھان بین نہ کریں گے۔

سکھدیو ـــــ اول تو کسی کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہے۔ دوسرے صرف کامنی کافی ہے چمپا کی کیا ضرورت ہے۔

بلبیر چندر ـــــ چمپا بھی اس راز میں شریک ہے۔ وہ اپنے بھائی کی گمشدگی سے کچھ کھٹک گئی ہے۔ اس لیے اس کا بھی ساتھ لے جانا مناسب ہے۔

سکھدیو ـــــ تو نے سچ کہا بلبیر! میں نے اس بات پر غور نہ کیا تھا۔ اچھا میں کامنی کو بلا کر اسے ہدایت کرتا ہوں۔ اتنے میں تو جا کر چندر موہنی کو تیار کر۔

Marfat.com

بلبیر چندر ـــــ بہت اچھا۔

وہ چلا گیا۔ سکھدیو نے دستک دی اور جب ایک خادم حاضر ہوا تو اس نے کامنی کو بلا بھیجا۔

تھوڑی ہی دیر میں کامنی آ گئی۔ سکھدیو نے کہا۔ کامنی ہمیں ابھی انہلواڑہ روانہ ہو جانا چاہیئے

کامنی ـــــ میں نے تو پہلے ہی یہ صلاح دی تھی۔

سکھدیو ـــــ تجھے بھی چلنا ہوگا۔

کامنی چونکی ـــــ اس نے کہا۔ میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

سکھدیو ـــــ جب تک تو نہ چلے ہم چندر موہنی کو کیسے لے جا سکتے ہیں۔

کامنی ـــــ اور میرے ساتھ کیسے لے جائی جا سکتی ہے۔

سکھدیو ـــــ تدبیر یہ سوچی گئی ہے کہ چندر موہنی کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر گاڑی میں ڈال دیا جائے۔ اور اس گاڑی میں تجھے سوار کرایا جاوے۔ چمپا بھی تیرے ساتھ ہو۔ تم دونوں کو قلعہ کے پھاٹک کے محافظ دیکھ کر گاڑی کی دیکھ بھال نہ کریں گے۔ سمجھیں گے۔ کہ میں تجھے لے جا رہا ہوں۔

کامنی ـــــ تدبیر تو مناسب ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ تم چمپا کو لے جاؤ میرا یہاں ٹھہرنا اس لیے مناسب اور ضروری ہے کہ میں دیکھوں کہ تمہارے چلے جانے کے بعد یہاں کیا ہوتا ہے۔ مہاراجہ کو کوئی شبہ تو نہیں ہوتا۔

سکھدیو ـــــ یہ بات تو نے بھی مناسب کہی۔ اچھا تو یہ کر کہ قلعہ سے کچھ دور جا کر واپس چلی آنا۔

کامنی ـــــ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سکھدیو ـــــ لیکن چمپا کو آمادہ کرنا تیرا کام ہے۔

کامنی ـــــ میں کہہ نہیں سکتی۔ وہ تیار ہو جائے گی یا نہیں۔

سکھدیو ـــــ وہ تیرا بہت لحاظ رکھتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کامنی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ہاں پہلے بہت زیادہ لحاظ کرتی تھی۔ لیکن اب وہ ایک روز سے کچھ کشیدہ سی رہنے لگی ہے۔

سکھدیو ـــــ یہ صرف تیرا خیال ہوگا۔

Marfat.com

کامنی —— خیال نہیں بلکہ سچ ہے۔ وہ موہن سنگھ کی مفقود الخبری کو محسوس کر رہی ہے میرا خیال ہے کہ شاید وہ تمہاری طرف سے کچھ کھٹک گئی ہے۔

سکھدیو —— مگر وہ بھولی، کمسن اور نادان ہے۔ تیرے کہنے میں آجائے گی۔

کامنی —— اچھا میں کوشش کرتی ہوں۔

یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ سکھدیو بلبیر چندر کا انتظار کرنے لگا اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ بلبیر چندر آگیا۔ لیکن اس کے چہرہ سے کچھ مایوسی اور فکرمندی کی علامتیں ظاہر تھیں سکھدیو نے اس کی صورت دیکھی۔ وہ بھی پریشان ہوا۔ اس نے پوچھا۔ کہو تیار کر آئے۔

بلبیر چندر نے کہا۔ کسے تیار کر آتا۔ چندر موہنی وہاں ہے ہی نہیں۔

سکھدیو . . . . بے چین ہوگیا۔ اس نے کہا وہ کہاں گئی۔

بلبیر چندر —— ایشور ہی اس بات کو جانتا ہے۔

سکھدیو —— کیا کسی کو اس کی نگرانی پر نہیں چھوڑا تھا۔

بلبیر چندر —— جب وہ تہ خانہ کے محفوظ کمرہ میں مقید تھی تو نگران کی کیا ضرورت تھی

سکھدیو نے ترش رو ہو کر کہا۔ تم نے بڑی حماقت کی ہے بلبیر چندر!

بلبیر چندر —— آپ نے خود ہی یہ حکم دیا تھا کہ اب اس کی نگرانی کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔

سکھدیو نے پچھتاتے ہوئے کہا۔ ہاں میں نے کہا تھا۔ میری عقل پر بھی پتھر پڑ گئے تھے۔ لیکن کیا تم نے دروازہ مقفل نہیں کر رکھا تھا۔

بلبیر چندر —— دروازہ پر بڑا تالا لگا ہوا تھا۔ اور تعجب یہ ہے کہ تالا بدستور پڑا ہے لیکن سونے کی چڑیا غائب ہے۔

سکھدیو —— حیرت کی بات ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے چلو میں بھی دیکھوں۔ وہ اٹھا۔ اور بلبیر چندر کے ساتھ روانہ ہوا۔ دونوں چند کمروں اور غلام گردشوں میں سے گذر کر ایک تاریک کمرہ میں پہنچے۔ بلبیر چندر نے یہ اطمینان کر کے کہ وہاں کوئی نہیں ہے ایک مشعل روشن کی اور کسی کل کو دبا کر ایک چھوٹا سا دروازہ نمودار ہوا۔ دونوں اس میں داخل ہوئے دروازہ بند کر دیا گیا۔

دونوں ایک زینہ پر پہنچے اور نیچے اترتے چلے گئے۔ زینہ طے کر کے وہ تہ خانہ میں جا

Marfat.com

پہنچے۔ جس طرح بلبیر چندر نے ادھر کے کمرہ میں خفیہ دروازہ کھولا تھا۔ اسی طرح نیچے تہ خانہ میں کئی کمروں کے دروازے کھولے۔ اور ایک مستطیل کمرہ کے دروازہ پر جا کر رکے اس کے دروازہ پر ایک بڑا قفل پڑا ہوا تھا۔ چابی گھما کر بلبیر چندر نے قفل کھولا۔ اور دونوں کمرہ کے اندر گئے۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔ سکھدیو سخت متحیر ہوا۔ اس نے کہا۔ بڑے تعجب کی بات ہے آخر وہ کہاں گئی۔

بلبیر چندر — میں خود حیران ہوں۔

سکھدیو — اسے تلاش کرنا چاہیے۔ ورنہ ہمارا مستقبل خطرہ میں ہے۔ تم تہ خانہ کے تمام کمرے چھان ڈالو۔ میں اوپر جا کر سن گن لیتا ہوں۔

بلبیر چندر — بہتر ہے۔

سکھدیو تہ خانہ سے نکل کر اپنے کمرہ میں آیا۔ یہاں کامنی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ چمپا تیار ہو گئی تھی۔

سکھدیو نے جلدی سے کہا۔ چندر موہنی۔ غائب ہو گئی کامنی۔

کامنی یہ سن کر کانپ اٹھی۔ اس نے کہا۔ کہیں وہ مہاراج کے پاس نہ پہنچ جائے۔

سکھدیو نے لرز کر کہا۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہماری سلامتی کی امید نہیں تم اپنے کمرہ میں جا کر ٹھہرو۔ میں مہاراجہ کے پاس جا کر تصدیق کرتا ہوں۔

کامنی — اگر وہ وہاں پہنچ گئی تو . . . .

سکھدیو — تب ہم یہاں سے فوراً بھاگنے کی کوشش کریں گے۔

کامنی — مگر وہ گئی کہاں۔؟

سکھدیو — ممکن ہے اس کمرہ میں کوئی خفیہ دروازہ ہو جسے ہم نہ جانتے ہوں۔ اور اتفاق سے اسے مل گیا ہو۔ لیکن وہ ابھی ضرور تہ خانہ کے کمروں میں ٹکراتی پھر رہی ہو گی۔ بلبیر چندر اس کی تلاش میں گیا ہے۔ ہمارے لیے اسے تلاش کا ابھی کافی وقت ہے

کامنی چلی گئی اور سکھدیو مہاراجہ کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگا۔

Marfat.com

اٹھائیسواں باب

دو دشمنوں کی حیرت انگیز ملاقات

چندر موہنی کے گم ہو جانے سے سکھدیو کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے تھے اسے رہ رہ کر تعجب ہو رہا تھا کہ راج کماری گئی کہاں۔

جو نتر خانہ قصر شاہی میں تھا۔ وہ کچھ ایسا بھول بھلیاں نما واقعہ ہوا تھا کہ ناواقف تو ناواقف ایک دو دفعہ کے دیکھنے اور جاننے والے بھی اس سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔

سکھدیو کو یہ بات اور بھی پریشان کر رہی تھی۔ کہ کہیں اندھیرے میں لڑکھڑاتی ہوئی کسی چیز سے ڈر نہ جائے۔ ساتھ ہی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ موہن سنگھ زندہ ہے اور قصر میں موجود ہے چونکہ وہ اس کی جان لینے کی دو مرتبہ کوشش کر چکا تھا۔ اس لیے اسے اپنا جانی دشمن بنا لیا تھا۔ اسے خوف تھا کہ وہ کہیں مخبری کر کے اسے گرفتار نہ کرا دے یا خود ہی موقعہ پا کر قتل نہ کر ڈالے۔

اسے یہی بات مناسب معلوم ہو رہی تھی۔ کہ جس طرح بھی اور جس قدر بھی جلد ہو سکے سومنات سے رخصت ہو جائے۔

وہ اس بات کی سن گن لینے مہاراج کے پاس گیا۔ کہ چندر موہنی وہاں تو نہیں پہنچ گئی یا موہن سنگھ نے جا کر تو اس کا کچا چٹھا بیان نہیں کر دیا۔

لیکن جب وہ مہاراجہ کے کمرہ خاص کے دروازہ پر گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مہاراجہ آج سویرے ہی خوابگاہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ پہرہ والوں سے یہ اطمینان کر لیا کہ کوئی مرد یا عورت ان سے ملنے نہیں آئے۔

وہ واپس لوٹ آیا۔ لیکن جب اپنے کمروں کی طرف جا رہا تھا تو پھر خیال ہوا کہ کہیں دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک مہارانی کے پاس نہ پہنچے ہوں۔ اس لیے پھر واپس ہوا۔

Marfat.com

اور مہارانی کے جائے قیام پر پہنچا لیکن چونکہ رات ذرا زیادہ آچکی تھی۔ اس لیے داسیوں سے معلوم ہوا کہ مہارانی بھی آرام گاہ میں پہنچ چکی ہیں۔ وہاں بھی دریافت کرتے پہرا سے یہی پتہ چلا کہ مہارانی سے بھی کوئی ملنے نہیں آیا۔

اب قدرے اطمینان ہو گیا۔ اور اس نے اپنے کمرہ میں آکر سب سے پہلے کھانا کھایا۔ اور بلبیر چندر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد بلبیر چندر آگیا۔ اس کے چہرے پر ناکامی کی حسرت ٹپک رہی تھی۔ سکھدیو نے چہرہ دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔ پھر بھی اس نے پوچھا! کیا نہیں ملی؟

بلبیر چندر نے پست لہجہ میں کہا۔ نہیں ملی۔ لیکن ....

سکھدیو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اگر تمہارے خیال میں وہ تہ خانہ میں ہی ہے۔ اور پر شوق نگاہوں سے اس کے چہرہ کی طرف ...... دیکھنے لگا۔

بلبیر چندر نے کہا۔ افسوس میں نہیں کہہ سکتا وہ کہاں ہے مگر میں نے تہ خانہ میں موہن سنگھ کو دیکھا تھا۔

سکھدیو نے بے چین ہوتے ہوئے دریافت کیا۔ کہیں موہن سنگھ بھی تو اس کی تلاش میں نہیں پھر رہا ہے۔

بلبیر چندر ـــــ میرا بھی یہی خیال ہے۔

سکھدیو ـــــ جب تو چلو اسے ڈھونڈ کر پکڑ لیں۔ اور قتل کر کے تہ خانہ ہی میں دبا دیں۔

بلبیر چندر ـــــ اسی لیے میں آپ کے پاس آیا تھا۔

سکھدیو ـــــ تم نے خوب کیا۔ چلو۔ جلدی کرو ....

"کہاں جا رہے ہو بھیا!" کامنی کی آواز آئی سکھدیو نے کہا۔ تجھے ابھی تک نیند نہیں آئی ہے کامنی۔

کامنی ـــــ بس ابھی بستر پر گئی ہی نہیں۔

سکھدیو ـــــ کیوں۔

کامنی ـــــ موہن سنگھ کے خوف کی وجہ سے۔

سکھدیو ـــــ اس سے مت ڈر۔ بلبیر چندر نے اسے تہ خانہ میں دیکھا ہے۔ ہم دونوں

Marfat.com

اس کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ تو بے فکر ہو کر سو۔

کامنی ——— بستر پہ جاتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

سکھدیو ——— میں نے کہا نہیں کہ داسیوں کو اپنے کمرہ میں رکھ لے بعض ان میں سے سوتی رہیں گی۔ بعض پہرہ دیں گی۔

کامنی ——— مگر بھیا ان کی موجودگی میں مجھے نیند ہرگز نہ آئیگی۔

سکھدیو ——— تب انہیں برابر والے کمرہ میں ٹھہرنے اور باری باری جاگتے رہنے کا حکم دے۔

کامنی ——— اچھا ..... لیکن بھیا جب تم اسے پکڑ لو تب مجھے ضرور خبر کر دینا۔

سکھدیو ——— اچھا۔

سکھدیو اور رلبیر چندر روانہ ہوئے۔ کامنی اپنے کمرہ میں آ گئی۔ وہ کئی کنیزوں کو ساتھ لے کر سکھدیو کے پاس گئی تھی۔ اس وقت بھی اس کے کمرہ میں آٹھ دس کنیزیں تھیں۔

کامنی کچھ ڈرپوک عورت نہ تھی۔ وہ راجپوتنی تھی۔ اور راجپوتنیاں نڈر اور دلاور ہوتی ہیں۔ لیکن نہ معلوم کیا بات تھی۔ کہ موہن سنگھ کو دیکھ کر اس کی روح خشک ہو جاتی تھی۔

کچھ دیر تو کامنی کنیزوں کے ساتھ ہنستی بولتی رہی۔ آخر جب اسے نیند آنے لگی۔ تو اس نے انہیں برابر والے کمرہ میں جانے اور چار عورتوں کو ہر وقت جاگتے رہنے کا حکم دیا۔

کنیزیں چلی گئیں۔ اس نے شبخوابی کا لباس بدلا۔ یہ لباس ڈھیلا تھا۔ لیکن اس کا لباس جسم سے چپک کر رہ گیا۔ جس سے جسم کا عضو عضو نظر آ کر دعوت نظارہ دینے لگا خصوصاً سینہ کا ابھار حشر بداماں بن گیا۔

وہ لیٹ گئی۔ اور اپنی مست نشیں آنکھیں چھت کی طرف لگا دیں۔

اگرچہ گداز سینہ میں موہن سنگھ کا خوف سمایا ہوا تھا لیکن نیند پھر بھی آنے لگی۔ دو چار مرتبہ اس نے جمائی لی۔ اور رفتہ رفتہ اس کی دلکش آنکھیں بند ہو گئیں۔

جوانی کا ہر عالم پر کیف ہوتا ہے۔ جاگنا۔ سونا۔ کھانا۔ چلنا غرض ہر بات میں ایک نئی امنگ اور ہر امنگ میں ایک نئی خوشی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ہر بات میں ایک ادا اور ہر ادا میں دلفریبی ہوتی ہے۔

اور جوں جوں جوانی رخصت ہونے اور ضعیفی آنے لگتی ہے زندگی کا مزہ ہی جاتا رہتا

Marfat.com

ہے۔ پھر ہر بات بے کیف ہو جاتی ہے۔

نہ معلوم کتنی دیر تک حور وش کامنی غفلت کی نیند سوتی رہی دفعتہً اس نے اپنے ہونٹوں کے قریب غیر معمولی گرمی محسوس کی اس کی آنکھ کھل گئی جب ذرا نیند کا اثر دور ہوا۔ اور آنکھیں کھول کر غور سے دیکھا تو موہن سنگھ اس کے اوپر جھکا ہوا نظر آیا۔ غالباً وہ لب چومنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کامنی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ موہن سنگھ نے اس آہستگی سے کہ کامنی بھی بمشکل سن سکی کہا۔ اپنی، میری اور سکھدیو کی خیریت چاہتی ہو تو شور نہ کرنا مجھے معلوم ہے کہ برابر والے کمرہ میں تمہاری داسیاں تمہارے حکم کی منتظر جاگ رہی ہیں۔

کامنی نے بھی سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ لیکن تمہیں میرے کمرہ میں آنے کی جرأت کیسے ہوئی۔

موہن سنگھ ——— کیا کرتا۔ کامنی! تم میری دیوی ہو۔ میرے ہر جذبہ میں بسی ہو۔ میں تم سے الگ کیسے رہ سکتا ہوں۔

کامنی ——— موہن اس خیالِ خام سے باز آجا۔

موہن ——— میں نے بہت چاہا۔ کہ تمہارا خیال چھوڑ دوں۔ مدتوں کوشش کی کہ تمہیں بھول جاؤں۔ لیکن نہ بھول سکا۔ جب مجبور ہو گیا۔ تب تمہارے سامنے اظہار مدعا کیا۔

کامنی ——— لیکن تم جانتے ہو میں کون ہوں۔

موہن ——— جانتا ہوں۔ تم انہلواڑہ کی راجکماری ہو۔ اور میں ایک معمولی آدمی لیکن کامنی! پریم رتبہ کو نہیں دیکھتا۔ محبت اندھی ہوتی ہے۔

کامنی ——— تمہاری اور میری دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ۔

موہن ——— اب یہ زندگی کے آخری سانس تک ناممکن ہے۔

کامنی ——— کیا تم میرے بھیا سکھدیو سے نہیں ڈرتے ہو۔؟

موہن ——— اب وہ میرا کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ میں اسے جب چاہوں گرفتار کرا سکتا ہوں۔ خیال کرتا ہوں۔ کہ اس کی موت تمہارے دل کو صدمہ پہنچائے گی۔

کامنی ——— میں تم سے یہ التجا کرتی ہوں۔ موہن کہ میرے بھیا کو نہ قتل کرنا نہ گرفتار کرانا۔

موہن ——— میں بالکل خاموش رہوں گا۔ اگر تم مجھ پر مہربانی کرو۔

کامنی ——— افسوس تم میرے دل کے حال سے واقف نہیں ہو۔

Marfat.com

موہن —— مجھے شبہ ہے کہ تمہیں بھی کسی سے پریم ہے۔

کامنی —— تمہارا شبہ غلط نہیں ہے۔

موہن —— وہ کون خوش قسمت ہے۔

کامنی —— یہ میرا راز ہے اور میں اسے کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی۔

اس وقت برابر والے کمرہ میں کچھ کھٹکا ہوا۔ موہن سنگھ چونکا اور جلدی سے بولا۔ شاید کوئی آرہا ہے۔ اگر سکھدیو ہو تو اس سے کہہ دینا کہ وہ اب میرا پیچھا نہ کرے۔ میں اب بھی اسے معاف کر دوں گا۔ ورنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ابھی اس کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور سکھدیو داخل ہوا۔ اس نے پہلے ہی نظر میں موہن کو پہچان لیا۔ موہن نے اسے اور اس نے موہن کو غضبناک نگاہوں سے دیکھا سکھدیو اس کی طرف جھپٹا اور غصہ سے کانپتے ہوئے لہجہ میں بولا۔ پاپی۔ کمینہ تو یہاں ہے۔ موہن پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگا۔ اور آہستہ سے کہا۔ تم دو مرتبہ مجھے ٹھکانے لگانے کی کوشش کر چکے ہو۔ لیکن میں ابھی تک زندہ ہوں۔ اس سے تمہیں یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ پرماتما ہی کو یہ منظور نہیں ہے کہ میں تمہارے ہاتھوں مارا جاؤں۔ لیکن ممکن ہے کہ تم میرے ہاتھ سے مارے جاؤ۔ اس لیے مجھ سے الگ رہو۔ اور میرے معاملہ میں دخل نہ دو۔

سکھدیو کو بے انتہا غصہ تھا۔ وہ تلوار نکال کر اس کی طرف دوڑا۔ موہن نے جلدی سے کہا۔ سکھدیو! آئندہ جب ہم تم ملیں گے۔ تو وہ دن میری یا تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

یہ کہتے ہی اس نے کسی کل پر ہاتھ ڈالا۔ دیوار شق ہو گئی۔ اور موہن سنگھ اس میں دھنستا نظر آیا۔ جب سکھدیو بھاگ کر دیوار کے پاس پہنچا۔ تو موہن غائب ہو چکا تھا۔ اور دیوار برابر ہو گئی تھی۔

سکھدیو نے غصہ میں آکر دیوار میں ٹھوکریں ماریں۔ اور خفیہ دروازہ کھولنے کی لاحاصل سعی شروع کی۔

سربکف مجاہدین

مہاراجہ کے حکم سے قلعہ اور شہر سومنات میں منادی ہو گئی تھی۔ کہ صبح کی پوجا میں تمام لوگ معہ زن و فرزند کے شریک ہوں۔ اور خلوص دل سے دیوتا سومنات سے فتح کی دعا مانگیں۔

Marfat.com

چنانچہ صبح ہوتے ہی لوگوں نے پوجا کی تیاریاں شروع کیں۔ ہر شخص نے حسب حیثیت پجاری پنڈتوں کے لیے نذرانہ لیا۔ سومنات کے بت پر چڑھانے کے لیے پھول اور شیرینی لی۔

لوگوں کی پوجا میں ایک یہ چیز بھی رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ کہ عورتیں اور مرد اپنی حیثیت کے موافق پنڈتوں کو نذرانہ دیتے تھے۔ پھول اور مٹھائی دیوتا پر چڑھاتے تھے۔ اگر روزانہ سومنات کے درشن یا پوجا کے لیے جاتے تو روزانہ ہی بھینٹ دینی پڑتی۔ اور اگر کوئی خالی ہاتھ چلا جاتا تو پنڈت جھٹ کہہ دیا کرتے۔ کہ دیوتا کی پوجا اور درشن کے لیے خالی ہاتھ نہیں آنا چاہیئے۔

پنڈتوں کو اس قسم کے نذرانہ کی آمدنی اس قدر تھی۔ کہ اتنی مہاراجہ کو ملک کے محصولات سے بھی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر پنڈہ دولت مند تھا۔ اور مہا پجاری کے پاس تو بے شمار دولت تھی۔

جو نقدی آتی تھی پنڈے اور مہا پجاری اس میں سے ایک حصہ مندر کی داسیوں کے اخراجات کے لیے الگ نکال دیتے تھے۔ اور باقی آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

لیکن چاندی، سونے، ہیرے، جواہرات اور لعل و زمرد کی قسم سے جو کچھ آتا تھا۔ وہ سب مندر ہی میں جمع رہتا تھا۔

جوں ہی مندر میں گھنٹیاں، گھنٹے اور گھڑیال بجنے شروع ہوئے لوگ جوق در جوق پوجا میں شریک ہونے کے لیے چل پڑے۔ تمام بازار اور ساری سڑکیں دیوتا کے پجاریوں سے بھر گئیں۔

عوام الناس کے علاوہ وہ راجہ اور مہاراجہ بھی مع اپنی فوجوں کے چل پڑے جو سومنات کی مدد کے لیے آئے تھے۔

خود مہاراجہ سومنات بھی چلے۔ ان کے ساتھ سکھدیو بھی ہو لیا۔

آج مندر کا چپہ چپہ لوگوں کے اژدھام سے بھر گیا۔ اور چونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ نذرانہ دینے اور مندر پر پھل پھول اور مٹھائی چڑھانے کے لیے لایا تھا۔ اس لیے پجاریوں کے گھر ہو گئے۔

جس قدر انہیں ہر سال سورج گرہن کے موقعہ پر ملا کرتا تھا۔ اس سے زیادہ آج مل گیا۔

آج داسیوں کا خاص طور پر ناچ شروع ہوا۔ ہر داسی نے اپنا کمال دکھانے میں پوری پوری کوشش کی۔ سازندوں نے باجہ بجانے میں کمال کر دیا۔ نقرئی گھنٹیاں نہایت

Marfat.com

پر کیف آواز بجائی گئیں سنکھ بھی عجیب عجیب انداز سے بجلئے جانے لگے۔

ان سب باتوں سے مطلب یہ تھا کہ مہادیو سومنات بھی ان کے ناچنے گانے، باجے بجانے اور پوجا کرنے سے خوش ہو کر ان کی مدد کریں اور مسلمانوں کو جلا کر فنا کر ڈالیں۔

وہ ایک پتھر کی مورتی سے التجا کر رہے تھے۔ اس کے سامنے رو رو کر اس سے دعائیں مانگ رہے تھے بھولے ہوئے تھے۔ اس بات کو کہ پتھر تو پتھر ہی ہوتا ہے۔ نہ اس میں سننے سمجھنے، بولنے اور چھونے کی حس اور صلاحیت ہے اور نہ کچھ کہہ یا کر سکتا ہے۔

کاش وہ اس کی پرستش کرتے جو کائنات کا خالق ہے اس کے سامنے جھکتے جو باعظمت وجلال ہے۔ اس سے دعائیں مانگتے جو سب کی سنتا ہے اور جسے وہ پرماتما یا ایشور کہتے تھے اور جسے مسلمان خدا کہتے ہیں۔

غرض ہندو سومنات کی پوجا میں شریک تھے۔ آفتاب طلوع ہو چکا تھا کائنات کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ بیدار ہو گیا تھا۔ مسلمان فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مسلح ہو چکے تھے۔

غازی سلطان محمود بھی اسلحہ لگا کر خیمہ سے باہر آ گئے تھے۔ انہوں نے رات ہی کو ہر سردار کے پاس یہ حکم بھیج دیا تھا کہ صبح ہوتے ہی پھر قلعہ پر دھاوا کیا جائے۔

التونتاش اور امیر علی خویشاوند دونوں ایک ٹیلہ پر کھڑے سلطانی لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جوں ہی سلطان گھوڑے پر سوار ہوئے اور انہوں نے علم ہاتھ میں لیکر اس کے پھریرہ کو جھٹکا دے کر ہوا میں لہرایا۔ فوراً ہی ان کے دستر نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔

اس نعرہ کو سنتے ہی التونتاش اور امیر علی خویشاوند دونوں تیزی سے ٹیلہ سے نیچے اتر کر سوار ہوئے۔ اور لشکر کو قلعہ کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔

شیرانِ اسلام "بسم اللہ اللہ اکبر" یعنی آغاز ہے ساتھ نام اللہ کے اور اللہ بڑا ہے۔ کا ورد کرتے ہوئے بڑی شان سے بڑھے۔

راجپوتوں کا خیال تھا کہ مسلمان گزشتہ روز کی جنگ میں تھک کر خستہ و شکستہ حال ہو گئے ہوں گے۔۔۔۔ آج وہ آرام کریں گے۔

لیکن جب انہوں نے انہیں قلعہ پر یورش کرتے دیکھا تو کمال متعجب اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوئے جب مسلمان بڑھ کر فصیل کے نزدیک آ گئے۔ تب وہ سنبھلے۔ اور انہوں نے شور کرنا، جے کارے لگانا اور تیروں اور پتھروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔

Marfat.com

چونکہ ابھی تک مندر میں پوجا ہو رہی تھی۔ اور وہاں گھنٹے گھنٹیاں اور گھڑیال اس زور سے بجائے جا رہے تھے کہ اور تمام آوازیں ان آوازوں میں مدغم ہو کر رہ گئی تھیں۔ اس لیے قلعہ کے راجپوتوں کے شور کی آواز بھی جذب ہو کر رہ گئی۔ حالانکہ فصیل پر لڑنے والے راجپوتوں کا غل مچانے سے ایک منشا یہ بھی تھا کہ مندر تک ان کی آواز پہنچ جائے۔ اور وہاں سے مدد آ جائے۔

آج مسلمان گویا سروں پر سے کفن باندھ کر آئے تھے۔ انہوں نے نہ تو کافروں کے شور مچانے کا خیال کیا۔ اور تیروں اور سنگریزوں کی پرواہ کی بلکہ اس طرح تیزی سے بڑھتے رہے جیسے کوئی رکاوٹ ہی حائل نہیں ہے۔

جوں جوں مسلمانوں کو بڑھتے آتے دیکھتے تھے۔ راجپوتوں کے اوسان خطا ہوتے جاتے تھے وہ بڑی پھرتی۔ نہایت سرگرمی اور کمال حاقت سے تیر افگنی اور سنگ اندازی کر رہے تھے چاہتے کہ کسی طرح مسلمانوں کا سیلاب رک جائے۔

لیکن مسلمانوں نے جیسے تہیہ کر لیا تھا کہ ان کے قدموں کو موت بھی نہ روک سکے گی۔ حقیقت میں وہ موت کا مقابلہ کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

کچھ یہ بات نہیں ہے کہ انہیں نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ یا وہ قتل و زخمی نہیں ہو رہے تھے نہیں وہ برابر زخمی بھی ہوتے جاتے تھے اور بعض شدید طور پر مجروح ہو کر شہید بھی ہو رہے تھے لیکن ایک جماعت اس لشکر کے ساتھ پیادہ پا آ رہی تھی۔ وہ شہیدوں کو فوراً اٹھا کر لے جاتی تھی۔ اور زخمیوں کو علیحدہ لے جا کر جا کر ان کی مرہم پٹی کر دیتی تھی۔

جب راجپوتوں نے دیکھا کہ مسلمان فصیل کے نیچے بھی آ گئے ہیں تو ان پر عجیب سراسیگی کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ تیروں کی باڑھیں مارنا اور پتھروں کی بارش کرنا بھول گئے اور سناٹے کے عالم میں رہ گئے۔ اور فصیل کی چار دیواری کے اوپر سے جھانک کر یہ دیکھنے لگے کہ اب مسلمان کیا کرتے ہیں

مسلمانوں کے دستے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ راجپوتوں کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔ انہیں ان پر اس قدر غصہ آ رہا تھا کہ انہوں نے بہت سے مجاہدین کو شہید یا زخمی کر ڈالا تھا۔

مجاہدین اسلام کے کچھ دستوں نے کمانیں ہاتھوں میں لے کر ان میں تیر جوڑے اور

Marfat.com

تاک کر چھوڑے۔

تیر فضا کو چیرتے سنسناتے اور قدرے شور مچاتے فصیل کی طرف تنکروں کی طرح جھپٹے۔
جو راجپوت ان مسلمانوں کو جھانک کر دیکھ رہے تھے وہ فصیل کے نیچے پہنچ گئے تھے اس لیے وہ ان تیروں کو نہ دیکھ سکے۔ لیکن بعض ان راجپوتوں نے جو جھروکوں میں آنکھیں لگائے تاک رہے تھے۔ دیکھا بھی تو اس وقت جب تیر عین فصیل پر آ گئے تھے۔

انہوں نے جلدی سے جھانکنے والے راجپوتوں کو کھینچنا چاہا۔ لیکن تیر قضائے مبرم کی طرح ان کے سروں۔ پیشانیوں آنکھوں اور رخساروں میں پیوست ہو گئے۔

تمام زخمی راجپوت ایک دم چلا اٹھے۔ ان میں سے بعض تو فصیل سے نیچے گر پڑے۔ بعض فصیل پر الٹ گئے۔ بعض تڑپنے لگے۔ اور بعض تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔

مسلمان تیروں کی پہلی باڑھ کا اثر دیکھ چکے تھے۔ اب انہوں نے دوسری باڑھ ماری اور جوں ہی راجپوتوں نے سر ابھارے فوراً ہی تیروں نے ان کی تواضع کی اور وہ بھی چیخ چیخ کر چت جا پڑے۔

اب ان راجپوتوں نے جو سوراخوں میں سے جھانک رہے تھے۔ بلند آواز سے کہا۔ مسلمانوں نے تیر اندازی شروع کر دی ہے۔ دیوار سے اوپر سر نہ نکالو۔

راجپوت ڈر گئے۔ اور پھر کسی کو دیوار کے اوپر سے جھانکنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

اس سے مسلمانوں کو امن مل گیا۔ قلعہ کے اوپر سے تیر افگنی اور سنگ اندازی موقوف ہو گئی۔ اب وہ نہایت اطمینان سے بڑھنے لگے۔

اس عرصہ میں جو مسلمان فصیل کے نیچے پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے کمندیں اور سیڑھیاں پھینکنی شروع کیں۔ جو رفتہ رفتہ قلعہ کے کنگوروں میں پھنسنے لگیں۔ اور مسلمان ان کے ذریعہ سے اوپر چڑھنے لگے۔

آج مسلمانوں نے یہ دانش مندی کی۔ ہر وہ شخص جو کمند یا سیڑھی کے ذریعہ سے اوپر چڑھا وہ اپنے دونوں بازوؤں میں سیڑھیاں باندھ کر لے چلا۔ اور کنگوروں کے پاس پہنچ کر کمندوں اور سیڑھیوں کو برابر والے کنگوروں میں باندھ دیا۔

ان کمندوں یا سیڑھیوں پر چڑھنے والوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور اس طرح دور تک کمندیں اور سیڑھیاں لٹک گئیں۔

Marfat.com

ساتھ ہی مسلمانوں نے یہ بھی احتیاط کی کہ کوئی شخص بھی کنگوروں پر چڑھ کر دیوار پھلانگ کے فصیل پر نہیں گیا۔ بلکہ سب کنگوروں پر کھڑے ہو کر اوروں کے اوپر چڑھنے کا انتظار کرنے لگے

جب بہت سے مسلمان کنگوروں پر آگئے۔ تو انہوں نے ڈھالیں پشتوں پر ڈال کر تلواریں دانتوں میں دبا کر دیوار پر بندروں کی طرح اس طرح جا بیٹھے جیسے کسی لمبے رسے سے جھونٹا کھا کر ایک دم آئے ہوں

اتنے مسلمانوں کو دیوار پر آتے دیکھ کر راجپوتوں کو بڑی حیرت ہوئی وہ نہ سمجھ سکے۔ کہ وہ کس طرح ایک ساتھ اتنی تعداد میں چڑھ آئے ہیں۔

مسلمانوں نے ان کی حیرت سے فائدہ اٹھایا۔ وہ جست لگا کر فصیل پر راجپوتوں کے سروں پر جا کودے۔ اور فصیل پر پہنچتے ہی انہوں نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ بائیں ہاتھوں میں ڈھالیں۔ اور دائیں ہاتھوں میں تلواریں لے کر پر جوش حملہ کیا۔

Marfat.com

انتیسواں باب

خونریز معرکہ

آج راجپوتوں کی سٹی گم تھی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان کے اکثر سردار راجہ اور مہاراجہ سب پوجا میں شریک ہونے کے لیے گئے تھے۔ کچھ اس سبب سے کہ وہ اپنی تعداد کم سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ اب بھی مسلمانوں سے کئی حصے زیادہ تھے۔ اور کچھ اس باعث سے کہ مسلمان کثیر تعداد میں فصیل پر اچانک جا کودے تھے۔

وہ گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ اپنی پوری طاقت سے تمام قلعہ ان کی پرشور آواز سے گونج اٹھا تھا۔ مسلمانوں کو شمشیر بکف دیکھ کر انہوں نے بھی کھانڈے سنبھال لیے تھے۔ اور جوں ہی مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے انہوں نے بھی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں قتل کرنے کے لیے اٹھیں۔ تو راجپوت کھانڈے تیزی سے اٹھا رہے تھے۔

اس وقت دونوں فریق جوش وغضب میں بھرے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے پر پرزور حملے کر رہے تھے۔ راجپوت گذشتہ ایام کی طرح مسلمانوں کو فصیل سے نیچے دھکیل دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور مسلمان راجپوتوں کو پسپا کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

چونکہ ہر فریق دوسرے پر کاری ضربیں لگا رہا تھا۔ اس لیے خون ریزی کا بازار بھی گرم ہو گیا تھا۔ سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر اچھلنے لگے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگی تھیں خون کی بارش ہونے لگی تھی۔

آج مسلمانوں کی آمد کا تانا بانا لگا ہوا تھا۔ چونکہ سیڑھیاں اور کمندیں کافی تعداد میں پہنچا دی گئی تھیں اس لیے مسلمان جوق در جوق ان کے ذریعہ سے فصیل پر پہنچ رہے تھے اور وہاں پہنچتے ہی تلواریں سونت سونت کر دشمنوں پر جا ٹوٹتے تھے۔

Marfat.com

جوں جوں مسلمان فصیل پر زیادہ تعداد میں پہنچتے جاتے تھے۔ جنگ کی آگ بھڑکتی جاتی تھی وہ اِدھر اُدھر پھیلتے اور راجپوتوں پر حملے کر کے انہیں پیچھے ہٹاتے جا رہے تھے

نہایت ہولناک اور بڑی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ راجپوت پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور مسلمان انہیں پسپا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

ابھی تک مسلمانوں کے افسر فصیل پر نہ پہنچ سکے تھے۔ وہ نیچے کھڑے ہوئے سپاہیوں کو ہدایتیں کر رہے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی پہنچنے لگے۔ اور انہوں نے رزمگاہ میں پہنچتے ہی اس زور سے حملے کئے کہ ایک دفعہ تو راجپوت اتنے پیچھے دب کہ اپنے پشت کی دیوار سے جا لگے۔

لیکن فوراً ہی ان کی رگ ہمت و شجاعت بھڑکی اور وہ جوش میں آکر بڑھے اور کچھ اس شدت سے حملہ آور ہوئے کہ متعدد مسلمانوں کو مارتے کاٹتے انہیں ہٹاتے نصف میل تک بڑھ آئے۔

اگرچہ مسلمانوں نے انہیں روکنے کے لیے۔ اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ لیکن پر جوش راجپوتوں کا سیلاب نہ روک سکے۔ اور قدم قدم پیچھے ہٹتے اور دبتے چلے آئے۔

اس جدوجہد میں کئی مسلمان شہید ہو گئے اور کئی زخمی ہو کر ایک طرف ہٹ گئے۔ اور اپنے زخموں کو باندھنے لگے۔

مگر فوراً ہی ان زخمیوں اور شہیدوں کی جگہ تازہ دم مسلمان نیچے سے چڑھ آئے۔ اور انہوں نے جوش میں آکر ایسا شدید حملہ کیا کہ اب راجپوت کٹنے، مرنے زخمی ہونے اور پیچھے ہٹنے لگے۔

اگرچہ راجپوتوں نے قدم قدم پر رکنا اور جانبازی سے مقابلہ کرنا شروع کیا لیکن مسلمانوں کے ریلے نے انہیں پیچھے ہٹا کر ہی چھوڑا۔

اس کوشش میں ان کے بھی بہت سے آدمی کام آئے بہت سے زخمی ہو کر الگ ہٹ گئے۔ لیکن ان زخمیوں کو امن نہ مل سکا۔ مسلمانوں نے انہیں حملے کر کے قتل کر ڈالا۔

مسلمانوں نے اپنے زخمیوں کو اپنے پس پشت لے لیا۔ اور راجپوتوں کو ان تک نہ پہنچنے دیا تھا۔ لیکن راجپوت اس طرح اپنے زخمیوں کی حفاظت نہ کر سکے۔ اور وہ ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر راجپوتوں کو بڑا طیش آیا۔ انہوں نے جوش میں آکر نہایت سختی سے

Marfat.com

حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کا حملہ روکنے میں بڑی کوشش کی۔ جم کر مقابلہ کرنا چاہا۔ لیکن نہ جم سکے راجپوتوں کے سیلاب نے انہیں پیچھے ہٹا کر ہی چھوڑا۔

پھر اس معرکہ میں کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ اور پھر مسلمانوں کو جوش اور غصہ آگیا۔ انہوں نے پھر سنبھل کر نہایت پرزور حملہ کیا۔ مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت ہی سخت ہوا۔ انہوں نے راجپوتوں کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔ اور چشم زدن میں سینکڑوں راجپوتوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اب راجپوت گھبرا گئے۔ اب تک وہ جس قدر جدوجہد کرتے رہے تھے۔ وہ سب بیکار گئی۔ کئی سپاہی فصیل سے نیچے اتر کر مندر کی طرف اس ہنگامہ کی اطلاع دینے کے لیے دوڑے گئے۔

ادھر التونتاش اور امیر علی خویشاوند دونوں فصیل پر چڑھ آئے۔ ان کے آتے ہی مسلمانوں میں تازہ روح آگئی۔ انہوں نے نئے جوش اور نئے ولولہ سے نہایت ہی سخت حملہ کیا۔ خود التونتاش اور امیر علی خویشاوند بھی حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے بھی بڑے پرزور حملے کئے۔

اگرچہ راجپوتوں نے ان حملوں کو روکنے کے لیے بڑے استقلال اور بڑی ہمت سے کام لیا۔ خوب مقابلہ کیا۔ نہ صرف مقابلہ ہی کیا بلکہ خود بھی پرزور حملے کئے۔ بڑھ بڑھ کر کھانڈے چلائے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کے تمام حملے نہایت جوانمردی سے روکے اور اس جوش سے جوابی حملے کئے کہ راجپوتوں کی صفیں الٹ گئیں۔ ان کے بڑے بڑے سورما مارے گئے۔ بڑے بڑے بہادر زخمی ہو کر کراہنے اور چلانے لگے۔

غازی سلطان محمود بھی بڑھے چلے آرہے تھے۔ وہ اور ان کے جلو میں آنیوالا لشکر دور سے دیکھ رہے تھے۔ کہ مسلمان بڑی پھرتی سے قلعہ پر چڑھ کر فصیل پر کود رہے ہیں۔ چونکہ فصیل پر قد آدم چار دیواری تھی۔ اس لئے لڑائی کا ہنگامہ نظر نہ آتا تھا۔ لیکن تلواریں اور کھانڈے اٹھتے اور چمکتے دکھائی دے رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ہر سوار، ہر افسر اور خود سلطان کے دل میں جوش و ولولے اٹھ رہے تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ تیزی سے بڑھ کر فصیل پر جا چڑھیں۔ لیکن ابھی فصیل دور تھی۔ اور درمیان میں بہت سے فوجی دستے پھیلے ہوئے تھے۔

Marfat.com

جو مسلمان نیچے سے چڑھ کر دیوار پر کھڑے ہوتے تھے۔ وہ نیچے والوں کو جلدی سے اوپر آنے کا اشارہ کر دیتے تھے۔ اور نیچے والے جس قدر تیزی سے ممکن تھا۔ اوپر چڑھنے لگے۔

چونکہ مسلمانوں کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ اس لیے وہ فصیل پر پھیلتے اور جنگ کی آگ میں کود کر کارزار کے شعلوں کو بھڑکاتے جاتے تھے۔

راجپوت فصیل کے چپہ چپہ پر جانیں نچھاور کر رہے تھے۔ بڑی جی داری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن مسلمان بھی غضب کی دلیری سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ پینترے بدل بدل کر جھپٹ جھپٹ کر بڑی قوت اور پھرتی سے حملے کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہے تھے۔

چند ہی گھنٹوں کی جنگ میں راجپوتوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ اور جگہ جگہ لاشوں کے اس قدر ڈھیر لگ گئے۔ کہ لڑنے والوں کو ان کے اوپر سے گذرنا مشکل ہو گیا۔ نیز خون سے تمام فصیل اس قدر تر ہو گئی کہ پیر پھسلنے لگے۔

جب کہ یہ ہنگامہ دار و گیر بلند تھا دفعتہً شور ہوا کہ سلطان آ گئے مسلمان اس شور کو سن کر پہلے بھی زیادہ سرفروشی سے لڑنے لگے۔ اور کچھ اس بے جگری سے حملہ آور ہوئے کہ راجپوت ان کا مقابلہ ہی نہ کر سکے۔ ڈٹے جے لیکن یا تو قتل ہو ہو کر گرنے لگے یا پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔

جوں جوں مسلمان بڑھتے جاتے تھے۔ راجپوت دبتے جاتے تھے۔ اور جوں جوں وہ دبتے تھے مسلمانوں کے حوصلے بڑھتے جاتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر راجپوت اپنی قومی روایات کو قائم و برقرار رکھنے کے لیے پوری سرگرمی سے لڑتے تو ممکن تھا کہ گزشتہ دنوں کی طرح آج بھی مسلمانوں کو فصیل سے نیچے گرا دیتے۔ لیکن آج مسلمانوں کی زیادہ تعداد فصیل پر پہنچ جانے کی وجہ سے ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ اور وہ جارحانہ حملے کرنے کے بجائے صرف مدافعت ہی کرتے رہے۔

مسلمانوں نے آج فصیل کے ایک حصہ پر قدم جما کر کچھ اس جوش و خروش سے جنگ کی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔

اگرچہ اب بھی راجپوت بڑی بہادری سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن ان کے خوفزدہ چہرے اور سہمناک نگاہیں بتا رہی تھیں کہ ان پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی تلواریں کو دیکھ دیکھ کر خائف ہونے لگے ہیں۔

Marfat.com

پھر بھی ابھی تک راجپوتوں میں بھاگ جانے کا خیال پیدا نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ وہ گھبرائے ہوئے تھے۔ لیکن برابر جمے ہوئے لڑ رہے تھے اور جہاں تک بھی ان کے حواس یاوری کر رہے تھے۔ اور طاقت ساتھ دے رہی تھی۔ جنگ کر رہے تھے۔

مسلمانوں نے انہیں اس طرح نرغہ میں لے لیا تھا۔ کہ پیچھے تو دیوار آ گئی تھی۔ اور سامنے مسلمان تھے۔ صرف ادھر ادھر کے بازو خالی تھے۔

اس وقت مسلمانوں نے جوش میں آ کر اللہ اکبر کا پرشور نعرہ لگایا۔ اس نعرہ سے راجپوت اور بھی سہم گئے۔ ساتھ ہی جب مسلمانوں نے پرزور حملہ کیا۔ تو وہ سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلے۔

مسلمانوں نے ان کا پیچھا شروع کر دیا۔ اور اس بری طرح انہیں قتل کرنا شروع کیا۔ کہ جہاں تہاں ان کی لاشیں ڈال دیں۔

اب یہ صورت ہو گئی کہ راجپوت بھاگ رہے تھے اور مسلمان انہیں قتل کرتے ان کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

اسی طرح آگے پیچھے دوڑنے فصیل سے نیچے اتر آئے اور قلعہ میں پھیلنے لگے۔

کچھ مسلمانوں نے یہ عقلمندی کی کہ جلدی سے دروازہ پر پہنچ کر وہاں کے محافظوں سے جنگ شروع کر دی۔ دروازہ پر تقریباً پانچ سو راجپوت تھے۔ چونکہ وہ تازہ دم تھے۔ اس لیے تلواریں سونت کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گئے۔

مسلمان چاہتے تھے۔ کہ جس طرح بھی ہو ان راجپوتوں کو طے کر کے دروازہ کھول ڈالیں۔ اس لیے انہوں نے بڑے جوش اور بڑی سرگرمی سے حملے شروع کر دیئے۔

اس وقت یوں تو قلعہ کے بڑے حصہ میں جہاں تک مسلمان اور راجپوت پھیل گئے تھے۔ جنگ ہو رہی تھی۔ لیکن لڑائی کا سب سے زیادہ زور دروازہ پر ہو گیا تھا۔

راجپوت مسلمانوں پر اور مسلمان راجپوتوں پر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ دونوں فریقوں کے جانباز قتل و زخمی ہو رہے تھے۔ لیکن کوئی فریق بھی وہاں سے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔

اتفاق سے یا قصداً التونتاش بھی کچھ سپاہیوں کے ساتھ وہاں آ گئے۔ انہوں نے آتے ہی جوش و خروش سے حملہ کیا۔ اور راجپوتوں کو کھیرے اور ککڑی کی طرح سے کاٹنا شروع کر دیا۔

جب راجپوتوں کی زیادہ تعداد نذر اجل ہو گئی۔ تب وہ بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے

Marfat.com

بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کے کھلتے ہی مسلمانوں کا سیلاب اندر داخل ہو گیا۔ اور مجاہدین نے گھوڑے دوڑا کر ہزیمت خوردہ راجپوتوں کو بری طرح قتل کرنا شروع کر دیا۔

شاندار فتح

جس وقت پوجا ختم ہوئی میں اس وقت وہ سپاہی وہاں پہنچے۔ جو قلعہ کی فصیل پر جنگ ہونے کی خبر پہنچانے اور مدد طلب کرنے دوڑ کر آئے تھے۔ انہوں نے مہاراجہ سے تمام کیفیت بیان کر دی۔ یہ وحشتناک خبر سن کر مہاراجہ کو بیحد رنج و قلق ہوا۔ ان کا رنگ اڑ گیا۔ ان کے قریب جو اور راجہ مہاراجہ کھڑے تھے۔ وہ بھی خائف و ترساں ہو گئے۔

مہاراجہ نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ تمام مندر لوگوں سے پٹا ہوا تھا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا۔ مہادیو سومنات جی کے پجاریو! اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو عزت و حرمت کے ساتھ رہو۔ ورنہ موت زندگی سے بہتر ہے۔

مجھے ابھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ملیکش مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔ اور آج بھی ان کے کچھ آدمی فصیل پر پہنچ گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج جنگ کا فیصلہ ہو جانے۔ ادھر یا ادھر تم سب دشمن کے مقابلہ کے لیے چلو صرف فوجی سپاہی ہی نہیں۔ بلکہ سومنات کا ہر نوجوان آج جنگ کی آگ میں کود پڑے۔ اور ہر شخص کم سے کم ایک ایک مسلمان کو مار ڈالے۔ اس طرح تم بہت جلد مسلمانوں کا خاتمہ کر ڈالو گے۔ اور آج ہی فتح کے جھنڈے لہرا دو گے۔ اب ایک لمحہ کا توقف نہ کرو۔ ابھی چلو۔ عورتوں اور بچوں کو گھر بھیج دو۔ مہادیو سومنات جی کی یہ آخری اور شاندار مدد ہے۔ دنیا میں رہتی دنیا تک تمہارا نام اور تمہارا یہ کارنامہ زندہ باقی رہے گا۔

یہ سن کر لوگوں کے دلوں میں کچھ اس قسم کا جوش و جذبہ پیدا ہوا کہ سب سرفروشی آمادہ ہو گئے۔ سب نے نعرے لگائے۔ سومنات مہادیو جی جے۔ بھارت ماتا کی جے بھارت کے سورماؤں کی جے۔ مہاراجہ سومنات کی جے۔

ان مہیب جے کاروں سے صرف مندر ہی گونج اٹھا۔ بلکہ شہر اور قلعہ بھی گونجنے لگے فوراً ہی راجپوتوں کے دستے قطار در قطار افسروں راجاؤں اور مہاراجاؤں کی سرکردگی

Marfat.com

میں روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے عوام الناس مسلح ہو ہو کر چل پڑے۔

مندر میں کچھ اسلحہ جات بھی جمع رہتے تھے مہا پجاری نے ان ہتھیاروں کو تقسیم کر دیا اور لوگ ان ہتھیاروں کو متبرک سمجھ کر بڑی شان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

مہاراجہ سومنات بھی اپنے رسالہ خاص کو جلو میں لے کر چلے۔ جو عورتیں اور بچے مندر میں رہ گئے تھے۔ انہیں کچھ آدمی اپنے ساتھ لے کر شہر کی جانب چلے۔

جب یہ عظیم الشان لشکر شہر کو عبور کر کے قلعہ کے سامنے پہنچا۔ تو مسلمانوں کو قلعہ میں گھستے ہوئے دیکھا۔ یہ غیر متوقع نظارہ دیکھ کر راجپوتوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ مہاراجہ کو اسقدر صدمہ ہوا۔ کہ باوجود ضبط کرنے کے آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے قطرے نکل کر رخساروں پر بہہ گئے

لیکن فوراً ہی انہوں نے ریشمیں رومال سے پونچھ ڈالا۔ اور بلند آواز سے بولے۔ راجپوتو! آج تمہاری بہادری کا امتحان ہے ملک وقوم کی حرمت پر کٹ مرو یا دشمن کو کاٹ کر ڈالو۔ اگر تم نے ذرا بھی کم ہمتی اور بزدلی کی۔ تو مسلمان تمہارے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ اور تمہاری املاک پر قابض ہو کر تمہاری عورتوں کو کنیزیں اور تمہارے بچوں کو غلام بنالیں گے۔ اس کے علاوہ تم خوب جانتے ہو۔ کہ مسلمان محمود کو ہمارے دیوی دیوتاؤں سے بیر ہے۔ وہ ہمارے مندروں کو کھود ڈالے گا۔ اور ہمارے دیوتاؤں کی مورتیوں کو توڑ کر پھینک دے گا تم یہ دردناک نظارہ دیکھنے سے پہلے یا تو خود فنا ہو جاؤ یا دشمنوں کو فنا کر ڈالو۔ مہادیو سومنات جی تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ تم ابھی ان کی پوجا کئے چلے آرہے ہو۔ وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ بولو مہادیو سومنات جی کی جے۔

سب نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ اور راجپوتوں نے جوش وخروش سے بڑھنا شروع کیا۔

ابھی مسلمانوں کا تھوڑا ہی سا لشکر قلعہ میں داخل ہوا تھا۔ زیادہ تر قلعہ کے باہر ہی تھا۔ انہوں نے جب اس بے شمار ہندوؤں کے لشکر کو دیکھا۔ تو قلعہ میں داخل ہونے کے بجائے اس جم غفیر کی طرف چل پڑا۔

خود سلطان نے بھی اپنے لشکر کو اس طرف دھکیل دیا اور خود بھی اسی طرف چل کھڑے ہوئے۔ راجپوت ان غازیان اسلام کو دیکھتے ہی ٹھٹک گئے۔ اور ادھر ادھر دور تک پھیل کر صفیں مرتب کرنے لگے۔

Marfat.com

لیکن مسلمانوں نے انہیں صفیں قائم کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ انہوں نے ان کے پاس پہنچ کر نہایت پر جوش حملہ کیا۔

راجپوت بھی غضب ناک ہو کر مقابلہ میں آ گئے۔ تلواریں میانوں سے ابل پڑیں۔ کھانڈے بلند ہو گئے۔ ڈھالیں اٹھنے لگیں۔ اور ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔

چونکہ فریقین اچھی طرح اپنی صفیں قائم نہ کر سکے تھے۔ اس لیے بہت جلد گڈمڈ ہو گئے راجپوت مسلمانوں میں گھس گئے اور مسلمان راجپوتوں میں در آئے۔

اور چونکہ دونوں فریق جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ اس لیے بڑی پھرتی اور نہایت تیزی سے تلواریں اور کھانڈے چلانے لگے۔

ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ سر کٹ کٹ کر بڑی گیندوں کی طرح اچھلنے اور ٹھوکریں کھانے لگے۔ دھڑ تناور درختوں کی طرح گرنے لگے۔ خون سے زمین سیراب ہونے لگی۔

راجپوت مسلمانوں کو کچل ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور مسلمان راجپوتوں کو پیس ڈالنے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ہر شخص کی زندگی خطرہ میں تھی۔ اور ہر شخص موت کے قریب کھڑا تھا۔ ذراسی غفلت میں اچانک موت کا شکار ہو جاتا تھا۔ ذرا آنکھ جھپکی اور تلوار یا کھانڈا سر پہ پڑا اور سر کی دو چانکیں ہو گئیں۔ یا گردن پہ تلوار پڑی اور سر اڑ گیا یا کھانڈے نے سینہ صدر تک چیر ڈالا ہندو اور مسلمان دونوں موت کا شکار ہو رہے تھے دونوں لڑ رہے تھے۔ اور دونوں مر رہے تھے۔ بڑی تیزی سے جیسے انہوں نے موت کی مہمانی کی ہو اور قضا کا فرشتہ ان کی روحیں نکالنے کے لیے دوڑ رہا ہو۔

مسلمان اگرچہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ لیکن ایسی دلیری اور ایسے استقلال سے لڑ رہے تھے کہ خود ہندوؤں کو حیرت ہو رہی تھی۔ ہر مسلمان گویا خونخوار شیر یا قضا کا فرشتہ بن گیا تھا۔ جس کسی راجپوت کو کسی مسلمان کی تلوار ذرا چھو بھی جاتی تھی وہیں کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

ہر مسلمان پیکر جوش و غضب بنا بڑی پھرتی سے حملے کر کے دشمنوں کو ٹھکانے لگا رہا تھا۔

خود سلطان بھی جنگ کی آگ میں کود پڑے تھے۔ اور باوجود کبرسنی اور ضعیف العمری کے جوانوں جیسے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ جس طرف مسلمانوں پر ہندوؤں کی یورش دیکھتے

Marfat.com

فوراً ہی گھوڑا بڑھا کر وہاں پہنچ جاتے۔ اور کچھ اس شدت سے حملے کرتے کہ دشمن بچنے کی کوشش کرنے پر بھی نہ بچتے۔ سلطانی تلوار ان کا قلع قمع کر ڈالتی۔

جس طرف راجپوتوں کے گروہ دیکھتے ان پر جھپٹ کر حملے کر کے انہیں منتشر کر دیتے۔ سلطان بھی اس وقت اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ صرف بڑھنے۔ حملہ کرنے اور مارنے کا خیال تھا۔

یہ غنیمت تھا کہ ان کے رسالہ کا بڑا حصہ ان کے ساتھ تھا۔ اور جس طرف حملہ کرتے تھے اسی طرف رسالہ بھی ٹوٹ پڑتا تھا۔ جس گروہ پر وہ ٹوٹتے تھے۔ اسی پر رسالہ جھک جاتا تھا۔ اور سلطان اور رسالہ شاہی کے سوار دشمنوں کا کھلیان کر ڈالتے۔ انہوں نے بے شمار دشمنوں کو نہنگ اجل کے منہ میں ڈال دیا تھا۔ کئی صفوں کو توڑ دیا تھا۔ گروہوں کو منتشر کر دیا تھا۔

سلطان کے چہرہ سے کچھ ایسا جلال ظاہر تھا۔ کہ ہر وہ ہندو جس پر سلطان حملہ کرتے تھے۔ یا جس کی نظر سلطان پر پڑ جاتی تھی۔ خوف و دہشت سے تھر تھر کانپنے لگتا تھا۔

سلطان کو اس قدر جوش و خروش سے لڑتے ہوئے دیکھ کر تمام مسلمانوں کا جوش چار چند بڑھ گیا تھا۔ اور اس جوش کے بڑھنے سے ہر مسلمان میں چار آدمیوں کے برابر طاقت آگئی تھی۔ اور اس طاقت کے آنے سے ہر مسلمان اس طرح بے خوفی اور دلیری سے لڑ رہا تھا۔ جس طرح چار آدمی لڑ رہے ہوں۔

راجپوت بھی پورے جوش اور پوری سرگرمیوں سے لڑ رہے تھے۔ مقدور بھر مسلمانوں کو زیر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگرچہ اس جدوجہد میں کثرت سے مر رہے تھے لیکن موقعہ پا کر ایک ایک مسلمان کو کئی کئی راجپوت لپٹ جاتے تھے۔ اور بسا اوقات اس مسلمان کو شہید کر ڈالتے تھے۔ جوان کے نرغہ میں آ جاتا تھا۔

غرض گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ سرفروش بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ اور نہایت پھرتی سے قتل ہو رہے تھے۔ دور تک لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ کٹے ہوئے ہاتھوں پیروں اور سروں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ خون بارش کے پانی کی طرح بہنے لگا تھا۔ گھوڑوں کے سم خون آلودہ ہو گئے تھے اور بعض جگہ ایسی پھسلن ہو گئی تھی کہ گھوڑے بھی پھسلنے لگے تھے۔

یہ سب کچھ تھا۔ لیکن لڑنے والوں کے دلوں پر ان ہولناک مناظر کا بھی اثر نہ ہو رہا تھا وہ برابر جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ اور جوں جوں آفتاب جانب مغرب کی طرف قدم بڑھاتا

Marfat.com

جاتا تھا جنگ کی آگ تیز سے تیز تر ہوتی جاتی تھی۔

گویا متخاصمین نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ آج ہی جنگ کا فیصلہ کر کے دم لیں گے۔

ابھی تک کوئی بھی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ کون فریق فتح ظفر سے بہرہ مند ہو گا۔ اور کون مقہور ذلیل ہو کر بھاگ جائے گا۔

جب چار گھڑی دن باقی رہ گیا تب قلعہ کے اندر سے اسلامی جانبازوں کے رسالے التونتاش اور امیر علی عرلیشاوند کے تھے۔ انہوں نے آتے ہی اس زور سے حملے کئے کہ راجپوتوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ ایک دم پشت دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں نے ان کے بھاگتے ہی اللہ اکبر کے پُرشور نعرے لگائے۔ اور ان کے پیچھے مارتے کاٹتے دوڑنے لگے۔

راجپوتوں کا جس طرف منہ ہو گیا۔ بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے بھی ہر طرف ان کو پیچھا دبا کر انہیں قتل کرنا شروع کیا۔

یہ خونی ڈرامہ دن چھپے تک کھیلا جاتا رہا۔ آخر جب آفتاب غروب ہوا۔ تو ساتھ ہی ہندوؤں کا ستارہ بھی چھپ گیا۔ وہ سومنات کا قلعہ جو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا جس کی مدد کے لیے بے شمار راجہ اور مہاراجہ بے پناہ لشکر لے کر آئے تھے۔ آج مفتوح ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اگر یہ خدا کی مدد سے نہ ہوا تو پھر اور کس نے مدد کی مسلمانوں کا خدا پر اعتماد تھا۔ ان کی اعانت کی اور فتح یاب ہوئے۔

دن چھپنے کے بعد مسلمان تعاقب سے واپس لوٹے اور گروہ در گروہ نعرے لگاتے ہوئے آئے اور ایک جگہ جمع ہونے لگے۔

Marfat.com

تیسواں باب

جستجو

جبکہ ہنگامہ دار و گیر بلند تھا۔ سکھدیو مہاراجہ سومنات کے ساتھ کھڑا نہایت خاموشی سے جنگ گاہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تمام وہ راجہ اور مہاراجہ جو سومنات کی مدد کے لیے آئے تھے۔ جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ اور چونکہ جنگ نہایت خونریز ہو رہی تھی۔ اس لیے عام سپاہیوں اور افسروں کے ساتھ ہی معاونت کو آنے والے اور لڑنے والے راجہ بھی قتل ہو رہے تھے۔

تاریخوں میں یہ تفصیل درج نہیں ہے۔ کہ کس کس جگہ کے اور کتنے مہاراجہ مدد کے لیے آئے تھے۔ اور ان میں سے کہاں کہاں کے اور کتنے مارے گئے۔

صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ بہت سے راجہ اور مہاراجہ مشہور مقامات کے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مدد کے لیے آئے اور ان میں سے کچھ وہیں کھیت رہے۔ کچھ جنگلوں میں گھس گئے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ جنگلوں سے باہر بھی نکلے یا وہیں مر کھپ گئے۔

البتہ کچھ راجہ جنگلوں کے قریب سے ہوتے ہوئے انہلواڑہ کے قریب سے متھرا وغیرہ کی طرف نکل گئے۔ لیکن کچھ تو شکست کی ندامت کی وجہ سے اور کچھ شکستہ حالی کے باعث انہوں نے اپنی شخصیت کا اظہار نہیں کیا۔

خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی تو ہم اسی روز کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ جس روز وہ یادگار زمانہ جنگ ہوئی۔ جو آج بھی تاریخوں میں جلی حرفوں سے مرقوم ہے اور جس نے غازی سلطان محمود کو دنیا جہان میں مشہور کر دیا۔

سلطان محمود کا یہی حملہ اور یہی وہ شاندار فتح تھی۔ جس سے ان کی شہرت اقصائے عالم میں پھیل گئی۔

اس روز کے اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ راجپوت شکست کھا کر بھاگ۔ مہاراجہ

Marfat.com

سومنات نے یہ اندوہناک نظارہ دیکھا۔ انہوں نے سکھدیو سے کہا۔ سکھدیو! قسمت پلٹ گئی۔ قلعہ ہاتھوں سے جاتا رہا۔ راجپوت شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ اب یا صبح کو شہر اور مندر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس ہزیمت نے میرا دل توڑ دیا ہے۔ میرے ماتھے پر کلنک کا وہ ٹیکہ لگا ہے۔ جو کسی طرح بھی نہیں چھوٹ سکتا۔ اب زندگی ہیچ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

سکھدیو نے مہاراجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو کیا حضور کا ارادہ بھی ستی ہو جانے[1] کا ہے

مہاراجہ نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کیا کروں گا۔ لیکن زندگی کٹھن ہو گئی ہے۔ میری غیرت و حمیت اور شرم یہ گوارا نہیں کرتے۔ کہ میں نے راجپوتوں کی کثرت ان کی شجاعت اور غیرت و حمیت پر بھروسہ کر کے صلح کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اگر میں چندر موہنی کو اس کے حوالے کر دیتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر اب اس ذکر سے کیا فائدہ ہے۔ تو اب کہاں جائیگا۔

سکھدیو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

سکھدیو —— حضور کو معلوم ہے۔ کہ قلعہ میں میری بہن کامنی موجود ہے۔

مہاراجہ —— ہاں مجھے معلوم ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ تو اسے قلعہ سے باہر لانے کی کوشش کریگا۔ لیکن قلعہ میں مہارانی بھی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑے کیا تو اقرار کرتا ہے کہ مہارانی کی بھی حفاظت کامنی ہی کی طرح کریگا۔

سکھدیو —— میں اقرار کرتا ہوں۔ لیکن حضور ہی میرے ساتھ کیوں تشریف نہیں لے چلتے۔

مہاراجہ —— اس لیے کہ اگر مسلمانوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ تو اور بھی سبکی اور بدنامی ہو گی۔ تو جا اور دونوں کو قلعہ سے نکال لانے کی کوشش کر۔ اور صرف دونوں ہی کو نہیں بلکہ جس قدر عورتیں اور لڑکیاں تجھے ملیں۔ سب کو اپنی حکمت عملی سے نکال لا۔

سکھدیو —— میں اس کی کوشش کروں گا حضور۔

مہاراجہ —— اچھا جا مہادیو سومنات جی تیری سہائتا (مدد) کریں۔

یہ کہتے ہی مہاراجہ نے اپنا گھوڑا واپس لوٹایا اور شہر کی طرف کچھ دور چل کر جنگل کی جانب گھوم گئے۔ سکھدیو کچھ دیر تو کھڑا دیکھتا رہا۔ جب وہ دور نکل گئے تو آہستہ سے بولا۔ سومنات کا

---

[1] جس زمانہ کا ہم حال قلم بند کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ہندو راجاؤں کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب انہیں شکست ہو جاتی تھی۔ تو آگ میں زندہ جل جایا کرتے تھے اس رسم کو ستی ہونا کہتے تھے۔

Marfat.com

بدقسمت مہاراجہ بنوں میں پناہ لینے کے لیے جا رہا ہے۔ کس قدر عبرتناک بات ہے یہ جس کی عظمت کے سامنے سب سر جھکاتے تھے۔ جو زبردست فرمانروا مانا جاتا تھا۔ آج وہ بکیس و بے بس ہو کر یکہ و تنہا جنگلوں میں پناہ لینے جا رہے ہیں۔ ..... لیکن میں افسوس کیوں کروں۔ مجھے اپنا کام کرنا چاہیے۔ ابھی موقعہ ہے۔ مسلمان راجپوتوں کے تعاقب میں دوڑ رہے ہیں۔ قلعہ پر ابھی ان کا اچھی طرح تسلط نہیں ہوا ہے۔ شاید میں کامنی اور دوسری عورتوں اور لڑکیوں کو قلعہ سے نکال لانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ ممکن ہے چندر موہنی بھی مل جائے .... اور اگر وہ مل گئی تو قسمت ہی کھل جائے گی۔ یہ کہتے ہی وہ قلعہ کی طرف چلا۔ وہ چھپ رہا تھا۔ اور ابھی تک مسلمان راجپوتوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

وہ آسانی سے بغیر مسلمانوں کے سامنے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا وہی قلعہ جس میں ایک روز پہلے خوب چہل پہل تھی۔ جس کے چپہ چپہ پر راجپوت چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ جس میں جگہ جگہ راجپوتوں کے گروہ باتوں میں مصروف رہتے تھے۔ آج بے رونق اور سنسان پڑا تھا۔ نہ روشنی تھی نہ راجپوت تھے۔ اس کے دل پر اس کا گہرا اثر ہوا۔

اور جب وہ قصر شاہی میں پہنچا تو وہ بھی اجڑا ہوا محل معلوم ہو رہا تھا۔ جہاں ہر وقت حسینوں کے سریلے قہقہے ترنم ریزی کرتے رہتے تھے۔ اس وقت شہر خموشاں بنا ہوا تھا۔

چونکہ اب رات ہو گئی تھی۔ اس کا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ وہ اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا اپنے جائے قیام پر پہنچا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ الو بول رہے تھے۔ اس نے بڑی کوشش سے ایک مشعل تلاش کر کے روشن کی۔ اور کمروں اور غلام گردشوں میں گھومنے لگا۔

تمام کمرے خالی پڑے تھے اور ان میں عجیب حسرت اور اداسی برس رہی تھی۔ وہاں کا جائزہ لے رہا تھا کہ دفعتہً ہلکے قدموں کی چاپ ہوئی۔ اس نے پلٹ کر نگاہ کی۔ تو شوبھا دیوی جوگن کھڑی نظر آئی۔ سکھدیو نے جلدی سے اسے سلام کرتے ہوئے کہا۔ اوہ ماتا جی تم ہو۔

شوبھا دیوی نے کہا۔ ہاں میں ہوں۔ سکھدیو! چندر موہنی کہاں ہے۔

سکھدیو ـــــ مجھے علم نہیں۔

شوبھا دیوی ـــــ لیکن اسے تم نے ہی تو اٹھوا کر چھپایا تھا۔

سکھدیو ـــــ چونکہ میں اس بات کا معترف ہوں کہ آپ کو سب باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے آپ کے سامنے جھوٹ بولنا فضول ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اسے

Marfat.com

اٹھوا کر تہ خانہ میں پہنچا دیا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے بھی غائب ہو گئی۔ کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہوا
شوبھا ــــــ یہ بات مجھے معلوم ہے۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ ابھی تہ خانہ کے اندر ہی ہے۔

سکھدیو ــــــ تب آیئے چل کر اسے تلاش کریں۔

شوبھا دیوی ــــــ لیکن ابھی کچھ اور بھی ہستیاں ہیں جنہیں تلاش کرنا ہے۔

سکھدیو ــــــ شاید آپ مہارانی اور کامنی وغیرہ کا ذکر کر رہی ہیں۔

شوبھا دیوی ــــــ ہاں کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

سکھدیو ــــــ نہیں۔

شوبھا ــــــ تب آؤ میں بتاؤں۔

شوبھا دیوی چلی۔ سکھدیو اس کے پیچھے چلا۔ دونوں کئی خاموش کمروں میں سے گزر کر ایک تنگ کمرہ میں پہنچے یہاں کامنی تنہا چھپی ہوئی تھی وہ اس وقت سخت خوفزدہ تھی اس کے چہرہ کی سرخی اڑی ہوئی تھی آنکھوں سے غم کی جھلک اور خوف و ہراس کا عالم ظاہر تھا۔ اس نے سکھدیو کو دیکھتے ہی کہا۔ اچھا ہوا بھیا تم آ گئے۔ میں نے ابھی موہن کو دیکھا ہے۔ وہ بھی مشعل لیے کسی کو تلاش کرتا پھر رہا ہے مجھے ماتا جی یہاں چھپا گئی تھیں۔ میں اسے دیکھ کر سہم گئی تھی۔

سکھدیو ــــــ وہ یقیناً تجھے ہی ڈھونڈ رہا ہے۔ لیکن اب چنتا (فکر) نہ کر۔ میری موجودگی میں وہ تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مہارانی کو تو نے نہیں دیکھا کامنی۔

کامنی ــــــ نہیں۔ میں نے انہیں دیکھا نہ کوئی داسیوں اور راجکماری کی سہیلیوں میں سے نظر آئی۔ شاید وہ سب قلعہ سے نکل کر بھاگ گئی ہیں۔

شوبھا دیوی ــــــ نہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں بھاگی۔ سب قلعہ ہی میں اور اسی محل کے اندر چھپی ہوئی ہیں۔ چلو انہیں تلاش کریں۔

سکھدیو ــــــ چلیئے لیکن اگر مسلمان قلعہ میں واپس آ گئے تب کیا ہو گا۔

شوبھا دیوی ــــــ مسلمان عورتوں کو کچھ نہ کہیں گے میں خوب جانتی ہوں کہ وہ صنف نازک کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ بے شک . . . . گمراہی یہ ذکر ہی نہ کرو۔ ممکن ہے ہم مسلمانوں کے قلعہ میں آنے سے پہلے ہی سب کو تلاش کر کے نکل سکیں۔

سکھدیو ــــــ تب چلیئے اور جلدی کیجیے۔

Marfat.com

اب یہ تینوں چلے اور ایک ایک کمرہ کو اچھی طرح دیکھتے بھالتے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکل گئے۔ لیکن کسی کمرہ میں بھی انہیں کوئی عورت نہ ملی جب وہ تمام کمرے دیکھ چکے تب سکھدیو نے کہا۔ اب کہاں تلاش کرنا چاہیئے۔

شوبھادیوی نے کہا چلو۔ باغیچہ میں چل کر دیکھیں۔

کامنی نے اس انداز سے جیسے اسے کوئی بھولی ہوئی۔ بات یاد آگئی ہو کہا۔ اوہ اب مجھے یاد آیا۔ مہارانی باغیچہ ہی کی طرف بھاگی تھیں۔

شوبھادیوی نے اس کے منور چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تو نے کب انہیں بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔

کامنی ——— اس بات کو کون کہہ سکتا ہے۔

شوبھادیوی ——— چلو تلاش تو کرلیں۔

اب یہ سب بڑھ کر باغیچہ میں پہنچے۔ وہی باغیچہ جو کبھی گل رخوں کے جم گھٹ کی وجہ سے جنت نظیر بنا رہتا تھا۔ اس وقت ناموشی بنا ہوا تھا۔ وہ ادھر ادھر تمام روشوں پر دیکھتے بھالتے اسی لوہے کے پھاٹک پر جا نکلے۔ جس پر سکھدیو موہن سنگھ کو لے کر پہنچا تھا۔ اور جہاں سے اس نے موہن سنگھ کو سمندر میں دھکا دے دیا تھا۔ یہاں انہیں ایک داسی ملی۔ جو فرط خوف سے کانپ رہی تھی۔ اور جس کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ شوبھادیوی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا مت گھبراؤ۔ اس وقت تم دوستوں کے درمیاں ہو۔ کیا تمہیں مہارانی کا کچھ علم ہے۔ کہ وہ کہاں ہیں۔

داسی ———۔ وہ شام کے وقت جہاز میں سوار ہو کر چلی گئی۔ ان کے ساتھ بہت سی عورتیں گئی ہیں۔

شوبھادیوی ——— تم کیوں ان کے ساتھ نہیں چلی گئیں۔

داسی ——— میں ڈر کی وجہ سے چھپی رہی۔ اور جب یہاں آئی۔ تو وہ سب جہاز میں سوار ہو چکی تھیں۔ اور جہاز چل پڑا تھا۔ میں نے انہیں آوازیں دیں۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ سن نہ سکیں۔ اس وقت سے میں یہیں چھپی بیٹھی رہ گئی۔

شوبھادیوی ——— کاش مہارانی نہ جاتیں میں ان کے لیے سب کچھ کر لیتی۔ نہ معلوم مہاراجہ کہاں گئے۔

Marfat.com

سکھدیو ـــ وہ جنگلوں میں نکل گئے۔

شوبھادیوی نے افسوس کرتے ہوئے کہا یہ بہت ہی برا ہوا۔ مہاراجہ اور مہارانی دونوں سلطان محمود سے ڈر کر بھاگ گئے۔ انہوں نے سلطان کو پہنچانا نہیں۔ .... لیکن خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔ اور جو ہونا ابھی باقی ہے ہو کر رہے گا۔ چلو اب راج کماری کو تلاش کریں۔

اب یہ چار آدمی ہو گئے تھے۔ چاروں باغیچہ سے لوٹ کر پھر محلات کے کمروں میں داخل ہوئے اور پھر انہوں نے جستجو شروع کی۔

وہ چند کمرے دیکھ کر جب ایک بڑے کمرہ میں آئے تو شوبھادیوی نے اس کے ملحقہ کمرہ میں روشنی دیکھی۔ اس نے سب کو روشنی کی طرف اشارہ کر کے خاموش رہنے کے لیے کہا اور سکھدیو کو ساتھ لے کر اس طرف بڑھی۔

جب وہ اس برابر والے کمرہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے موہن سنگھ کو دیکھا۔ سکھدیو نے نہایت ہی پست لہجہ میں کہا "موہن سنگھ ...."

شوبھادیوی نے آہستہ سے کہا۔ ہاں وہ بھی کسی کو تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

سکھدیو ـــ کامنی کی تلاش میں ہے وہ۔

شوبھادیوی ـــ آؤ اس کا تعاقب کریں۔

سکھدیو ـــ لیکن کامنی تنہا ہے ....

شوبھادیوی ـــ فکر نہ کرو۔ ایشور اس کی حفاظت کریگا مجھے شبہ ہے کہ موہن سنگھ کو چندر موہنی کا پتہ ہے۔

سکھدیو ـــ آؤ تب تو ضرور اس کا تعاقب کریں۔

شوبھادیوی ـــ لیکن پہلے کامنی کو کہیں امن کی جگہ پہنچا دیں۔

سکھدیو ـــ مگر ایسا نہ ہو کہ اس عرصہ میں موہن غائب ہو جائے۔

شوبھادیوی ـــ یہ ہو سکتا ہے۔ تب آؤ اس کا پیچھا کریں۔

موہن سنگھ نہایت آہستگی سے اس کمرہ کو طے کر کے دوسرے میں داخل ہو گیا۔ یہ دونوں بھی دبے قدموں بڑھ کر اس کمرہ میں آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ موہن سنگھ نے دیوار کے پاس جا کر کسی چیز کو دبایا۔ ایک چھوٹا سا خفیہ دروازہ نمودار ہوا۔ اور وہ اس میں گھس گیا۔ اس کے گھستے ہی دروازہ پھر بند ہو گیا۔ یہ دونوں لپک کر اس دیوار کے پاس پہنچے۔ اور سکھدیو نے

Marfat.com

ٹٹول کر دیکھا۔ اب ایک پہ اس کا ہاتھ پڑا جب اس نے اسے دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ یہ دونوں بھی دروازہ میں داخل ہو کر غائب ہو گئے۔

شب باشی

شوبھا دیوی اور سکھدیو دونوں نے خفیہ دروازہ سے گذرتے ہی تہ خانہ کا زینہ دیکھا۔ وہ سمجھ گئے۔ کہ موہن سنگھ تہ خانہ میں ہی گیا ہے انہوں نے بھی سیڑھیاں طے کیں اور نیچے ایک کمرہ میں جا کھڑے ہوئے۔ لیکن یہ کمرہ بھی چاروں طرف سے بند تھا۔ شوبھا دیوی نے کہا تعجب ہے وہ کہاں گیا۔ یہ کمرہ تو بند ہے اس میں سوائے اس زینہ کے اور کوئی دروازہ نہیں ہے۔

سکھدیو —— آپ نے شاید یہ تہ خانہ پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے۔

شوبھا دیوی —— نہیں میں کبھی یہاں نہیں آئی۔

سکھدیو —— میں اکثر یہاں آیا ہوں۔ یہ تہ خانہ ایک بھول بھلیاں واقع ہوا ہے اس میں ادھر کے متعدد کمروں میں زینے آتے ہیں اور مختلف کمروں میں اترتے ہیں۔ تمام کمرے ایسے ہی ہیں۔ جیسا یہ کمرہ تم دیکھ رہی ہو۔ لیکن ہر کمرہ میں خفیہ دروازے اسی طرح کے ہیں۔ جیسے دروازوں میں سے ہم اور تم گذر کر آئے ہیں۔ دیکھو میں خفیہ دروازہ تلاش کرتا ہوں۔

اس نے بائیں ہاتھ میں مشعل پکڑی اور داہنے ہاتھ سے ٹٹولنا شروع کیا۔ شوبھا دیوی ایک طرف کھڑی حیرت بھری نظروں سے دیکھتی رہی۔

تھوڑی ہی دیر میں اس نے کسی چیز کو دبایا اور دروازہ کھل گیا شوبھا دیوی نے کہا بڑی صنعت سے دروازے قائم کئے ہیں۔

سکھدیو —— جی ہاں اس کے بانیوں نے اس میں یہ حکمت رکھی تھی۔ کہ جب ان پر کوئی غنیم چڑھ آوے۔ تو وہ قلعہ کو چھوڑ کر تہ خانہ میں چھپ جائیں لیکن .... (ٹھنڈا سانس لے کر) جب ان کی اولاد کو شکست ہوئی۔ یعنی موجودہ مہاراجہ سومنات کو تہ خانہ ان کے کام نہ آسکا۔

شوبھا دیوی —— انسان تو اپنے لیے سب ہی کچھ انتظامات کرتا ہے لیکن جب خدا کو ان سے فائدہ پہنچانا منظور نہیں ہوتا۔ تو ایسے اسباب ہو جاتے ہیں۔ کہ تمام چیزیں رکھی رہ جاتی ہیں۔

Marfat.com

سکھدیو ـــــ یہی بات ہے۔ چلئے اسے تلاش کریں معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ اسے کسی کا خوف ہے کسی کے تعاقب کرنے کا اسی لیے وہ دروازے بند کرتا چلا جاتا ہے۔

شوبھادیوی ـــــ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اگر ہم نے اسے ڈھونڈ نکالا تو چندر موہنی کو پالیں گے۔

سکھدیو ـــــ میں اسے کافی تلاش کر چکا ہوں۔ لیکن وہ نہیں مل سکا۔ اس وقت اتفاقیہ نظر آ گیا ہے۔ کہیں پھر گم نہ ہو جائے۔

شوبھادیوی ـــــ سچ کہتے ہو۔ جلدی چلو۔

دونوں خنیہ دروازہ میں داخل ہو کر ایک اور کمرہ میں پہنچے اسے بھی سکھدیو نے کھولا۔ لیکن جس کمرہ میں بھی وہ گئے۔ اسی کو خالی پایا۔ موہن سنگھ کہیں نہ ملا۔

سکھدیو پر گویا جنون سوار ہو گیا تھا۔ جوں جوں اسے ناکامی ہوتی تھی۔ اس کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ جب وہ کسی کمرہ میں پہنچ کر اسے خالی دیکھتا بے ساختہ اس کے منہ سے گالی نکل جاتی۔ وہ اس بات کا بھی خیال کر رہا تھا۔ کہ اس کے ساتھ ایک قابل احترام ہستی ہے۔ جو صنف نازک سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اس کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ اور اس کے سامنے گالیاں نہیں دینی چاہئیں۔

دونوں نے متعدد کمرے دیکھ ڈالے لیکن موہن سنگھ کہیں نظر نہ آیا۔ جب انہیں تہ خانہ میں ٹکراتے دیر ہو گئی۔ تو شوبھادیوی نے کہا سکھدیو! ہم کامنی کو اوپر بے پناہ چھوڑ آئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس پر کوئی افتاد پڑ جائے۔

سکھدیو بھی تلاش کرتے کرتے زچ ہو گیا تھا۔ اس نے کہا بیشک آپ نے صحیح فرمایا۔ ہم نے بڑی غلطی کی ہمیں کامنی اور داسی کو اپنے ساتھ لے آنا چاہیے تھا۔

شوبھادیوی ـــــ اب جو ہو چکا اس پر پچھتانا فضول ہے جلدی واپس چلو۔

سکھدیو ـــــ کتنی بھی جلدی کریں۔ واپس لوٹنے میں کافی دیر لگے گی۔

شوبھادیوی ـــــ میرا دل کچھ پریشان ہونے لگا ہے۔ پرماتما کامنی کی حفاظت کرے باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اوّل تو خیال ہے کہ مسلمان قلعہ میں واپس آ گئے ہوں گے۔ دوسرے اندیشہ ہے کہیں موہن سنگھ کسی دوسرے دروازہ سے پھر اوپر نہ پہنچ گیا ہو۔

سکھدیو ـــــ آپ کی اس گفتگو سے میرے دل میں بھی اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔ چلو جلدی اوپر چلیں . . . . افسوس کتنا میں احمق ہوں۔ میں نے کامنی کو ساتھ نہ

Marfat.com

لانے میں کتنی زبردست غلطی کی ہے۔

یہ کہتے ہی منہ بھرتی سے لوٹا اور سانڈھا دھند کمروں پر کمرے کھول کھول کر انہیں طے کرنے لگا۔ جلدی میں دروازے بند کرنا بھی بھول گیا۔

شو بھادیوی اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ دونوں بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ آخر انہیں ایک زینہ مل گیا۔ بغیر یہ خیال کئے ہوئے کہ یہ زینہ کہاں جاتا ہے دونوں چڑھ کر دیوار کے پاس پہنچے اور سکھدیو نے جب دروازہ کھولا تو ایک عالیشان کمرہ میں نکلے۔

شو بھادیوی نے مشعل کی دھندلی روشنی میں کمرہ پر نظریں ڈالیں اس نے کہا اوہ یہ تو مہارانی کا توشہ خانہ ہے۔

شو بھادیوی ——— مہارانی کی تمام چیزیں اسی کمرہ میں مقفل رہتی ہیں۔

سکھدیو ——— مضبوط اور بڑے بڑے صندوقوں میں بھاری بھاری قفل پڑے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نہ تو مہارانی اس سے کوئی چیز نکال کر لے گئی ہیں۔ اور نہ اور کسی نے ابھی انہیں ہاتھ لگایا ہے۔

شو بھادیوی ——— تمہارا خیال درست ہے۔ مگر ہمیں تو پہلے کامنی کو تلاش کرنا ہے۔

سکھدیو ——— بیشک۔ ہم جس کمرہ سے تہ خانہ میں داخل ہوئے تھے اس سے بہت فاصلہ پر باہر نکلے ہیں۔ اس لیے اس تہ خانہ کو بھول بھلیاں کہا جاتا ہے۔ کچھ ایسے پیچ در پیچ کمرے اور کمروں میں سے زینے نکالے گئے ہیں۔ کہ آدمی کہیں کا کہیں جا نکلتا ہے۔ ناممکن ہے کہ جس زینہ سے نیچے اترے اس سے اوپر چلا آئے۔

شو بھادیوی ——— یہ کیا بری عادت ہے تمہاری کہ وقت دیکھو نہ بیوقت تقریر سی شروع کر دیتے ہو۔ مجھے کامنی کی لو لگی ہوئی ہے۔

سکھدیو ——— اس وقت مجھے بھی صرف اسی کا خیال ہے لیکن تہ خانہ کی ماہیت . . . .

شو بھادیوی نے بگڑ کر کہا چولہے میں جھونکو اس ماہیت کو اگر زندہ رہے تو اس کی ماہیت بیان کرنے اور سننے کے بہت سے موقعے ہوں گے۔

سکھدیو ——— ٹھیک کہا آپ نے چلو پہلے انہیں تلاش کریں۔ کامنی تو بہت زیادہ ڈر رہی ہوگی دونوں اس کمرے سے نکلے۔ انہوں نے احتیاطاً کمرے کے دروازے بند کر دیئے اور تیزی سے چل کر اس کمرہ میں آئے جس میں کامنی اور داسی کو چھوڑ گئے تھے

Marfat.com

وہ دونوں وہاں موجود تھیں لیکن حد درجہ خوفزدہ تھیں بیچاریاں اندھیرے میں کھڑی ڈر ڈر کر کانپ رہی تھیں۔

جوں ہی انہوں نے شو بھادیوی اور سکھدیو کو دیکھا ان کے چہروں پہ رونق آگئی۔ کامنی نے کہا بڑی دیر لگادی بھیّا! ہم دونوں ڈر رہی تھیں۔

سکھدیو —— ہاں دیر ہوگئی۔ ہم نے غلطی کی کہ دونوں کو ساتھ نہ لے لیا۔ تمہاری وجہ سے ہم واپس آگئے۔ وہ شیطان اب بھی نہ ملا۔

کامنی —— اور اسی شیطان کا خوف ہم دونوں کو لاحق رہا۔ اس وقت اللہ اکبر کے پرشور نعرہ کی آواز آئی۔ یہ سب چونک کر خوفزدہ ہوگئے سکھدیو نے کہا ان کمبختوں نے نہ معلوم یہ نعرہ کیسا لگایا ہے۔

شو بھادیوی —— میرے خیال میں وہ لوگ میدان جنگ سے واپس آئے ہیں۔

شو بھادیوی نے صحیح کہا تھا۔ مسلمانوں نے مغرب کی نماز میدان ہی میں پڑھی تھی۔ اور سب وہاں جمع ہوکر اس وقت قلعہ کے اندر آئے تھے۔

سکھدیو نے کہا۔ اب قلعہ سے باہر نکلنا تو مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے ہمیں ابھی موہن اور چندر موہنی کو تلاش کرنا ہے۔ لیکن یہاں ٹھہرنا بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ ممکن ہے مسلمان رات ہی کو قلعہ کی دیکھ بھال اور کمروں کا جائزہ لینا شروع کر دیں۔

شو بھادیوی —— میرے خیال میں ہمیں قلعہ ہی میں رات گذارنی چاہیئے۔

سکھدیو —— بالکل درست کہا تم نے۔ لیکن کھانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کامنی —— اور بھوک بھی کیسی ہے بھیّا!

سکھدیو —— پھر بھی کچھ نہ کچھ تو چاہیئے۔

شو بھادیوی —— اس کی فکر نہ کرو۔ ذرا ٹھہرو کھانا میں لاتی ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ اور تقریباً ایک گھنٹے میں کچھ کھانا لے کر آگئی۔ چونکہ انہیں خوف تھا۔ کہ کہیں مسلمان نہ آجائیں اس لیے یہ سب پھر تہ خانہ میں داخل ہوئے۔ اور ایک محفوظ کمرہ میں پہنچ کر سب نے کھانا کھایا اور آرام کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

چونکہ ہر کمرہ میں معقول فرش ہو رہا تھا۔ اسی لیے یہ سب فرش پر لیٹ گئے۔ اور غفلت کی نیند سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو اندھیرا ہونے کی وجہ سے یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ کیا وقت ہے سورج نکلا ہے یا نہیں لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ نیند بھر چکی تھی۔ اس لیے یہ اٹھے۔ ابھی اٹھ کر بیٹھے ہی تھے کہ کچھ کھٹکا ہوا یہ سب دم بخود ہوکر بیٹھے رہ گئے۔

Marfat.com

اکتیسواں باب

دُرِ مقصود

کھٹکا کچھ اس قسم کا تھا۔ جیسے کوئی خفیہ دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہو۔ سکھدیو نے ایسے پست لہجہ میں کہ جس سے کمرہ میں آواز نہ گونجے کہا معلوم ہوتا ہے موہن ہی آ رہا ہے۔ تم سب یہیں بیٹھی رہنا میں اس کا تعاقب کروں گا۔

سب چپ چاپ بیٹھے رہے۔ چند ہی ثانیہ میں خفیہ دروازہ نمودار ہوا۔ اور کسی کے قدموں کی بھاری چاپ ہوئی۔

ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ تہ خانہ کے کمروں میں اندھیرا چھایا رہتا تھا اور اندھیرا بھی ایسا کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس کمرہ میں موجود رہنے والوں نے بڑے غور سے دیکھا لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا۔ البتہ دروازہ بند ہونے کی آواز آئی جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ آنے والے نے خفیہ دروازہ بند کر دیا ہے۔

جس کمرہ میں یہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کا وہ دروازہ کھلا ہوا تھا جس سے یہ اس کمرہ میں آئے تھے انہوں نے قدموں کی چاپ سے یہ سمجھ لیا کہ کوئی دبے قدموں دروازہ کی طرف چلا جا رہا ہے۔

دفعتاً انہوں نے آواز سنی۔ کوئی حیرت بھرے لہجہ میں کہہ رہا تھا تعجب ہے یہ دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ کون ہے جو دروازے کھولتا پھرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس دروازہ کو کھول کر واپس لوٹ رہا ہے۔ ہو نہ ہو سکھدیو ہو گا۔ لیکن اگر وہ خفیہ دروازے کھولنے جانتا ہے تو پھر اس کمرہ کا دروازہ بھی کیوں نہ کھول لیا۔ اگر وہ اس دروازہ کو بھی کھول لیتا۔ تو درِ مقصود پا لیتا۔

سکھدیو نے اس کی آواز سے اسے پہچان لیا۔ وہ موہن سنگھ ہی تھا اس کے دل میں

Marfat.com

مسرت کی لہر اٹھی۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ چندر موہنی موہن سنگھ کے قبضہ میں ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں رات کو ایک دروازہ اور کھول لیتا۔ تو یقیناً دُرِ مقصود ہاتھ آجاتا۔ کیسی حیرت اور کس قدر مسرت کی بات ہے کہ میرے اور اس کے درمیان جس کی تلاش میں میں سرگرداں ہوں صرف ایک دیوار حائل ہے۔ اس پاجی کو نکل جانے دو۔ اس کے جاتے ہی میں اسے اپنے قابو میں کر لوں گا۔ اور پھر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اسی طرح حیران و پریشان رہ جائے گا۔ جس طرح میں رہ گیا تھا۔

شوبھا دیوی نے سکھدیو کی ران میں چٹکی لے کر کچھ اشارہ کیا۔ سکھدیو نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ ہمیں معلوم ہو گیا۔ ذرا خاموش رہو۔ اسے نکل جانے دو۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

انہوں نے پھر سنا موہن سنگھ کہہ رہا تھا۔ کامنی نہیں ملی۔ معلوم نہیں وہ سکھدیو کے ساتھ ہے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑ گئی۔ اگر مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا تو بڑی مشکل پیش آجائے گی۔ لیکن مسلمان تہ خانہ کے راز کو نہیں جانتے میں بھوت بن کر۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

وہ دوسرے کمرہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اور چونکہ نہایت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا۔ اس لیے بعض فقرے سنائی دیتے تھے۔ بعض نہیں۔

اب سکھدیو اٹھا اور اس نے بڑھ کر آہستہ سے اس کمرہ کا وہ خفیہ دروازہ بند کر دیا جس سے موہن گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موہن دوسرے کمرہ سے بھی تیسرے میں جا پہنچا ہے۔

اب سکھدیو نے کہا تم سب یہیں رہو میں اس برابر والے کمرہ میں جاتا ہوں۔

کامنی نے کہا۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو بھیا۔

سکھدیو —— تو ڈر رہی ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ موہن سنگھ تیری تلاش میں ہے کہیں واپس آکر تجھے نہ دیکھ لے۔

کامنی —— ہاں۔ مجھے اس کی صورت سے خوف معلوم ہونے لگا ہے۔

سکھدیو —— پگلی۔ تو راجپوتنی ہو کر ڈرتی ہے۔

کامنی —— ایک راجپوت سے ہی تو ڈر معلوم ہوتا ہے۔

شوبھا دیوی —— اور مسلمانوں سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کامنی —— وہ راجپوتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

شوبھا دیوی —— نہیں مسلمانوں سے عورتوں اور بچوں کو کوئی اندیشہ نہیں۔

Marfat.com

کامنی ــــــ بھیا میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی۔

سکھدیو ــــــ میرے ساتھ آنا جی جو ہیں خوف نہ کر۔ میں ابھی واپس آجاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے سکھدیو نے ٹٹول کر دروازہ کھولا۔ اور دوسرے کمرہ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ خاموش کھڑا رہ کر ٹوہ لینے لگا۔ لیکن کوئی آواز کسی قسم کی بھی نہ آئی۔ حتیٰ کہ سانس لینے تک کی آواز نہ تھی۔

اب وہ بڑھا اور اس نے آہستہ سے پکارا "راجکماری ......"

خود اس کی آواز کمرہ میں گونج اٹھی۔ لیکن کسی نے اسے جواب نہیں دیا۔ اس نے کمرہ میں ٹٹولنا شروع کیا۔ اسے بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ کمرہ خالی ہے۔

اسے بڑا غصہ آیا۔ اور وہ موہن کو گالیاں دینے لگا۔ جب ذرا اس کا غصہ فرو ہوا۔ تب دفعتہً اسے خیال ہوا کہ کہیں دوسرے کمرہ میں نہ ہو۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے ٹٹول کر دوسرا دروازہ کھولا۔ جونہی دروازہ کھلا روشنی کی جھلک اس کمرہ میں آئی۔

خوشی سے اس کا چہرہ تمتما گیا۔ کیونکہ اس نے سمجھ لیا کہ روشنی کا ہونا اس کمرہ میں کسی کے ہونے کی دلیل ہے۔ وہ جلدی سے اس کمرہ میں داخل ہوا۔ اس نے سرسری نگاہ سے کمرہ کا جائزہ لیا۔

اس نے دیکھا کہ کمرہ میں ایک طرف ایک مشعل رکھی ہوئی ہے۔ جو روشن ہو رہی ہے اور کمرہ کے عین وسط میں ایک خوشنما قالین پر وہ ماہوش بیٹھی ہے۔ جس کی اسے تلاش تھی یعنی چندر موہنی موجود ہے۔

خوشی سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ وہ بڑھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ چندر موہنی نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور وہ حسین نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

سکھدیو کو ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے حسن کی تجلی سے وہ کمرہ بھرا ہوا ہو مشعل کی روشنی پر چندر موہنی کے عارض کی روشنی غالب تھی۔ اس کے چہرہ سے حسن کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھیں۔ گویا آفتاب حسن ضیا باری کر رہا تھا۔

سکھدیو نے التجائی لہجہ میں کہا۔ چندر موہنی! میرا قصور معاف کر دو۔ میری وجہ سے تمہیں بڑی تکلیف ہوئی۔

چندر موہنی نے نحیف آواز اور افسوسناک لہجہ میں کہا۔ تمہارا کیا قصور میری قسمت میں جو کچھ لکھا ہے پیش آ رہا ہے۔

Marfat.com

سکھدیو ـــــ افسوس یہ ہے کہ میرے آدمیوں نے مجھ سے دغا کیا۔

چندرموہنی ـــــ تم بھی اپنے کرموں کا پھل بھوگ رہے ہو۔ اور بھوگو گے۔

سکھدیو ـــــ موہن سنگھ نے تمہیں تکلیف تو نہیں پہنچائی۔

چندرموہنی ـــــ اگر تاریک تہ خانہ میں مقید رکھنے کو تکلیف نہیں کہہ سکتے تو اس نے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔

سکھدیو ـــــ اس پاجی کے ہاتھ تم کیسے آگئیں۔

چندرموہنی ـــــ جس طرح تم مجھے میری خواب گاہ سے اٹھوا لائے تھے۔

سکھدیو نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ کمبخت کو اب مل جانے دو۔ اس کا سر نہ توڑ دوں تو سکھدیو نام نہیں۔

چندرموہنی ـــــ کیا تم بھی پھر مجھے اس تہ خانہ میں قید رکھو گے۔

سکھدیو ـــــ اگرچہ اب اس کی ضرورت تو نہیں رہی لیکن مجبوری ہے۔

چندرموہنی ـــــ کیا مجبوری ہے۔

سکھدیو ـــــ تمہیں معلوم نہیں کہ قلعہ کے اندر کیا واقعات پیش آ گئے۔

چندرموہنی ـــــ میں دنیا سے الگ یہاں پڑی ہوئی ہوں۔ مجھے باہر کے واقعات کا کیا علم ہے۔

سکھدیو ـــــ مجھ سے سنو۔ ظالم مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

چندرموہنی کو افسوس ہوا۔ اس نے کہا۔ اور مہاراجہ کیا ہوئے۔

سکھدیو ـــــ وہ جنگل کی طرف نکل گئے۔

چندرموہنی کے دل پر چوٹ لگی۔ اس نے غمناک ہو کر کہا۔ اور ماتاجی ......"

سکھدیو ـــــ وہ سرانديپ چلی گئیں۔

چندرموہنی کو حد درجہ رنج ہوا اس کی حسین آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا۔ افسوس گھر ہی برباد ہو گیا۔

سکھدیو نے تسلی دہ لہجہ میں کہا۔ غم نہ کرو راجکماری! جو ہو گیا اس پر پچھتانا فضول ہے۔ اگر کسی کے بس میں ہوتا تو ایسا نہ ہونے پاتا۔ لیکن ایشور ہی کو یہ سب منظور تھا۔ پرماتما کی لیلا دہر کی یاد ہے۔

Marfat.com

چندر موہنی —— ٹھیک ہے۔ لیکن میرا کیا حشر ہوگا۔

سکھدیو —— تمہارے ہمدرد جب تک تمہارے ساتھ موجود ہیں اس وقت تک تمہیں کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا چاہیئے۔ میں ہوں۔ تمہاری سہیلی کامنی ہے۔ اور ماتاجی شوبھادیوی ہیں۔

شوبھادیوی کا سنکر چندر موہنی کو قدرے تسکین ہوئی۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔ کہاں ہیں ماتاجی؟

سکھدیو —— قریب ہی دوسرے کمرہ میں ہیں۔

چندر موہنی —— انہیں بلا لاؤ۔ وہی مجھے اندوہ ناک وقت میں کچھ تسلی دے سکیں گی۔

سکھدیو —— میں انہیں بلائے لاتا ہوں۔ لیکن میرے دل کی تسکین کے لیے صرف اتنا کہدو کہ تم میری ہو جاؤ گی۔ . . . . پھر میں مسلمانوں سے بھی نمٹ لونگا اور موہن سنگھ سے بھی۔

چندر موہنی —— کیا یہ وقت ان باتوں کے طے کرنے کا ہے۔

سکھدیو —— جانتا ہوں کہ تمہارے نازک دل کو اس وقت صدمہ پہنچا ہوا ہے لیکن میں بھی تو حد درجہ غمناک ہوں۔ تمہاری زبان سے نکلا ہوا تسلی کا ایک لفظ . . . .

چندر موہنی —— اس بات کو ماتاجی پر چھوڑ دو۔ مجھے ان سے عقیدت ہے۔ اور تمہیں بھی ہوگی۔ جو وہ کہیں گی ہم دونوں اسی پر عمل کریں گے۔

سکھدیو کو پوری امید تھی کہ شوبھادیوی وہی کرے گی جو اس سے کہے گا۔ اس لیے وہ خوش ہو گیا۔ اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ بس ٹھیک ہے۔ ہم دونوں کو انہیں کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ میں انہیں بلائے لاتا ہوں۔

وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا۔ چندر موہنی نے اپنا لباس درست کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سکھدیو شوبھادیوی کامنی اور داسی کو لے کر آگیا۔ چندر موہنی نے کھڑی ہو کر چرن کے پیر چھوئے۔ اگرچہ اس نے ضبط کرنا چاہا۔ لیکن پھر بھی آنسو نکل ہی آئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ماتاجی! یہ کیا ہو گیا۔

شوبھادیوی نے اس کا نازک سر اپنی چھاتی سے لگا کر کہا۔ بیٹی رنج و افسوس نہ کر۔ ایشور جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ تیرا رنج عنقریب خوشی سے بدلنے والا ہے۔ تجھے وہ مسرت حاصل ہوگی جو شاید آج تک نصیب نہ ہوئی ہو۔ اپنے دل کو تسلی دے۔

چندر موہنی کو شوبھادیوی کی گفتگو میں کچھ ایسے اشارے معلوم ہوئے جو اس کی سمجھ

Marfat.com

سے بالاتر تھے۔ اس نے کہا کیا میرا غم دور ہو جائیگا۔

شوبھادیوی ـــــ خدا کی ذات سے یہی امید ہے۔

چندر موہنی نے حیرت سے جوگن کی طرف دیکھ کر کہا۔ خدا کی ذات سے۔

شوبھادیوی ـــــ خدا کا نام سن کر تو چونکی کیوں۔ ایشور۔ پرماتما۔ پربھو۔ خدا سب ایک ہی ہستی کے نام ہیں۔

سکھدیو ـــــ اب یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے موہن سنگھ آجائے۔ اگر وہ آگیا تو خون خرابہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دھمکی دے چکا ہے کہ آئندہ جب ہم دونوں ملیں گے تو وہ دن ہم دونوں کی زندگی میں سے کسی کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔

شوبھادیوی ـــــ تب چلو۔

کامنی ـــــ لیکن چلیں کہاں؟

سکھدیو ـــــ میرے ساتھ آؤ۔ میں دوسری طرف سے لے چلونگا۔

شوبھادیوی ـــــ چلو۔

سکھدیو بڑھا۔ اس نے خفیہ دروازہ کھولا۔ اور سب اس کے پیچھے چلے اس نے یکے بعد دیگرے کئی دروازے کھولے۔ اور کئی کمروں سے گذرا جس کمرہ میں سے نکل کر دوسرے میں جاتا تھا۔ احتیاط کے خیال سے پہلا کمرہ بند کر دیتا تھا۔

اسی طرح وہ چلا جارہا تھا۔ کہ ایک بڑے کمرہ میں پہنچا۔ جوں ہی ایک دروازہ سے یہ داخل ہوئے دوسرے دروازہ سے موہن آگیا۔

ایک مشعل سکھدیو کے ہاتھ میں تھی اور دوسری موہن کے۔ روشنی کافی ہو رہی تھی۔ ایک نے دوسرے کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا موہن نے کہا۔ آخر ہم دونوں مل گئے۔ اور اب ہم دونوں میں سے ایک کو مر جانا چاہیئے۔

یہ کہتے ہی اس نے مشعل زمین پر رکھدی اور تلوار نکال لی سکھدیو نے بھی مشعل داسی کو پکڑا دی اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ شوبھادیوی نے کہا۔ موہن لڑائی اچھی نہیں۔

موہن ـــــ میں بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن مجھ پر دو مرتبہ قاتلانہ وار کئے گئے ہیں۔ اور اب میں انتقام لوں گا۔ اب میری باری ہے۔

یہ کہتے ہی اس نے سکھدیو پر حملہ کیا۔ کامنی نے سریلی آواز سے کہا موہن لڑائی موقوف کرو۔

Marfat.com

موہن ـــــ تمہارا حکم ٹالا نہیں جا سکتا۔

عین اس وقت کمرہ کی چھت گری۔ لیکن خیریت یہ ہوئی کہ کچھ مٹی گر کر ایک بڑا سوراخ ہو گیا جس سے کافی دن کی روشنی کمرہ میں بھر گئی۔

یہ سب لوگ حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے بولنے کی آواز آئی جس سے سب خائف و ترساں ہو گئے۔

نہالِ آرزو

مسلمانوں کو نہایت عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تھی۔ راجپوتوں کو زبردست ہزیمت ملی تھی۔ دن چھپے تک مسلمان مغرور راجپوتوں کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرتے رہے۔ جب آفتاب بالکل ہی غروب ہو گیا۔ تب وہ واپس لوٹ کر میدانِ جنگ میں جمع ہوئے۔

کئی آدمیوں نے جلدی جلدی وضو کر کے اذان دی اور تمام لشکر نے مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد غازی سلطان محمود نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی ہیچدانی کا اقرار کر کے خدا کے عظمت و جلال کا اعتراف کر رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب ابل رہا تھا۔ یہ آنسو مسرت و شادمانی کے تھے۔

کیا حیرتناک امر ہے کہ انسان زیادہ رنج و قلق میں بھی آنسو بہاتا ہے۔ اور فرطِ مسرت و انبساط میں بھی آنسو نکل آتے ہیں۔

نماز کے بعد سلطان نے ان سپاہیوں کو جو زخمی نہیں ہوئے تھے میدانِ جنگ میں مجروح مجاہدین کی تلاش پر مامور کیا۔ کچھ کو زخمیوں کی مرہم پٹی پر متعین کیا۔ اور کچھ کو میدانِ جنگ سے ہتھیار اور قیمتی سامان اٹھانے پر لگایا۔ کچھ مسلمان از خود ہی راجپوتوں کے ان گھوڑوں کو پکڑنے کے لیے چلے جو ابھی تک میدانِ جنگ میں دوڑ لگاتے پھر رہے تھے اور جن کے راکب مر چکے تھے۔

فوراً سینکڑوں مشعلیں روشن کر لی گئیں اور ہر جماعت اپنا کام کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں کچھ لوگ ایسے زخمی اٹھا کر لائے، جو اگرچہ زندہ تھے لیکن بے ہوش تھے۔ اور اگر ان کی فوری خبر گیری نہ کی جاتی تو رات ہی میں شہید ہو جاتے۔

ان کو قلعہ میں پہنچا دیا گیا اور تیمارداری شروع کر دی گئی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی سے

Marfat.com

بھی فراغت ہو گئی۔ ہتھیار اور راجپوتوں کا مالِ غنیمت بھی جمع کر لیا گیا اور کچھ گھوڑے بھی پکڑ لیے گئے۔

ان کاموں میں کافی وقت گذر گیا۔ مسلمانوں نے عشاء کی نماز بھی میدان جنگ ہی میں پڑھی۔ اور شہیدوں کو جمع کر کے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں دفن کیا گیا۔

اب مسلمان قلعہ کی طرف لوٹے۔ اور قلعہ میں داخل ہو کر انہوں نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ یہی وہ نعرہ کی آواز تھی۔ جسے سکھدیو شوبھا دیوی اور کامنی نے سنا تھا۔ اور اس آواز سے خائف ہو کر وہ تہ خانہ میں جا گھسے تھے۔

قلعہ میں آتے ہی مسلمانوں نے کمریں کھولیں اور چونکہ تمام دن جنگ کرتے رہے کھانا پینا کچھ میسر نہ آیا۔ اس لیے کھانا تیار کرنا شروع کیا۔

اگرچہ سلطان کا خاصہ تیار ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اس لیے کھانا نہ کھایا کہ تمام لشکر بھوکا تھا۔ اور کھانے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب انہیں معلوم ہوا کہ سپاہیوں کا کھانا تیار ہو چکا ہے اور کھانے لگے ہیں تب انہوں نے بھی خاصہ طلب فرما کر کھایا اور رات آرام سے سو گئے۔

التونتاش اور امیر علی خویشاوند نے ایک ہزار آدمیوں کا ایک دستہ لشکر کی حفاظت پر مقرر کر کے شب بیداری اور گرداوری پر مقرر کر دیا۔ یہ دستہ تمام رات خوب گشت لگاتا رہا۔

صبح بہت سویرے بیدار ہو کر مسلمانوں کے مؤذن نے اذان دی جب انہوں نے کہا الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ یعنی بیدار ہو کر نماز کے لیے آؤ۔ تو ہر مرد مجاہد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خود سلطان بھی بیدار ہو کر باہر نکل آئے۔

سب نے ضروریات سے فراغت کر کے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

جب آفتاب طلوع ہو گیا۔ تب سلطان نے قلعہ اور شاہی محل سے مالِ غنیمت نکال کر جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی فرمان جاری کیا کہ اگر کوئی ہندو مرد کسی کمرہ میں چھپا ہوا ملے تو اسے گرفتار کر کے سلطان کے روبرو پیش کیا جائے۔ اور اگر عورتیں اور بچے ملیں تو انہیں صرف حراست میں لے کر سامنے لایا جائے۔ سختی کسی شخص پر بھی نہ کی جائے۔

چنانچہ مسلمانوں کے چند دستے قلعہ اور محل میں پھیل گئے اور انہوں نے چھوٹی بڑی

Marfat.com

معمولی اور قیمتی تمام چیزیں انبار در انبار جمع کرنی شروع کیں۔

بعض چیزیں شاہی محل میں نہایت بیش قیمت اور نادر الوجود ملیں۔ ان میں زیادہ تر ٹھوس چاندی اور سونے کی مورتیاں کھڑاویں۔ صندوقچیاں، چوکیاں، میزیں اور دوسری چیزیں تھیں۔

لیکن سب سے زیادہ قیمتی زیورات تھے۔ جو زیادہ تر خالص سونے اور قیمتی جواہرات کے تھے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں روپے کی مالیت کا سامان وغیرہ ان کے ہاتھ آیا۔

ایک خوبصورت مگر مختصر کمرہ میں کئی تاج اور چھوٹے تخت رکھے ہوئے ملے۔ تاج سونے اور جواہرات کے تھے۔ اور تخت چاندی کے تھے۔ یہ سب تخت و تاج سومنات کے فرمانرواؤں کے تھے۔

چونکہ اس کمرہ میں زیادہ بیش قیمت چیزیں تھیں اس لیے مسلمانوں نے اس کا فرش اس خیال سے کھودنا شروع کیا کہ شاید زمین کے اندر بھی خزانہ یا دفینہ موجود ہو۔

لیکن تھوڑا سا ہی کھودنے پر چھت میں خلا ہو گیا۔ مسلمانوں کو اسے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ مگر فوراً ہی وہ سمجھ گئے کہ اس کے نیچے تہ خانہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے کہا۔ یقیناً یہ تہ خانہ ہے۔

دوسرا بولا۔ "بیشک" "سوائے تہ خانہ کے اور کیا ہو سکتا ہے"!

اسی کمرہ کی مٹی سکھدیو، چندر موہنی، شوبھا دیوی اور کامنی پر پڑی تھی۔ اور مسلمانوں کی آواز سنکر وہ حیران رہ گئے تھے۔

جس وقت یہ تہ خانہ نمودار ہوا۔ عین اس وقت سلطان تشریف لے آئے۔ مسلمانوں نے انہیں تہ خانہ پر آمد ہونے کی اطلاع دی۔

اس خبر کو سنکر دفعتہً ان کا چہرہ بشاش ہو گیا۔ انہوں نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس تہ خانہ میں شاہی خاندان کے افراد چھپے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے چندر موہنی بھی ہو جلدی اس تہ خانہ میں اترو۔ اور اس کا جائزہ لو۔

سلطان کے یہ فرماتے ہی بہت سے مسلمان اچانک اس طرح تہ خانہ میں کود گئے کہ سکھدیو اور اس کی ساتھ والی عورتوں کو کسی طرف نکل جانے یا بھاگنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

چونکہ سکھدیو ابھی تک مشعل لیے ہوئے تھا۔ دوسری مشعل بھی قریب ہی رکھی ہوئی

Marfat.com

روشن ہو رہی تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے تہ خانہ میں جاتے ہی ان سب کو دیکھ لیا۔ جو وہاں موجود تھے

سکھدیو اور موہن دونوں مسلمانوں کو دیکھ کر لرز گئے۔ کامنی اور چندر موہنی بھی سہم گئی داسی بھی تھر تھر کانپنے لگی۔ لیکن شوبھا دیوی نہایت استقلال اور اطمینان سے کھڑی رہی۔

سکھدیو اور موہن کو کھانڈے بکف دیکھ کر مسلمانوں نے یہ خیال کیا۔ کہ وہ ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ابھی چند تانیے پہلے وہ لڑ رہے تھے۔

مسلمانوں نے فوراً ہی ڈپٹ کر کہا۔ خبردار کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ ورنہ سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔ جس کے پاس جو ہتھیار ہو وہ ڈالدے۔

کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ بادل ناخواستہ موہن اور سکھدیو دونوں نے اپنے اپنے کھانڈے ڈالدیئے۔ مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر کے ان کی مشکیں کس لیں۔

ان دونوں کے گرفتار ہو جانے سے چندر موہنی اور کامنی بھی خائف ہو گئیں۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم عورتوں اور لڑکیوں میں کوئی نہ گھبرائے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے گی۔

مسلمانوں کی گفتگو کی ترجمانی شوبھا دیوی کر رہی تھی۔ اب تہ خانہ والے مسلمانوں نے اوپر والوں سے کہا۔ دو آدمی اور تین عورتیں یہاں سے ہاتھ آئی ہیں۔ ریشمیں سیڑھیاں لٹکا دو تاکہ انہیں اوپر لے کر آئیں۔

فوراً ہی سیڑھیاں لٹکا دی گئیں۔ پہلے موہن اور سکھدیو کو چڑھایا گیا اور پھر کامنی اور چندر موہنی کو ان کے بعد داسی اور شوبھا دیوی کو سب کے بعد وہ مسلمان جو تہ خانہ میں اترے تھے اوپر چڑھ آئے۔

سلطان کمرہ سے باہر بیٹھ گئے تھے۔ ان قیدی مردوں اور عورتوں کو ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ جوں ہی انہوں نے چندر موہنی اور کامنی کو دیکھا۔ بیساختہ بول اٹھے۔ یہ دونوں راجہ کے خاندان کی لڑکیاں معلوم ہوتی ہیں اور ان میں سے ایک چندر موہنی ہے۔

شوبھا دیوی نے چندر موہنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ظل اللہ نے ٹھیک فرمایا۔ چندر موہنی یہی ہے۔ یہی آپ کا دُرِ مقصود ہے۔

Marfat.com

سلطان کو یہ بات سُنکر بڑی مسرت ہوئی۔ حالانکہ چندر موہنی کا چہرہ فق پڑ گیا۔ اسے ناگوار گذرا کہ شو بھا دیوی نے کیوں اسے بتا دیا۔

سلطان کھڑے ہو گئے۔ وہ چندر موہنی کے پاس آئے اور اس کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے بولے: "بیٹی ڈرو نہیں۔ گجرات مت ہم تمہیں ہی حاصل کرنے کے لیے تو آئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے تم مل گئیں۔ ہماری محنت ٹھکانے لگ گئی۔

چندر موہنی کو ان الفاظ کے سننے سے کچھ تسلی ہوئی اور فرطِ خوف و دہشت سے اس کے چہرہ کا رنگ جو سفید ہو گیا تھا۔ اس پر پھر شباب کی سرخی بکھر گئی۔ اور پھر اس کے آتشناک رخسار ...... گل انار کی طرح دمکنے لگے۔

سلطان نے شو بھا دیوی سے مخاطب ہو کر .... کامنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "اور یہ کس کی لڑکی ہے؟

شو بھا دیوی ـــــ مہاراجہ انہلواڑہ کی۔

اس کے بعد اس نے سکھدیو اور موہن کا بھی تعارف کرا دیا۔ سلطان نے ان دونوں کو قید خانہ میں لے جانے کا حکم دیا۔ اور عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرہ کی طرف چلے۔

Marfat.com

بتیسواں باب

سومنات کی فتح

سلطان راستہ بھر چندر موہنی کو تسلی اور دلاسا دیتے گئے۔ چندر موہنی بھی جو آہوئے رمیدہ کی طرح خوفزدہ تھی قدرے مطمئن ہو گئی۔

چندر موہنی اور کامنی وغیرہ نے دیکھا۔ کہ تمام قلعہ میں مسلمان بکھرے ہوئے ہیں۔ اور ہر طرف سے ان کے رسالے مسلح ہو ہو کر آ رہے ہیں۔

سلطان نے اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر چندر موہنی سے کہا۔ بیٹی! تو قیدی نہیں ہے آزاد ہے۔ تیری ذات سے ایک راز وابستہ ہے جس کا عنقریب انکشاف کیا جائے گا۔ اور اس راز کو سن کر تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ تو اب تک قید تھی۔ اپنی ناواقفیت کے باعث اور اس قید کو تو آزادی سمجھ رہی تھی۔ . . . . . تو حیران ہو رہی ہے حیرانی کی بات بھی ہے۔ چونکہ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ اس لیے تجھ سے رخصت ہوتا ہوں۔ تو اطمینان سے یہاں رہ۔

چندر موہنی کو اور بھی حیرت ہوئی کہ میرے حالات کا حال سلطان کو کیا معلوم۔ لیکن رعب سلطانی اور جلال شاہی سے اسے کچھ دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سلطان نے شوبھا دیوی سے مخاطب ہو کر کہا۔ تمہیں کچھ دھرمپال کا حال معلوم نہیں ہوا۔

شوبھا دیوی ــــ ظل اللہ اب تک مجھے ان کا سراغ نہیں ملا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں آج ہی ان کا پتہ لگا لوں گی۔ جب میں رات حضور سے مل کر رخصت ہوئی تھی۔ تو ان کی ہی جستجو کرتی رہی لیکن افراتفری کی وجہ سے ٹھیک پتہ نہ چل سکا۔

چندر موہنی سمجھ گئی کہ شوبھا دیوی سلطان سے پہلے ہی مل چکی ہے اسے تعجب ہوا کہ وہ سلطان سے کیوں ملی اور دھرمپال کا سلطان کو کیوں زیادہ خیال ہے لیکن اس کے

Marfat.com

ننھے سے دل اور نازک دماغ میں کوئی وجہ نہ آئی۔

سلطان نے جنگی لباس طلب کیا۔ خادموں نے لاکر حاضر کر دیا۔ انہوں نے جلدی سے زرہ بکتر پہن کر چار آئینے لگائے اور اسلحہ جات سے بدن کو آراستہ کر کے چلے۔

جب سلطان باہر آئے۔ تو دیکھا کہ تمام رسالے مسلح کھڑے ہوئے ہیں۔ التونتاش، امیر علی خویشاوند اور دوسرے افسران سلطان کا انتظار کر رہے ہیں۔

چونکہ قلعہ پر مسلمانوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ اور وہاں ایک راجپوت بھی باقی نہ رہا تھا اس لیے اب قلعہ کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہا تھا۔

سلطان نے کہا۔ خدا کے فضل سے درِ مقصود ہاتھ آگیا ہے۔ چندر مینی مل گئی ہے۔ لیکن شہر اور مندر میں ابھی راجپوتوں کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اس لیے ان مقامات کو بھی فتح کرنا ضروری ہے کچھ معلوم ہوا کہ مہاراجہ سومنات کہاں گئے۔

التونتاش —— عالم پناہ معلوم ہوا ہے۔ کہ راجہ جنگلوں میں گھس گیا۔ لیکن راجپوت اسے منا کر پھر لے آئے ہیں۔ اور وہ مندر میں موجود ہے۔

سلطان —— تب مندر پر جنگ ہونا یقینی ہے۔

امیر علی —— پیر و مرشد۔ جب تک راجپوتوں میں مہاراجہ موجود ہے۔ اس وقت تک لڑائی ہونا ضروری ہے۔

سلطان —— کچھ پرواہ نہیں۔ خدا حافظ و ناصر ہے لشکر کو شہر اور مندر پر یورش کا حکم دو۔

تمام افسر اپنے اپنے دستے میں پہنچ گئے۔ اور لشکر قلعہ سے نکل کر شہر کی طرف بڑھنے لگا۔

سلطان بھی اپنے دستہ کے جلو میں روانہ ہوئے۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو معزز شہری ہندوؤں نے لشکر کا استقبال کیا۔ اور شہر کے کوتوال نے سلطان کے حضور میں حاضر ہو کر شہر کے پھاٹک کی کنجیاں حوالے کرتے ہوئے کہا۔ جب آپ نے قلعہ فتح کر لیا ہے تو شہر فتح کرنا کیا دشوار ہے۔ ہم شہری لوگ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ امن و امان چاہتے ہیں۔ یہ شہر کے پھاٹک کی کنجیاں موجود ہیں۔ ہم حضور کے مراسم خسروانہ سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ شہر میں خونریزی نہ کی جائے۔ جو تاوان ہم پر عائد کیا جائے گا۔ ہم اسے ادا کریں گے۔

سلطان خود خونریزی کو پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہم نے تو بہت چاہا کہ خونریزی نہ ہو۔ مہاراجہ صلح و آشتی سے معاملہ طے کر لیں۔ لیکن ان کے مشیروں نے شاید انہیں نیک

Marfat.com

صلاح نہ دی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی۔ جو لوگ اطاعت قبول کر لیتے ہیں۔ ہم ان سے درگذر کرتے ہیں تم نے نہایت دانشمندی کی کہ شہر کی کنجیاں ہمارے سپرد کر دیں۔ سردست ہم شہر پر حملہ نہ کریں گے۔ اب ہم مندر پر دھاوا کرتے ہیں۔

لیکن یہ حکم دیتے ہیں کہ کوئی شہری شہر سے باہر نہ نکلے۔ اگر اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی۔ تو پھر شہر پر بھی حملہ کیا جائے گا۔

کوتوال:— اعلیٰ حضرت اطمینان رکھیں۔ ہم شہری سلطان کے فرمان کی تعمیل کرینگے۔

سلطان:— تب ہماری طرف سے شہریوں کو امان کا مژدہ سنا دو۔ کوتوال رخصت ہو گیا۔ اور اسلامی لشکر مندر کی طرف بڑھا۔ ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ مندر بھی چھوٹا سا قلعہ تھا۔ ابھی راجپوتوں کا کافی لشکر باقی رہ گیا تھا۔ جو مندر کی حفاظت کر رہا تھا۔ التونتاش کو یہ اطلاع صحیح ملی تھی کہ راجپوت رات ہی کو مہاراجہ سومنات کو ڈھونڈ لائے تھے۔ اور وہ مندر میں موجود تھے۔

مندر کی حفاظت پر چار ہزار جنگجو اور جیالے راجپوت مقرر تھے ان کے علاوہ ہزاروں وہ راجپوت جمع ہو گئے تھے جو شکست کھا کر واپس آئے تھے۔

اور چونکہ سومنات کے مندر کا ہر راجپوت کے دل میں بہت زیادہ احترام تھا۔ اس لیے رات ہی کو ان لوگوں نے تلسی کے پتے چبا چبا کر یہ حلف اٹھایا تھا۔ کہ مرتے دم تک مندر کی حفاظت کریں گے۔

ہندوؤں میں تلسی کے پودے کو بھی بڑا متبرک خیال کیا جاتا۔ جو شخص اس پتے کو چبا کر قسم کھاتا ہے وہ مرتے دم تک اپنی قسم کو نبھاتا ہے۔

جوں ہی اسلامی لشکر مندر کے سامنے پہنچا۔ راجپوتوں نے شور کر کے تیروں کی باڑھ اری۔ پیش کش اور خنجر تاک کر مارنے لگے۔

مسلمانوں نے ڈھالیں سامنے کر دیں۔ اور ان ڈھالوں کا قلعہ بنا کر آگے بڑھنا شروع کیا۔ راجپوتوں نے بڑی پھرتی اور بڑے جوش سے اپنے حربے استعمال کئے۔

غازیان اسلام آہستہ آہستہ بڑھتے رہے یہاں تک کہ مندر کی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ یہ فصیل قلعہ کی طرح کچھ زیادہ اونچی نہ تھی۔ البتہ اس کے چار پھاٹک تھے۔ اور چاروں نہایت عالیشان، اور مضبوط تھے۔

Marfat.com

مسلمانوں نے فصیل کے نیچے پہنچ کر گھوڑوں پر کھڑے ہو کر فصیل کے کنگورے پکڑ کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

راجپوتوں نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ جو مسلمان فصیل پر پہنچ گئے تھے انہوں نے تلواریں سونت لیں۔ اور ہندوؤں پر ٹوٹ پڑے۔

ادھر راجپوت جو مندر کی حفاظت کا حلف اٹھا چکے تھے۔ جوش و غضب میں آ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مندر کی فصیل پر جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان راجپوتوں کو قتل کرنے لگے۔

تلواریں اور کھانڈے پھرتی سے اٹھنے اور سرفروشوں کے سروں کی طرف جھکنے لگے سر دھڑ اور ہاتھ اور پیر کٹنے لگے۔ خون کے فوارے ابل ابل کر لڑنے والوں کو خون میں رنگنے لگے۔

چونکہ مسلمان تھوڑی تعداد میں ابھی تک فصیل پر پہنچے تھے۔ اس لیے ان کا پلّہ ہلکا تھا مگر وہ اس بے جگری اور جوش سے پینترے بدل بدل کر اور جست لگا لگا کر حملے کر رہے تھے کہ راجپوت حیران رہ جاتے تھے۔

مسلمانوں کی کوشش یہ تھی۔ کہ راجپوتوں کو پچھلی طرف دھکیلے رکھیں۔ تاکہ جو مسلمان گھوڑوں پر کھڑے ہو ہو کر فصیل پر چڑھ رہے تھے۔ ان کی آمد کا سلسلہ جاری رہے رکنے نہ پائے۔

اور راجپوت اس فکر میں تھے کہ جو مسلمان اوپر چڑھ آئے ہیں۔ انہیں کاٹ کر رکھ دیں اور مزید مسلمانوں کو روک دیں۔

دونوں فریق اپنے مقدور بھر سعی بلیغ کر رہے تھے۔ لیکن نہ تو مسلمان قتل ہی ہو رہے تھے اور نہ پیچھے ہٹتے تھے۔ بلکہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے اور راجپوتوں کو پیچھے ہٹاتے اور دباتے چلے جاتے تھے۔

انہوں نے اس سے فصیل کا وہ حصہ دور تک خالی کرا لیا تھا۔ جہاں نیچے سے مسلمان پہنچ رہے تھے۔

مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ برابر قائم تھا۔ نیچے سے ہر دستہ گھوڑے پر سوار ہو کر بڑھنا شروع کرتا تھا۔ اور فصیل سے گھوڑے لگا کر اور ان پر کھڑے ہو کر فصیل پر جا پہنچتا تھا۔ خالی گھوڑے خود ہی ادھر ادھر ہٹ جاتے تھے۔

Marfat.com

چونکہ راجپوت بھی نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ اس لیے وہ مسلمانوں
کو بھی مجروح اور شہید کر رہے تھے لیکن مسلمانوں کی آمد کچھ اس تیزی سے ہو رہی تھی کہ
زخمیوں اور مرنے والوں کی جگہ تازہ دم مسلمان پہنچ جاتے تھے۔ اور تلواروں کی باڑھ پر
راجپوتوں کو روک لیتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ راجپوتوں پر مسلمانوں کا رعب و خوف طاری ہو چکا تھا۔ اگر
وہ مندر کی حفاظت کا حلف اٹھائے نہ ہوتے۔ تو اب تک وہ کبھی کے میدان چھوڑ کر پسپا
ہو گئے ہوتے۔

وہ لڑ رہے تھے۔ اور موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ گویا انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ کٹ
کٹ کر مر جائیں گے۔ لیکن پیچھے نہ ہٹیں گے۔

مگر مسلمانوں نے کچھ اس جوش و خروش سے حملوں پر حملے کر کے انہیں اس طرح
کاٹنا شروع کر دیا کہ بالآخر ان کے قدم اکھڑ گئے۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر ان پر ایک پر زور حملہ کیا۔ اور اس ایک
حملہ میں تقریباً ایک ہزار راجپوتوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اب راجپوتوں نے ٹھہرنا دشوار سمجھا۔ وہ بدحواس ہو کر ایک دم بھاگ کھڑے ہوئے
مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور انہیں مارتے کاٹتے ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے گئے۔
راجپوت فصیل کو چھوڑ کر مندر کے صحن میں اتر گئے مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور
وہاں پہنچ کر راجپوتوں کو قتل کرنے لگے۔

ادھر کچھ مسلمانوں نے پھاٹک کھول دیا اور مسلمانوں کے رسالے مندر میں داخل ہو گئے۔
راجپوتوں کے حواس غائب ہو گئے اور وہ دوڑ دوڑ کر مندر کے پشت کی طرف
پہنچے اس طرف چھوٹے چھوٹے جہاز اور کشتیاں موجود تھیں۔ وہ سمندر میں کود کود کر ان میں
سوار ہو گئے۔

مہاراجہ بھی ایک جم غفیر کے ساتھ دوڑے لیکن سلطان رسالہ کے ساتھ ان کا مقابلہ
ہو گیا۔ اور اس رسالہ نے ان تمام راجپوتوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ مہاراجہ بھی اس
ہنگامہ میں کام آئے۔

جو راجپوت جہازوں اور کشتیوں میں لاد کر سوار ہوئے تھے۔ وہ بھی زیادہ دور

Marfat.com

نہ گئے تھے کہ دوسری طرف سے چند بڑی بڑی کشتیاں آئیں اور انہوں نے ان جہازوں کو روک لیا۔ جب راجپوتوں نے کسی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا۔ تو وہ تر ک تھے۔

مجاہدین اسلام کو دیکھ کر راجپوتوں کے دل ان کے سینوں میں ڈوب گئے۔ اور وہ گھبرائی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے۔

بندرگاہ کی فتح

جس روز شہر اور مندر پر سلطان نے حملہ کیا اس روز برہان اور ہارون نے بندرگاہ پر یورش کر دی۔ راجپوتوں نے ساحل سمندر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ نہایت ثابت قدمی سے کیا۔ اور کچھ اس طرح تیروں کی بارش کی کہ ایک دفعہ تو مسلمانوں کے منہ پھر گئے۔

لیکن فوراً ہی ہارون ڈھال کی آڑ میں آگے بڑھے۔ برہان نے بھی ان کی تقلید کی۔ ان دونوں کو اس طرح بڑھتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کو شرم دامن گیر ہوئی۔ اور انہوں نے بھی سپروں کا قلعہ بنا کر آگے بڑھنا شروع کیا۔

راجپوت اب بھی نہایت تندہی اور بڑی پھرتی سے تیر برسا رہے تھے۔ لیکن ان کے تیر ڈھالوں سے ٹکرا ٹکرا کر اچٹ جاتے تھے۔

کچھ دور چلنے کے بعد ہارون نے کہا۔ راجپوتوں کی تیر اندازی اس وقت تک ختم نہ ہو گی۔ جب تک ان پر بھی تیروں کی باڑھ نہ ماری جائے۔

برہان نے کہا۔ خیال تو آپ کا درست ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ راجپوت کچھ اس تیزی سے تیر برسا رہے ہیں۔ کہ ہمیں اپنی حفاظت کرنی مشکل ہو رہی ہے تیر اندازی کی مہلت تو کہاں مل سکتی ہے۔

ہارون —— ان کی یہ شدت اس وقت تک ہے جب تک ان پر زد نہیں پڑتی اور جب ان پر بھی زد پڑنے لگے گی۔ تو جس طرح اس وقت ہم ان تیروں سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی اپنی حفاظت کرنے پر مجبور ہوں گے۔

برہان —— تب ہمیں تھوڑی دیر کے لیے ڈھالوں کی پناہ چھوڑ دینی چاہیئے۔

ہارون —— اس سے کیا مطلب ہے تمہارا؟

برہان —— جب تک ہم ڈھالوں کو سامنے سے نہ ہٹا دیں گے اس وقت

Marfat.com

تک کمانیں سے کر تیر اندازی کیسے کر سکتے ہیں۔

ہارون —— کیا تمہارا یہ مطلب ہے۔ کہ ہم جو اگلی صف میں جا رہے ہیں۔ اپنے سامنے سے ڈھالیں ہٹا دیں۔

برہان —— بغیر اس کے چارہ ہی کیا ہے۔

ہارون —— معاف کرنا تم نے غلط سمجھا۔ اگر ہم ذرا بھی ڈھالیں ہٹائیں۔ تو کافروں کی طرف سے اس شدت سے تیر افگنی ہو رہی ہے۔ کہ ہم میں سے ایک بھی زندہ باقی نہ بچے گا۔

برہان —— پھر کیا کرنا چاہیئے ہیں۔

ہارون —— پچھلی صف کی طرف اشارہ کرو۔ وہ جھک کر ہمارے درمیان میں سے تیر نکال کر ایک دم باڑھ مار بے سمجھ گئے۔ برہان نے خوش ہو کر کہا نہایت اچھی تدبیر ہے۔ راجپوت بغیر کسی حفاظت کے سامنے ہی کھڑے ہیں۔ تیروں کی باڑھ ان کی صفیں الٹ دے گی۔

ہارون —— اور جب وہ اپنی حفاظت میں مصروف ہو جائیں گے اس وقت ہم بھی ڈھالیں پشتوں پر ڈال کر ایک دم ان پر تیروں کی بارش کر دیں گے۔

برہان —— ٹھیک ہے۔

برہان نے ذرا پیچھے ہٹ کر پچھلی صف والے مسلمانوں سے ہارون کی تدبیر بتا دی۔ فوراً پچھلی صف بڑھ کر پہلی صف کے عین پیچھے اور پاس آگئی۔

تمام مسلمان ڈھالوں کی آڑ میں جھکے جھکے چل رہے تھے۔ چونکہ پچھلی صف والے مجاہدین پہلی صف کی آڑ میں آگئے۔ اس لیے کفار کے تیروں سے محفوظ ہو گئے۔ انہیں ڈھالوں کی ضرورت ہی نہ رہی۔

انہوں نے جلدی جلدی ڈھالیں پشتوں پر لٹکالیں۔ اور شانوں پر سے کمانیں نکال کر ہاتھوں میں لیں۔ ترکشوں میں سے تیر نکال کر چلے جوڑے اور مسلمانوں کے پہلوؤں میں سے تیروں کا راستہ کر کے ایک ساتھ باڑھ ماری۔

راجپوتوں کو خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا۔ کہ مسلمان اس طرح اچانک ان پر تیروں کی باڑھ ماریں گے۔ وہ سینہ تانے کھڑے تیر برسا رہے تھے۔ اس بات سے بے خبر تھے۔ کہ موت ان کی گھات میں لگ گئی ہے۔

جوں ہی مسلمانوں کے تیر سنسناتے اور فضا کو چیرتے ہوئے چلے راجپوتوں نے حیرت سے دیکھا۔

Marfat.com

حیرت کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی اگلی صفیں ڈھالوں کی آڑ لیے بڑھی چلی آرہی تھیں۔ وہ اس قدر اپنی حفاظت میں مصروف تھے کہ تیر چلا ہی نہ سکتے تھے۔ نہ انہوں نے تیر چلائے تھے۔ ابھی راجپوت حیران ہی ہو رہے تھے۔ کہ تیروں کی باڑھ ان کی پہلی صف پر پڑی۔ اور بہت سے جانبازوں کے سروسینوں میں تیر پیوست ہو کر رہ گئے۔

راجپوتوں کی پہلی صف الٹ کر دوسری پر جا گری۔ اور اتنے میں دوسری صف والے سنبھلیں اتنے میں دوسری باڑھ پڑی۔ اور دوسری صف کا بھی ستھراؤ ہو گیا۔

راجپوت اس اچانک تیر اندازی سے گھبرا گئے۔ اب انہوں نے تیر اندازی چھوڑ دی اپنی حفاظت کرنے لگے۔

یہ حالت دیکھتے ہی ہارون نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ اگلی صف والے مسلمان بھی تیر برسائیں۔

چنانچہ اگلی صف کے مسلمانوں نے بھی پھرتی کے ساتھ ڈھالیں پشتوں پر ڈالیں۔ اور کمانیں لے کر نہایت تیزی سے تیر افگنی شروع کر دی۔ ساتھ ہی جھپٹ کر آگے بڑھنے لگے۔ راجپوتوں کی بڑی تعداد لقمہ اجل ہو گئی۔ اور جو باقی رہے۔ وہ دوڑ دوڑ کر کشتیوں اور جہازوں میں سوار ہو گئے۔

چونکہ مسلمان بڑھے چلے آرہے تھے۔ اس لیے انہوں نے کشتیاں اور جہاز پیچھے سمندر میں ہٹا لیے۔ ہارون نے برہان سے کہا "دوست یہی موقع ان پر ضرب لگانے کا ہے۔ خدا نے آج ہی کے دن کے لیے ہمیں ان کی کشتیاں دلوائی تھیں۔ دوڑ کر جاؤ اور کشتیاں کھینچ کر سمندر میں لا ڈالو۔

برہان بغیر کچھ کہے فوراً چل پڑے۔ اور ہر مسلمان بڑھ کر ساحل پر پہنچ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کا بندرگاہ پر قبضہ ہو گیا۔ لیکن ابھی راجپوت جہازوں اور کشتیوں میں بیٹھے تیر برسا رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں برہان کشتیاں لے کر آ گئے۔ اگرچہ مسلمان جہاز رانی یا ملاحی کے فن سے بالکل ہی واقف نہیں تھے۔ کیونکہ وہ خشکی کے رہنے والے تھے۔ سمندر کا کنارہ ان کی قلمرو میں نہ تھا۔ کشتیاں یا جہاز چلانے کا انہیں اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔

مگر برہان کے دستہ والے کئی مرتبہ ان کشتیوں کو چلا چکے تھے۔ اور اس لیے انہیں کچھ مہارت ہو گئی تھی۔

Marfat.com

چنانچہ بہت سے مسلمان کشتیوں میں سوار ہو گئے۔ اور جو مجاہدین فن کشتی رانی سے واقف ہو گئے تھے۔ وہ کشتیاں چلانے لگے۔

ایک کشتی میں برہان اور ایک میں ہارون دس دس پندرہ پندرہ غازیان اسلام کو ساتھ لے کر بیٹھ گئے۔ اور یہ کشتیاں دشمنوں کی کشتیوں کی طرف بڑھیں۔

مسلمانوں نے اس شدت سے تیر افگنی شروع کی۔ کہ راجپوتوں نے ان سے بچنے کے لیے تیزی سے اپنی کشتیوں کو پیچھے ہٹانا شروع کیا۔

مسلمان بڑھتے رہے اور تیر اندازی کرتے رہے ایک مرتبہ کئی کشتیوں کے راجپوت ایک دم ایک کنارہ پر کشتیوں کے کنارے پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے توازن قائم نہ رہ سکا۔ اور سات آٹھ کشتیاں الٹ گئیں۔ ان کشتیوں کے تمام راجپوت سمندر میں ڈبکیاں لینے اور غوطہ کھانے لگے۔

کچھ راجپوتوں کی کشتیاں انہیں بچانے کے لیے آگے بڑھیں۔ اور انہوں نے رسے سمندر میں پھینک دیئے۔ جن کے ذریعہ سے راجپوت تیر کر کشتیوں پر چڑھنے لگے۔ لیکن چونکہ وہ اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس لیے احتیاط ملحوظ نہ رکھی اور ڈوبنے والے کشتیوں کے کنارے پکڑنے لگے۔ اور کشتیوں میں بیٹھنے والے ان کے ہاتھ پکڑنے کے لیے جھک گئے۔ اس سے ان کشتیوں کا بھی توازن قائم نہ رہا۔ اور وہ بھی الٹ گئیں۔ ان میں بیٹھے ہوئے راجپوت بھی سمندر میں جا گرے۔

اس طرح بہت سی کشتیاں اور سینکڑوں راجپوت ضائع ہو گئے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کی کشتیاں قضائے مبرم کی طرح ان کے سروں پر جا پہنچیں۔ جہاز والوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمان کشتیاں جہازوں سے لگا کر اوپر نہ چڑھ آئیں۔ اس لیے انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور سمندر کے بیچ میں اپنے جہاز دوڑائے۔

جب وہ دور نکل گئے۔ تب مسلمانوں نے اپنی کشتیوں کا رخ شہر کی طرف کر دیا۔ چونکہ راجپوتوں کی اور بھی بہت سی کشتیاں ساحل پر موجود تھیں۔ اس لیے مسلمانوں نے انہیں بھی اپنے تصرف میں لے لیا۔ جب یہ کشتیاں شہر اور مندر کے قریب پہنچیں تو انہوں نے اس طرف سے راجپوتوں کو کشتیاں دوڑاتے لاتے دیکھا وہ فوراً ان کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ یہی مسلمانوں کی کشتیاں تھیں جو مندر سے کشتیوں میں آنے والے راجپوتوں کو ملی تھیں۔

Marfat.com

تینتیسواں باب

نہنگِ اجل

ہم بیان کر آئے ہیں کہ بندر بیں سے بھاگنے والے راجپوت جو کشتیوں میں سوار ہو کر فرار ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کشتیاں دیکھتے ہی گھبرا گئے اور سہمگین نگاہوں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔

انہیں مسلمانوں پر بڑا غصہ آرہا تھا۔ کہ انہوں نے خشکی اور تری دونوں ہی طرف سے ان پر یورش کر دی تھی۔ لیکن ساتھ ہی اس خیال سے خوف بھی معلوم ہو رہا تھا۔ کہ مسلمان ان کی طرح انسان ہی ہیں۔ یا جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ وہ دیو یا جن یا بھوت ہیں۔ ان تینوں میں سے کوئی مخلوق ہیں۔

انہیں یہ شک ہو گیا۔ کہ وہ انسان نہیں ہیں۔ اور یہ شک ان کے دلوں میں اس لیے اور بھی جڑ پکڑ گیا۔ کہ اگر وہ ان سے ڈر کر سمندر میں بھاگ پڑے تو وہاں بھی وہ ان کے سامنے آ گئے۔

انہوں نے بندر گاہ کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک بھی جہاز یا کشتی نظر نہ آئی چونکہ وہ سراسیمگی کی حالت میں بھاگے تھے۔ اس لیے سمندر میں دور تک انہوں نے نگاہ نہ ڈالی تھی۔ ورنہ انہیں اپنے جہاز سمندر میں دور تک بھاگتے ہوئے نظر آجاتے۔ اور وہ شاید سمندر میں کود پڑنے کی غلطی نہ کرتے۔

اب بندر گاہ سے نگاہیں ہٹا کر جو انہوں نے دیکھا تو دور سمندر کے افق میں انہیں جہازوں کے مستول نظر آئے۔ ان کے دل بحر رنج والم میں ڈوب گئے۔ حوصلے پست ہو گئے اور ہمتیں جواب دے گئیں۔

وہ خوفزدہ نگاہوں سے کبھی مسلمانوں کو بیم و ہراس کی نظروں سے کبھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

Marfat.com

ہارون بن ہلال اور ان کے ساتھی اپنی کشتیوں کو ان کی طرف بڑھانے کے لیے چلے آرہے تھے۔ چونکہ وہ کشتیاں چلانے کے فن سے ناواقف تھے۔ اس لیے الٹے سیدھے پتوار چلا رہے تھے۔ جس سے کبھی تو کشتیاں سیدھی ہو کر راجپوتوں کی کشتیوں کی طرف دوڑنے لگتی تھیں اور اور کبھی ترچھی ہو کر ادھر اُدھر جھک جاتی تھیں۔

جوں جوں یہ کشتیاں راجپوتوں کے قریب ہوتی جاتی تھیں۔ ان کا خوف و ہراس بڑھتا جاتا تھا۔ اور فرطِ رعب و دہشت سے روحیں ناکی کا بدنوں میں پھڑپھڑانے لگتی تھیں۔

انسان جوش غصہ، غم اور خوف میں دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اکثر ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے۔ جو خود اس کے لیے مضر ہوتی ہے۔ چنانچہ ان راجپوتوں نے بھی غیر مہذبانہ اور مضحکہ خیز یہ حرکت کی کہ دور ہی سے مسلمانوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔

عام مسلمان تو سمجھے بھی نہیں۔ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہارون اور دو چار دوسرے لوگ ان کی زبان کچھ سمجھنے لگے تھے۔ وہ سن رہے تھے۔ مگر خاموش تھے۔ گالیاں سنکر بگڑے نہیں۔ نہ جواب میں دشنام طرازی شروع کی۔ بلکہ نہایت اطمینان سے کشتیوں میں بیٹھے رہے۔

راجپوت چاہتے تھے کہ کسی طرح کشتیاں واپس لوٹا کر پھر سمندر میں داخل ہو جائیں لیکن اب اس کا موقعہ نہیں رہا تھا۔ مسلمانوں کی کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئیں ان کے نزدیک ہوتی جاتی تھیں۔ اور ان کی بارعب اور پرہول صورتیں ان سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔

مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر راجپوت اس طرح خوف زدہ ہوتے جاتے تھے جس طرح بندر بھیڑیوں کو دیکھ کر خائف ہو جاتے تھے۔

آخر مسلمانوں کی کشتیاں راجپوتوں کی کشتیوں کے اس قدر پاس آگئیں۔ کہ مسلمان زقند لگا لگا کر ان کی کشتیوں میں کود گئے اور تلواریں کھینچ کھینچ کر خوفزدہ راجپوتوں پر جا پڑے۔

راجپوتوں نے بھی کھانڈے اٹھا لیے اور اپنی حفاظت کے لیے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے لگے ہندوؤں اور مسلمانوں کی بہت سی کشتیاں تھیں۔ جو دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ہندوؤں کی تو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ مسلمانوں کی کشتیوں میں کود جاتے۔ البتہ مسلمان ان کی کشتیوں میں کود آئے تھے اور ان سے جنگ کر رہے تھے۔

راجپوت بھی جوش و غیرت میں آکر بپھر گئے تھے۔ اس وقت سمندر میں جنگ ہونے لگی تھی۔ جب کسی کا سر کٹتا تھا۔ تو اچھل کر سمندر میں جا گرتا تھا۔ اور تھوڑی دُور تک سمندر کے

Marfat.com

نیلگوں پانی کو سرخ رنگ میں رنگ دیتا تھا۔ کبھی کبھی ہاتھ بھی کٹ کر سمندر میں جا پڑتے تھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی راجپوت اپنی جان بچانے کے لیے کشتی کے کنارے سے جا لگتا تھا اور کوئی مسلمان اسے کاٹ کر سمندر میں پھینک دیتا ہے۔

اس طرح کشتیوں کے قریب کا پانی سرخ ہو جاتا تھا۔ راجپوتوں نے چلانا شروع کر دیا تھا۔ ان کی پر شور آواز سے سمندر گونجنے لگا تھا۔

مسلمان خاموش تھے۔ لیکن ان کی تلواریں شور و شر کرتی دشمنوں کو کاٹ چھانٹ رہی تھیں۔

ہر کشتی کے مسلمان یہ چاہتے تھے۔ کہ دوسری کشتی والوں سے پہلے راجپوتوں کو کاٹ کر صاف کر دیں۔ اس لیے ہر مسلمان بڑی جانکاہی، بڑی جی داری سے جنگ کرنے لگے تھے۔

ادھر مسلمان اس فکر میں تھے۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو جلد سے جلد انہیں ٹھکانے لگا کر سمندر پر چڑھ جائیں۔ اس لیے نہایت جوش و خروش سے بڑی گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ راجپوت مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے اور مسلمان راجپوتوں کو کاٹ رہے تھے۔

یہ عجیب بات تھی۔ کشتیوں میں بہت لوگ مر مر کر گر رہے تھے۔ زیادہ تر سمندر میں لڑھک رہے تھے۔ پھر بھی تمام وہ کشتیاں جن میں راجپوت موجود تھے۔ خون سے رنگتی چلی جا رہی تھیں۔

جو راجپوت زخمی ہو جاتے تھے اور زخموں کی شدت کی وجہ سے ان کے جسموں میں آگ سی لگ اٹھی تھی۔ وہ ٹھنڈک پہنچانے کے لیے سمندر میں کود جاتے تھے۔ بغیر اس امر کا خیال کیے ہوئے کہ سمندر کے پانی میں غرق ہو کر رہ جائیں گے۔

رفتہ رفتہ ان کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ مسلمانوں کی تلواروں نے انہیں کھیتی کی طرح کاٹ کاٹ کر بچھانا شروع کر دیا تھا۔

اگرچہ راجپوتوں کی تعداد اب بھی مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھی۔ اور اگر وہ ہوش و خرد اور جوش و جرأت سے کام لیتے تو ممکن تھا۔ کہ مسلمانوں کو مار بھگاتے لیکن ان پر مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب اور کچھ ایسی دہشت طاری ہو گئی تھی کہ ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ اور جرأت کوچ کر گئی تھی۔

وہ صرف مدافعت کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے ہولناک حملوں سے بچنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ جارحانہ حملے بالکل نہ کر رہے تھے۔

Marfat.com

اور مسلمان بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے۔ ان کی تلواریں نہایت پھرتی سے اٹھ رہی تھیں۔ اور بڑی تیزی سے کھانڈوں کے ٹکڑے اڑا رہی تھیں۔ ڈھالوں کو پھاڑ رہی تھیں اور راجپوتوں کے سرتن کے فیصلے کر رہی تھیں۔

راجپوت بھی مر رہے تھے۔ مگر آسانی کے ساتھ نہیں زخم کھاتے تھے ادھر ادھر کشتیوں میں دوڑ لگاتے تھے۔ اور جب شدید زخمی ہو جاتے تھے۔ تو سمندر میں کود پڑتے تھے۔

مگر جب راجپوتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے ان سب کے مار ڈالنے کا قصد ہی کر لیا ہے۔ اور ان کی بے پناہ تلواریں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گی۔ تو وہ گھبرا گئے اور بغیر کسی پس و پیش کے کشتیوں سے کود کود کر سمندر میں جا پڑے۔ اس طرح ان کے وجود سے تمام کشتیاں خالی ہو گئیں۔ اور وہ سب نہنگ اجل کے منہ میں جا پڑے۔

مسلمانوں کو اس نظارہ سے بڑی عبرت حاصل ہوئی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جب کوئی راجپوت سمندر میں چھلانگ لگاتا ہے۔ تو دو تین مرتبہ ڈبکیاں کھاتا سر ابھار کر حسرت بھری نگاہوں سے اپنے ارد گرد دیکھتا اور پانی کی تہ میں اتر جاتا۔

یہ نظارہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ ہارون نے اس نظارہ سے متاثر ہو کر کہا۔ کاش یہ لوگ امان مانگ لیتے۔ تب انہیں قید کر لیا جاتا اور ان کی جانیں بچ جاتیں۔

لیکن غیور راجپوتوں میں سے کسی ایک نے بھی امان نہ مانگی اور وہ یا تو تلواروں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ یا سمندر کی نذر ہو گئے۔

جب ان کا وجود ہی مٹ گیا تب مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا۔ آج پہلی مرتبہ سمندر کے اس حصہ نے خالق برتر، واحد مطلق اور خدائے برحق کا نام اس کی عظمت و جلال کی صفت کے ساتھ سنا۔

اب مسلمانوں نے کشتیاں مندر کی فصیل کی طرف بڑھا دیں۔ اور چونکہ اب کوئی انکی مزاحمت کرنے کے لیے باقی نہ رہا۔ اس لیے وہ بلا کسی دقت اور رکاوٹ کے فصیل تک پہنچ گئے

مندر کے پشت کی جانب سمندر کی طرف بڑی لمبی اور چوڑی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ انہی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سومنات مندر کے پنڈے یا پجاری روزانہ غسل کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

یہ سیڑھیاں سمندر کے اندر تک چلی گئی تھیں۔ مسلمانوں نے اپنی کشتیاں ان سیڑھیوں کے کنارہ کنارہ دور تک پھیلا دیں اور بسم اللہ کر کے کشتیوں سے اتر کر سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید مندر میں ابھی تک جنگ ہو رہی ہو۔ اور اس طرف سے راجپوت ان کے داخلہ میں کچھ مزاحمت کریں۔ اس لیے وہ شمشیر بکف ہو کر چل رہے تھے۔

لیکن جب وہ سیڑھیاں عبور کر کے مندر کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں سراسیمگی اور ابتری پھیلی ہوئی دیکھی۔ مسلمانوں کے رسالے مندر کے تمام صحن میں بکھرے پڑے تھے۔ مسلمانوں نے ایک طرف سلطان کو کھڑے دیکھا۔ ان کے گرد پجاریوں کا ہجوم تھا یہ سب بھی اسی طرف روانہ ہو گئے۔

معلق بت کا راز

جب ہارون اور برہان سلطان کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ صدہا پنڈت ذات ہمایوں کے گرد کھڑے تھے ہارون کو دیکھتے ہی سلطان نے خوش ہو کر کہا اور تم بھی آ گئے۔ ہارون! کیا تم نے بندرگاہ فتح کر لیا۔

ہارون نے سر نیاز جھکا کر کہا۔ جی ہاں اقبال سلطانی سے بندرگاہ فتح ہو گیا۔ اس وقت خشکی اور سمندر پر جہاں پناہ کا قبضہ ہو گیا ہے۔

سلطان نے مسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ یہ خدا کا انعام و احسان ہے سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے۔ ہارون! اگر چندر موہنی بھی مل گئی۔

یہ سنکر ہارون کا چہرہ جوش مسرت سے تمتما اٹھا اس نے کہا خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی محنت ٹھکانے لگی۔

سلطان ـــ ہاں اس کا احسان ہے۔ تم نے یہ چھوٹا مندر دیکھا ہے ہارون!

سلطان نے اس مندر کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک سیاہ بت معلق قائم تھا۔

ہارون نے کہا نہیں عالم پناہ میں نے نہیں دیکھا ہے

سلطان ـــ بیشک نہ دیکھا ہو گا۔ اس میں حیرتناک بات یہ ہے۔ کہ بت کسی چیز پر قائم نہیں ہے۔ یہ پنڈت کہتے ہیں کہ یہ بت صدیوں سے اسی طرح قائم ہے اور اسی ... ... طرح قائم رہنا اس بت کا معجزہ ہے آؤ میں دکھاؤں۔

یہ کہتے ہی سلطان مندر کی طرف گھوم گئے۔ ہارون اور برہان دونوں ان کے پیچھے

Marfat.com

سلطانی رسالہ کے کچھ سوار بھی ساتھ ہو لیے۔ کچھ پیدل بھی چلے۔

ہارون نے مندر میں داخل ہو کر یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ ایک سیاہ بُت بغیر کسی سہارے کے مندر کے عین بیچ میں قائم ہے۔

مندر کے اندر دیواروں پر سیاہ رنگ پھیرا ہوا تھا۔ چھت بھی سیاہ تھی۔

ہارون اور برہان دونوں نے حیران کن نگاہوں سے بُت کو دیکھا دیواروں کو دیکھا چھت اور فرش کو دیکھا کسی طرف بھی کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا کہ بُت کو کوئی چیز سہارا دیئے ہوئے ہے۔

سلطان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دیکھا تم نے ہارون۔

ہارون —— جی دیکھا پیرومرشد۔

سلطان —— تعجب انگیز بات ہے یا نہیں۔

ہارون —— بیشک۔ عقل حیران ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ کس چیز پر بت قائم ہے۔

سلطان —— ہم بھی دیر سے غور وخوض کر رہے ہیں۔ لیکن کسی بات پر رائے نہیں جمتی۔ اگر دھرمپال ہوتے تو یہ معمہ حل ہو جاتا۔

ہارون —— بہت ممکن تھا۔ وہ اس کی اصلیت ظاہر کر دیتے۔ لیکن وہ مقید ہیں۔

سلطان —— ابھی تک قید ہی ہیں۔

ہارون —— شاید یہ پتہ نہیں چلا۔ کہ وہ کس جگہ قید ہیں۔

سلطان —— بات یہ ہے کہ ابھی تک گھڑی بھر اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ اسی لیے ان کی تلاش و تجسس نہیں کی جا سکی۔ انشاءاللہ اب سراغ لگایا جائے گا۔

ہارون —— مہاراجہ کا کیا حشر ہوا ظل اللہ۔

سلطان —— معلوم ہوا ہے وہ جنگ میں مارا گیا۔ افسوس یہ ہے کہ اس نے از خود یا کسی کے بہکانے سکھانے میں آکر مصالحت سے انکار کر دیا ورنہ .... سومنات کا یہ حشر ہوتا نہ مہاراجہ مارا جاتا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو ہوا۔

ہارون —— انہوں نے اپنے لشکر کی کثرت پر غرور کیا۔ اور غرور خدا کو مطلق بھی پسند نہیں ہے۔ اس لیے یہ عبرتناک انجام ہوا۔

Marfat.com

سلطان ـــــ کبریائی خدا کی چادر ہے۔ جو تکبر و غرور کرتا ہے اس سے خدا ناخوش ہو جاتا ہے۔ اور جس سے خدا ناخوش ہو جاتا ہے اس کا انجام ایسا ہی ہولناک ہوا کرتا ہے۔ لیکن ہم کیا ذکر لے بیٹھے۔ تذکرہ تھا اس معلق بت کا۔

ہارون ـــــ بیشک جہاں پناہ اہم باتوں میں کہیں کے کہیں نکل گئے۔ ٹھہریئے میں امتحان کر لوں۔ کہ کوئی تار یا اور چیز تو ایسی نہیں ہے۔ جس پر یہ بت لٹک رہا ہو۔

سلطان ـــــ ہاں دیکھو۔

ہارون بڑھ کر بت کے قریب جا کھڑے ہوئے اور تلوار میان سے نکال کر انہوں نے بت کے چاروں طرف اور اوپر نیچے چلائی۔ مگر کوئی چیز بھی تلوار مس نہ ہوئی۔ شاید ابھی تک ہارون کو یہ خیال تھا۔ کہ بت کسی ایسے سیاہ تار سے لٹک رہا ہے جو ہر طرف سیاہ رنگ و روغن ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا ہے لیکن جب انہوں نے تلوار چلا کر یہ اطمینان کر لیا۔ کہ بت نہ کسی چیز پر قائم ہے نہ کسی شئے سے بندھا ہوا لٹک رہا ہے۔ تو انہیں کمال حیرت ہوئی ایسی حیرت کہ ان کا منہ کھلا اور آنکھیں پھیلی رہ گئیں۔

سلطان ان کی حالت تحیر دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا کہو امتحان کر لیا تم نے۔

ہارون ـــــ جی ہاں امتحان کر لیا۔ سخت استعجاب ہے۔

سلطان ـــــ اب تم ان ہندوؤں کے عقیدے کے متعلق کیا کہتے ہو۔ کہ یہ بت اپنے معجزے کی وجہ سے معلق ہے۔

ہارون ـــــ میں اس بات کو نہیں مانتا۔

سلطان ـــــ کیا استدلال ہے تمہارے پاس اسکا۔

ہارون ـــــ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ اگر اس بت میں معجزہ دکھانے کی طاقت ہوتی۔ تو میرے تلوار چلانے سے ناخوش ہو کر مجھے کوئی سزا دیتا۔

سلطان ـــــ ٹھیک کہا تم نے۔ مگر اس کے معلق لٹکنے کا راز۔ . . . . . .

ہارون ـــــ ابھی لاینحل ہے میرے خیال میں عام پنڈوں کو تو نہیں البتہ خاص خاص پجاریوں کو جو عمر رسیدہ ہیں اس کا راز معلوم ہوگا۔

سلطان ـــــ تب ان سے دریافت کردم۔

ہارون ـــــ وہ ہرگز بھی آسانی سے اس راز کو نہ بتائیں گے

Marfat.com

سلطان ـــــ پھر کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

ہارون ـــــ جلالتمآب اس مندر کے تمام پجاریوں کی گرفتاری کا حکم دے دیں۔

سلطان ـــــ ہارون، برہمن اور سب لوگ مندر سے باہر نکل آئے۔ سلطان نے پنڈتوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس مندر کے تمام پجاری ایک طرف آجائیں۔

سب پجاری ایک طرف چلے تقریباً ساٹھ ستر پجاری تھے۔ سلطان نے پوچھا۔ کوئی اور تو باقی نہیں رہ گیا۔

ایک بڈھے پجاری نے کہا۔ جی نہیں۔

سلطان نے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ انہیں سب کو گرفتار کر لو۔ سپاہی پجاریوں کی طرف بڑھے۔ پنڈت خوف وہراس سے کانپنے لگے۔ سپاہیوں نے انہیں حراست میں لے لیا۔

ہارون ان قیدیوں کے پاس آئے۔ اور ان پر سرسری نظر ڈالی ان میں ایک ادھیڑ عمر کا پجاری ان کی طرف کچھ ایسی نگاہوں سے تکتا نظر آیا جس سے معلوم ہوا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ہارون نے اس سے پوچھا۔ کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟

پجاری نے سہمی ہوئی پست آواز میں کہا۔ جی ہاں۔

ہارون ـــــ تم میرے پیچھے چلے آؤ۔

سپاہیوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور وہ ہارون کے پیچھے پیچھے چل کر مندر کے دروازہ پر پہنچا۔ ہارون نے کہا۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

پجاری ـــــ ہم نے سنا تھا۔ کہ مسلمان اور سلطان مذہبی رہنماؤں کو کوئی آزار نہیں پہنچاتے۔

ہارون ـــــ تم نے صحیح سنا تھا۔ کہ اس وقت جو تم لوگوں پر یہ سختی کی گئی ہے وہ اس لیے کہ تمہارا وہ بت جس کے تم پجاری ہو اور جو معلق ٹھہرا ہوا ہے۔ تمہیں اپنے معجزہ سے بچائے۔ سلطان اس کے معجزہ کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

پجاری ـــــ شاید حضور نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ دیوتا کیوں اور کیسے اس طرح قائم ہیں۔

ہارون ـــــ سلطان یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

پجاری ـــــ اگر میں یہ راز بتا دوں۔

ہارون ـــــ تو تم اسی وقت چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ممکن تمہیں کچھ انعام بھی مل جائے۔

Marfat.com

پجاری ــــ اور میرے بالک (بچے) اور استری (بیوی)۔

ہارون ــــ انہیں بھی امان دے دی جائے گی۔

پجاری ــــ آپ اس کے ذمہ دار ہیں۔

ہارون ــــ ہاں میں ذمہ دار ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔

پجاری ــــ اچھا تو سنو۔ یہ بت خالص لوہے کا ہے۔

ہارون ــــ یہ تو اس کی بناوٹ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پجاری ــــ اس مندر کی چار دیواروں اور چھت اور فرش پہ سنگِ مقناطیس کی چادریں اس حکمت سے لگائی گئی ہیں۔ کہ ہر طرف سے اس کی کشش برابر پڑتی ہے۔ اور مقناطیس پتھروں کی یہ کشش لوہے کے بت کو سنبھالے ہوئے ہے۔

ہارون کا استعجاب فوراً ہی دور ہو گیا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں بھی آگئی۔ وہ سلطان کے پاس آئے اور ان سے یہ باتیں بیان کر دیں۔ سلطان نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو کسی طرف کی دیوار گرانے سے بت گر جائے گا۔

ہارون ــــ یقیناً۔ اس کا امتحان کر لیا جائے۔

سلطان ــــ ضرور امتحان کرو۔

ہارون نے چند سپاہیوں کو مندر کی شرقی دیوار گرانے کا حکم دیا اگرچہ یہ بات ہندوؤں کو سخت ناگوار گذری۔ لیکن وہ محکوم ہو چکے تھے۔ قضاو قدر نے انہیں غلام بنا دیا تھا۔ اور غلاموں کا کوئی مذہب باقی نہیں رہا کرتا۔ اس لیے وہ خاموش رہ گئے۔ اور سپاہیوں نے چشم زدن میں دیوار کھود کر گرا دی۔

دیوار کے گرتے ہی بت بھی اوندھا ہو کر گرا۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ جو ہندو اس حکمت سے خبردار نہیں تھے۔ وہ بھی بت کو اس طرح گرتے دیکھ کر حیران رہ گئے سلطان نے کہا۔ کس قدر چالاک ہیں یہ ہندو۔ پجاریوں نے اپنی دوکان چلانے کے لیے کیسا جال پھیلا رکھا تھا۔ عام ہندو اس بت سے کس قدر عقیدت رکھتے ہوں گے۔

ہارون ــــ ہم لوگ ہی جب حیران رہ گئے تھے۔ تو ان عقیدت کیش۔ ہندوؤں کا کیا ذکر ہے۔ یہ تو اسے دیوتا نہیں بلکہ خدا مانتے ہوں گے۔

سلطان ــــ یقیناً۔ لیکن یہ راز منکشف ہونے پر بھی میرے خیال میں ہندوؤں کی

Marfat.com

عقیدت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

ہارون ـــــ وہ مجبور ہیں۔ انہیں دیوی دیوتاؤں کے نام سے اس قدر ڈرا دیا جاتا ہے۔ کہ وہ ان کی نہ تذلیل گوارا کرتے ہیں۔ اور نہ اپنے عقیدہ سے ہٹ سکتے ہیں۔ ... ... عالم پناہ میں نے اس پجاری کی رہائی کا وعدہ کر لیا ہے۔ جس نے یہ راز بتایا تھا

سلطان ـــــ صرف اسی کو نہیں بلکہ تمام پجاریوں کو رہا کرا دو۔ یہ مذہبی رہنما ہیں۔

ہارون ـــــ مگر میں نے اس سے انعام کا بھی وعدہ کیا ہے۔

سلطان ـــــ اسے انعام دیا جائے گا۔ آؤ چلو۔ اب سومنات کے بت کو دیکھیں۔

ہارون ـــــ چلیئے ... ... اب یہ سب سومنات کے بت کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

چونتیسواں باب

بُت شکن

جب سلطان سومنات کے مندر کے دروازہ پر آئے۔ تو تمام پنڈے وہاں موجود تھے وہ سر جھکائے۔ پیکرِ رنج و حسرت بنے کھڑے تھے۔ التونتاش اور امیر علی خویشاوند بھی وہیں تھے۔ سلطان کو دیکھتے ہی پنڈے رکوع کی شان سے جھک گئے۔ اور انہوں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ان کے یہاں مہاراج اور پیراج کی تعظیم کا یہی طریقہ تھا۔

سلطان ان کے درمیان میں سے ہو کر مندر کی سیڑھیوں پر چڑھے اور پھاٹک پر جا رکے۔ ذات ہمایوں کے عین پیچھے التونتاش۔ امیر علی خویشاوند۔ ہارون برہان اور چند دوسرے وفادار اور جاں نثار افسرانِ فوج تھے۔ ان فوجی سرداروں کے پیچھے پنڈوں کا لشکر تھا۔

اگر مسلمانوں نے سومنات کو فتح نہ کر لیا ہوتا۔ اور پنڈوں کی حالت غلامانہ نہ ہو گئی ہوتی۔ تو ناممکن تھا کہ کوئی مسلمان کسی حالت میں بھی مندر کے اندر داخل ہو سکتا۔

اب بھی کسی مسلمان کو مندر میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ یہ بات کچھ اس لیے نہیں ہے۔ کہ ہندو یہ سمجھتے ہوں کہ مسلمانوں کے مندر میں داخل ہونے کی وجہ سے مورتیاں نجس ہو جائیں گی۔ بلکہ جہاں تک غور کیا یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان مندروں کی عجیب و غریب مورتیاں دیکھ کر ان کا مضحکہ اڑائیں گے۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور واقعی مسلمانوں کے مندر میں داخلہ سے کوئی جگہ یا مورتیاں نجس ہو جاتی ہیں۔ تو مسلمان عام راستوں۔ تفریح گاہوں۔ پارکوں اسٹیشنوں اور ریل گاڑی کے ڈبوں میں ہندوؤں سے مل کر بیٹھتے ہیں۔ مل کر چلتے ہیں ہندوؤں کے کپڑے یا ہندو نجس کیوں نہیں ہو جاتے۔ کیوں وہ ان مقامات پر جانا نہیں چھوڑ دیتے۔ جن میں مسلمان جاتے ہیں۔ انہیں تو یہ چاہیے۔ کہ اپنے گھروں اور مندروں میں چھپے بیٹھے رہیں۔ نہ گھروں سے نکلیں۔ نہ مسلمانوں سے بھڑیں۔ نہ نجس ہوں۔

Marfat.com

یہ بات نہیں ہے۔ اور اگر حقیقت میں یہ بات ہوتی۔ تو ہندو ان راستوں سے کبھی نہ چلتے۔ جن میں مسلمان مل جائیں۔ بلکہ بات وہی ہے کہ مندروں میں عجیب عجیب شکلوں کی مورتیاں دیکھ کر مسلمان ہنسنے نہ لگیں۔

اور چونکہ مسجدوں میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوتی۔ جس سے غیر قوموں کو ہنسنے کا موقع ملے۔ اس لیے مسلمان ہندوؤں کو کشادہ دلی سے مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ حالانکہ کل مشرک نجسُ۔ یعنی تمام مشرک نجس ہیں۔ کے مصداق ہر بت پرست کافر اور نجس ہے۔

اور نجس آدمی جس جگہ جائے گا اسے نجس کر دے گا۔ لیکن اللہ کے بندے مسلمان اس بات کا لحاظ نہیں کرتے۔

غرض مسلمان مندر کی عمارت میں داخل ہوئے۔ اور جب انہوں نے اس کے ان عالیشان کمروں کو دیکھا۔ جو درجہ بدرجہ تھے۔ اور ان کی دیواروں میں جواہر اور الماس کو جڑے ہوئے دیکھا تو متعجب ہوئے۔

ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ اس مندر کے اندر باہر کی روشنی نہ آتی تھی۔ اگرچہ کمرے نہایت کشادہ۔ اونچے اور عالیشان تھے۔ لیکن ان کے دروازوں کے سامنے دیواروں کے گھونگھٹ اس طرح قائم کئے گئے تھے۔ کہ باہر کی روشنی کا عکس تک نہ آتا تھا۔ ان کمروں میں جھپن ستون مرصع جواہرات کے لگے ہوئے تھے۔

سینکڑوں قندیلیں چھتوں میں آویزاں تھیں۔ اور ان میں بھی جواہرات اور الماس جڑے ہوئے تھے۔ در و دیوار میں جواہرات نصب تھے اور ان الماس اور جواہرات کی ضو سے ان کمروں میں رات اور دن کی سی روشنی پھیلی رہتی تھی۔

سلطان اور دوسرے مسلمان ان کمروں، کمروں کی دیواروں قندیلوں اور مرصع بہ جواہر ستونوں کو دیکھتے ہوئے بڑھے۔ ایک وسیع کمرے میں ہی انہیں حسین و جمیل داسیاں دلفریب لباس میں ملبوس سونے اور جواہرات کے زیورات پہنے پری پیکر بنی کھڑی ہوئی ملیں۔

چونکہ وہ خوف زدہ تھیں۔ اس لیے ان کے پیارے چہروں اور حسین آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپک رہے تھے۔ سلطان نے حیرت سے انہیں دیکھ کر پوچھا۔ یہ لڑکیاں کون ہیں۔ اور یہاں کیوں آئیں۔

Marfat.com

مہا پجاری نے آگے بڑھ کر کہا۔ جگ داتا! یہ لڑکیاں مندر کی داسیاں ہیں۔
سلطان سمجھے نہیں انہوں نے پوچھا۔ داسیاں کون ہوتی ہیں؟ مہا پجاری نے بتایا کر یہ ناچنے گانے والی مقدس لڑکیاں ہیں۔ جو مہادیو کے غسل اور پوجا کے اوقات میں ناچتی اور گاتی ہیں۔

سلطان نے مسکرا کر کہا: "تم لوگوں نے حظِ نفس کے لیے ان کھلونوں کو رکھ چھوڑا ہے۔ مگر آج سے یہ سب لڑکیاں آزاد ہیں"۔

اب سلطان بڑھ کر اس کمرہ میں پہنچے۔ جس میں سونے کی وہ موٹی زنجیر لٹک رہی تھی جس کا وزن دو سو من تھا۔ اور جس میں بے شمار گھنٹے اور گھڑیال نصب تھے۔ سلطان نے انہیں دیکھا۔ اور جب ان کی نظر چھت پر پڑی تو دیکھا۔ کہ تمام کمرہ میں باریک سونے کی زنجیروں کا جال بچھا ہوا ہے اور ان میں سونے کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لٹک رہی ہیں۔

سلطان نے دریافت کیا۔ یہ گھنٹیاں گھنٹے اور گھڑیال کس وقت بجائے جاتے ہیں؟
مہا پجاری نے کہا، "مہادیو سومنات جی کی پوجا اور غسل کے وقت"۔
سلطان —— دوسرے اوقات میں تو نہیں بجائے جاتے۔
مہا پجاری —— بالکل نہیں۔
سلطان —— ان کی آواز تو بہت پُر شور ہوتی ہو گی۔
مہا پجاری —— جی ہاں۔
سلطان —— اچھا انہیں بجاؤ۔ ہم بھی سُنیں۔
مہا پجاری نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس نے پنڈوں کو اشارہ کیا اور تقریباً دو سو پنڈوں نے آکر زنجیر کو اپنی پوری طاقت سے کھینچنا شروع کیا۔
زنجیر کے کھینچتے ہی گھنٹیاں، گھنٹے اور گھڑیال ایسی پُر شور آواز سے بجے کہ سلطان اور دوسرے مسلمانوں نے فوراً اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اشارہ سے زنجیر کھینچنے کو منع کر دیا۔ پنڈے ہٹ گئے۔ سلطان نے کہا۔ کس قدر شور دار آواز گونجی ہے۔ لیکن تم تو کہتے تھے کہ یہ گھنٹے اور گھڑیال سومنات کے غسل اور پوجا کے وقت ہی بجائے جاتے ہیں۔ اس وقت کیسے بجا دیئے تم نے۔
مہا پجاری —— حضور کے حکم کی تعمیل میں اس وقت بجائے گئے۔

Marfat.com

سلطان ـــــ مذہب کے سامنے کسی کے حکم کی تعمیل کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اور یہ اگر سچ ہے تو سومنات سے زیادہ تم نے میرا احترام کیا ہے۔ اور اس سے تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ سومنات ایک پتھر کا بت ہے جو کوئی اصل حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر وہ پوجے جانے کے قابل ہوتا۔ اگر کوئی قوت و طاقت اس میں ہوتی۔ اگر وہ نفع نقصان پہنچا سکتا۔ تو ہم مسلمانوں کو فنا کر دیتا۔ تم نے جو خلاف وقت گھنٹے بجائے تم پر اپنے قہر نازل کرتا۔ لیکن وہ تو پتھر کی ایک تصویر ہے۔ جس جگہ اسے رکھ دیا ہے۔ رکھا رہے گا۔ جہاں ڈالو گے۔ پڑا رہے گا۔ اس کی پرستش سے کیا فائدہ ہے۔

مہا پجاری ـــــ ہم بھی جانتے ہیں ان داتا۔ کہ یہ بت ہے۔ لیکن اس کی صورت مہادیوجی کی صورت کے مشابہ ہے۔ ہم اسے مہادیو سمجھ کر اس کی پوجا کرتے ہیں۔

سلطان ـــــ یہ اور بھی غلطی ہے۔ ایک فرضی تصویر بنانا اور اسے پوجنا ذی فہم انسان کا کام نہیں ہے۔

مہا پجاری خاموش ہو گیا۔ سلطان نے کہا۔ مسلمان اپنی مسجدوں میں پانچ وقت اذان کہتے ہیں۔ اگر کوئی خلاف وقت اذان دینے کے لیے ان سے کہے یا انہیں مجبور کرے۔ تو وہ ہرگز اذان نہ دیں گے۔ خواہ مارے ہی کیوں نہ ڈالے جائیں۔

مذہب وہ ہے جس کی بنیادیں مستحکم اور مستقل ہوں۔ تم نے اپنے مذہب کو خود مضحکہ خیز بنا رکھا ہے۔

یہ کہتے ہی سلطان آگے بڑھے۔ اور اب اس چبوترہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ جس پر مہادیوجی کا بت تھا۔

سلطان نے اس بت کو دیکھا۔ داسیاں، پنڈے۔ اور مسلمان سب مؤدب کھڑے تھے

سلطان نے کہا۔ یہی وہ بت ہے جس کی عزت و عظمت ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے دلوں میں ہے۔ جسے بچانے کے لیے بڑے بڑے راجہ اور مہاراجہ بڑے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ آئے۔ اور جی توڑ کر خوب لڑے۔ لیکن نہ وہ اور نہ ان کا یہ خدا (سلطان نے سومنات کے بت کی طرف اشارہ کیا) ان کی کچھ بھی مدد نہ کر سکا۔ آج اس با عظمت و جلال بت کا خاتمہ کئے ڈالتا ہوں۔ میرا گرز لاؤ۔

یہ سن کر مہا پجاری کانپ گیا۔ اور جب اس نے پنڈوں اور داسیوں کو سلطان

Marfat.com

کی گفتگو کا مطلب سمجھایا تو سب لرز اٹھے۔ مہا پجاری نے آگے بڑھ کر سلطان کے پیر چھوئے اور ہاتھ جوڑ کر بولا مہاراج اور سیراج (شہنشاہ) ایسا نہ کیجئے۔ اس سے ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے دل ٹوٹ جائیں گے۔ ہندو جاتی (قوم) کو بڑا صدمہ پہنچے گا۔

سلطان —— نہیں مہا پجاری۔ اس سے انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ ایک پتھر کے بے اصل بت کی پرستش کرتے رہے تھے۔ اس کی جس میں عظمت وجلال کا نام بھی نہ تھا۔ وہ دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ ان کے دلوں پر جو اس بُت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ وہ دُور ہو جائے گا۔ اور پھر وہ کسی بُت کی بھی پرستش نہ کیا کریں گے۔

مہا پجاری —— لیکن ان داتا کو شاید یہ بات معلوم نہیں ہے۔ کہ ہندوستان کے ہندو بتوں، دریاؤں، درختوں جانوروں رینگنے والے کیڑوں سورج ستاروں۔ اور دوسری چیزوں کو پوجتے ہیں۔

سلطان —— مجھے معلوم ہے۔ اور ان کی عقل وسمجھ پر سخت افسوس ہوتا ہے میرے خیال میں تو ہندو ڈرپوک اور اوہام پرست قوم ہے جس سے ڈرنے لگتی ہے۔ اسی کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش شروع کر دیتی ہے اور تو اور چیچک ایک مرض ہے اور متعدی مرض ہے۔ ہندو اسے ماتا کہتے ہیں۔ اور ماتا کے نام بھی کئی بتا لئے ہیں۔ اور انہیں بھی پوجتے ہیں۔ دراصل میں تو یہ سمجھا ہوں کہ ہندو سچے مذہب اور حقیقی معبود کی تلاش میں ٹکرا رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ہر اس چیز کی پوجا شروع کر دیتے ہیں جو انہیں ضرر پہنچا سکتی ہے .... ان سے کہہ دو کہ ان کے دلوں کو تسکین اسلام کے دامن میں پناہ لینے سے مل سکتی ہے۔ مسلمانوں کا خدا ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ واحد ہے زبردست قوت والا ہے۔ بڑا مہربان اور نہایت قہار ہے۔ جو اس کی طرف جھکتا ہے۔ وہ اس پر مہربانی کرتا ہے۔ جو اس سے روگرداں ہوتا ہے۔ اس پر اپنا قہر نازل کرتا ہے۔ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس کا نور ایسا لطیف ہے کہ انسانی آنکھ دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی۔ سب اسی کی پرستش کریں۔ اسی کے سامنے جھکیں۔ وہ انہیں نوازے گا۔ اور انہیں ایک زبردست قوم بنا دے گا۔

اس وقت التونتاش نے گرز سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان گرز لے کر چبوترہ پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے بولے۔ ہندوو! میں تمہارے اس معبود کے ٹکڑے کرتا ہوں۔ تم اس سے کہو کہ اگر اس میں کچھ قوت ہے تو مجھے یہاں سے ہٹا دے یا میرا خاتمہ کر ڈالے۔

Marfat.com

پنڈے انتہائی رنج و خوف بھری نگاہ دل سے سلطان کو دیکھ رہے تھے۔ مہا پجاری نے پھر سلطان کے قدم چومے۔ اور دست بستہ ہو کر کہا۔ اے ان داتاؤں کے ان داتا! ہمارے معبود توڑ کر ہمارے دلوں کو صدمہ نہ پہنچائیے۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ اس مندر کی دولت کا حال سن کر حملہ آور ہوئے ہیں۔ ہم ساری دولت آپ کے حوالہ کئے دیتے ہیں۔ اور اس مہادیو کی مورتی کا اندازہ کرائیے یہ سینکڑوں من وزنی ہے۔ اتنا ہی سونا ہم دیں گے۔ لیکن اسے نہ توڑیئے۔

سلطان نے برہم ہو کر کہا۔ مہا پجاری! تم نے غلط سنا۔ میں دولت کے لالچ میں حملہ آور نہیں ہوا ہوں۔ میرے حملہ کرنے کی وجہ تمہارے مہاراجہ کو معلوم تھی۔ میں نے قاصد بھیج کر انہیں متنبہ کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے میری عرضداشت پر کچھ توجہ نہ کی میں دولت نہیں چاہتا۔ تم مجھے ایک کوڑی بھی نہ دو۔ لیکن بت پرستی سے توبہ کر لو۔ میں ابھی واپس چلا جاؤں گا۔

مہا پجاری ——— لیکن حضور! جس چیز کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں۔ ہم اسے کیسے چھوڑ دیں۔

سلطان ——— تب تم اپنے معبود کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

یہ کہتے ہی سلطان نے گرز اٹھایا۔ تمام پنڈے اور ساری داسیاں سلطان کے قدموں میں آگرے۔ اور رو رو کر کہنے لگے مہاراج!!

او مہاراج! ہم پر رحم کیجئے۔ ہمارے معبود کو نہ توڑیئے۔ ہم اس کے عوض جس قدر زر و جواہر ہم سے طلب کئے جائیں گے دیں گے۔

سلطان نے جوش میں آ کر کہا کیا تم مجھے بت فروش مشہور کرنا چاہتے ہو۔ حاشا میں بت فروش نہیں ہوں۔ کسی قیمت پر بھی اس بت کو نہ بیچوں گا۔ میں بت شکن ہوں۔ اور بت شکن ہی کے نام سے مشہور ہونا چاہتا ہوں۔

مہا پجاری نے پھر کہا۔ ذرہ نواز! میں اس بت کو جواہرات سے تول دوں گا۔ آخر کہیے تو آپ اس کے عوض کتنی دولت لینا چاہتے ہیں۔

سلطان ——— اگر تم اس مندر کی تمام عمارتوں کو بھی سونے چاندی سے بھر دو۔ یا اتنا سونا اور جواہرات مجھے دے دو۔ کہ میں انہیں اٹھا کر غزنی نہ لے جا سکوں۔ میں تب بھی اسے تمہارے ہاتھوں میں فروخت نہ کروں گا۔ ضرور اس بت کو توڑ ڈالوں گا تم نے اسے خدا کا ہمسر بنا رکھا ہے

Marfat.com

مسلمان اس کفر و ضلالت کو برداشت نہیں کر سکتا میں مسلمان ہوں۔ سچا اور پکا مسلمان۔ دولت کا لالچ میرے اعتقاد اور میرے قدموں کو نہیں ڈگمگا سکتا۔

یہ کہتے ہی سلطان نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور گرز اٹھا کر پوری طاقت سے سومنات کے سر پر حملہ کیا۔

سلطانی ضرب سے پتھر کا مضبوط بت کھل گیا۔ چونکہ وہ اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس لیے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ جوں ہی اس کا پیٹ پھٹا اس میں سے بیش بہا ہیرے، موتی، پکھراج زمرد و لعل اور شب یمانی کے اتنے بڑے بڑے ٹکڑے نکلے۔ جنہیں دیکھ کر سلطان اور تمام مسلمان حیران رہ گئے۔ کروڑوں روپے کی مالیت کے جواہرات برآمد ہوئے۔ ان کی چمک دمک سے تمام کمروں میں ایسی تیز روشنی پھیل گئی جیسے اچانک آفتاب چھتوں کو پھاڑ کر اندر گھس آیا ہو۔

یہ منظر دیکھ کر مسلمانوں نے خوش ہو کر پھر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا سلطان نے مسرور ہو کر پجاری سے کہا۔ دیکھیں میرے خدا کی عظمت و برکت۔ جتنی دولت تم دیتے ہو اس سے سو حصے زیادہ اس بت میں سے نکل آئی۔

اب سلطان نے تمام زر و جواہر ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا اور سونے کی موٹی اور پتلی زنجیریں بھی کھولیں اور توڑی جانے لگیں۔ قندیلیں اتاری جانے لگیں۔ در و دیوار میں سے جواہرات کھرچے جانے لگے۔ اور تہ خانوں میں سے دولت سمیٹی اور اکٹھی کی جانے لگی۔

جب یہ تمام چیزیں ایک جگہ ڈھیر کی گئیں تو اس قدر تھیں۔ کہ چشم فلک نے بھی شاید کبھی ایک جگہ اس قدر جمع نہ دیکھی ہوں گی۔ ان کی قیمت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ خود سلطان اس قدر دولت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

عبرتناک تاریخی داستان

سلطان نے سیم و زر اور جواہرات قلعہ میں لے چلنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے اس بے شمار دولت کو مندر سے قلعہ میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ پنڈت حسرت و رنج بھری نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے۔

سلطان التونتاش کو مندر میں چھوڑ کر امیر علی خویشاوند۔ ہارون، برہان اور چند اور افسران کو ساتھ لے کر قلعہ میں آ گئے۔

جن کمروں میں سلطان ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان میں ہی سے ایک کمرہ میں دولت کے انبار

Marfat.com

لگائے جانے لگے۔ ذات ہمایونی نے امیر علی کو اس جگہ متعین کر کے ہدایت کر دی کہ جب تمام خزانہ آجائے۔ تب اسے مقفل کر کے پہرہ لگا دیں اور خود آرام گاہ کی طرف لوٹے۔ ہارون اور برہان نے مرخص ہونے کی اجازت چاہی۔ تو سلطان نے کہا۔ چلو ہمارے ساتھ ہی خاصہ کھانا تناول کرنا۔

یہ زبردست عزت افزائی تھی۔ دونوں نے سلطان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے ساتھ چلے جوں ہی وہ کمروں میں داخل ہوئے۔ سلطان نے دھرم پال کو بیٹھے دیکھا۔ چندر موہنی۔ شوبھا دیوی اور کامنی بھی بیٹھی تھیں۔ سلطان کو دیکھتے ہی سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دھرمپال نے اسلامی طریقہ پر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یعنی تم پر سلامتی ہو۔ اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں" کہا۔

سلطان سلام کا جواب دیتے ہوئے آغوش کشادہ ہو کر ان کی طرف بڑھے۔ دھرم پال بھی بڑھے۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر ملے

کمرہ کے اندر اس وقت جس قدر افراد بھی موجود تھے۔ سب ہی یہ نظارہ دیکھ کر متحیر ہوئے۔

سلطان مسند زرنگار پر بیٹھ گئے۔ دھرمپال، ہارون اور برہان ان کے سامنے بیٹھے۔ اور چندر موہنی، کامنی۔ اور شوبھا دیوی داہنی طرف بیٹھ گئیں۔

چندر موہنی اور کامنی کبھی کبھی دز دیدہ نگاہوں سے ہارون کو دیکھ لیتی تھیں۔ اگرچہ ہارون کا دل بھی چاہتا تھا کہ چندر موہنی کو دیکھے لیکن رعب شاہی کی وجہ سے سر جھکائے نظر نیچی کئے بیٹھے تھے ادھر ادھر دیکھنے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی۔

سلطان نے دھرمپال سے کہا۔ آپ کیسے رہا ہو گئے۔

دھرمپال نے شوبھا دیوی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا ان دیوی جی کی بدولت۔

سلطان بھی معنی خیز نگاہوں سے شوبھا دیوی کو دیکھ کر مسکرائے شوبھا دیوی نے مسکرا کر سر جھکایا۔ یہ نظارہ بھی سب نے دیکھا اور سب ہی کو تعجب ہوا۔

اس عرصہ میں خاصہ آگیا۔ خادموں نے کھانا چنا۔ سلطان نے کہا۔ بیٹی چندر موہنی! کیا تم ہمارے ساتھ کھانے میں شرکت کرو گی۔

دھرمپال نے جلدی سے کہا۔ جہاں پناہ۔ ابھی اسے شریک نہ کریں تو اچھا ہے۔

سلطان —— اچھا۔ لیکن تم اور شوبھا دیوی۔

دھرمپال —— ہم ضرور شریک ہوں گے۔

Marfat.com

چندر موہنی اور کامنی دونوں دھرمپال کے اس جواب پر چونک پڑیں دونوں نے حیرت بھری نگاہوں سے دھرمپال اور شوبھا دیوی کو دیکھا۔ دھرمپال نے ان کی تحیر آمیز نظروں سے جان لیا کہ وہ ملامت کر رہی ہیں۔ انہوں نے تمسخرانہ لہجہ میں کہا۔ تم دونوں حیران ہو رہی ہو۔ تم نہیں جانتیں۔ کہ سادھو اور جوگن کا مذہب کیا ہے.........

سلطان —— کھانا کھانے کے بعد یہ گفتگو ہو گی۔ (خادموں سے) کہا ان دونوں لڑکیوں کے لیے کھانا تیار کر دیا گیا ہے۔

خادم —— جی ہاں۔

سلطان —— فوراً لے آؤ۔

خادم گئے اور سب بڑے تھالوں کے سروں پر تھال لدا لائے۔ کامنی اور چندر موہنی کے سامنے بھی کھانا لگا دیا گیا۔ ان دونوں نے کبھی غیر مردوں کے سامنے کھانا کہاں کھایا تھا۔ لیکن رعب شاہی کی وجہ سے انکار بھی نہ کر سکیں۔

سب نے کھانا کھانا شروع کیا۔ دھرمپال اور شوبھا دیوی سلطانی خاصہ میں شریک ہو گئے۔ کامنی اور چندر موہنی شرماتی شرماتی کھانا کھانے لگیں۔

تھوڑی دیر میں کھانا اٹھوا دیا۔ سلطان نے دھرمپال سے کہا۔ آج مبارک دن ہے۔ سومنات فتح ہو گیا ہے بے شمار دولت ہاتھ آئی ہے۔ چندر موہنی۔ تم اور شوبھا دیوی مل گئے ہو۔ اب ضرورت ہے کہ اس راز کا انکشاف کرایا جائے۔

دھرمپال —— بہت اچھا ہے تو کیا اس راز کا مجھے حال بیان کرنا ہو گا۔

سلطان —— تم سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں معلوم ہوتا۔

اب دھرمپال سب کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ میرے بچو! آج میں ایک تاریخی داستان بیان کرتا ہوں۔ یہ افسانہ نہیں ہے بلکہ سچی اور پُر درد کہانی ہے۔ اس کا لفظ لفظ غور سے سننا۔

انہوں نے سلطان سے کہا۔ کیا اجازت ہے کہ میں ایک تاریخی داستان بیان کروں۔

سلطان —— بیان کرو۔ لیکن مختصر طور پر تفصیلات میں نہ پڑ جانا۔

دھرمپال —— نہیں میں خود اختصار سے عرض کروں گا۔

"میرے بچو! ۳۹۰ھ کا ذکر ہے۔ کہ ملتان کا قرمطی فرمانروا ابوالفتح داؤد تھا۔ اس نے اپنے جدید مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ اس وقت ملتان میں جو مسلمان آباد تھے۔ ان پر زور ڈالا

Marfat.com

کہ وہ آئین قرمطی قبول کر لیں۔ بعض اس کے کہنے میں آ گئے۔ بعض نے انکار کیا۔ جن لوگوں نے انکار کیا۔ ابوالفتح داؤد ان کا دشمن ہو گیا۔ اور ان پر طرح طرح کی سختیاں شروع کیں۔ اس کے ان مظالم کی اطلاع جب غازی سلطان محمود کو ہوئی۔ تو وہ لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ لیکن موسم برسات آ گیا۔ بارشیں اس کثرت سے ہوئیں کہ ندی نالے اور دریا چڑھ گئے اور شاہی لشکر کا ان دریاؤں کو عبور کر کے ملتان پر حملہ آور ہونا ناممکن ہو گیا۔

اس زمانہ میں پشاور سے لاہور تک راجہ انند پال کی حکومت تھی۔ سلطان نے راجہ سے درخواست کی کہ وہ شاہی لشکر کو اپنی قلمرو میں سے گذرنے کی اجازت دیدے۔ لیکن انند پال نے نہ صرف سلطان کی اس درخواست کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ اس طمع میں کہ سلطان اس وقت پریشان ہیں۔ انہیں شکست دے کر غزنی پر قبضہ کر کے اپنی فوجوں کو فراہم کرنا شروع کر دیا۔

یہ خبر بیدار مغز سلطان کو بھی ہو گئی۔ سلطان نے ہمت نہیں ہاری۔ بلکہ ملتان کی مہم سے پہلے انند پال سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ پرجوش سلطان نے انند پال پر حملہ کر دیا۔ ہندو مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بھاگ گئے اور بری طرح بھاگے۔ سلطان نے ان کا تعاقب کیا۔ راجہ جنگلوں میں گھس گیا۔ سلطان نے درختوں کو کٹوایا اور جنگلوں میں آگ لگانا شروع کیا۔ انند پال گھبرا گیا۔ اور سلطان سے رحم و کرم کی درخواست کی۔

ابھی سلطان اس کی درخواست کا کوئی فیصلہ نہ کرنے پائے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ ابوالفتح داؤد سراندیپ کی طرف بھاگ جانا چاہتا ہے چونکہ اس نے مسلمانوں پر مظالم کئے تھے۔ اس لیے سلطان نے انند پال کا تعاقب چھوڑ کر ملتان کا رخ کیا۔ اور دو منزلہ سہ منزلہ کر کے ملتان کا محاصرہ جا کیا۔ سات ہی روز کے محاصرہ میں ابوالفتح داؤد کو معلوم ہو گیا۔ کہ قلعہ عنقریب فتح ہو ہی جائے گا۔ اس لیے اس نے سلطان کی بے حد منت سماجت کی اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کی۔ سلطان نے اسے معاف کر دیا۔ اور غزنی لوٹ گئے۔ اعلیٰ حضرت کا ہندوستان پر یہ چوتھا حملہ تھا۔

۳۹۸ھ میں سلطان نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا۔ اور انند پال کی سزا دہی کیلئے چل پڑے

جوں ہی انند پال نے اس خبر کو سنا۔ اس نے ہندوستان بھر کے راجاؤں اور مہاراجاؤں کو لکھا کہ:۔ "سلطان محمود ہندوستان سے ہندوؤں کو بیدخل کرنا اور ہندو مذہب کو مٹانا چاہتا ہے اگر ہندو جاتی کو قائم رکھنا ہے۔ تو میری مدد کرو۔ اگر میری مدد نہ کی اور مجھے شکست ہو گئی۔ تو سلطان کے ہاتھوں میں ہندوستان کی کنجی آ جائے گی۔ اور پھر کوئی راجہ بھی محفوظ نہ رہ سکے گا۔"

Marfat.com

راجاؤں کے دلوں پر یہ تحریر اثر کر گئی۔ اور اجین، کالنجر، قنوج دلی، اجمیر اور گوالیار کے راجاؤں نے اپنے منتخب لشکر انند پال کی مدد کے لیے بھیج دیئے۔

اس جنگ کی تیاری میں ہندو امیر عورتوں نے اپنے سونے چاندی گلا کر اور جواہرات بیچ کر اور مفلس عورتوں نے چرخہ پونی کات کر جنگی سامان تیار کرنے میں مدد دی تھی۔

انند پال کے پاس اتنا کثیر لشکر جمع ہو گیا۔ کہ ایک اسلامی فرمانروا کیا کئی حکمرانوں کے مقابلہ کے لیے کافی ہوتا۔ پشاور کے ریگ زار میں سلطانی لشکر فروکش تھا۔

انند پال بھی وہیں پہنچ گیا۔ دونوں لشکر چالیس روز تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ اس عرصہ میں کسی نے بھی پیش قدمی نہیں کی۔

دراصل انند پال کو مزید فوجوں کے آنے کی امید تھی۔ اور قریب قریب روزانہ دستوں پر دستے چلے آ رہے تھے۔

اس عرصہ میں انندپال نے گکھڑوں کو فوج میں بھرتی کر لیا۔ یہ قوم نہایت جفاکش اور جنگجو تھی۔ بیس ہزار گکھڑ بھرتی ہو گئے۔

آخر ایک دن انند پال نے ان بیس ہزار گکھڑوں کو اسلامی لشکر کی طرف بڑھا دیا۔ اور خود بھی ان کے پیچھے اپنا بے شمار لشکر لے کر حملہ آور ہوا۔

اگرچہ سلطان نے ہر قسم کی پیش بندی کر لی تھی۔ لیکن گکھڑ مسلمانوں میں گھس ہی گئے۔ اور انہوں نے بے دریغ اسلامی مجاہدوں کو شہید کرنا شروع کر دیا۔

مسلمان بھی ان کے مقابلہ میں آ گئے۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ایک طرف سے گکھڑوں نے حملہ کیا تھا اور دوسری طرف سے انند پال نے اسلامی لشکر دونوں کے مقابلہ میں آ گیا لیکن دشمنوں نے مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پہ رکھ لیا۔ اور چونکہ یہ حملہ غیر متوقع طور پر اچانک ہوا۔ پھر ہندوؤں کا تمام لشکر ایک دم مسلمانوں پر آ ٹوٹا اس لیئے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ تین ساڑھے تین ہزار آدمی چشم زدن میں شہید ہو گئے۔ اگرچہ مسلمانوں نے بھی پانچ چھ ہزار راجپوتوں کو مار ڈالا لیکن پلہ ہندوؤں ہی کا بھاری رہا۔ اور غضب پر غضب یہ ہوا کہ وحشی گکھڑوں نے سراپردہ پر حملہ کر دیا۔ شکیب ارسلان سراپردہ کا محافظ اپنی پوری قوت سے گکھڑوں پر حملہ آور ہوا۔ اور اس

؎ از تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۲۷۰۔

Marfat.com

زور شور سے لڑا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ مگر وہ بھاگتے ہوئے شکیب ارسلان کی بیٹی نوشابہ کو اٹھا کر لے گئے۔

نوشابہ کی عمر اس وقت صرف ایک سال تھی۔ نہایت خوبصورت بچی تھی۔ بالکل گل گوتھنا سی جو اسے دیکھتا وہی اسے پیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ شاید گکھڑوں کو بھی وہ پسند آئی۔ اس کی والدہ ستارہ کو اس قدر رنج و قلق ہوا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔

جب شکیب ارسلان نے گکھڑوں کو شکست دی۔ اس وقت انند پال کے بیشمار لشکر سے غازی محمود جنگ کر رہے تھے۔ نہایت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اگرچہ مسلمان جی توڑ کر بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن نظر یہ آرہا تھا کہ ہندوؤں کا لشکر مسلمانوں کو کچل کر رکھ دے گا۔

مگر خدا کی اعانت مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ اتفاق سے وہ ہاتھی جس پر انند پال سوار تھا۔ بگڑ کر بھاگا۔ ہاتھی کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر ہندوؤں نے سمجھا کہ انند پال کو شکست ہو گئی۔ وہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ عبدالرطائی اور شکیب ارسلان دس ہزار سواروں سے ان کے تعاقب میں دوڑے اور آٹھ ہزار راجپوتوں کو قتل کر کے واپس لوٹے۔ اور سرداروں نے بھی بہت سے راجپوتوں کو مرگ جام پلایا۔ اس طرح مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ یہ غازی سلطان محمود کا ہندوستان پر چھٹا حملہ تھا۔

اس جنگ میں ہندوستان کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ شریک ہوئے تھے۔ لاتعداد لشکر لائے تھے۔ لیکن خدا نے انہیں ہزیمت دی۔ یوں تو مسلمانوں کو شاندار اور نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ لیکن یہ زبردست نقصان پہنچا کہ نوشابہ کافروں کے پنجے میں چلی گئی۔ جس سے شکیب ارسلان کا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ فوجی خدمات سے سبکدوش ہو گیا۔

ہر چند غازی سلطان محمود نے نوشابہ کی واپسی کے لیے کوشش کی۔ لیکن مطلب برار نہ ہوئی۔ یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وحشی گکھڑ اس معصوم بچی کو کہاں لے گئے۔ اور اسے کس کے حوالہ کر دیا۔
اس قدر کہہ کر وبرسپال رک گئے۔ ان کے چہرہ سے کچھ افسردگی اور اضمحلال کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

Marfat.com

پینتیسواں باب

انکشاف راز

دھرمپال کی تاریخی داستان سب نہایت غور اور توجہ سے سن رہے تھے۔ اب تک انہوں نے غازی سلطان محمود کے دو حملوں کا ذکر کیا تھا۔

دھرمپال نے پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ایک بات بیان کرنا بھول گیا۔ شکیب ارسلان اور الپ ارسلان دو بھائی تھے۔ دونوں غازی سلطان محمود کے لشکر میں سردار تھے۔ اور دونوں بھائیوں پر سلطان حد سے زیادہ مہربان تھے۔

جس جنگ کا میں نے ذکر کیا۔ یعنی وہی یادگار زمانہ چھٹا حملہ جس میں نوشابہ گم ہوگئی شکیب ارسلان کو اس لڑائی میں ایک اور ناقابل برداشت صدمہ بھی پہنچا۔ وہ یہ کہ اس کا بھائی الپ ارسلان شہید ہو گیا۔ اور اس نے اپنی یادگار ایک تین سالہ فرزند چھوڑا۔ اس کی بیوی کا انتقال پہلے ہی ہو چکا تھا۔

چونکہ دونوں بھائیوں شکیب ارسلان میں بہت زیادہ محبت تھی۔ اور اس وقت تک دونوں کے ایک کے لڑکا اور دوسرے کے لڑکی ہوئے تھے۔ اس لیے عہد طفلی ہی میں ان دونوں کی منگنی کر دی گئی تھی۔

سوچا یہ تھا۔ کہ جب خیر سے دونوں جوان ہو جائیں گے۔ تب ان کی شادی کر دیں گے۔ دونوں بچے بڑے خوبرو تھے۔ جو انہیں دیکھتا۔ پھر دیکھنے کے لیے آتا۔

دونوں بھائی خوش تھے۔ ان کے بڑے ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ ان کی قسمتوں میں کیا لکھا ہے۔ شکیب ارسلان نے سلطان کو جوں توں رضامند کر کے اپنی بچی کو تلاش کرنے کی اجازت لی۔ اور معہ اپنی بیوی کے پشاور ہی میں رہ گیا۔ اور سلطان

Marfat.com

بھی پشاور میں رہتے تھے۔ جو ہندوؤں کی زبان سمجھ لیتے اور ان سے خاصی گفتگو کر لیتے تھے۔

شکیب ارسلان نے اول ان مسلمانوں سے ہندوؤں کی زبان سیکھی اور جب قدرے مہارت ہوگئی تو پھر سنسکرت شروع کی۔ لیکن ہندو بڑی مشکل سے سنسکرت پڑھانے پر تیار ہوئے وہ بھی بہت کچھ لالچ دیتے اور یہ اقرار لینے پر کہ کسی سے یہ ذکر نہ کیا جائے گا۔ کہ انہیں فلاں آدمی سنسکرت پڑھا رہے ہیں۔

شکیب ارسلان خود ہی اس کی شہرت نہیں چاہتا تھا غرض نہایت رازداری کے ساتھ تعلیم جاری رہی۔ اور چار پانچ برسوں میں سنسکرت پر عبور حاصل کر لیا۔

شکیب ارسلان خود بھی سنسکرت پڑھتا تھا اور اپنی بیوی کو بھی پڑھاتا تھا۔

سنسکرت سے زیادہ ادق اور سخت زبان شاید ہی دنیا میں کوئی ہو۔ اس کا حاصل کرنا لوہے کے چنے چابنے سے کچھ کم نہ تھا۔ لیکن یہ لوہے کے چنے نوشابہ کی وجہ سے چابنے پڑے

اس عرصہ میں شکیب ارسلان صرف سنسکرت ہی کی تعلیم نہ حاصل کرتا رہا۔ بلکہ نوشابہ کا سراغ لگانے میں بھی مصروف رہا۔ اس نے ان گکھڑوں سے راہ و رسم پیدا کی جو پشاور اور اس کے گرد و نواح میں آباد تھے۔ اور انہیں کچھ ایسا اپنایا کہ وہ خود بھی نوشابہ کی تلاش و تجسس میں لگ گئے۔

یہ عجیب بات ہے کہ شکیب ارسلان اور اس کی بیوی جس قدر نوشابہ کو بھولنے کی کوشش کرتے رہے۔ اسی قدر اس کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ پانچ سال کی مدت گذر جانے پر بھی وہ اسے نہ بھول سکے تھے۔ اور انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کل ہی ان سے ان کی قرۃ العین چھینی گئی ہو۔

ایک روز اتفاق سے ایک گکھڑ شکیب ارسلان کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ ان گکھڑوں میں سے ایک جو نوشابہ کو اٹھا کر لے گئے تھے آیا ہے۔ وہ اس لڑکی کا کچھ پتہ بتاتا ہے

شکیب ارسلان فوراً اس کے ساتھ ہو لیا۔ پشاور سے باہر ایک جوگی ایک کٹی میں رہا کرتا تھا۔ ایک بڈھا گکھڑ اس کے پاس مہمان ہوا تھا اس مہمان کے پاس دونوں پہنچے۔ اس سے دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ لڑکی کو وہی اٹھا کر لے گیا تھا۔ اسے اس معصوم بچی سے ایسی محبت ہوگئی کہ وہ اس خوف سے کہ کہیں مسلمان اسے اس سے چھین نہ لیں۔ اجمیر چلا گیا۔ اتفاق سے مہاراجہ اجمیر نے اس لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور انہوں نے اسے لینے کی خواہش ظاہر کی۔ گکھڑ اسے

Marfat.com

دینا نہ چاہتے تھے۔ لیکن وہ مہاراجہ کو کچھ ایسی پسند آگئی تھی۔ کہ وہ اسے بہ جبر لینے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر مجبور ہو کر لڑکی مہاراجہ کے حوالہ کر دی گئی اور مہاراجہ نے اس کے عوض لڑکی کے ہموزن چاندی اسے دی۔

مہارانی کو وہ لڑکی بہت زیادہ پسند آئی۔ اور انہوں نے اسے پرورش کرنا شروع کیا۔ حسن اتفاق سے اجمیر میں مہاراجہ سومنات آگئے۔ انہوں نے جب اس لڑکی کو دیکھا تو اس قدر اس کے گرویدہ ہوئے کہ مہاراجہ اجمیر سے اسے مانگ لیا۔

اس لڑکی کی تمام داستان انہیں معلوم ہو گئی تھی۔ مہاراجہ سومنات کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اسے لے کر چلے گئے۔ گکھڑ واپس پشاور میں لوٹ آیا۔

یہ واقعات معلوم کر کے شکیب ارسلان کو بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے وہاں سے آکر اپنی بیوی کو تمام حال سنایا۔ وہ بھی کمال مسرور ہوئی لیکن سومنات بہت دور سمندر کے کنارہ پر واقع تھا۔ یہ مشکل امر تھا کہ غازی سلطان محمود کو اس کی اطلاع کی جاتی۔ اور وہ سومنات پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو جاتے۔

چنانچہ شکیب ارسلان اور اس کی بیوی دونوں ہی سومنات جانے کو تیار ہوئے۔ اور خفیہ خفیہ تیاریاں کرنے لگے۔ انہوں نے کر لیا کہ وہ اسلامی لباس میں نہ جائیں گے۔ کیونکہ جنوب کے ہندو مسلمانوں کی تاک میں رہتے تھے۔

انہوں نے فقیری لباس بدلا۔ ہندو سادھوؤں کا سا اور وہاں سے اجمیر کی طرف چل پڑے۔ چونکہ وہ ہندوؤں ہی کی زبان سے نہیں بلکہ سنسکرت کے بھی خوب ماہر ہو گئے تھے اس لیے کسی نے بھی نہ پہچانا کہ وہ کون ہیں۔ بلکہ انہیں تارک الدنیا سادھو سمجھ کر ان کی بڑی آؤ بھگت ہوتی رہی۔ جس جگہ وہ گئے وہاں کے ہندوؤں نے ان کی تعظیم و تکریم اور خدمت کی۔

انہوں نے مشہور کر دیا۔ کہ وہ سومنات کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔ اور چونکہ وہ سنسکرت میں گفتگو کرتے تھے۔ اس لیے مہا ودوان (زبردست عالم) سمجھے گئے۔ اور ان سے پہلے ان کی شہرت سومنات میں پہنچ گئی۔

آخر وہ سومنات میں داخل ہو گئے۔ اور جنگل کے کنارہ پر ایک کٹی بنا کر رہنے لگے اور اس فکر میں رہے کہ کسی طرح مہاراجہ تک رسائی ہو جائے۔ تاکہ نوشابہ سے مل سکیں۔

Marfat.com

آخر ان کی شہرت مہاراجہ کے کانوں تک بھی پہنچی اور وہ ان سے ملنے کے لیے انکی کٹی پر آئے۔ پہلی ہی ملاقات میں مہاراجہ ان کے معتقد ہو گئے اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان کی بیٹی راجکماری چندر موہنی کو تعلیم دیا کریں۔

شکیب ارسلان نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اگلے ہی روز چندر موہنی معہ بہت سی کنیزوں کے آئی۔ اس کی عمر سات آٹھ برس کی تھی شکیب ارسلان اور اس کی بیوی نے پہلی ہی نظروں میں اسے پہچان لیا۔ وہ نوشابہ تھی ان کی لخت جگر۔

دونوں کے دل تڑپ اٹھے۔ چاہا کہ دل کھول کر اسے پیار کریں۔ اور اسے بتادیں کہ وہ اس کے والدین ہیں۔ لیکن افشائے راز سے جان جانے کا ڈر تھا۔ اس لیے ضبط و صبر کیا۔ اور تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چندر موہنی حیرت بھری نظروں سے دھرمپال کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ تو میرا نام نوشابہ ہے۔

دھرمپال —— ہاں تیرا نام نوشابہ ہے۔ تو ایک ترک دوشیزہ ہے۔ ترکی امیر اور سلطانی افسر شکیب ارسلان کی بیٹی۔

چندر موہنی —— اور میرے ماں باپ کہاں ہیں۔

دھرمپال —— صبر کر۔ ابھی سب حال معلوم ہو جاتا ہے۔

انہوں نے پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ جب شکیب ارسلان نے چندر موہنی سے گفتگو کی تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ بچی اپنے آپ کو راجکماری سمجھتی ہے۔ اسے اس کے بچپن کے واقعات کچھ بھی یاد نہیں ہیں۔ وہ اپنے والدین اور اپنی قوم کو بھول چکی ہے۔ اس کی تربیت راجکماریوں کی طرح ہوئی ہے۔

شکیب ارسلان نے اسے پڑھانا شروع کیا اور مدت تک پڑھاتے رہے۔ چونکہ اکثر مہاراجہ بھی سادھو کی کٹی میں آکر اس سے باتیں کیا کرتے تھے اس لیے وہ سادھو کی صرف جید عالم ہی سمجھ کر عزت نہ کرتے تھے۔ بلکہ اسے بڑا گیانی (عقلمند) دور اندیش، معاملہ فہم اور سیاسیات سے واقف بھی جانتے تھے۔ چنانچہ مشکل اور اہم معاملات میں اس سے مشورہ لینے لگے۔

چندر موہنی یا نوشابہ نے منزل شباب میں قدم رکھا اور اس کے حسن و جمال کی شہرت سومنات سے نکل کر ہندوستان بھر میں ہو گئی۔

Marfat.com

شکیب ارسلان نے اسے وہاں سے نکال لے جانے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ چندر موہنی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ اور اگر اسے بتایا جاتا تو اسے شاید یقین نہ آتا۔

آخر شکیب ارسلان نے ایک خط کے ذریعے ان تمام واقعات کی اطلاع سلطان کو دی اور سلطان نے فوراً حملہ کی تیاری کر دی۔

اس حملہ کا جو کچھ نتیجہ ہوا اسے ہم اور آپ سب جانتے ہیں۔ چندر موہنی تو نے سمجھ لیا کہ تو نوشابہ ہے۔ شکیب ارسلان کی بیٹی اور شکیب ارسلان بھی دھرم پال تیرا گرد ہے۔

چندر موہنی کی آنکھوں سے دفعتہً پردہ سا اٹھ گیا۔ وہ اٹھی اور دھرم پال یا شکیب ارسلان کی آغوش میں جا گری۔ اور بولی آہ آپ میرے باپ ہیں۔ میں ترکی دوشیزہ ہوں۔ ایک مسلمان لڑکی۔ جب آپ مجھے درس دیا کرتے تھے۔ اس وقت میرا دل آپ کی طرف کھنچتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ آپ میرے گرو ہیں۔ میرے دل میں آپ کی عزت و تکریم ہے اس لیے یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ کیا جانتی تھی کہ یہ خون کی کشش ہے۔ اور میری والدہ کہاں ہیں۔

شکیب ارسلان ــــــ شوبھا دلیوی تیری والدہ ہیں۔

چندر موہنی کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ باپ کی آغوش سے نکل کر ماں کی گود میں گھس گئی شوبھا دلیوی نے اسے سینہ سے لگا کر بھینچا، پیار کیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ماں کی آغوش اور اس کا کیف اور ہی چیزیں ہیں۔ کوئی کیسے ہی ناز و نعم میں پرورش پائے۔ لیکن ماں کی گود کی سی حالت اسے کسی کی آغوش میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

آج پہلی مرتبہ نوشابہ نے ماں کی آغوش کا لطف اٹھایا۔ اس کی آنکھیں بھی مسرت کے آنسو بہانے لگیں۔ کچھ وقفہ کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھی۔ شکیب ارسلان نے کہا۔ اب مجھے صرف ایک ہی بات اور بتانی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہارون میرا بھتیجہ ہے۔ وہی بچہ جو میرے بھائی کی یادگار ہے اور جسے میں عہد طفلی میں سلطان کے سپرد کر آیا تھا۔"

اب ہارون کے حیران اور مسرور ہونے کی باری تھی۔ وہ خوش ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ یا عم! خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں سب کو پھر ملایا۔"

شکیب ارسلان ــــــ ہاں خدا کا احسان ہے۔ ایک مدت کے بعد یہ مسرت و انبساط کے لمحاتِ رنگین میسّر آئے ہیں۔ اگر سلطان میری تحریر پا کر یہاں تشریف نہ لاتے تو۔۔۔۔

Marfat.com

سلطان ـــ میں کیسے نہ آتا۔ کیسے یہ گوارا کر لیتا کہ ایک مسلم دوشیزہ کافروں کے پنجہ میں گرفتار رہے۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ ہارون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہارون نے سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا تم نے کئی مرتبہ ایک تحریر لیے پڑھتے دیکھا تھا۔ میں نے تمہارے بشرہ سے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ تم اس بوسیدہ تحریر کو دیکھ کر حیران ہوتے ہو۔ کئی بار میرے دل میں آئی کہ میں تمہیں اس تحریر کے راز سے آگاہ کر دوں لیکن یہ سوچ کر خاموش رہا کہ شاید ایک دن خود ہی تم پر اس کا انکشاف ہو جائے آج تم سمجھ گئے کہ وہ تمہارے چچا شکیب ارسلان کی تھی۔

ہارون ـــ سمجھ گیا ہوں پیرومرشد!

سلطان نے تمہارے چچا کے پاس تمہیں قاصد بنا کر بھی اسی لیے بھیجا تھا کہ تمہیں وہ دیکھ لیں۔ اور اگر ممکن ہو تو تم اپنی چچیری بہن نوشابہ کو بھی دیکھ لو۔ خدا نے ایسا انتظام کیا کہ تم نے نہ صرف اسے دیکھا۔ بلکہ ڈاکوؤں سے اسے بچایا بھی۔ نوشابہ ہوش ربا نگاہوں سے ہارون کو دیکھ رہی تھی۔ ہارون کی نظر بھی اس پر جا پڑی۔ وہ اس کی نشیلی آنکھیں دیکھ کر متوالے بن گئے۔ سامنی بھی ہارون کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن حسرت اور افسوس بھری نگاہوں سے۔

سلطان نے کہا۔ چونکہ سب لوگ تھکے ہوئے ہیں اس لیے اب آرام کریں۔

سب اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اور دوسرے کمروں میں پہنچ کر آرام کرنے لگے۔

دل شکستہ حسینہ

اسی مبارک دن کی شام کو جبکہ مندر سومنات فتح ہوا۔ اور وہاں سے کروڑوں روپے کے مالیتی سیم و زر اور جواہرات برآمد ہوئے تھے۔ جس دن اس راز کا انکشاف ہوا تھا جو چندر موہنی کی ذات سے وابستہ تھا۔ جبکہ مدت کے بچھڑے ملے تھے۔ چندر موہنی نوشابہ دھرمپال شکیب ارسلان اور شوبھا دیوی شکیب ارسلان کی بیوی ثابت ہوئی تھیں۔

اسی دن کی شام کو ہارون عصر کی نماز پڑھ کر باغیچہ کی طرف جا نکلے۔ یہ وہی باغیچہ تھا جس میں کبھی گل رخ مہوشوں کا جمگھٹ رہتا تھا۔ ان کے حسین قہقہے گونجتے رہتے تھے۔ ان کے حسن کی تنویر سے فضا منور رہتی تھی۔ آج وہی باغیچہ سنسان پڑا تھا۔ ہر طرف کچھ عجب اداسی و حسرت برس رہی تھی۔

Marfat.com

ہارون چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اپنے خیال میں غرق۔ بغیر کسی طرف دیکھے ہوئے کہ انہوں نے ہلکے قدموں کی چاپ سنی۔ ان کے چہرہ پر رونق آگئی۔ وہ مسکرا کر گھومے۔ ان کی نگاہیں ہمہ تن شوقِ دیدار بن کر دوڑیں۔ لیکن جب ان کی نظر کامنی پر پڑی جو سبک خرامی سے آرہی تھی۔ تو سارا اشتیاق چہرہ کی ساری رونق تشریف لے گئی۔

کامنی نے ایک ہی نظر میں ان کے چہرہ پر مسرت آنکھوں میں خوشی کی جھلک اور کامنی کو دیکھتے ہی چہرہ کی افسردگی اور آنکھوں میں مایوسی کے آثار دیکھ لیے۔

اس کا پھول سا چہرہ کملا گیا۔ ہارون رک گئے تھے۔ وہ ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اور شرمگیں نگاہوں سے انہیں دیکھ کر بولی۔ آپ نے شاید مجھے جیندر موہنی سمجھا تھا۔

ہارون نے صاف دلی سے کہا۔ ہاں بیشک مگر جیندر موہنی نہیں نوشابہ۔

کامنی ـــ بولی........ ہاں نوشابہ اسی لیے آپ خوش ہوئے تھے۔ لیکن مجھے دیکھ کر افسردہ ہو گئے۔

ہارون ـــ ایسی حالتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جبکہ آنے کا کسی کے گمان ہو اور آ کوئی جائے۔ تو مسرت مایوسی اور دل گرفتگی میں منتقل ہو جایا کرتی ہے۔

کامنی ـــ نوشابہ آپ کی منگیتر ہے۔

ہارون ـــ یہ بات تو مجھے آج ہی معلوم ہوئی۔

کامنی ـــ لیکن آپکو اس سے پہلے ہی سے محبت تھی۔

ہارون ـــ مگر میرے محبت کرنے سے کیا ہوتا تھا۔

کامنی ـــ آپ محبت کا جواب چاہتے تھے۔

ہارون ـــ ہاں۔

کامنی ـــ افسوس..... آپ سراب میں پانی کی بارش کر رہے ہیں پتھر میں نزاہت ڈھونڈ رہے ہیں۔ لوہے کو پگھلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آگ میں سے پانی نکالنا چاہتے ہیں۔

ہارون نے حیرت سے اس کے رُخِ روشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا وہ سنگدل ہے

کامنی ـــ میں ایسا ہی سمجھتی ہوں ہارون...... وہ حسرت بھری نگاہوں سے انکی طرف دیکھنے لگی۔ ہارون نے نرمی سے کہا۔ کہو کامنی! کیا کہنا چاہتی ہو۔

Marfat.com

کامنی ــــ کیا تمہارے دل میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں ہے ؟

ہارون ــــ تم شاید اس بات کو نہیں جانتیں کہ دل ایک ہوتا ہے اور ایک ہی سے محبت کر سکتا ہے۔

کامنی نے گہرا ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ کبھی میں نے آپ پر کوئی احسان کیا تھا۔

ہارون ــــ مجھے وہ یاد ہے۔

کامنی ــــ آج میں اس کا عوض چاہتی ہوں۔

ہارون ــــ بولو کیا چاہتی ہو۔

کامنی ــــ کیا آپ اب بھی میرے دل کے اشارات کو نہیں سمجھے ؟

ہارون ــــ اس وقت نہیں سمجھا تھا مگر اب سمجھ گیا۔ کامنی کیا تم ایک افسردہ دل اور حسرت زدہ مجسمہ پا کر خوش ہو جاؤ گی۔

کامنی ــــ نہیں میں خوشی کی تلاش میں ہوں۔

ہارون ــــ تب وہ تمہیں میرے پاس نہ مل سکے گی۔ اگر کچھ ملے گا تو ٹوٹا ہوا دل بجھی ہوئی طبیعت، مردہ جذبات اور ایک بے کیف ہڈیوں کا ڈھانچہ۔

کامنی ــــ ہارون ......آخر آپ کیوں میرے سامنے آئے۔ کیوں میری مسرت کی دنیا کو تاراج کیا۔ کیوں میرے احساسات سے کھیلے .... آخر آپ نے یہ سب کچھ کیوں کیا۔

یہ کہہ کر وہ رو پڑی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چاند سا چہرہ چھپا لیا۔ ہارون کے دل پر اس کے رونے کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے تشفی دہ لہجہ میں کہا۔ کامنی! اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ قضا و قدر کے فرشتے مجھے کھینچ کر تمہارے سامنے لائے۔ مجبوری کے ہاتھوں میں کھنچا چلا آیا مگر .... تم نے اپنی خوابوں کی دنیا یوں تعمیر کی .... تم نے اپنے جذبات کی رو کو کیوں بہنے دیا تم نے اپنے احساسات کی باگ کیوں چھوڑ دی۔

کامنی نے چہرہ پر سے ہاتھ ہٹا کر آنسو پیتے ہوئے کہا۔ اپنی ناسمجھی سے۔

ہارون ــــ اب سمجھ سے کام لو کامنی!

کامنی ــــ کوشش کروں گی۔ بھول نہ جانا ہارون۔ ع

کبھی قربتِ الم میں ترے کوئی نخچیر بھی تھا

Marfat.com

اس نے انتہائی حسرت آمیز اور یاس بھری نگاہیں ہارون پر ڈالیں۔ اور روتی ہوئی چلی گئی۔ ہارون نے آہستہ سے کہا "دل شکستہ حسین لڑکی!......"

وہ چل پڑے۔ کامنی فوارہ کے پاس آ کر اس کی منڈیر پر بیٹھ گئی۔ اور دل بھر کر روئی جب رونے سے ملال کا بادل چھٹ گیا۔ تب وہ اٹھی۔ اس نے آہ بھر کر کہا۔ میں نے کیوں خوابوں کی دنیا تعمیر کی ——— کیوں اپنے جذبات کی رو کو بہنے دیا ——— کیوں اپنے احساسات کی باگ کو چھوڑ دیا ——— بھول ہوئی۔ بڑی بھول ——— جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب سکھدیو کو یہاں سے لیکر نکل جاؤں۔ رنج و قلق ہوگا لیکن....... طبیعت بہل ہی جائے گی۔ ؎

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز
ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی!

اس وقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ رات کی سیاہی دن کے اجالے پر غالب آگئی تھی وہ باغیچہ سے نکل کر محل میں آگئی۔

اس وقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ رات کی سیاہی دن کے اجالے پر غالب آگئی تھی وہ باغیچہ سے نکل کر محل میں آگئی۔

اسے معلوم تھا کہ سکھدیو کس کمرہ میں قید ہے۔ وہ محل کے اکثر خفیہ دروازوں کو بھی کھولنا جانتی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک شمع بہم پہنچائی۔ اور اس کے خیال میں جس کمرہ میں سکھدیو قید تھا۔ اس سے دور ایک کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور خفیہ دروازے کھول کھول کر ایک کمرہ سے دوسرے میں جانے لگی۔

اس وقت بھی کمال مغموم اور نہایت رنجیدہ تھی۔ دراصل اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ چہرہ پر حسرت نے قبضہ کر لیا تھا۔ آنکھوں میں مایوسی چھا گئی وہ پیکر رنج و غم بن کر رہ گئی تھی۔ اتفاق سے اس نے جب ایک کمرہ کھولا۔ تو اسے اس میں ایک آدمی بیٹھا نظر آیا۔ رنج و غم نے اس کی بصارت میں فرق ڈال دیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ وہ شخص سکھدیو ہے۔

چنانچہ اس نے نہایت آہستگی سے کہا "آؤ........"

ابھی اسی قدر کہنے پائی تھی۔ کہ بیٹھا ہوا شخص خوش ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کی طرف بڑھتے ہوئے مسرت بھرے لہجہ میں بولا۔ اوہ پری پیکر کامنی...... اس وقت کیا جی میں آئی۔ کیسے اس ستم زدہ اور دل شکستہ شخص کو نوازنے کا ارادہ کیا۔ کامنی نے اب غور سے اسے

Marfat.com

دیکھا وہ موہن تھا۔ کامنی زرد پڑ گئی۔ وہ جس سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ اسی کے سامنے آگئی تھی اسے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا۔ جب موہن اس سے دو ہی قدم کے فاصلہ پر رہ گیا۔ اس نے اپنے حواس بجا کئے اور نہایت شیریں لہجہ میں کہا ذرا ٹھہریے۔ موہن نہ معلوم کیا سمجھا۔ کہ رک گیا۔ کامنی جلدی سے گھومی اور بجلی کی طرح خفیہ دروازہ کو پھاند کر جلدی سے اسے بند کر کے اپنی پریشان طبیعت کو سنبھالنے لگی۔

جب تھوڑی دیر میں اسے سکون ہوا تو اس نے کہا پرماتما نے بڑی خبر کی۔ سکھدیو شاید دوسرے کمرہ میں ہے۔ وہ اٹھی اور اس کمرہ سے نکل کر دوسرے میں داخل ہوئی اس میں سکھدیو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ کامنی نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔ بھیا.........

سکھدیو چونک کر اٹھا اور کامنی کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے اس کی طرف بڑھ کر بولا۔

کامنی ــــ کیا تم مجھے رہا کرانے آئی ہو؟

کامنی ــــ ہاں۔ لیکن آہستہ بولو۔ کمرہ کے باہر پہرہ دار ہیں۔

سکھدیو ــــ چلو جس راستہ سے تم آئی ہو اس سے نکل چلیں۔

کامنی ــــ آئیے۔

دونوں چلے اور کئی کمروں میں سے گذر کر باغیچہ کی طرف گئے۔ باغیچہ کا خفیہ دروازہ کھولا۔ اور سمندر کے ساحل پر جا نکلے یہاں سے انہوں نے پیادہ پا انہلواڑہ کا راستہ لیا اور کچھ دور چل کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

Marfat.com

چھتیسواں باب

کافر اور حور حلقۂ اسلام میں

چندر موہنی کو حیرت بھی تھی اور مسرت بھی۔ حیرت اس بات کی کہ وہ ایک مسلم لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ اور مسرت ضیاء الدین کے ملجانے کی اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا، کفر و شرک کی ماحول دیکھی تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے اسے پرورش کیا بت پرست تھے۔ جن گودوں میں پل کر پروان چڑھی وہ شرک تھے۔ جن سہیلیوں میں وہ گھری رہتی تھیں۔ وہ بت کی عقیدت مند تھیں۔

غرض اس نے آنکھ کھولتے ہی سب کو اصنام پرست پایا خود بھی بت پرستی کی خوگر ہوگئی۔

لیکن جب اس راز کا انکشاف ہوا۔ جو اسی کی ذات سے وابستہ تھا۔ اور جس نے اسے مسلم لڑکی بنادیا۔ تو اسے فکر ہوئی کہ کیا وہ اسلام قبول کرے یا انہیں لوگوں کے مذہب پر قائم رہے جنہوں نے اسے پرورش کیا تھا۔

وہ مہاراجہ سومنات کو پتا جی اور مہارانی کو ماتا جی کہتی رہی تھی۔ وہ دونوں بھی اس سے بیٹی ماں جیسی محبت کرتے رہے تھے۔ خود اسے بھی ان کے ساتھ ایسی ہی محبت کرتے رہے تھے خود اسے بھی ان کے ساتھ ایسی ہی محبت تھی۔ جیسی بچوں کو والدین کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس لیے اسے مہاراجہ کے مارے جانے اور مہارانی کے فرار ہوجانے کا رنج و قلق تھا۔ اگر اس کے بس میں ہوتا۔ تو وہ مہارانی کو ڈھونڈ نکالتی۔ اور اس سے اسی قدر محبت اور اس کی اسی قدر عزت کرتی جیسی وہ اب تک کرتی رہی تھی۔

جب ہی اسے مہاراجہ یا مہارانی کا خیال آجاتا تو بےحد ملال ہوتا شکیب ارسلان اور ان کی بیوی اس کی کیا یہ حالت دیکھ کر اس کے غم کی وجہ سے سمجھ رہے تھے۔

چنانچہ اس کی والدہ نے کہا بیٹی! تو مہاراجہ اور مہارانی کو یاد کر کر کے رنجیدہ ہو رہی ہے تیرے والد نے کوشش کی کہ مہاراجہ غازی سلطان محمود سے صلح کرلیں۔

Marfat.com

یہ کوشش اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے تجھے اپنی بیٹی بنا کر پرورش کیا تھا۔ تجھے اطیکاری بنا لیا تھا تیری خواہش پوری کرتے تھے۔ یہ ان کا احسان تجھ پر نہیں۔ کیونکہ تو ناسمجھ اور واقعات سے ناواقف تھی۔ بلکہ ہم پر احسان تھا۔ اور ہم ان کے احسان کا بدلہ۔

"ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ"

یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔ دینا چاہتے تھے۔ لیکن مہاراجہ نے قبول و منظور نہ کیا۔ خدا کو یہی منظور تھا۔ کہ سومنات فتح ہو جائے۔ مہاراجہ مارے جائیں۔ اور مہارانی بھاگ جائے۔ اب تیرے یا ہمارے رنج و غم کرنے سے کیا حاصل۔

نوشابہ نے کہا لیکن جب ان کی مہربانیاں۔ ان کی محبت اور ان کا سلوک یاد آجاتے ہیں۔ تو طبیعت افسردہ اور مغموم ہو ہی جاتی ہے۔ امی جان میرا یہ رنج و قلق رفتہ رفتہ کم ہوگا۔

امی جان ——— میں جانتی ہوں لیکن تو اپنا خیال ہٹانے کی کوشش کر۔ کیا تیرے لیے یہ بات مسرت خیز نہیں ہے کہ تو نے اپنے والدین کی سچی اور محبت آفریں آغوش پائی۔

نوشابہ ——— ضرور مسرت خیز ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن امی جان میں آج تک بتوں کو پوجتی رہی ہوں۔

امی جان ——— مجھے معلوم ہے اور اسی لیے تیرے دل میں بتوں کا احترام ہے۔

نوشابہ ——— ہاں۔

امی جان ——— ایسا ہی ہوتا ہے۔

جو شخص جس چیز کی پرستش کرتا ہے اسے آسانی سے نہیں بھولا کرتا۔

ایک زمانہ تھا۔ جب دنیا جہاں میں کفر و شرک چھایا ہوا تھا۔ اہل عالم کسی نہ کسی طریقہ پر بت پرستی کرتے تھے۔

عربستان میں بھی گھر گھر بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے ہر قبیلہ کا بت جدا تھا۔ عرب اصنام پرست تھے۔ آخر غیرت خداوندی کو حرکت ہوئی بتوں کے پجاریوں ہی میں سے ایک سعید ہستی حضرت محمد صلعم کو پیغمبری کے لیے خدا نے منتخب کیا اور انہیں نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بہ آواز بلند منادی کی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یعنی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے"۔ اور چونکہ ان سے پہلی امتوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے نبیوں حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا لیا تھا۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی

Marfat.com

پکارا۔ دیا کہ "محمد رسول اللہ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ مطلب یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بندہ اور ایلچی ہیں۔ میری بیٹی! ان کی آواز نے ساری قوم کو بیدار کر دیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی دنیا جگا دی!

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

آپ نے فرمایا بتوں کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ وہ پتھروں یا دھات کی مورتیاں ہیں۔ ان میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے۔ کہ اپنے جسم پر بیٹھی ہوئی مکھی کو بھی اڑا سکیں تعجب ہے تم ان کی پرستش کرو ۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

میری بیٹی! اس آواز کو سنتے ہی عرب بیدار ہو گئے۔ انہوں نے بتوں کی پوجا چھوڑ دی۔ ہر شخص نے پتھروں کے مجسموں اور دھاتوں کی مورتیوں کو توڑ کر پھینک دیا۔ اور خدا کی پرستش کرنے لگے۔

قرۃ العین! تم ماشاء اللہ سمجھدار ہو سوچو۔ غور کرو۔ اور سمجھو۔ کہ سومنات کی پوجا ہندو کس طرح کرتے تھے۔ ان کے دلوں میں اس کا کس قدر احترام تھا۔ وہ اسے اپنا ایشور یعنی خدا مانتے تھے۔ اسے مسلمانوں سے بچانے کے لیے وہ کتنی بھاری تعداد میں جمع ہوئے۔ کیسے جی توڑ کر لڑے۔ اور جب ہزیمت ہوتے دیکھی تو کس طرح سومنات کے پیروں میں گرے اور

Marfat.com

کس عاجزی ۔اور آہ زاری سے اس سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن پتھر کا بت ان کی فریاد کیا اور کیسے سُن سکتا تھا۔ خدا کو اپنی قدر و عظمت ظاہر کرنی تھی۔ اس لیے اصنام پرستوں کو شکست ہوئی۔ اور خدا کے پرستاروں کو فتح ملی۔

میری بیٹی ۔تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ غازی سلطان محمود نے گرز مار کر سومنات کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اگر سومنات خدا ہوتا۔ تو اس کے ٹکڑے نہ ہو جاتے۔ بلکہ وہ خود سلطان کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ لیکن وہ تو پتھر کا بے جان اور بے حس مجسمہ تھا۔ ٹوٹ کر رہ گیا۔ اسی طرح سارے بتوں کی شخصیت ہے۔ بت خدا نہیں ہوتے۔ نہ خدا کی صورت کے ہیں۔ خدا کو تو ان لوگوں نے آج تک دیکھا ہی نہیں جنہوں نے یہ مورتیاں بنائی ہیں۔

نوشابہ ۔۔ خدا محض ایک نور ہے۔ ایسا لطیف اور دل کش نور ہے جسے دیکھنے کی آنکھ تاب نہیں لا سکتی۔ وہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ نہ وہ سوتا ہے۔ نہ آرام کرتا ہے۔ نہ ان باتوں کی اسے ضرورت ہے وہی پرستش کے قابل ہے مسلمان اسی کو پوجتے ہیں۔

میری بیٹی ۔ کیا تو سمجھ گئی ہے کیا تیرے شکوک رفع ہو گئے ہیں۔

نوشابہ نہایت توجہ سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے کہا ہاں میں سمجھ گئی ہوں۔ اب میری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ گیا ہے۔ سوچتی ہوں یہ باتیں پہلے سے میری سمجھ میں کیوں نہ آئیں۔

امی جان ـــــ اس لیے کہ کسی نے تجھے سمجھایا نہیں۔ تو نے ان لوگوں میں پرورش پائی۔ جو عقل رکھتے ہوئے بھی بے عقل تھے۔ بینائی رکھتے ہوئے بھی اندھے تھے۔ کفر و شرک کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اور یہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جو جس حالت میں رہتا ہے دوسروں کو بھی اسی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے۔

نوشابہ ـــــ لیکن اب تک جو میں بت پرستی کرتی رہی ہوں۔

امی جان ـــــ اسلام میں ایک یہ بھی خوبی بڑی زبردست ہے۔ کہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ جب اس کا بندہ کسی گناہ سے توبہ کر کے اقرار کر لیتا ہے کہ وہ آئندہ اس گناہ کو نہ کرے گا۔ تو خدا اسے معاف کر دیتا ہے اور جو غیر مسلم مسلمان ہوتا ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور پچھلی ساری برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ وہ ایسا ہی معصوم ہو جاتا ہے۔ جیسا نوزائیدہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

Marfat.com

نوشابہ ـــــ اور گناہگاروں کو کیا سزا ملتی ہے امی جان!

امی جان ـــــ ہندوؤں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد اپنے کرموں (اعمالوں) کے بدلہ میں جونیں بدلتا رہتا ہے۔ یعنی کبھی گدھا ہو جاتا ہے۔ کبھی کتا، کبھی بندر بن جاتا ہے۔ کبھی سانپ، کبھی جھینگر، کبھی مچھر۔ اسی طرح جون تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح سے اس کے برے اعمالوں کی سزا ملتی ہے لیکن اسلام کہتا ہے کہ جنت اور دوزخ دو چیزیں ہیں۔ جن لوگوں نے گناہ نہیں کیا، خدا کو خدا سمجھا۔ نماز پڑھتے اور روزے رکھتے رہے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

جنت میں بہترین قسم کے محلات اعلیٰ قسم کے باغات۔ خوشبودار پھول۔ خوش ذائقہ پھل، شیریں پانی اور بہترین ملبوسات ہوں گے۔

اور جن لوگوں نے گناہ کئے ہیں۔ خدا کی نافرمانی کی ہے۔ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے دوزخ میں جلیں گے۔

دوزخ آتش خانہ کا نام ہے جس میں آگ کے شعلے بھڑکتے ہوں گے۔ آگ اور لوہے کی بنی ہوئی سنید کھانے کو آگ میں کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ نہایت ہی بری جگہ ہے وہ

نوشابہ لرز گئی۔ اس نے کہا۔ جب تو امی جان مجھے بھی مسلمان کر لو۔

اس کی والدہ خوش ہو گئی۔ خوشی سے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کر لیا۔

اس طرح جو لڑکی مسلمان تھی۔ اور جس نے کافروں میں پرورش پائی تھی پھر مسلمان ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئی۔

پر کیف ملاقات

چندر موہنی کا مذہب بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ نام بھی اور لباس بھی اس نے ترکی دوشیزاؤں کا سا پہن لیا تھا۔

صبح کے وقت وہ ہوا خوری کے لیے باغیچہ میں جا نکلی وہاں ہارون فارسے کی منڈیر پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔

آفتاب بتدریج طلوع ہو رہا تھا شعاعیں باغیچہ میں پھیلتی جاتی تھیں شبنم کے بخارات بن بن کر اڑنے لگی تھی۔

Marfat.com

نوشابہ (چندر موہنی) ان کی پشت کی طرف سرو کے ایک درخت کا سہارا لئے کر انداز دلربایانہ سے کھڑی ہو گئی۔ اور نہایت توجہ سے سننے لگی۔

جب تک ہارون پڑھتے رہے وہ کھڑی سنتی رہی۔ جب انہوں نے پڑھنا بند کیا تب وہ تدریے پیچھے ہٹی اور ایک روش پر گھوم کر دوسری طرف اس طرح جا نکلی جس سے دیکھنے والے کو خیال ہو کہ یہ ابھی آئی ہے۔

ہارون دعا مانگ چکے تھے اور فوارے سے برسنے والے پانی کی پھوار کو دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے ان کی نظر اٹھ گئی۔ اور انہوں نے اس حور پیکر کو دیکھ لیا۔

ان کے چہرہ پر مسرت کی سرخی دوڑ گئی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ نوشابہ نے دردیدہ نظروں سے دیکھ لیا۔ لیکن اس نے اپنی توجہ دوسری ہی طرف رکھی۔

ہارون سوچنے لگے کہ اس کے قریب جا کر اس سے گفتگو کریں یا نہیں وہ ڈرتے تھے کہ کہیں وہ ان کی اس حرکت سے ناخوش نہ ہو جائے۔

رعب حسن ایسی چیز ہے کہ وہ صف شکن جو دشمنوں کی صفوں کو الٹ دیتے تھے جن کے دل پر بہادر شخص کا بھی مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ بڑے راجہ، مہاراجہ، بادشاہ اور شہنشاہ سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔ ایک معصوم لڑکی سے ڈر رہے تھے۔

آخر کچھ دیر سوچ کر آہستگی سے چلے اور اس سیم تن کے پاس پہنچ کر نہایت عاجزانہ لہجہ میں بولے میری مداخلت بار خاطر تو نہ ہوگی۔

نوشابہ اس طرح چونکی جیسے ہارون کو اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا اور وہ اس وقت دفعتہً آ گئے ہیں۔ اس نے کہا کون ...... (دیکھ کر) اوہ آپ ہیں۔

ہارون "کون" کا لفظ سنتے ہی کانپ گئے۔ مگر جب اس شوخ چشم نے کہا اوہ آپ ہیں۔ تو کچھ جان میں جان آئی۔ بولے ہاں میں ہوں۔ معاف کرنا میں آپ کی تنہائی میں مخل ہوں۔

نوشابہ ---- غالباً آپ بھی سیر ہی کے ارادہ سے آئے ہیں۔

ہارون ---- میں صبح کی نماز پڑھ کر یہاں آ گیا تھا۔ اور اب تک تلاوت کر رہا تھا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ بھی آ گئیں۔

نوشابہ ---- آپ کیا پڑھ رہے تھے۔

نادانستگی میں بے ساختگی سے اس نے یہ فقرہ کہہ دیا۔ ہارون نے کہا۔ میں

Marfat.com

پڑھ رہا تھا۔ کیا آپ نے سنا ہے۔

اب نوشابہ سمجھی کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے اس نے کہا شاید آپ ہی پڑھ رہے تھے میں نے آواز سنی تھی۔

ہارون —— تب آپ شاید دیر سے گل گشت کر رہی ہیں۔

نوشابہ —— نہیں کچھ ایسی زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی ہے۔

ہارون —— کل کا دن کس قدر مسرت ناک تھا۔

نوشابہ نے ہوش ربا نگاہیں اٹھا کر ہارون پر سحر کاری کرتے ہوئے پوچھا۔ کیوں۔

ہارون مسحور ہو گئے تھے۔ نوشابہ مئے فروش آنکھیں دعوت مے نوش دینے لگی تھیں۔ وہ کچھ وقفہ کے بعد سنبھل کر بولے۔ اس لیے کہ وہ راز کل ظاہر ہوا۔ جو آپ کی ذات سے تعلق رکھتا تھا۔

نوشابہ نے کسی قدر متبسم ہو کر کہا۔ آپ ہی میرے رشتہ دار نکلے۔

ہارون —— یہ میری خوش قسمتی ہے لیکن کیا آپ کو وہ رشتہ پسند ہے۔ . . . . .

نوشابہ نے قطع کلام کرتے ہوئے مصنوعی برہمی کے ساتھ کہا کونسا رشتہ ہارون دم بخود ہو کر اس حورِ وش کو دیکھنے لگے۔ نوشابہ شوخی سے مسکرائی ہارون کو قدرے جرأت ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ نوشابہ! وہی رشتہ جو میرے اور آپ کے بزرگوں نے قائم کیا۔

نوشابہ —— شاید آپ یہی حکومت جتانے میرے پیچھے باغیچہ میں آئے ہیں۔

ہارون —— میری یہ مجال نہیں ہو سکتی۔ کہ میں آپ پر حکومت جتاؤں۔ اور یہ میں جانتا ہوں، آپ راجکماری نہیں۔ اب بھی آپ کا رتبہ مجھ سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

انہوں نے افسردہ خاطر ہو کر سر جھکا لیا۔ نوشابہ انہیں ہمدردی آمیز ناز بھری چتون سے دیکھنے لگی۔ ہارون نے بغیر اس کا فرادا کی طرف دیکھے کہنا شروع کیا۔ میں پہلے ہی سمجھتا تھا لیکن —— کچھ نہیں میری حماقت ہے مجھے اپنی اصل و حقیقت دیکھنی چاہیے نوشابہ!

اب انہوں نے نظریں اٹھا کر نوشابہ کو دیکھا۔ اس نے جلدی سے ان کے چہرہ پر سے نگاہیں ہٹا کر ایک خوبصورت پھول پر گاڑ دیں۔ ہارون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ معاف کرنا میں نے گستاخانہ جرأت سے کام لیا۔ آپ آپ ہیں اور میں . . . ایک ناچیز ہستی۔ زمانہ کا کچلا ہوا۔ بخت کا ٹھکرایا ہوا۔ اب میں کبھی ایسی جرأت نہ کروں گا۔

Marfat.com

یہ کہتے ہی وہ لوٹے نوشابہ کا دل پسیج گیا طبیعت بے چین ہوگئی اس نے کہا شاید آپ خفا ہو گئے

ہارون نے رک کر اس کے گل گونہ عارض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں خفا ہو سکتا ہوں۔

نوشابہ —— تب آپ جا کیوں رہے ہیں۔

ہارون —— اس لیے کہ آپ کی زندگی کا اندیشہ ہے۔

ہارون نے اس کی آنکھوں میں شرارت کی چمک دیکھی۔ اب ان کا خوف ان کا ملال اور ان کے دل کا افسردہ پن سب رخصت ہو گئے۔ انھوں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ شوخ و شریر بھی ہیں۔

نوشابہ —— اچھا اب آپ ....

ہارون —— اب آپ چاہے جس قدر بگڑ لیجیے۔

نوشابہ —— لیکن آپ پر اثر نہ ہو گا۔

ہارون —— بالکل بھی نہیں۔

نوشابہ —— کیوں۔

ہارون —— اس لیے کہ آپ کی آنکھوں نے مجھ سے وہ راز کہہ دیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ نوشابہ! میں اسی زمانے سے آپ کا ....

نوشابہ —— دیکھیے بہکیے نہیں۔

ہارون —— آپ کی مے فروش آنکھیں مے نوش کرا رہی ہیں۔ پھر بتائیے اگر بہکوں نہیں اگر مدہوش نہ ہو جاؤں تو کیا ہو۔

نوشابہ شرما گئی۔ اس کی حسین نگاہیں جھک گئیں۔ ہارون نے پھر کہا۔ نوشابہ! آپ میرے خوابوں میں آتی رہی ہیں۔ آپ نے میرا چین لوٹ لیا ہے۔ آپ نے ......

نوشابہ نے شرمیلے لہجہ میں کہا بس کیجیے۔ میں ایسی باتیں سننا پسند نہیں کرتی۔

ہارون —— اب میں بھی نہ کہوں گا۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ دیا کیا میں کچھ امید رکھ سکتا ہوں۔

نوشابہ —— شوق سے

ہارون —— آپ کو کس نے چھپا دیا تھا۔

نوشابہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا چھپایا نہیں تھا۔ بلکہ قید کر دیا تھا۔

Marfat.com

ہنسنے سے اس کے گلابی رخسارے تیز شہابی ہو گئے تھے۔ اور دُرِّ دنداں کی چمک سے تمام چہرہ پر ایک عجیب نور کی رو دوڑ گئی تھی۔

ہارون نے کہا کس نے یہ گستاخی کی تھی۔

نوشابہ ـــ سکھدیو نے لیکن چند ہی روز کے بعد سکھدیو سے موہن سنگھ نے چھین لیا۔ اس نے بھی قید ہی رکھا۔ غالباً اس کا منشا یہ تھا کہ مجھے سکھدیو کے حوالہ اس وقت کرے جب سکھدیو کی بہن کامنی کی شادی اس کے ساتھ کر دی جائے۔

ہارون ـــ معلوم ہوتا ہے وہ اس سے محبت کرتا تھا۔

نوشابہ ـــ اب جو کچھ بھی سمجھئے۔

ہارون ـــ انشاء اللہ ان دونوں سے انتقام لیا جائے گا۔

نوشابہ ـــ لیکن کامنی موہن سے نفرت کرتی ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ وہ کسی اور کو چاہتی ہے۔

ہارون ـــ پرواہ نہ کیجئے وہ جسے چاہتی ہے .... سے اس کی مطلق بھی ... نوشابہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ واہ نہیں ہے۔ تب وہ آپ ہی ہیں۔

ہارون ـــ نوشابہ کل شام کے وقت اس نے مجھ سے اظہار محبت کیا تھا۔ لیکن جب میں نے خشک جواب دیا۔ تو مایوس ہو کر چلی گئی۔

نوشابہ ـــ مجھے بھی یہ شبہ تھا ....

وہ شرما گئی۔ فقرہ پورا نہ کر سکی۔ ہارون نے مسکرا کر کہا۔ ع

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

نوشابہ نے اور بھی شرما کر خوبصورت سر جھکا لیا۔ ہارون نے کہا۔ واہ وا آپ شرما گئیں۔ ذرا اوپر دیکھئے۔

نوشابہ نے آہستہ آہستہ سر اٹھا کر ہارون کو دیکھا۔ اور مسکرائی۔ ہارون بھی مسکرائے نگاہوں نے ایک دوسرے کے جذبات کی ترجمانی کر دی۔

Marfat.com

سینتیسواں باب

حسرتناک انجام

غازی سلطان محمود کو اور تمام مسلمان کو سومنات فتح ہو جانے سے بڑی مسرت ہوئی تھی۔
مسلمان اس جنت زار مقام میں پھیلے ہوئے تھے۔ نہایت سرسبز و شاداب وادی تھی۔ زمین پر مخمل جیسا نرم و ملائم گہرے سبز رنگ کا فرش بچھا ہوا تھا۔ کہیں کہیں اس میں گل پوش قطعات تھے خوش رنگ پھولوں کے تختے دُور تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ اور ایسے عطر بیز تھے کہ تمام میدان میں ان کی بو مہکی رہتی تھی۔ دریائے عمان کا پانی نہایت شیریں تھا۔ سمندر کا نیلگوں پانی حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ سلطان اور مسلمان کبھی کبھی کشتیوں میں بیٹھ کر دُور تک سیر کرنے نکل جاتے۔
سلطان کو معلوم ہوا کہ جزیرہ سراندیپ (لنکا) اور پیگو بھی دو مقامات اس سے بھی زیادہ سرسبز و شاداب ہیں اور وہاں سونے اور جواہرات کی کانیں ہیں۔
سلطان کو سومنات کا خطہ ایسا پسند آیا کہ اسے دار الخلافہ بنانے پر تیار ہو گئے اور قصد یہ کیا کہ جہازوں کا بیڑا تیار کر کے لنکا اور پیگو کو بھی فتح کر ڈالیں۔ مگر ان کے مشیروں نے عرض کی کہ خراسان اور غزنی کو چھوڑ کر اس جگہ کو دار السلطنت قرار دینا مصلحت نہیں۔ سلطان نے اس بات کو مان لیا اور مراجعت کی تیاریاں ہونے لگیں۔
لیکن چونکہ سومنات کا تخت خالی ہو گیا تھا۔ اس لیے وہاں کسی کو راجہ مقرر کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ سومنات کے معزز ہندوؤں سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ اس ملک میں داب شلیموں کا حسب نسب سب سے اچھا ہے ان میں سے ایک شخص یہاں ریاضت میں مشغول

لہ از تاریخ ہندوستان مصنفہ خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی۔ جلد اوّل صفحہ ۲۹۰ صادق صدیقی

Marfat.com

رہتا ہے۔ اگر اس کو یہ سلطنت دے دی جائے۔ تو مناسب ہے لیکن بعض ہندوؤں نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا وہ داب شلیم بڑا مکار اور تند خو ہے اس کی ریاضت ریاکاری کی ہے اس نے پہلے بھی ایک مرتبہ ملک لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جب ناکام رہا تو ریاضت کا سانگ بھر کر بیٹھا ہے۔ بلکہ ایک اور داب شلیم ہے وہ عاقل و فرزانہ رحمدل اور نرم طبیعت ہے اسے اگر حکمران بنایا جائے تو ملک میں امن و امان رہیگا۔

چنانچہ سلطان نے اس داب شلیم کو طلب کیا۔ وہ کہیں دور رہتا تھا۔ اس کے آنے میں کئی دن لگ گئے۔ جب وہ آیا اور سلطان نے اسے دیکھا تو پسند کیا۔ اس سے اطاعت گذاری اور ادائے باج کا اقرار لے کر تخت نشین کر دیا۔

لیکن جب سلطان نے واپسی کا قصد کیا۔ تو اس داب شلیم نے کہا "آپ تو تشریف لے جا رہے ہیں۔ لیکن جو داب شلیم ریاکاری کی ریاضت میں مشغول ہے وہ اس قدر چالاک ہے۔ اور مجھ سے اس درجہ دشمنی رکھتا ہے کہ میں اس کی طرف سے امن میں نہیں رہ سکتا۔ حضور کے چلے جاتے ہی وہ مجھ پر یلغار کرے گا اور مجھ سے ملک چھین لے گا۔ اس لیے فی الحال اسے اپنے ساتھ لیتے جایئے اور میں اسے قید کرنے کے لیے جب ایسا تہ خانہ[1] تعمیر کرلوں گا۔ جیسا ہم لوگوں میں دستور ہے تب اسے بلا کر اس میں قید کر دوں گا۔

سلطان نے اس کی درخواست منظور کر لی اور ریاضت کش داب شلیم کو حراست میں لے کر اپنے ساتھ لے لیا۔

اب سلطان نے مال غنیمت کا اندازہ کرایا۔ جوہریوں نے کئی روز تک جانچ پڑتال کے بعد

---

[1] اس زمانہ میں ہندو راجہ ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ جو راجہ دوسرے کو قید کر لیتا تھا وہ اس کے لیے عین تخت کے نیچے نہایت تنگ تاریک تہ خانہ بنایا تھا۔ اور اس میں قیدی راجہ کو مقید کر دیتا تھا۔ تہ خانہ کے اندر صرف ایک سوراخ رکھا جاتا تھا۔ اور اس سوراخ کے ذریعے سے کھانا اور پانی قیدی کو پہنچایا جاتا تھا۔ گویا قیدی راجہ کا تعلق بیرونی دنیا سے منقطع ہو جاتا تھا۔ اور وہ اسی میں پڑا سسک کر مر جاتا تھا۔ یہ نہایت سنگدلانہ اور سفاکانہ سزا تھی لیکن ہندو راجاؤں میں اسی کا دستور تھا۔ از تاریخ ابن خلدون۔

(صادق صدیقی)

اس کی قیمت کم سے کم دس کروڑ روپیہ اندازہ گی۔

اتنی دولت سلطان کو ابتک کسی مہم میں ہاتھ نہ آئی تھی سلطان نے چلتے وقت سومنات بت کے چار بڑے بڑے ٹکڑے بھی ساتھ لے لئے اور ان میں سے دو مدینہ منورہ بھیج دیئے اور دو اپنے ساتھ غزنی لے گئے۔ ان میں سے ایک جامع مسجد کے سامنے اور دوسرا دیوان عام کے دروازہ پر ڈلوا دیئے۔

شکیب ارسلان کو فوج میں وہی عہدہ دیدیا۔ جوکسی زمانہ میں انہیں دیا ہوا تھا۔ ہارون کو ترقی دی اور انہیں مشیران خاص کے زمرہ میں شامل کر لیا۔ برہان کو بھی ترقی دی گئی اور وہ بھی بڑے عہدہ پر پہنچ گئے۔

التونتاش۔ امیر علی خویشاوند اور حاجب علی کے مدارج بھی بڑھا دیئے گئے۔ اور دوسرے چھوٹے بڑے افسروں کو ترقیاں دی گئیں۔ بعض ان مجاہدوں کو جنہوں نے اس مہم میں نہایت جیداری اور دلیری سے جان فروشی کی تھی۔ افسری کے عہدے دیئے گئے۔

ان سب لوگوں کو مال غنیمت میں سے بھی حسب مدارج حصہ دیا گیا۔ اور سب فوجی غنی ہو گئے خدا نے ان کی تنگدستی اور محتاجی دور کر دی۔ ہر شخص متمول ہو گیا۔

سلطان نے مراجعت سے قبل شکیب ارسلان سے نوشابہ کی شادی ہارون کے ساتھ کر دینے کی تحریک کی شکیب ارسلان کو ان دونوں کی محبت کا حال معلوم تھا۔ وہ تیار ہو گئے چنانچہ شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔

ہارون نے ذات ہمایوں سے برہان کی شادی انیسہ سے کر دینے کی استدعا کی۔ سلطان نے التونتاش کو اس بات پر آمادہ کر کے اس کے عقد کی تاریخ بھی مقرر کرا دی۔

جس عرصہ میں دلب شلیم طلب کیا گیا۔ اور سلطان کو سومنات میں قیام کرنا پڑا۔ اس عرصہ میں شادیوں کی تاریخ آ گئی۔ اور ہارون کی شادی نوشابہ سے اور برہان کی انیسہ سے ہو گئی۔

سلطان نے نوشابہ اور انیسہ کو نہایت بیش بہا جواہرات کے ہار اور نہایت قیمتی سونے کے مرصع بجواہر زیورات دیئے۔

شب عروسی کو جب نوشابہ کو دلہن بنایا گیا اور ریشمی ملبوسات اور تمام زیورات پہنائے گئے۔ تو وہ حور نژاد معلوم ہونے لگی اس کا چہرہ زیورات کی ضو سے ایسا چمک اٹھا کہ اس کی طرف نظر بھر کر دیکھنا دشوار ہو گیا۔ اس کے صفا عارض سے بجلیاں خارج ہونے لگیں آنکھوں

Marfat.com

میں ایسی چمک آگئی کہ ان سے نظریں چار کرنا مشکل ہو گیا۔ رخسار آتش گل کی طرح دمک اٹھے۔ گوری پیشانی چاند کی طرح روشن ہو گئی۔

جب ہارون نے اسے اس عالم میں دیکھا تو ان کی نظریں خیرہ ہو گئیں وہ اس پیکر حسن و ناز کو دیکھتے رہ گئے۔

نوشابہ نے سرمگیں نگاہوں سے انہیں دیکھ کر دریافت کیا کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟

ہارون نے سنبھل کر جواب دیا صنعت خداوندی کا بہترین نمونہ دیکھ رہا ہوں۔ سچ ہے۔

ع خدا نے ہاتھ سے اپنے تجھے ادب بنایا ہے

نوشابہ نے حیا پرور شرمیلی نگاہوں سے ہارون کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ صنم پرست ہو گئے ہیں۔

ہارون ـــــ صنم پرست نہیں تو حسن پرست ضرور ہو گیا ہوں نوشابہ! مجھے خوف ہے کہیں تمہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ اگر میرا بس ہو تو تمہیں آنکھوں میں چھپالوں اور نہ میں دیکھوں اور نہ کسی کو تو ہے دیکھنے دوں۔"

یہ کہہ کر ہارون اس حور وش کی طرف بڑھے۔ نوشابہ نے مسکرا کر کہا۔ معاف کیجئے۔ اس وقت آپکی چتونوں سے کچھ شرارت ظاہر ہو رہی ہے۔

ہارون ـــــ مگر شوخ و شریر تو تم ہو نوشابہ۔ میں سیدھا اور سچا مسلمان ہوں۔ شرارت کیا جانوں۔ ہاں تم کا عزہ ۔ . . . . نہیں کافر ادا ہو۔ . . . .

نوشابہ ـــــ آپ ایک مسلم لڑکی کی توہین کر رہے ہیں۔

ہارون ـــــ قصور ہوا معاف کر دیجئے۔

ہارون نے یہ فقرہ نوشابہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا۔ نوشابہ شرما گئی۔ اس کی حیا بھی ایمان شکن تھی۔ ہارون اس کی طرف جھکے وہ پیچھے ہٹ گئی اور مسکرانے لگی۔

اس کے متبسم ہونے سے کمرہ منور ہو گیا۔ اور ہارون سحر زدہ ہو کر رہ گئے۔

ہارون کے عقد کے تیسرے روز برہان کی شادی انیسہ سے ہو گئی۔ انیسہ شوخ و شنگ تھی۔ اس نے برہان سے کہا دیکھئے۔ آپ میرے سامنے شیخی نہ بگھاریئے گا۔

برہان نے کہا۔ فاتح میں نہیں تم ہو۔ تمہارے سامنے میں کیا شیخی کر سکتا ہوں۔ انیسہ ہنس پڑی اور برہان اس شوخ ادا کو دیکھتے رہ گئے۔

Marfat.com

غرض ان دونوں کا عقد ہو گیا اور چند روز کے بعد سلطان نے مراجعت کی۔ چونکہ انہلواڑہ کے مہاراجہ پرم دیو نے سومنات کے مہاراجہ کی مدد کر کے سلطانی لشکر کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس لیے واپسی میں سلطان نے انہلواڑہ پر حملہ کر دیا۔

پرم دیو انہلواڑہ سے بھاگ کر گندابہ کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ یہ قلعہ سمندر میں ایک چھوٹے سے ٹاپو پر واقع تھا۔

غازی سلطان محمود نے ہارون اور شکیب ارسلان کو لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا۔ ان دونوں نے قلعہ فتح کر لیا۔ لیکن پرم دیو وہاں سے بھی بھاگ گیا اور ہاتھ نہ آیا سلطانی لشکر واپس لوٹ آیا۔

چونکہ برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ اسلیئے سلطان نے انہلواڑہ میں ہی قیام کیا۔ کیونکہ واپسی مشکل ہو گئی تھی کثرت باراں کی وجہ سے ندی نالے اور دریا چڑھ گئے تھے۔

جب برسات کا موسم گذر گیا اور دریا پایاب ہو گئے۔ تب سلطان نے مراجعت کی۔ چونکہ سلطان کو اندیشہ تھا کہ واپسی میں ہندوستان کے دوسرے راجہ مہاراجہ اس کی مزاحمت نہ کریں۔ اس لیے وہ جس راستہ سے آئے تھے۔ اس سے واپس نہ گئے بلکہ سندھ کے بیابان اور ریگستان کی راہ سے روانہ ہوئے۔ انہوں نے ایک راہبر ساتھ لے لیا تھا۔ یہ راہبر سومنات کا پجاری تھا۔ وہ قصداً سلطان کو ایسے راستہ سے لے گیا جو بیابان تھا۔ اور جہاں پانی نایاب تھا۔ جب سلطان نے اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ملے گا۔ تو اس نے کہا۔ بھول جاؤ پانی کو میں نے ایسے خشک بیابان میں تمہیں لا ڈالا ہے کہ پانی ہی پانی پکارتے ہوئے مر جاؤ گے میں سومنات کا پجاری ہوں اور تم سے انتقام لینے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے۔

سلطان نے اسی جگہ راہبر کو قتل کرا دیا۔ اور پانی کی تلاش شروع کی۔ لیکن پانی نہ ملا۔ اور بہت سے آدمی پیاس سے مر گئے۔ آخر خدا خدا کر کے پانی ملا۔ لشکر سیراب ہوا۔ اور ملتان کی راہ سے سلطان مع الخیر غزنی پہنچ گئے۔

یہ تھی وہ سولھویں مہم جو آج بھی یادگار زمانہ ہے۔

Marfat.com

اسلامی تاریخی ناول

جویائے حق	عبدالحلیم شرر	۱۵۰/-
رومتہ الکبریٰ	عبدالحلیم شرر	۶۰/-
ملک العزیز و رجنا	عبدالحلیم شرر	۷۵/-
فردوس بریں	عبدالحلیم شرر	۵۰/-
فلپانا	عبدالحلیم شرر	۷۵/-
مقدس نازنین	عبدالحلیم شرر	۷۵/-
حسن ابجلینا	عبدالحلیم شرر	۷۵/-
فلورا فلورنڈا	عبدالحلیم شرر	۹۰/-
منصور موہنا	عبدالحلیم شرر	۶۰/-
فتح اندلس	عبدالحلیم شرر	۱۵۰/-
ماہ ملک	عبدالحلیم شرر	۶۰/-
زوال بغداد	عبدالحلیم شرر	۴۰/-
ایام عرب	عبدالحلیم شرر	۷۵/-
قیس و لبنیٰ	عبدالحلیم شرر	۶۰/-
الفانسو	عبدالحلیم شرر	۵۰/-
مفتوح فاتح	عبدالحلیم شرر	۵۰/-
عزیزہ مصر	عبدالحلیم شرر	۵۰/-
دلکش کال	عبدالحلیم شرر	۱۰۰/-
یوسف نجمہ	عبدالحلیم شرر	۸۵/-
شوقین ملکہ	عبدالحلیم شرر	۱۰۰/-
حسن کا ڈاکو	عبدالحلیم شرر	زیر طبع

کورٹ مارشل	طارق اسماعیل ساگر	۱۵۰/-
آخری تمنا کی مہلت	طارق اسماعیل ساگر	۱۰۰/-
سوویت اور عالم اسلام	طارق اسماعیل ساگر	۱۰۰/-

امیر تیمور گورگاں (اول دوئم)	الیاس ایم اے	۳۰۰/-
نور جہاں	الیاس ایم اے	۷۵/-
بغداد جلتا رہا	الیاس ایم اے	۱۰۰/-
جلتے سینے	الیاس ایم اے	۱۵۰/-
سلطان ٹیپو شہید	الیاس ایم اے	زیر طبع

مکتبہ القریش چوک اردو بازار سرکلر روڈ لاہور ۔ 2

Marfat.com